هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

یہ ایک بیان ہے لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے واسطے۔ (سورۂ عمران ۱۳۸)

قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن و خلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ

تفسیری خطباتِ حبّان

جلد اول

یعنی تقاریر در رمضان المبارک بعد نمازِ تراویح

خطابات

شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمّد ادریس حبّان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ (خلیفہ و مجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور

مرتب

مولانا حکیم محمد عثمان حبّان دلدار قاسمی

ناظم تعلیمات دار العلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور 247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: تفسیری خطباتِ حبان (جلد اول)

خطبات: حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ

مرتب: مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی

صفحات: 600

کتابت و تزئین: مولانا عبید الرحمٰن قاسمی و مولانا فہیم احمد قاسمی، حبان گرافکس بنگلور

باہتمام: مولانا محمد طیب قاسمی

تعداد: گیارہ تین ہزار

قیمت:

ناشر: مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA
#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	20
2	قرآن کریم موتیوں کا خزانہ	21
3	تاثرات	24
4	حب علاء دین	27
5	اظہارِ ظہیر	30
6	اظہارِ مسرت	34
7	حروفِ ساجدی	38
8	پیش لفظ	43
9	اللہ تعالیٰ کی نظر میں قرآن کی عظمت	47
	اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تعریف وتوصیف فرمائی	48
	قرآن لے کر نازل ہونے والے فرشتے کی فضیلت	50
	قرآن تمام جہانوں کے رب نے نازل فرمایا ہے	52
	قرآن بالکل واضح اور راست ہے اس میں کوئی ابہام نہیں	53
	قرآن میں کجی کی نفی کئی اعتبار سے ہے	54
	جمادات کا قرآن سے متاثر ہونا	55
	انسانوں اور جنوں کو ایک چیلنج	56
10	کلام اللہ کی فضیلت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں	59
	ایک انگریز کو علامہ اقبالؒ کا جواب	61
	حامل قرآن کا اعزاز	62
	حافظ قرآن کے والدین کا اعزاز	63

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	اساتذۂ حفاظ کرام کا مقام	63
	تعوّذ پڑھنا تلاوت قرآن کے ساتھ مخصوص ہے	64
	بسم اللہ کی فضیلت	65
	حضور اکرم ﷺ کا مبارک خواب	66
	سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ	68
	قرآن اُمّ الکتاب ہے	69
	الحمد للہ رب العلمین کا خلاصہ	70
	چالیس ہزار عالم ہیں	70
	سورۂ فاتحہ مطلع القرآن بھی ہے	72
	اسمائے سورہ فاتحہ	73
	آمین، اللہ تعالیٰ کی مہر ہے	75
	آمین کہنا، مسنون ہے	76
	ہدایت کی دعاء کیوں؟	77
	سیدھے راستہ کی دعاء	77
	سورہ فاتحہ کے طبّی فوائد	78
	رات کو حفاظت کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا	79
11	اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں کے سامنے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت فرمائیں گے	80
	دوستو! قرآن کریم کیا ہے؟	82
12	فاتحۃ الکتاب	89
	قرآن مجید سے محبت کا نتیجہ	92
	کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکے مقام کو نہیں جان سکتا	94
	قرآن کریم میں ارشاد ہے	95
13	صراط مستقیم	102
	ہر شخص ہدایت کا محتاج ہے	104
	اطاعت رسول ﷺ کے بغیر کامیابی نہیں	105

	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' کیوں؟	106
	تو کیا جواب دے گا	108
	سچ آدمی کو نجات دیتا ہے	108
	جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں	109
	مرنے والے کی برائی مت کرو	111
	رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اور ان کی احتیاط	112
	حلال مال روحانی اور جسمانی طاقت کے لئے مفید	113
14	تاجِ خلافت	115
	حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق	117
	اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ہر چیز سکھلائی	118
	عالم اَرواح	119
	ایک سوال اور اس کا جواب	120
	حضرت آدم علیہ السلام کی عمر شریف	121
	حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں	122
	حضرت آدم علیہ السلام کی دعا	122
	حضرت آدم علیہ السلام کا وصال	123
15	مسجدیں مرثیہ خواں ہیں	124
	کتبِ سماویہ کا نزول بھی رمضان میں	125
	قرآنِ عظیم سے شغف ومحبت کا انوکھا واقعہ	126
	حافظ کا مرتبہ	128
	لمحہ فکریہ	129
	روزہ کا ثواب اور اسکی مقدار	130
	ڈاڑھی منڈانا دائمی گناہ	131
	میں تو ڈاڑھی نہیں منڈا سکتا	131
	بندو! مجھے پکارو	133
	تیرا کفن بازار میں پہنچ چکا	134

	اوّلین پرسش نماز بود	135
	مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے	136
	ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی	137
16	سورۂ بقرہ اور رمضان المبارک	138
	روزہ ہر امت پر فرض رہا	139
	روزۂ رمضان کی فرضیت کب	141
	قرآنِ کریم کا نزول رمضان المبارک میں	141
	اعتکاف اور اس کی قسمیں	142
	فضیلتِ جہاد	143
	الصلوٰۃ الوسطیٰ سے کونسی نماز مراد ہے	144
	آیۃ الکرسی اور اس کی فضیلتیں	146
	عرشِ الٰہی کی مقدار	148
17	سودی نظام کی تباہ کاریاں	149
	سود کا ادنیٰ درجہ	151
	انسان کا دھوکہ	152
	ہر حکم شرعی پر عمل کرنا فرض ہے	153
	ہم آہ بھی کرتے ہیں تو......	154
	مدارس کو بدنام کرنے کی ایک سازش	155
	دنیا کی سب سے عظیم یونیورسٹی	156
	رزق کا دینے والا اللہ ہے	157
	اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں	158
	دشمن بھی قائل	159
	اپنی فکر آپ کرو	160
18	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کم نہیں ہوتا	162
	زکوٰۃ کی لغوی وشرعی تشریح	164

	بخل کا انجام	165
	امام زین العابدین —	166
	مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دو	167
	مالکِ نصاب	168
	زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا	170
	فضائلِ زکوٰۃ	171
	ایک غیر مسلم کا واقعہ	172
	زکوٰۃ دینے کا ثمرہ	173
19	توحید کی بنیاد پر اتفاق واتحاد اتحاد واتفاق بڑی دولت ہے	174
	وفدِ نجران دربارِ نبوی ﷺ میں	176
	حُبِّ خداوندی کے لئے حُبِّ رسول ﷺ لازمی	177
	تذکرہ حضرت زکریا علیہ السلام	178
	تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	180
	قربِ قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کی آمد	181
	ایک غلطی کا ازالہ	182
	اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوط پکڑ لو	182
	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مثالی کردار	183
	توحید کی بنیاد پر متحد ہو جاؤ	184
	حقارت کا عبرت انگیز نتیجہ	185
	ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے	187
20	بندوں کیلئے بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں	188
	شانِ نزول	189
	ایفائے عہد واجب	190
	حلال وحرام جانوروں کی قدرے تفصیل	191
	کس کا ذبیحہ حلال ہے	195

	قصہ ہابیل وقابیل	196
	نجاشی رحم دل بادشاہ	198
	شراب جوا وغیرہ کی قطعی حرمت	200
	حرمتِ خمر	200
	حرمتِ میسر	202
	حرمت انصاب	203
	حرمت ازلام	203
21	ہر شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے	206
	کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے	208
	تعدادِ ازواج سے معاشرہ صالح اور پاک ہوسکتا ہے	208
	میراث	209
	محرّمات	209
	مہر اتنا ہی مقرر کرو کہ آسانی سے دے سکو	210
	ایک جامع آیت	211
	حقوقِ والدین	211
	والدین کی خدمت کا نتیجہ	212
	والدین کے ساتھ کیا گیا حسن سلوک اولاد ادا کرتی ہے	214
	رشتہ داروں کے حقوق	215
	پڑوسی کا حق	216
	ہم نشیں کا حق	216
	راہ گیر کا حق	217
	غلام باندی اور ملازموں کا حق	217
	ادائے حق میں متکبر ہی ٹال مٹول کرتا ہے	218
	اللہ تعالیٰ گرفت کرنے پر آئیں تو کوئی نہیں بچ سکتا	218
	اللہ تعالیٰ کو بندوں کی عاجزی بہت پسند ہے	219

	ہر شخص اللہ کی رحمت کا محتاج	220
	مایوسی کفر ہے	220
22	گنہگار کی توبہ	222
	علم ذریعہ عمل ہے	223
	خواندہ ناخواندہ	225
	اللہ کا خوف رکھنے والے سے ہر چیز خوف رکھتی ہے	226
	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ	226
	حضرت سلیمان علیہ السلام کی آہ وزاری	227
	مومن کی خدمت کا اجر	228
	مرنے کے بعد کام آنے والی چیزیں	229
	میرے بندو! گناہوں سے باز آؤ	230
23	قرآن میں مختلف اقوام کا ذکر	232
	سورۂ اعراف کی وجہ تسمیہ	233
	حضرت شعیب علیہ السلام اوران کی قوم	234
	حقوق العباد کا معاملہ بڑا سنگین ہے	235
	شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب	237
	شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین طرح کا عذاب	238
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ	239
	رویت باری تعالیٰ	241
24	دوستی یا دشمنی محض رضائے الٰہی کے لئے	243
	مہمان نوازی	245
	دوستی یا دشمنی صرف اللہ کے لئے	246
	سفر طائف اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر	248
	میں رحمت بن کر آیا ہوں	250
	اہل طائف کے لئے دعائے خیر	251

	ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی	251
	نبی باپ سے بھی زیادہ شفیق	252
25	نبی کریم ﷺ حامل شریعت بھی ہیں اور امیر شریعت بھی	253
	منکرین قرآن کی خواہش	256
	امیر شریعت کون؟	257
	نبی خدا کا مطیع ہے	258
	قرآن کلام الٰہی ہے	259
	حضرت یونس علیہ السلام	261
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی	263
26	حضرت یوسف علیہ السلام نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی	266
	ایک لطیفہ	267
	شان نزول	268
	نسب نامہ	268
	احسن قصص	269
	حضرت یوسف کا خواب	269
	یوسف علیہ السلام و بنیامین سے محبت کی وجہ	271
	بھائیوں کا حسد	271
	حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں	273
	بھائیوں کی من گھڑت کہانی	273
	یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ	274
	حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں	274
	آزمائش کا دور	275
	شیر خوار بچے کی گواہی	276
	زنان مصر کے طعنے	276
	حضرت یوسف علیہ السلام پر ایک اور آزمائش	276

	پیغمبر کی غیرت	277
	حضرت یوسف علیہ السلام شاہی دربار میں بحیثیت مشیر	278
	قحط سالی	278
	برادران یوسف مصر میں	278
	مصر کا دوسرا سفر	279
	مصر کا تیسرا سفر	280
	آل یعقوب علیہ السلام مصر میں	281
	ہر حال میں صبر اور شکر مومن کی خصوصیت	283
	نعمتوں کی دو قسمیں	284
	آدمی کی شناخت ہوتی ہے اس کے اندرونی اخلاق سے	285
	شکر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے	285
	ایک عابد کا واقعہ	286
	ہر حال میں خدا کا شکر گزار بندہ	287
	بیمار و تندرست بندہ پر اللہ کی نعمتیں	287
	ہر حال میں اللہ کا شکر	288
	شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	289
	نعمت کی قدر کب ہوتی ہے	290
	آزمائشوں پر صبر کا انوکھا واقعہ	290
	عورتوں کی ناشکری	292
27	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات احکاماتِ الٰہی کا عکس ہیں	294
	وحی کی مختلف صورتیں	296
	اللہ تعالیٰ کی گرفت نہایت سخت ہے	297
	اہل عرب سے محبت کرو	298
	اہل کفر کی بے انتہا مایوسی	399
	تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام	301
	تب تو اللہ ہم کو ضائع نہ کرے گا	302

	حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار کو اللہ نے باقی رکھا	304
	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر	305
28	دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری	308
	قرآن کتاب ہدایت ہے	310
	انسان غفلت میں غلط دعا نہ کرے	311
	اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق	313
	امت محمدیہ کی ذمہ داری	314
	داعی کو اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام	315
29	تذکرہ حضرت عیسیٰ و مریم علیہما السلام	316
	قرآن میں حضور کے اہل خانہ کے ناموں سے کوئی سورۃ نہیں	318
	کرامت کا ثبوت قرآن سے	320
	ولادتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	322
	شیر خوارگی میں عقلمندوں جیسا کلام	324
30	قربانی اور ایثار	328
	ایثار و قربانی انسانیت کا جوہر	329
	جان اور مال اللہ کی امانت ہے	330
	عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ	331
	ابھی صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا	333
	یَا ابْنُ الذَّبِیحَتَیْن	334
	قربانی ہر سال فرض ہے	336
31	حضرت سلیمان و دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر خیر	338
	سورۂ نمل	340
	اللہ تعالیٰ کی حکمتیں	344
32	قارون اور نافرمان قوموں کا انجام	347
	قارون کا غرور	348

	احکام شرعیہ سے انحراف	349
	یفعل اللہ مایشاء	350
	روزی کا تعلق عقل سے نہیں	351
	وطن کی محبت ایمان ہے	352
	میرے ہاتھوں سے تراشے	354
	ظالم قوموں کا انجام	355
33	اللہ کا ذکر سب سے بڑی دولت ہے	357
	ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے	360
	اہل قبور آواز سنتے ہیں	361
	شرک کی مذمت	363
	حضرت لقمان علیہ السلام	364
34	بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بندگی میں رہے	367
	چین و سکون نماز ہی میں مل سکتا ہے	369
	قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشین گوئی	371
	ایک شبہ کا ازالہ	373
	سورۂ لقمان	374
	ہر لہو و لعب باطل ہے	375
	حضرت لقمان علیہ السلام نبی تھے یا نہیں	375
	پانچ چیزوں کا علم	376
35	موت برحق ہے	378
	غیبت کے نقصانات	380
	موت کی جگہ اور وقت کا کسی کو علم نہیں	382
	حاجی عبدالباسط مرحوم کا تذکرہ	383
	اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے	384
36	شریعت کی نظر میں مرد و عورت کا مقام	388
	فضیلت و برتری اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر	391

	جو حکم مردوں کو وہی حکم عورتوں کو	392
	عورت کی فضیلت	394
	بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	395
37	حضور ﷺ کے احسانات کائناتِ انسانی پر	398
	حضور ﷺ کا احسان تمام کائنات پر	401
	حضور ﷺ پر درود نہ بھیجنا اپنی ہی بدبختی ہے	402
	شیخ شرف الدین مصری رحمۃ اللہ علیہ	403
	درود شریف کی برکت	404
	تین طالب علموں کا واقعہ	405
	حضور اکرم ﷺ کے پسینے کی خوشبو	407
	نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ	408
38	حضور ﷺ نورانی ہیں اور ملائکہ نوری	410
	ائمۃ الکفر کی ناپاک سازشیں اور گندے عزائم	412
	مسلمان کا حال غیروں سے بھی بدتر	413
	سورۂ یٰسٓ کا خلاصہ	415
	قریہ کی تحقیق اور اہل قریہ کی ہٹ دھرمی	415
	حبیب نجار کی روح جنت میں	417
	فرشتوں کا نسب نہیں	418
	حضور ﷺ افضل البشر ہیں	420
39	موت کو بار بار یاد کریں	422
	انسان اپنی قیمت نہیں پہچانتا	424
	یہ دنیا یوں ہی نہیں بنائی گئی	425
	جب پہلا سور پھونکا جائے گا	426
	انسانوں کا کس طریقہ سے پورا ڈھانچہ تیار کیا جائے گا	427
	شرعی لباس پہننا چاہیے	428

	آدمی لباس سے پہچانا جاتا ہے	430
	خانہ کعبہ کی سفارش	431
	حاجی کا مرتبہ اور فضیلت	432
	سب سے بہتر رفیق	433
40	قیامت کا دن اور جنتی وجہنمی لوگوں کے حالات	435
	موت کی تفصیلات	440
	صور کی حقیقت	442
	قیامت کی ہولناکی	444
	ملک الموت سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوں گے	444
	زمین وآسمان کی دوبارہ پیدائش	446
	سرکار دوعالم ﷺ شفاعت فرمائیں گے	446
	اللہ تعالیٰ میدان حشر میں جلوہ افروز ہوں گے	447
41	عمل سے ہی زندگی بنتی ہے	450
	کفار مکہ کی طرف سے پیش کش	451
	تخلیق ارض وسما اور تعین ایام	453
	قوم عاد وثمود پر عذاب الٰہی	454
	اعضاء وجوارح کی گواہی	455
	مبلّغین کے لئے مؤثر اصول	457
	ساری نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں	459
	ہر چیز اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے	459
	اللہ کی عظمت دلوں میں کیسے پیدا ہو؟	460
	بغیر ایمان سارے اعمال اکارت اور بیکار ہیں	461
	وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ	461
	انسان خدا کا بڑا ہی ناشکرا ہے	462
	اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے ایمان کامل ہوتا ہے	462

	ہر ایک سے محبت اللہ کی وجہ سے	463
42	دعوت وتبلیغ ہر مومن کا نصب العین ہے	465
	دین پھیلتا ہے قربانیوں سے	467
	علماء حق کی قربانیاں	468
	حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ	470
	حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تأثر	471
	ماسکو شہر جانے والی جماعت	472
	ملک اسپین	473
43	دولت مندی اور ناداری کے فتنے	475
	اللہ تعالیٰ کی عنایات اور بخشش	477
	ایک مجرب عمل	478
	حضور ﷺ کی دعاء	478
	فتنوں کے اقسام	479
	معذوری سے حضور ﷺ نے پناہ مانگی!	480
	دولت مندی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے	481
44	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ	483
	صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظیم صفات	484
	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قائدینِ امت ہیں	486
	کفار ومشرکین پر فوری عذاب کیوں نہیں آتا	487
	عبرت آموز واقعے	488
	امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی	491
	ہر شخص سے اس کی نگرانی کی بابت سوال ہوگا	492
	میری داڑھی تیرے بکرے کی داڑھی سے بہتر ہے	494
45	قرآن فہمی کیلئے حدیث کا علم ضروری	496
	رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت	497

	حدیث بھی حجت ہے	498
	منکر حدیث وقرآن	599
	اطاعت کا نتیجہ	500
	قرآن فہمی کیلئے حدیث لازم	501
	آداب مسجد	502
	دربار نبوی ﷺ کے آداب	503
	گیا وقت ہاتھ نہیں آتا	504
	صرف زبانی دعویٰ معتبر نہیں	505
46	ایمان اور اعمال صالحا تعذاب سے بچنے کا ذریعہ	506
	اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی	508
	عبادت میں شب بیداری اور اس کی تفصیل	510
	جہنم کی گرمی سردی اور انگارے	511
	جہنم میں گندھک کے پہاڑ	512
	گندھک کے پہاڑ کے ساتھ کیوں عذاب دیا جائے گا	512
	جہنم کی آگ سیاہ اور تاریک ہے	512
	جہنم کی آگ دنیاوی آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہے	513
	گرمی سردی کا حقیقی سبب	514
47	دوزخ کی حقیقت اور اس کا عذاب	515
	آسمانی کعبہ بیت معمور	520
	امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ	521
	بزرگوں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں نفع دے گا	522
	دوزخ اور اس کا عذاب	523
	دنیا وآخرت میں بڑا فرق ہے	524
	دوزخ کی آگ کی شدت	525

48	جنت اور دوزخ کی حقیقت	527
	اعمال صالحہ کا ذخیرہ	529
	قیامت کی حقیقت	532
	آخرت کے مقابلہ دنیا محدود ہے	532
	قیامت دو طرح کی ہیں	533
	قیامت کو دور نہ سمجھو	533
	اللہ سے ڈرنے کا مطلب؟	534
	قرآن کریم کی عظمت	535
	اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں	536
	سورۂ حشر کی آخری آیات کے فوائد وبرکات	538
	آخرت ایک نا قابل انکار حقیقت	539
	انسان کی فکر آخرت کے لئے	539
	انسان کی فطری کمزوری	540
	قرآن انسانوں کے لئے ہدایت نامہ	541
49	زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے	544
	میں انگلی کے برابر سوراخ کردوں؟	546
	قیامت کی ہولناکی	546
	شداد کا ذکر	548
	زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے	550
	شداد کی جنت اور امر کی تحقیق	550
	موت نے زندگی کو چاک کر دیا	551
	سو فیصد مسلمان بنو	552
	رمضان کی بھی قدر نہیں رہی	553
50	سیدنا حضرت نوح علیہ السلام	555
	بت پرستی کی ابتدا کیسے ہوئی	557

	حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ	558
	حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کیوں کی؟	559
	اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سن لی	561
	عذاب خداوندی	562
	لطیفہ	564
51	جگہ جی لگانے کی یہ دنیا نہیں ہے	568
	کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں	570
	یوم پیدائش منانا اسلامی طریقہ نہیں	571
	امام اعظم اور خوف الٰہی	571
	یہ چھڑی تم ہی لے لو	572
	حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور ترکِ سلطنت	574
	تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد	576
	مال بھی وقت کی اہم ضرورت ہے	576
52	قرآن مجید سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب	579
	اے کاش میں اس وقت زندہ رہوں	581
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	583
	رہتی دنیا تک کے لئے قرآن کا چیلنج	585
	کفار اور مشرکین کا شور وشغب	587
53	قناعت پسندی نبوت کا جوہر	590
	احد پہاڑ کی فضیلت	591
	سعودی عرب میں پانی کی فراوانی	592
	ایک نواب صاحب کا واقعہ	594
	حضرت نانوتویؒ کی میزبانی	595

☆☆☆

انتساب

بحمد للہ تعالیٰ!

"تفسیری خطباتِ حبان" کا انتساب شافعِ اعظمؐ رحمتِ عالمؐ نبیٔ خاتمؐ فخرِ آدمؐ امامِ اعظمؐ ہادیٔ اکرمؐ فاتحِ عالمؐ صاحبِ قرآںؐ محبِّ مولیٰؐ صاحبِ دَوراںؐ رسولِ ذیشاںؐ شافعِ محشرؐ صاحبِ کوثرؐ سرورِ کونینؐ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کے نام (معنون کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں) جن کا ہر ہر قول اور ہر ہر جنبش امت محمدیہ کے لئے مشعل راہ اور راہِ نجات ہے۔ جن کے بارے میں رب کائنات نے دنیا ہی میں "رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ ان روشن ستاروں کی روشن قبور کو مزید اپنے نور سے منور فرمائے، آمین!

غلامِ غلامانِ احمدؐ

محمد عثمان حبان دلدار قاسمی

۲۱؍شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

مطابق ۱۲؍جولائی ۲۰۱۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم موتیوں کا خزانہ

از: حبیب الامت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی ایم ڈی حفظہ اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ.

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. ایسا انمول اور عجیب وغریب ارشاد ہے اللہ رب العزت کا کہ جس کا مفہوم لامتناہی ہے اس مبارک کلام کی اہمیت اسی اولین آیت پاک سے واضح ہوجاتی ہے کہ یہ کلام الٰہی سراپا ہدایت ہے یعنی یہ کتاب، کتاب ہدایت ہے اس کی ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ اور تمام ظاہری ومعنوی اشارات میں سامانِ ہدایت ہے جو پاکیزہ نفوس اس کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کے ضمیر کو یہ آیات الٰہی مصفّیٰ اور مجلّی کردیتی ہیں۔ اس کی روحانی قوت اور تاثیر کے اظہار کے لئے سحر اور جادو کا لفظ استعمال کرنا بھی کلام الٰہی کے شایانِ شان نہیں ہے۔ یہ ایسا گراں قدر کلام ہے کہ جس کی روحانی تاثیر سے کائنات کا ذرہ ذرہ متاثر

ہے اور اس کی اکبریت کا سحر تمام کلاموں پر ہے جس کا ہر اثر نیا جس کی ہر روحانی تاثیر بھی نئی ہوتی ہے اور قیامت تک اور قیامت کے بعد جنت میں بھی جس کی تلاوت سے اہل ایمان کے قلوب مزین ہوتے رہیں گے۔ بلاشبہ یہ واحد کلام ہے کہ جس کی خود صاحب کلام (اللہ رب العزت) اور حامل کلام (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) سے لے کر تمام ایمان والے تلاوت کرتے ہیں اور اسکی حلاوت وچاشنی اور لذت سے سرفرازی حاصل کرتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات، معانی، مطالب اور تشریحات انسانی قلوب کو اللہ رب العزت کے قریب کردیتے ہیں یہ سلسلہ تاقیامت چلتا رہے گا۔ نہ جانے کتنے عاشق قرآن اور خادم قرآن آئیں گے اور اپنی اپنی زبان اور قلم سے اس کی شان کو قلمبند کرکے چلے جائیں گے۔ یقیناً اس کو پڑھنے والے اس کو سننے والے اس کو سمجھنے والے اس پر عمل کرنے والے سبھی خوش نصیب اور خوش بخت ہیں۔ قرآن مجید واحد سمندر ہے کہ جس کی عمیق گیرائیوں سے گراں قدر موتی نکالتے نکالتے یہ دنیا فنا ہوجائے گی لیکن موتیوں کا خزانہ ختم نہ ہوگا۔

یہ اللہ رب العزت کا کرم واحسان ہے میرے اساتذہ کرام اور والدین کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو قرآن مجید سے خصوصی شغف اور محبت عطا فرمائی ہے اپنے دوستوں اور متعلقین کی خواہش پر بعد نماز تراویح تقریباً پچیس سال سے منتخب قرآنی آیات کی تشریح وتعبیر کرتا رہا ہوں، مجھے اپنی کم علمی وبے بضاعتی کا اعتراف ہے اور یہ ایک طالب علمانہ سعی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین!

ان تفسیری خطبات کی جمع وترتیب میں عزیزم مولانا محمد عثمان حبان دلدار قاسمی نے سعی فرمائی اور جو خطبات بذریعہ ٹیپ رکارڈ محفوظ تھے ان کو یکجا کرکے قابل

اشاعت ضخامت کی صورت میں ناچیز کے سامنے پیش کیا۔تو مجھے قلبی مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے خدمت قرآن کی جو توفیق بخشی وہ محض اسی کی توفیق اور عطا ہے۔اللہ تعالیٰ عزیزم مولوی محمد عثمان حبان دلدار قاسمی اوران کے برادر اکبر عزیزم ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسی سلمہم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔اوران خطبات کو خواص وعوام میں قبولیت عطا فرما کر ہم سبھوں کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔آمِیۡن ثُمَّ آمِیۡن یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ

خادم القرآن

محمد ادریس حبان رحیمی

دارالعلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

مطابق ۱۲/جولائی ۲۰۱۲ء

تأثرات

بحرالعلوم، عاشق قرآں حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی قاسمی مدظلہ العالی

آفسیر هیئة التحقیق والدعاء العام المدینة المنورة

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے ہی قرآن فہمی کا دستور عام ہوگیا تھا، اہل عرب تو عربی ہی تھےلیکن عجمیوں کے سامنے جب قرآن پیش کیا جاتا تو ایک ایک آیت پڑھی جاتی اوراس کا ترجمہ اوراس عبارت میں پوشیدہ مسائل وعقائد کو واضح طور پر بیان کیا جاتا، ابتداً کلامِ الٰہی کو سن کر ہی لوگوں کے دل موم ہوجایا کرتے جب ان کی تفسیر وتشریح بیان کی جاتی اوراس کے مطالب ان کی سمجھ میں آتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسورواں ہوجایا کرتے اور کہنے لگتے ''یہ کلام کلام اللہ ہی ہے''۔

جس طرح حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے دربارِ حبشہ میں قرآنی آیات، اس کا مفہوم اورعقائد اسلامی کو پیش کیا تو نجاشی کی آنکھیں نم ہوگئیں۔عربی تو عربی جب قرآن کے تراجم اورآیات کی تشریح کسی بھی زبان میں کی جاتی ہے تو حق تعالیٰ کے

اس کلام کی نرمی وگرمی اور عجیب وغریب اندازِ گفتگوسن کر پتھر پگلنے لگتے ہیں۔اسی لئے غیرعربی زباں دانی میں قرآن کریم کی تشریح وتفسیر لازمی ہے،لیکن یہ ممکن نہیں کہ ہر شخص عربی سے واقف ہواور آیاتِ کریمہ کوسمجھ کر پڑھ سکتا ہو،اسی لئے اللہ رب العزت نے علماء کی ایک بڑی جماعت کوقرآن فہمی کے لئے مختص کیا ہوا ہے تاکہ وہ خود بھی کلام الٰہی میں غور وفکر کریں اوراس کے مطالب ومقاصد اور ہدایات واحکامات سے عوام وخواص کومطلع کریں،اس کے بغیر آدمی اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ شریعت اسلامی،مسائل وعقائداور راہِ ہدایت نہیں پاسکتا۔

ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند میں تفسیر قرآن کا خاص اہتمام دیکھنے میں آتا ہے،رمضان المبارک کےموقع پر ہر مسجد میں بعد نمازِ تراویح تفسیر کی جاتی ہے جوعوام الناس کے لئے یقیناً ازحد مفید ہے۔

زیر نظر کتاب ''تفسیری خطباتِ حبان'' حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کے وہ خطبات ہیں جومرکزی جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ بنگلور کے ممبر ومحراب سے رمضان المبارک میں بعد تراویح کئے گئے ہیں،جنہیں عزیزم مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی نے مرتب کرکے کتابی شکل دی ہے۔ حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کے خطبات انتہائی سہل اور عام فہم ہوا کرتے ہیں، میں نے چند کتب ''خطباتِ رحیمی،خوابوں کی تعبیراوران کی حقیقت،قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت،انوارِطریقت اورملفوظات حبیب الامت'' وغیرہ کا مطالعہ کیا جس سے اندازہ ہواکہ حضرت والاعوام الناس کی اصلاح کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ ''تفسیری خطباتِ حبان'' ایک مکمل تفسیر نہیں بلکہ عوام کی زباں فہمی کے پیش نظر تشریحِ آیات،مسائل وعقائداور قصائص قرآن سے مزین ہے،لوگوں کی

دلچسپی اوران کی نشاۃ کے لئے جابجا منظوم اردوترجمہ بھی بیان کیا گیا ہے،اس لحاظ سے یہ کتاب اردوزبان میں یقیناً اپنا امتیاز رکھتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب سے ان ائمہ وخطبائے مساجد کو بے حد فائدہ ہوگا جن کیلئے رمضان المبارک کے موقع پرتفسیر لازمی ہوا کرتی ہے۔سب سے بہتر اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ عام وسہل اردو زباں کا استعمال کیا گیا ہے تاکہ عوام کے لئے دقیق الفاظ دشواری کا سبب نہ بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کواس کا اجرِعظیم عطافرمائے اورآپ کی اس کاوش کوقبول فرماکرزخیرۂ آخرت بنائے،آپ کی عمر میں برکت عطافرمائے،اور اس کتاب کوہم سبھی کے لئے نافع بنائے،آمین ثم آمین یارب العالمین!

وَصَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّ الْكَرِيْمِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ!

بندہ(حضرت مفتی)عاشق الٰہی مدنی

المدینۃ المنورہ سعودی عرب

۲۱/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

حب علاء دین

گنجینۂ علم وعرفاں سالک حق

حضرت مولانا قاری علاء الدین قاسمی مدظلہ العالی دربھنگوی

خلیفہ ومجاز حضرت شیخ طریقت حبیب الامت حفظہ اللہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

میرے پیرومرشد حبیب الامت مرشد محترم حضرت مولانا الحاج محمد ادریس حبان رحیمی صاحب حفظہ اللہ درجنوں کتابوں کے مصنف، بنگلور اور صوبہ کرناٹک کے ہر دلعزیز خطیب اور ارض ہند میں علماء ماضی کی خوبصورت اور صالح مثال ہیں۔

مجھ جیسا بے بضاعت کوتاہ قلم انسان ایسی عبقری شخصیت پر خامہ فرسائی کرے یہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے راقم السطور جب کسی کی مدح وثنا کے لئے زبان وقلم کو آمادہ کرتا ہے تو اس مجسم خطا کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مخلوق سے داد وتحسین اور کسی بھی قسم کے صلہ وستائش کی تمنا کی پرواہ کئے بغیر حقیقت وصداقت کے آئینہ میں ممدوح کے جوہر اصلی کو پیش کر دیا جائے یہی ہمارے استاد محترم عربی القاموس الجدید کے شہرہ آفاق مصنف اور ادیب بے بدل حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کا وطیرہ

رہا ہے آپ اپنے ہر مرسلہ خط کے نیچے ''مخلص وحید الزماں'' رقم فرمایا کرتے تھے آپ کی یہ ''مخلص'' تحریر آپ کے صدق وصفا کی مکمل عکاس ہوتی تھی اس سچائی اور بلندی اخلاص کی قدر صحیح معنوں میں آپ کے تلامذہ ہی کر سکتے تھے کیونکہ وہ آپ کے شب و روز کے معمولات اور درس وتدریس کے ساعات ولمحات اور محافل ومجالس میں اسکو سنتے دیکھتے برتتے اور محسوس کرتے تھے۔

ایسے ہی جن حضرات نے ہمارے علامہ حبیب الامت حضرت مولانا حکیم محمد ادریس صاحب کی شخصیت آپ کے حسن اخلاق، صاف وروشن معاملات آپ کی علمی لیاقت اور مخلوق خدا میں بے حد مقبولیت اور ہر دلعزیزی نیز سینکڑوں موضوعات پر آپکی انمول تصانیف اور شب وروز کی پاک وپاکیزہ مصروفیات آپ کی خصوصی اور عمومی مجلسوں کے فیوض وانوارات کا مشاہدہ اوران سے کسی بھی درجہ میں انتفاع کیا ہے وہ شہادت دیں گے کہ حضرت والا کی خواص وعوام میں کتنی پذیرائی ہے۔

مختصر یہ کہ مجھ نابکار کی جانب سے ''تفسیری خطباتِ حبان'' کے مؤلف کے لئے تہ دل سے بہت بہت مبارکباد اور کلمات تحسین کی پیش کش ہے، خداوند قدوس حضرت کی تمام کتابوں کو بقاء دوام عطا فرمائے سچ یہ ہے کہ آپ کی ہر تالیف اسلامی کتب خانوں کے لئے ایک جدید اور دلکش شاہکار ہے خطیب یا مؤلف کا اصل کمال یہ ہے کہ اپنا پیغام آسان ترین الفاظ میں پیش کردے حضرت والا کی تمام تالیفات میں اسی امتیاز کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے حضرت کے سلیس اور عام فہم اسلوبِ بیان نے جملہ کتابوں میں حسن وکشش کا سامان بہم پہونچایا ہے زیر نظر عدیم النظیر کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے فن تفسیر پر عمیق ودقیق مضامین یا تفسیری نکات کا مرقع نہیں ہے جیسا کہ عموماً کتب تفسیر کے حوالہ سے متوقع یا متصور ہوتا ہے بلکہ یہ آپ کی پُر مغز خطابی

تفاسیر قرآن کی ایک سہل اور حسین شکل ہے جس کے مخاطب اولین بیشتر عوام اور بعض خواص تھے اب مزید افادۂ عام کی غرض سے کتابی شکل میں منظر عام پر لائی گئی ہیں۔ یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساط تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادراہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حبیب الامت زاداللہ فیوضہ واطال بقاۂ اور مرتب کو اسکا اجر جزیل عطا فرمائے اور اس کتاب کو بندگان خدا کی ہدایت کا سامان بنائے اور ہم خوشہ چینوں کو بھی آپ کے گلستانِ علم کی بہاروں میں حصہ عطا فرمائے آمین۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

(خاکپائے آستانہ حبیب الامت)

علاءالدین قاسمی

مدیر مکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی دربھنگہ بہار

۲۰/شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۱/جولائی ۲۰۱۲ء

اظہارِ ظہیر

گنجینۂ علم وعرفاں حضرت مولانا مفتی ظہیر احمد قاسمی مدظلہ

امام وخطیب مسجد القدر یشونت پور بنگلور

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّابَعْدُ!

قرآن کریم ایک ایسی مقدس اور پاکیزہ کتاب ہے جس میں نہ کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہے اور نہ کسی طرح کی پیچیدگی، یہ ایک منفرد کتاب ہے جس میں سائنس، میڈیکل سائنس، تاریخ، اخلاق، عقائد، اعمال، اخلاق، روحانیت، مناجات، تجارت، سیاست، معاشرتی آداب، فقہ، اصول فقہ اور مختلف علوم وفنون پر اجمالاً واختصاراً روشنی ڈالی گئی ہے، قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے جو کتب سابقہ زبور، توریت، انجیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں پر بھی مشتمل ہے نیز حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک متعدد جلیل القدر پیغمبروں کی ایثار وقربانیوں کو بھی محیط ہے۔

قرآن کریم ایک سرچشمہ حیات ہے جس کا مقصد ہدایت اور تزکیہ نفس ہے، احکام کی پانچ سو آیات کو چھوڑ کر اس کا ہر ہر واقعہ اہل عقل وخرد کے لئے درس عبرت ہے۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ. قوم عاد کی تباہی ہو یا قوم ثمود کی بربادی، قوم نوح کی ہلاکت ہو یا فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی، ہامان اور قارون کا حشر ہو یا شیطان ابلیس کا راندۂ درگاہ ہونا ہر چیز اہل ایمان کے لئے باعث موعظت ہے۔ ان واقعات نے آنے والی نسل انسانی کو آگاہ کر دیا کہ امت مسلمہ ان مجرمین کے کرتوتوں سے اپنا دامن سمیٹتے ہوئے راہ مستقیم پر گامزن ہو، نوع بنی انسانی کی رہنمائی کے لئے حشرات الارض میں ادنی اور ناقص سمجھی جانے والی مخلوقات کتا، مکھی، مچھر، چیونٹی اور مکڑی وغیرہ کو بھی قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے بڑے فصیح اور بلیغ انداز میں مناسب جگہ عطا فرمائی۔

قرآن کریم فصاحت وبلاغت کا وہ شاہکار ہے جس کا مقابلہ کرنے سے عرب وعجم کے تمام فصیح وبلیغ لوگ عاجز رہے، دنیا کا ایک مزاج بن گیا ہے کہ کوئی چیز کتنی ہی اچھی کیوں نہ پیش کر دی جائے اس پر انگشت نمائی ضرور کی جاتی ہے، یہی معاملہ قرآن کریم کے ساتھ بھی پیش آیا کہ دشمنان اسلام نے اس کو محمدؐ کا کلام کہا، اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس قول کی تردید اس طرح فرمائی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ کہ (اگر یہ محمد کا کلام ہے اور اللہ کے کلام سے تم کو انکار ہے تو) ایسا قرآن تم لے کر آجاؤ۔ آگے اللہ تعالیٰ نے خود ہی پیشین گوئی بھی فرما دی لَا يَاْتُوْنَ کہ تم لا ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ وہ لوگ عاجز ہو گئے، مگر اپنی ضد اور ہٹ سے باز نہ آئے، دل میں حسد کی آگ سلگ رہی تھی، چنانچہ پھر دوسری مرتبہ چیلنج کیا گیا فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ کہ دس سورتیں (ہی) اس جیسی لے کر آجاؤ۔ وہ لوگ پھر بھی عاجز رہے تو تیسرا اور آخری چیلنج کیا گیا

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ کہ کوئی (چھوٹی سے چھوٹی) سورت اس جیسی لے کر آجاؤ اور اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سی سورت سورۂ کوثر ہے جس میں چھوٹی چھوٹی تین آیتیں ہیں، تو کفار مکہ سے کہا گیا کہ ایسی سورت ہی بنا کر لے آؤ، اور اگر تم اکیلے نہیں بنا سکتے تو جو فنکار تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور ادب پر مکمل عبور اور قدرت رکھتے ہیں ان کو اپنے ساتھ لگا لو۔ چنانچہ سورۂ کوثر دو ماہ تک خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکی رہی مگر کوئی اس کا مثل پیش نہیں کر سکا۔ اس آخری چیلنج سے قرآن کریم کی حقانیت پر ایک مہر ثبت ہو گئی۔

قرآن کیا ہے؟ اور اس میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے بنگلور اور اس کے اطراف میں رمضان المبارک میں تراویح کے بعد پندرہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ تفسیر کرنے اور سننے کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن اتنے وقت میں سوا پارے کی تفسیر تو کجا ایک دو آیتوں یا چند آیتوں کی اجمالی تفسیر ہی بمشکل ہو پاتی ہے۔

چونکہ "تفسیر بالرائے" ناجائز ہے اس لئے تفسیر بیان کرنے والے کے اوپر بہت بڑی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی معتبر تفسیری کتاب کا مطالعہ کر کے تفسیر بیان کرے، تفسیر کی معتبر کتابیں جیسا کہ "تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی" اور "تفسیر جلالین" وغیرہ عربی زبان میں ہیں اور ہر شخص ان کتابوں کو کما حقہ سمجھنے سے عاجز ہے اس لئے ایک عام فہم تفسیر کی ضرورت پڑتی ہے، جو تراویح میں پڑھے ہوئے قرآن کریم سے مربوط ہو۔

الحمد للہ اس ضرورت کو بڑی خیر وخوبی کے ساتھ انجام دینے والے بنگلور شہر کے مایہ ناز عالم حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ خلیفہ حضرت مولانا حکیم ذکی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو کافی سالوں سے دار العلوم

محمد یہ لائر پالیہ بنگلور کی مرکزی جامع مسجد میں تفسیر کرتے آرہے ہیں اور آپ کے علوم سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ مستفید ہو چکے ہیں، میں نے اس کتاب ''تفسیر خطباتِ حبان'' کو اکثر مقامات سے دیکھا ہے مجھے اندازہ ہوا ہے کہ حضرت موصوف کی اس کتاب میں کتب تفاسیر کی معتبر کتابوں سے کافی استفادہ کیا گیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تفسیر ہر خاص وعام کے لئے یکساں مفید ہوگی۔ دعا گو ہوں کہ اللہ جل شانہ موصوف کو اس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور ہر قاری کو اس کا خاطر خواہ نفع بخشے۔ آمین یارب العالمین!

بندہ ظہیر احمد انصاری قاسمی

امام وخطیب مسجد القدر ریشونت پور بنگلور

۱۸ر شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۹ر جولائی ۲۰۱۲ء

اظہارِ مسرت

نمونۂ سلف وصالحین، قدوۃ السالکین

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی دامت برکاتہم العالی

خلیفہ ومجاز عارف باللہ حضرت مولانا قمر الزماں صاحب حفظہ اللہ الہ آبادی

شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَآلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اَمَّا بَعْدُ!

فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ، اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. قرآن حکیم وہ آخری آسمانی صحیفہ ہے جو احکم الحاکمین، خالق ارض وسماں نے دنیا کے سب سے برگزیدہ انسان، شہنشاہِ بطحا، خاتم الانبیاء، سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی ﷺ پر اپنے مقرب فرشتہ حضرت جبریل امین کے وساطت سے محض ۲۳ر سالہ مدت میں سلسلہ بسلسلہ نازل فرماکر تا قیامِ قیامت اس آخری امت کی ہدایت اور اس کی روحانی وجسمانی شفایابی کا وافی شافی ذریعہ تجویز فرمادیا اور ابن آدم کو وہ تمام زریں اصول وضوابط بتلادئے ہیں جن کی رعایت وپابندی

کی شکل میں دائمی سعادتیں اس کا سفرِ حیات وآخرت خوشگوار بنا کر انجام کار انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت کا پروانہ دلوادیتی ہیں۔ قرآن کریم کے نزول کو چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ بیت رہا ہے لیکن یہ خدائی فرامین کا حیات آفریں گلدستہ ہر قسم کا جزوی وکلی تغیر وتبدل قبول کئے بغیر روز اول سے ہی پوری شان بان اور آن کے ساتھ اللہ بزرگ وبرتر کی وحدانیت وکبریائی کا اعلان کررہا ہے، اس کے الفاظ ومعانی، مطالب ومفاہیم کل بھی وہی تھے آج بھی وہی ہیں اور ان شاءاللہ آئندہ بھی وہی رہیں گے، جس کا اعلان خود اللہ رب العزت نے اس طرح سنایا ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ. کہ بے شک ہم نے قرآن پاک نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں، اصدق القائلین کا یہ وعدہ ظاہر ہے کہ زمان ومکان کی حد بندیوں سے ماوراء ہے۔ جب تک یہ زمین وآسمان باقی ہے، آفتاب وماہتاب کی ضوفشانی قائم ہے، یہ بلند وبالا پہاڑ موجود ہیں اور کائنات کا یہ چلتا پھرتا فطری نظام مشاہد ہے، تو قرآن حکیم بھی اپنے تمام تر وعدوں وعیدوں اور بشارتوں کے ساتھ اس کرۂ ارض پر بسنے والے خوش نصیبوں کے سینوں اور سفینوں میں محفوظ رہے گا۔ یہی وہ قرآن ہے جسے مٹانے کے ناپاک حربے خود آپ ﷺ کے زمانہ میں بدخواہوں نے کئے اسے شاعر اور ساحروں کا کلام کہا گیا تو کبھی دیوانوں کی اختراع بتلایا گیا، اپنے اپنے زمانہ کے بڑے بڑے سورماں اور بڑے بڑے جغادری، ادب وانشاء اور عربی زبان وقلم کے بلند پایہ مصنفین وسخن وروں نے بھی پنجہ آزمائی کی کہ قرآن جیسی کوئی چھوٹی سی صورت ہی بنا کر اس کے اس کے ناقابل انکار حقیقت دعویٰ وتحدی کی ہوا نکال دیں، لیکن اپنی تمام تر فنی صلاحیتوں وقابلیتوں کے علی الرغم ایک سورت تو کجا؟ ایک آیت بھی پیش نہ کرسکے اور بالآخر خواہی نہ خواہی انہیں بھی یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا کہ یہ کسی انسان کا

کلام نہیں ہے، تاریخ میں ایسی بہت مثالیں ہیں لبید ابن ربیعہ جو اپنے فن کلام میں یکتائے روزگار اور زود طبع میں وحید عصر تھا اس نے ایک نظم لکھ کر باب کعبہ پر آویزاں کردی، مسلمانوں نے اسے دیکھا تو کسی نے قرآن کی سورۃ الکوثر لکھ کر بطور جواب وہاں لٹکادی، لبید نے اگلے ہی روز جب آکر اس کی ابتدائی آیت پڑھی تو بے ساختہ اسکی زبان سے نکلا لَیۡسَ هٰذَامِنۡ طَاقَةِ الۡبَشَرِ اور حق وصداقت کی سربراہی وسربلندی کو گلے لگاتے ہوئے فوراً لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ پڑھ کر پروانہ نبوت کے جھرمٹ میں شامل ہوگیا، اسی طرح اپنے زمانہ کا ادیب شہیر اور عالم کبیر ابن مقفع جو ذہانت وفطانت اور ادب وبلاغت میں نابغۂ روزگار سمجھا جاتا تھا سارے مشاغل سے دست بردار ہوکر صرف قرآن مجید کا جواب لکھنے بیٹھا، چھ مہینے گذر گئے لوگوں نے جاکر جائزہ لیا تو اس کو اس حال میں پایا کہ قلم اس کے ہاتھ میں ہے اور گہرے مطالعہ میں غرق ہے اس کے سامنے لکھ لکھ کر پھاڑے ہوئے اوراق کا انبار لگا ہوا ہے۔

قرآن پاک کے اول مخاطب حضرات صحابہ کرام ہیں جنہوں نے قرآن پاک کو حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ بصورت کتابت وتدوین اسکی قابل رشک حفاظتی خدمات انجام دیں، عہد صحابہ میں ہی اس کے قلمی نسخے نہایت محتاط انداز میں محفوظ کرکے اطراف واکناف میں بھیجدیئے گئے تھے حفاظ، قراء، مفسرین، محدثین اور مجتہدین مصروف بخدمت قرآن ہوتے رہے، پھر مختلف انداز میں عہد بہ عہد اس کی اشاعت ہوتی رہی، قرن اول ہی سے قرآن کریم کی تشریحات وتفاسیر اور اس کے علوم کی ترقی پذیری کا مبارک سلسلہ جاری رہا، تفہیم قرآن کیلئے بے شمار تفاسیر معرض وجود میں آئیں جن کی روشنی میں اس مقدس کتاب کی تبیین وتوضیح آثار وروایات اور اقوال صحابہ وتابعین کی روشنی میں حسب مراد ربانی ہوئی اور ہوتی رہے گی اور اس امت کے

باتوفیق بندگان خدا قرآن پاک کی نوع بنوع خدمت کی صورت میں رضاء الٰہی کے حصول کی سعی مشکور کرکے اپنا اپنا دامن مراد بھرتے رہیں گے۔

الحمدللہ مقام مسرت ہے کہ ایسے نصیبہ وروں میں صدیق مکرم جناب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رشیدی زید مجدہ العالی بانی ومدیر دارالعلوم محمدیہ بنگلور بھی ہیں جن کے علمی وتحقیقی ذوق کا شاہ کار قرآن مقدس کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ بنام ''تفسیری خطبات حبان'' اس وقت کاتب السطور کے پیش نظر ہے، سینکڑوں صفحات پر محیط یہ علمی متاع گرانمایہ حضرت مولانا کے تفسیری جلال وجمال کا بہترین عکاس ہے، بندہ نے اس کے مضامین دیکھے تو رشک بھی آیا کہ بنگلور جیسے مصروف ترین شہر میں اپنی طبی مشغولیات کے علی الرغم علم وتحقیق کے رنگارنگ باغ کی سیاحی کا وقت بچالیتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سب اللہ کی توفیق اور اسی کی نصرت سے ممکن ہے جس کیلئے حق تعالیٰ شانہ اپنے محبوب بندوں کو چن لیتا ہے اور پھر اس سے ایسے کارہائے نمایاں انجام دلوادیتا ہے جو بسا اوقات اکیڈمیاں اور ادارے بھی انجام نہیں دے پاتے ہیں، میں شکر گذار ہوں اپنے محبّ مکرم کا کہ وہ کار لائقہ کیلئے اس خاکسار کو بھی یاد فرمالیتے ہیں، دُعا ہے کہ اللہ رب العزت اس ''تفسیری خطبات حبان'' کو قبولیت تامہ اور مقبولیت عامہ سے ہمکنار کرے اور مرتب محترم عزیزم مولانا محمد عثمان حبان دلدار قاسمی زید رشدہ وفضلہ سے بھی اپنے والد گرامی کے طرز پر مزید خدمت دین کا نمایاں کام لے، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

والسلام

(حضرت مولانا مفتی) خالد سیف اللہ گنگوہی

خادم الحدیث والافتاء جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۲۹/۲/۱۴۳۴ھ

حروفِ ساجدی

پیکر علوم وعرفاں حضرت مولانا مفتی محمد ساجد کھجناوری مدظلہ العالی

استاذ ومدیر تحریر ماہنامہ ''صدائے حق'' جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِىْ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِىْ كِتَابِهِ الْعَزِيْزِ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. (ص ۸۷)

قرآن پاک اللہ رب العزت کی نازل فرمودہ وہ آسمانی کتاب ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اس کی روشن تعلیمات اور حیات افزا فرامین پوری انسانیت کے لئے مدار نجات بھی ہیں اور اعلیٰ ترقیات کی شاہ کلیدی بھی، یہ کتاب ہدایت بھی ہے اور حکمت وموعظمت کا سدا بہار گلدستہ بھی۔ اس کی تلاوت بھی کارِ ثواب، معانی ومفاہیم کا ادراک عین عبادت اور اس کی توضیح وتفسیر بلندیوں کا زینہ، اس کلام الٰہی کے نزول کو تقریباً ساڑھے چودہ سو سال کا طویل زمانہ رقبہ ہوچکا، اس درمیان میں بے شمار انقلابات اس کرۂ ارض پر رونما ہوئے، نئی سیاسی اور تمدنی تبدیلیاں واقع ہوئیں، مختلف افکار ونظریات نے جنم لیا، بین الاقوامی سطح پر حیرت انگیز کرشماتی تغیرات نے انگڑائیاں لیں، بحث ونظر کے زاویے بالکل بدلتے دکھائی

دیئے، لیکن یہ آسمانی صحیفہ نہ صرف یہ کہ اپنی صحیح شکل میں موجود و محفوظ ہے بلکہ آج بھی اپنے بے پناہ اعجاز بلاغت وفصاحت اور اپنی غیر معمولی انقلاب آفریں تاثیر وتذکیر نیز اپنی شیرینی ونغمگی کے باعث حق وباطل کے مابین قول فیصل کی صورت میں بطور دلیل موجود ہے۔ یوں تو قرآن کریم ایک بحرِ بے کنار ہے جس کے اندر بے شمار موتیوں کے خزانے موجود ہیں، اس کی وسعتوں اور رفعتوں کو کون چھوسکتا ہے، کسی بھی زاویہ سے دیکھ لیجئے اور کبھی بھی دیکھئے تو قرآن پاک کی تاثیر، اس کی حرارت آمیز پاکیزہ شعائیں قلب وجگر کو مجلی ومصفی کرنے کے ساتھ ساتھ فرحت وانبساط سے سرشار کردیتی ہیں، قرآن پاک ہی ایسی جامع کتاب ہے کہ انسانی زندگی کے پہلو بہ پہلو اس کی واضح ہدایات موجود ہیں، اس میں وعدے اور وعید بھی ہیں تو قصص واخبار بھی، اوامر بھی ہیں اور نواہی بھی، بالفاظ دیگر کہ قرآن میں کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں، ایک ہزار وعدہ کی، ایک ہزار وعید کی، ایک ہزار اوامر کی، ایک ہزار نواہی کی، ایک ہزار قصص کی، ایک ہزار خبروں کی، پانچ سو حلال وحرام کی، سو دعا وتسبیح کی اور چھیاسٹھ ناسخ ومنسوخ کی۔ (حاشیہ کنز الدقائق رص ۳۶ رمکتبہ تھانوی دیوبند)

یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں تمام چیزوں کو بیان کردیا ہے اور کوئی بھی گوشہ تشنہ نہ رہنے دیا، تاکہ انسانی برادری حتی کہ جنات بھی اس مقدس کتاب ہدایت کی روشنی میں اپنی زندگی کو سنت وشریعت کے سانچے میں ڈھال سکیں اور کل روز قیامت حقیقی مسرت وشادمانی کے آثار ان کے چہرے بشرے سے ہویدا ہوں، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسی لے بے شمار آیات کے اندر قرآن پاک کو ذکر سے تعبیر کرکے غافل انسان کو متنبہ کیا ہے ارشاد ربانی ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. (ص ر ۸۷) یہ تو بس تمام دنیا کے لئے یاددہانی ہے۔

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. (القلم:۵۲) یہ تو سارے جہان والوں کے لئے ایک یاددہانی ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ. (التکویر: ص:۲۶ ر۲۷) یہ تو سارے جہاں والوں کے لئے ایک نصیحت ہے تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو راہ راست پر چلنا چاہتا ہوں، فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. ۔(التکویر: ص:۲۶ ر۲۷)

اور یہ بابرکت ذکر ہم نے (تمہارے لئے) نازل کیا ہے پھر کیا تم اس کو قبول کرنے سے انکاری ہو۔ (قُلْ لَّآ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعَالَمِيْنَ. (الانعام:۹۰) کہدو کہ میں اس دعوت دین پر تم لوگوں سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں یہ تو ایک عام نصیحت ہے دنیا والوں کے لئے)

خلاصہ کے طور پر یہی کہا جاسکتاہ ے کہ قرآن میں اس مذکورہ افادی پہلو پر بطور خاص ارتکاز کیا ہے جس میں قرآن پاک کا تذکیری یا عبرت نصیحت اور موعظت کا سرچشمہ ہونا قرار دیا گیا ہے، پھر اسی سے اس بات کی وضاحت بھی بدیہی طور پر ہوجاتی ہے کہ یہ کتاب بندوں کو ان کے حقیقی مشن سے آگاہ کرتی ہے کہ وہ لوگ ذرا ہوش کے ناخن لیں اور غور کریں کہ ان کی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟ اللہ رب العزت نے انہیں اس جہاں فانی دنیا میں کس لئے بھیجا ہے؟

ظاہر ہے کہ قرآن مبین کی یہ دعوت کسی زمان ومکان کے ساتھ وابستہ نہیں نہ ہی کوئی مخصوص قوم یا برادری سے خطاب ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو بارگاہ خداوندی میں اعزاز واکرام پانے کا متلاشی اور متمنی ہے، نیز اپنے رب کی معرفت سے دل کی دنیا کو چکاچوند کرنا چاہتا ہے اور اپنی جان ومال، وقت کو خدائی امانت تصور کرکے آخرت کی پکڑ سے بچنا چاہتا ہے تو اسے ہمہ وقت تقرب الٰہی کے حصول کی بابرکت کوشش کرتے

رہنا چاہئے، اوران بندگان خدا کی اصلاح کی فکر بھی دامن گیر رہنی چاہئے کہ جن کی زندگی کے قیمتی لمحات نفس وہویٰ کی پیروی میں پامال وبرباد ہورہے ہیں، یقیناً اس دور پرفتن اور ظلمت وجہل کے پرہول سناٹوں میں بھی بہت سے ایسے چراغ روشن ہیں کہ جن کی ضوفشانی سے تاریکیاں چھٹ رہی ہیں اور شمع علم ومعرفت کے پروانے ان کے اردگرد دیوانہ وار جمع ہوتے رہے ہیں، قرآن پاک کے یہ عاشق اور خدام اس عظیم کتاب کی نوع بنوع خدمات کی صورت میں اصلاح انقلاب امت کا قابل رشک مذہبی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

ان مصلحین امت میں ہند کی جنوبی ریاست کرناٹک کے شہر گلستاں بنگلور میں تین دہائیوں سے رہائش پذیر ہر دل عزیز دینی وروحانی شخصیت مخدوم مکرم حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی رشیدی مدظلہم بھی ہیں جو اپنی دینی، علمی، اور روحانی خدمات کے لحاظ سے امتیازی شناخت کے حامل ہیں، موصوف خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار قابل احترام شخصیت کے مالک ہیں، جو شہر بنگلور میں ایک دینی ادارہ کے بانی ومدیر اور خانقاہ رحیمی کے روح رواں بھی ہیں آپ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ابناء قدیم میں سے ہیں اور ماضی قریب میں گذری یہاں کی صاحب نسبت بزرگ ہستی حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف ننھو میاں وحضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی کے مقربین میں شمار ہوتے ہیں ادھر مدت بسیار سے کرناٹک میں بڑے پیمانے پر طبی خدمات کے ساتھ ساتھ تشنۂ کامان علم ومعرفت کو بھی سیراب کررہے ہیں۔

پیش نظر ’’تفسیر خطبات حبان‘‘ آپ ہی کے پچیس سالہ تفسیری خطبات کا حسین مرقع ہے جو اپنے تنوع جامعیت اور مشمولات کے لحاظ سے غیر معمولی افادیت کا متاع گراں بہا مجموعہ ہے، تفسیری تحقیقات وتشریحات کا یہ دل آویز گلدستہ آپ

کے صاحبزادہ محترم برادرم مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی نے ترتیب دیا ہے۔

فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءَ.

ناچیز نے اس کے بہت سے محتویات سے اکتساب فیض کیا تو شکر وسپاس گذاری کے جذبات امنڈ آئے، کاتب الحروف اپنے محترم ومکرم حضرت مولانا حکیم محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم کا بصمیم قلب شکر گذار ہے کہ آپ نے مذکورہ خطبات کے استفادہ سے اس ناچیز کو نہ صرف ممنون کیا بلکہ اس پر تاثرات بھی قلم بند کرنے کا پابند بنا کر اپنے بڑکپن کا ثبوت دیا بلاشبہ یہ خردنوازی کی ہی ایک مثال ہے ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل، اللہ کرے تفسیری خطبات حبان کا یہ موقر گلدستہ دارین کی سعادتوں کا سرچشمہ قرار پائے اور دینی وعلمی حلقوں میں سند قبول سے ہمکنار ہو، آمین آمین! لاَ اَرْضَی بِوَاحِدَةٍ، حَتّٰی اُضِيْفَ اِلَيْهَا اَلْفَ آمِيْنًا.

والسلام

محمد ساجد کھجناوری

خادم تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

(یکم ربیع الاول ۱۴۳۴ھ)

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

روزِ اول سے ہی قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری رب ذوالجلال نے لے رکھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ"، یعنی یقیناً ہم ہی نے قرآن اتارا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (سورۃ الحجر آیت ۹) اس آیت میں "حافظون" حافظ کی جمع ہے۔ جس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالَم اسباب میں قرآن کریم کی حفاظت حافظوں کے ذریعہ فرماتے ہیں، جس طرح قرآنی آیات اور متن کی حفاظت حفظ کے ذریعہ کی گئی ہے اسی طرح اس کی تفسیر اور تشریح بھی اللہ رب العزت نے اپنے حبیب نبی پاک ﷺ کی زبانی احادیث کی شکل میں متعین فرما دی۔ اب قیامت تک تفسیر وتشریح اور تراجم قرآن متعین ہیں۔ ہاں لوگوں کے افہام اور اصطلاحی زبان کی وجہ سے آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت بعنوان "تفسیر" کی جاتی ہیں، اور ائمہ وفقہائے کرام اور محدثین عظام نئے زمانہ کی ضروریات کے پیش نظر جو مسائل اور ابہام اخذ کرتے ہیں وہ نئی تفسیر نہیں بلکہ

کلام اللہ اور احادیث نبویہ کی معجزانہ خصوصیات ہیں کہ قیامت تک کے تمام مسائل وضروریات کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "قَد جَاءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِينٌ" بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور روشن (کھلی) کتاب آئی۔ (مائدہ)

اس روشن کتاب میں رب کائنات نے ہر چیز کو بیان کر دیا ہے، تقویٰ اور ایمان اختیار کرنے والوں کے لئے یہی کتاب "شریعت، احکامات، تواریخ، سوانح، عبرت ونصیحت، پیغام" اور مستقبل کے لئے بہترین "مشعل راہ" ہے جس کی نظیر تا قیامت ناممکن ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "عنقریب ایک بڑا فتنہ سر اُٹھائے گا" میں نے عرض کیا: اس سے نجات کیا چیز دلائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی کتاب "قرآن کریم" اس میں تمہارے اگلوں کی سرگزشت ہے، جو کچھ بعد میں آنے والا ہے اس کی خبر ہے، اور جو کچھ تمہارے درمیان پیدا ہوگا اس کا فیصلہ ہے اور یہ ایک دوٹوک کتاب ہے، کوئی ہنسی دل لگی نہیں ہے۔ جو سرکش اسے چھوڑ دے گا اللہ تعالیٰ اس کی پشت کی ہڈی توڑ دے گا اور جو کوئی اس کے سوا مرجعِ ہدایت بنائے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی یہی ہے، حکمت سے بھری ہوئی کتاب یہی ہے، اللہ کی سیدھی راہ یہی ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے خواہشیں گمراہ نہیں کرتیں، زبانیں لڑکھڑاتی نہیں، کتنی ہی پڑھو اس سے سیری نہ ہوگی۔ اس کے عجائب حکمت کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ اس کے سنتے ہی جنات پکار اُٹھے کہ ہم نے عجیب وغریب قرآن پاک سنا ہے جو ہدایت کی طرف بلاتا ہے، تو ہم اس پر ایمان لائے۔ جس نے اس کی سند پر کہا، سچ کہا۔ جس

نے اس پر عمل کیا وہ اَجر پائے گا۔ جس نے اس کی مدد سے فیصلہ کیا اس نے عدل کیا۔ جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے صراطِ مستقیم کی دعوت دی''۔(ترمذی)

جب قرآن مجید کے اوصاف ہی مکمل بیان نہیں ہوسکتے تو تفسیر کہاں؟ لیکن ابتدائے نبوت سے ہی قرآن کریم کی تشریح وتفسیر بیان کی جارہی ہے مگر آج تک کسی ایک آیت کے بھی تمام خزانۂ بیش بہا کو دریافت نہیں کیا جاسکا، جب بھی غور وفکر کرتے ہیں، نئی تشریحات اور نئے مسائل دریافت ہوتے ہیں۔ یہی صفت خاصہ ہے کلامِ الٰہی کی کہ اس کی گہرائی میں غوطہ زن ہونا بیش قیمت، انمول اور روشن موتیوں سے مالا مال کرتا ہے جس کے انوارات سے مومن کا دل مسرور وشاداں ہوا جاتا ہے۔

جنوبی ہند میں رمضان المبارک کے درمیان بعد نمازِ تراویح قرآن کریم کی آیاتِ مقدسہ کو موضوع بنا کر اصلاحی خطابات بعنوان ''تفسیر'' کرنے کا عام دستور ہے۔ حقیقی طور پر عوام الناس لفظاً ومعناً مکمل تفسیر سمجھنے سے قاصر اور دقیق عبارات ان کے لئے پیچیدگی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر کم اور آیات کے تراجم وتشریح اور مسائل کی وضاحت زیادہ ہے، یہی عوام میں قرآن فہمی کا عام اور عمدہ ذریعہ ہے۔

مرکزی جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ گنگونڈنا ہلی بنگلور کے قیام سے آج تک الحمد اللہ رمضان المبارک میں اس کا خاص اہتمام رہا ہے، ابتداء سے ہی والد محترم حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ نمازِ تراویح کے بعد مصلیانِ کرام سے خطاب فرمایا کرتے، الحمد اللہ جو آج بھی جاری ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''تفسیری خطباتِ حبان'' انہیں تقاریر کا مجموعہ ہے۔ والد محترم حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ جن چیدہ چیدہ اور منتخب آیات کو موضوع بنا کر خطاب فرمایا کرتے، انہیں ریکارڈ کر کے قلمبند کرلیا جاتا، یہی وجہ ہے کہ یہ تقاریر تسلسل قرآن کے تحت تمام آیتوں یا

سورتوں کو سمیٹے ہوئے نہیں بلکہ مختلف جگہوں سے مختلف آیات کو لے کر کی گئی ہیں، ہاں ان چنندہ آیات کی تقاریر کو ترتیب جز وقرآن کے لحاظ سے مقدم ومؤخر کر دیا گیا ہے تاکہ قاری ترتیباً یکے بعد دیگرے آیات بسہولت پڑھ سکے۔

''تفسیری خطباتِ حبان'' میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جا بجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ قاری کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

خطبات کی تیاری کے بعد حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کے ملاحظہ میں لا کر اور آپ سے اجازت طلب کرنے کے بعد کتاب اشاعت کے لئے دی گئی۔ تقاریر کے رکارڈ اور قلمبند کرنے میں برادرِ کبیر ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی، مفتی محمد ارشد جمیل رشیدی، مولانا فہیم احمد صاحب قاسمی، مولانا عبید الرحمٰن صاحب قاسمی کا کافی تعاون رہا جن کا میں تہہ دل سے مشکور ہوں، اللہ تعالیٰ اس سعی کو اپنے دربار میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہم سبھوں کے لئے نافع بنا کر ذریعۂ آخرت ونجات بنائے، حضرت حبیب الامت حفظہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کا سایۂ عاطفت تادیر جاری وساری فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

العارض

محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی

ناظم تعلیمات دار العلوم محمدیه بنگلور

۲۱رشعبان المعظم ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۲رجولائی ۲۰۱۲ء

اللہ تعالیٰ کی نظر میں قرآن کی عظمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ و السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ و آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّابَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، الٓمّٓ. ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ، فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

"جس میں کوئی شک نہیں (بے شک) یہی ہے وہ کتاب
رہنما پرہیز گاروں کی (کہ وہ ہوں راہ یاب)"

محمدؐ بھی ترا، جبرئیل بھی، قرآں بھی ترا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا؟

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلباء پردہ نشین خواتین اسلام! قرآنِ کریم ایسی عظیم اور مقدس کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لیا

ہے، سعودی عرب کے جلیل القدر عالم دین الشیخ محمود بن احمد الدوسری حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی شان اور عظمت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، اس رفعتِ شان سے دوسری آسمانی کتابیں محروم ہیں۔ بندہ ہمیشہ عرض کیا کرتا ہے کہ قرآن کی عظمت کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ جب قرآن آیا تو دیگر سمانی کتب کو کل عدم قرار دیدیا گیا اب قرآن مجید کے علاوہ کسی دوسری آسمانی کتاب کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا، یہ کتاب ہم نے یوں نازل نہیں فرمائی بلکہ یہ متقین کے لئے ہدایت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر عظمت قرآن کے سلسلہ میں اہل ایمان کو متنبہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تعریف وتوصیف فرمائی

اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں قرآن مجید کی تعریف بیان کی ہے جو اس کتاب کی عظمت کی دلیل ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا ایک وصف یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ "عظیم" ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ، بے شک ہم نے آپ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیات اور قرآن عظیم دیا ہے۔ ایک آیت میں اس کتاب کا "محکم" ہونا بیان فرمایا: الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ. الٓرٰ (یہ) وہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم کی گئی ہے، پھر تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، بڑی حکمت والے، بہت خبر رکھنے والے (اللہ) کی طرف سے۔

اس کا ایک وصف یہ بیان فرمایا کہ یہ کتاب پچھلی تمام الہامی کتابوں پر "مُهَیْمِن"، یعنی نگران ہے، جیسا کہ فرمایا: وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡكِتَابِ وَ مُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ. اور (اے نبی) ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، یہ تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو اس سے پہلے تھی اور اس پر نگہبان ہے۔ پس یہ کتاب، تمام سابقہ نازل شدہ کتابوں کے مقاصد کی ''مُهَیۡمِن''، یعنی محافظ و نگران ہے اور ان میں درج شدہ باتوں کی معتبر گواہ ہے، ان کی صحیح باتوں کی تصدیق و اثبات کرتی ہے اور (لوگوں کی طرف سے تحریف کردہ یا بڑھائی ہوئی) غلط باتوں کی تصحیح کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی کتاب کا ایک وصف ''علی حکیم'' بھی بیان فرمایا ہے یعنی وہ بہت بلند، برگزیدہ اور نہایت محکم کتاب ہے، جیسا کہ فرمایا: وَ اِنَّهٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡكِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَكِیۡمٌ ۔(الزخرف ۴) اور بلاشبہ یہ (قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) میں ہے بہت بلند مرتبہ، نہایت حکمت والی۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے قرآن اور اس کی حکمت کے بارے میں نہایت اعلیٰ درجے کی گواہی ہے۔ بلاشبہ یہ عظمت قرآن کا ایک پہلو ہے کہ یہ کتاب اپنے مقام و محل اور شرف و منزلت کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ ہے، اس لیے وہ تمام سابقہ آسمانی کتب پر غالب و برتر ہے، نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ روئے زمین پر بطور معجزہ برقرار ہے۔

اور ''حکیم'' کے معنی ہیں: نہایت محکم، یعنی ایک مضبوط نظم میں پروئی ہوئی کتاب جس میں کسی طرح اور کسی بھی اعتبار سے کوئی خلل نہیں۔ پس یہ کتاب بذات خود حکیم ہے اور دوسروں پر حاکم و غالب ہے۔ ''حکیم'' کے دوسرے معنی ''حکمت والا'' بھی ہیں۔ پس قرآن کریم جن اوامر و نواہی اور جن خبروں پر مشتمل ہے، ان میں کوئی حکم اور کوئی خبر حکمت اور عدل و میزان کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعریف میں ایک

بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین سورتوں (الانعام ۶:۹۲، ۱۵۵، الانبیاء ۲۱: ۵۰، ص ۳۸: ۲۹) میں اس کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ یہ ''کتاب مبارک'' یعنی بڑی برکت والی کتاب ہے۔

قرآن لے کر نازل ہونے والے فرشتے کی فضیلت

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کی بڑی شان بیان فرمائی ہے جو ہمارے رسول محمد ﷺ پر قرآن لے کر نازل ہوتا تھا۔ وہ فرشتہ جبریلؑ ہیں جو وحی الٰہی کے امین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ان میں سے ایک آیت مبارکہ یہ ہے: قُلۡ نَزَّلَهٗ رُوۡحُ الۡقُدُسِ مِنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَهُدًی وَّ بُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ ۔(النحل ۱۶: ۱۰۲) کہہ دیجیے: اس (قرآن) کو روح القدس (جبریل) نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ نازل کیا ہے، تاکہ اللہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت اور بشارت ہو۔''

آیت میں ''روح القدس'' سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ یہاں ''روح'' کے معنی فرشتہ ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهَا رُوۡحَنَا ۔(مریم ۱۹: ۱۷) ہم نے مریم کی طرف اپنی روح بھیجی۔'' یعنی اپنے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ بھیجا (اور وہ جبریل امینؑ تھے)۔ ''القدس'' کے معنی ہیں، نزہت و طہارت (صفائی ستھرائی) یا پاکیزگی، اور یہاں مراد مقدس فرشتہ ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِیۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ، عَلٰی قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ۔(الشعراء ۲۶: ۱۹۲، ۱۹۴) ''اور (اے نبی) بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ روح الامین (جبریل) اسے لے کر نازل ہوا آپ کے

دل پر، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔'' جبریلؑ کو جو ''روح'' کہا گیا ہے، اس کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱) اس لئے کہ وہ ایک پاک روح ہیں، لہٰذا ان کا ذکر اس وصف کے ساتھ بیان کرنے میں ان کا اکرام واحترام بھی ہے اور ان کے بلند مرتبے کا اظہار واعلان بھی۔ (۲) اس لئے کہ دین اسی (روح یا وحی الٰہی) کے ساتھ زندہ ہوتا ہے، جیسے جسم کی زندگی روح کی وجہ سے ہے اور جبریل ہی انبیاءؑ کے پاس وحی لانے کے ذمہ دار تھے۔ (۳) اس لئے کہ روحانیت (باطنی پاکیزگی ولطافت) جبریل پر غالب ہے اور اسی طرح دوسرے تمام فرشتوں پر بھی غالب ہے، تاہم جبریل کی روحانیت، دوسرے فرشتوں کے مقابلے میں، اتم واکمل ہے۔ (۴) اس لئے کہ روح کا مسکن مردوں کی پشتیں اور ماؤں کے رحم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر حضرت جبریل علیہ السلام کو پانچ صفات سے متصف کیا ہے، فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ، ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ، مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۔(التکویر ۸۱: ۱۹، ۲۱) بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتے جبریل کا لایا ہوا قول کلام الٰہی ہے جو بڑی قوت والا، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے، وہاں آسمانوں میں اس کی اطاعت کی جاتی ہے، وہ امین ہے۔

یہ پانچ صفات یہ ہیں (۱) وہ کریم (معزز) ہیں (۲) وہ صاحب قوت ہیں (۳) رب العالمین کے ہاں بلند مرتبہ ہیں۔ (۴) آسمانوں میں ان کی بات مان جاتی ہے (۵) وہ امین ہیں۔

یہ پانچ صفات اس حقیقت کبریٰ کا ثبوت ہیں کہ قرآن عظیم کی سند بالکل صحیح ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر آخر الزماں محمد عربی ﷺ نے قرآن، جبریلؑ سے سنا

جبکہ جبریل امین نے رب العالمین سے سنا، چنانچہ اس سند کے بلند اور عظیم ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے؟

قرآن تمام جہانوں کے رب نے نازل فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (الشعراء ۲۶: ۱۹۲، ۱۹۳) ''اور بلاشبہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین (جبریل) لے کر نازل ہوئے''۔ اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم نازل فرمانے کی نسبت اپنی طرف صرف اسی آیت میں نہیں کی بلکہ پچاس یا اس سے بھی زیادہ آیتوں میں کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا نزول اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت اور بے مثال مہربانی ہے۔ یہ تصور انسان کیجذبات میں ہلچل پیدا کرتا اور وجدان کو متحرک کرتا ہے، نیز قرآن کریم سنتے وقت اللہ کی جلالت وہیبت طاری کردیتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ یہ قرآن بڑی حکمت والی اور باخبر ہستی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اللہ کا کلام ہے۔ کلام کرنے والے کا حسن کمال، کلام کی سچائی کی دلیل ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی عظمت ورفعت کی شان بھی واضح ہوتی ہے کیونکہ اسے نازل فرمانے والا بڑی عظمتوں والا ہے، مزید برآں قرآن کے شرف، اس کی قدر ومنزلت اور عظمت ہی کی وجہ سے امت مسلمہ کی شان بلند ہوتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۔(القدر ۹۷: ۱) ''بلاشبہ ہم نے قرآن کو قدر کی رات میں اتارا''۔ عظمت کی ضمیر ''نا'' (ہم) میں اور اسے نازل کرنے کی نسبت اپنی طرف کرنے میں قرآن کا عظیم شرف ہے۔ قرآن کی عظمت یہی ہے کہ وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی طرف

سے نازل ہوا ہے، کسی اور کی طرف سے نہیں۔ اس کے نزول کا مقصد لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور راہ راست دکھانا ہے۔ پس قرآن کریم میں پانچ فضائل جمع ہو گئے ہیں۔

☆ قرآن کریم تمام آسمانی کتابوں میں سب سے افضل ہے۔

☆ جو رسول (جبریل) قرآن لے کر اترا، وہ سب رسولوں (پیغام رساں فرشتوں) سے افضل واعلیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی کا امین ہے۔

☆ یہ تمام مخلوقات میں افضل ترین شخصیت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔

☆ یہ اس امت کے لیے نازل ہوا جو تمام امتوں سے افضل ہے اور اسے لوگوں کی راہ حق کی طرف رہبری کا فرض سونپا گیا ہے۔

☆ یہ اس زبان میں نازل ہوا جو تمام زبانوں میں افضل، سب سے زیادہ رفیع، فصیح اور وسیع ہے، اور وہ عربی زبان ہے۔

قرآن بالکل واضح اور راست ہے اس میں کوئی ابہام نہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے، جس کی حمد بے حد ہے اور جس کی توصیف وثنا کی کوئی انتہا نہیں، اپنی تعریف خود کی اور فرمایا کہ وہ قرآن عظیم نازل کرنے پر حمد وثنا کا مستحق ہے۔ اس سے اس کا مقصد اس بات سے مطلع کرنا ہے کہ قرآن کریم کا نزول اس کی سب سے بڑی نعمت ہے، اس لیے کہ یہ قرآن کریم اس دین کی طرف رہنمائی کرتا ہے جس سے انسانوں کو شرف وکمال حاصل ہوتا ہے اور اس چیز کی طرف بلاتا ہے جس میں ان کی دنیا اور آخرت کی صلاح وفلاح ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو سکھایا کہ وہ قرآن کی عظیم الشان اور جلیل القدر نعمت عطا ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کس طرح کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ

وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَیِّمًا ، (الکہف ۱۸: ۱، ۲) ساری حمد وستائش اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں رکھی، ٹھیک اور سیدھی (بغیر کسی افراط وتفریط کے نازل فرمائی۔) اہل لغت کا بیان ہے کہ معانی میں کجی بھی اسی طرح ہوتی ہے جس طرح خود اشیاء میں ٹیڑھ پن ہوتا ہے اور

قرآن میں کجی کی نفی کئی اعتبار سے ہے

☆ اس کی آیات میں کوئی تناقض اور ایک دوسری سے کوئی تضاد نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا۔ (النساء ۴: ۸۲) اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس مین بہت کچھ اختلاف پاتے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ توحید ونبوت اور احکام ومسائل ہیں، اور وہ سب کے سب حق اور سچ ہیں، ان میں سے کسی میں بھی قطعاً کوئی خلل نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں صاف صاف بتا دیا ہے کہ اس مین کوئی تضاد واختلاف ہے نہ کوئی ایسا عیب جو انسانی کلام میں ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا: قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (الزمر ۳۹: ۲۸) قرآن عربی (زبان) میں ہے، کجی والا نہیں۔ یعنی اس کے الفاظ اور معانی میں کسی بھی اعتبار سے کوئی خلل ہے نہ کسی قسم کا نقص۔ ہر بات صاف، واضح اور دوٹوک ہے اور یہ بے مثل خوبی اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن میں کمال درجے کا اعتدال اور توازن ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ قرآن کریم ہر کجی وابہام سے پاک اور اعتدال وتوازن کا مرقع ہے تو اس سے قرآن

کریم کی وہ عظمت، اونچی شان اور قدر و منزلت بھی عیاں ہو جاتی ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں نصیب ہے۔

جمادات کا قرآن سے متاثر ہونا

قرآن کریم کی شان، اس کی عظمت وجلالت اور اس کی شدت تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اگر اسے کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا جسے انسانوں کی طرح عقل وشعور حاصل ہوتا تو تم اس پہاڑ کو دیکھتے کہ وہ اپنی تمام تر صلابت اور سختی ومضبوطی کے باوجود اللہ کے ڈر سے کانپ اٹھتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔(الحشر ۵۹: ۲۱) (اے نبیؐ!) اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا (اور) پھٹ جاتا۔ یعنی پہاڑ نصیحت قبول کر لیتا اور اللہ کے خوف کا اس پر اس قدر زبردست اثر ہوتا کہ اس کی چٹانیں چیخ کر ریزہ ریزہ ہو جاتیں۔

خشوع کا مطلب ہے بے بسی سے جھک جانا، یعنی تم اس پہاڑ کو دیکھتے کہ وہ بلندی سے زمین پر آ گرا ہے۔ تَصَدُّع کا مطلب ہے: پھٹ جانا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا، یعنی وہ متزلزل ہو جاتا اور اللہ کے خوف سے ٹکڑے ٹکڑے (ریزہ ریزہ) ہو جاتا۔

جب حالت یہ ہے کہ اگر پہاڑ بھی قرآن کو اس طرح سمجھ سکتا جس طرح تم سمجھ سکتے ہو تو وہ اپنے طول وعرض اور سختی ومضبوطی کے باوجود بلندی سے اتر کر نشیب میں آ جاتا اور اللہ کے ڈر سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، پھر تم اللہ کے حکم کو سمجھتے ہو اور اس کی کتاب پر غور وتدبر کرتے ہو لیکن اس کے باوجود تم پر اللہ کا خوف طاری ہوتا ہے نہ اس

کے حضور جھکنے کا کوئی داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اے انسانو! کیا تمہارا یہ طرز عمل تمہارے شایانِ شان ہے؟

اس آیت کا مقصود قرآن کریم کی عظمت کا اظہار اور اس کے جلیل القدر نصائح پر غور وفکر کی ترغیب دینا ہے، اس لئے کہ اس کے بارے میں کوئی شخص کوئی عذر پیش نہیں کر سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق اس وقت ہی ادا ہو سکتا ہے جب اس کی کتاب کی تعظیم اور اس شخص کو سرزنش کی جائے جو قرآن عظیم کا احترام نہیں کرتا۔

انسانوں اور جنوں کو ایک چیلنج

قرآن کی عظمت اور اس کی اونچی شان کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنوں کو یہ چیلنج کیا ہے کہ وہ قرآن جیسی کوئی کتاب، یا اس جیسی دس سورتیں، اور دس سورتیں نہ سہی تو صرف ایک سورت ہی بنا کر دکھا دیں۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۸) (اے پیغمبر!) ”کہہ دیجیے: اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی نظیر لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ (اس سلسلے میں) وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں“۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ، فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔(ہود ۱۱: ۱۳، ۱۴) ”کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ اے پیغمبر! کہہ دیجیے: اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں

گھڑ لاؤ اور اللہ کے سوا تم جنہیں (اپنی مدد کے لیے) بلا سکتے ہو انہیں بھی بلا لو، پھر اگر وہ تمہیں جواب نہ دے پائیں تو جان لو کہ یقیناً یہ قرآن اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ بات بھی سچ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر اے لوگو! اب بتاؤ کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟'' اس روشن دلیل کے باوجود وہ راہ راست پر آئے نہ انہیں ایسے افراد میسر آئے جو اس جیسا کلام پیش کرسکیں۔ تب وہ اپنی اسی روش پر آگئے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ وہ کہنے لگے: یہ کلام محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر محسوس طریقے سے مہلت دی، پھر انہیں ذلت ورسوائی کی انتہا پر پہنچا دیا اور انہیں چیلنج کیا کہ وہ زیادہ نہ سہی قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا لائیں لیکن وہ اس سے بھی عاجز رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰىہُ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّثۡلِہٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ. (یونس ۱۰:۳۸) کیا وہ کافر کہتے ہیں کہ اس پیغمبر اسلام نے اسے گھڑ لیا ہے؟ اے نبی! کہہ دیجیے اگر تم (اپنے اس قول میں) سچے ہو تو تم اسی جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ اور (اس میں مدد کیلئے) اللہ کے سوا جنہیں بلا سکتے ہو بلا لو۔

جب کافر مبہوت اور لاجواب ہو گئے لیکن پھر بھی سچائی کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوئے تو وہ اس شخص کی طرح ہو گئے جسے شیطان نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو۔ کبھی تو وہ استہزا کے طور پر کہتے لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ ھٰذَآ اِنۡ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ. (الانفال ۸:۳۱) اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس طرح (کا کلام) کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو اگلے لوگوں ہی کی داستانیں ہیں۔

کچھ اور لوگ ہنسی مذاق کرتے ہوئے کہتے لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ ھٰذَآ اَوۡ بَدِّلۡہُ. (یونس ۱۰:۱۵) تو اس کے علاوہ کوئی (اور) قرآن لے آ، یا اسے (کچھ) بدل دے۔

پس یہ قرآن عظیم محض چند ایسے الفاظ وعبارات کا مجموعہ نہیں ہے کہ انسان اور جن اس کی نقل اتارنے کی جسارت کرسکیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو چیلنج کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُھُمۡ لِبَعۡضٍ ظَہِیۡرًا. (بنی اسرائیل ۱۷:۸۸) کہہ دیجیے اگر تمام انسان اور جن مل کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو وہ اس کی مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

یہ قرآن کے شرف ومجد اور اس کی عظمت کا واضح اظہار ہے۔ یہ آیت اور اس کی ہم معنی دیگر آیات ''آیات تحدی'' یعنی چیلنج کرنے والی آیات کہلاتی ہیں کہ ساری مخلوق مل کر بھی اس قرآن کے مانند بلکہ اس کی کسی ایک سورت کی مثال بھی پیش کرنے سے عاجز ہے۔ پس قرآن کی عظمت اور اس کی اونچی شان نے انسانوں اور جنوں میں سے کسی کو اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ اس کی نظیر پیش کرنے کا تصور بھی کرسکے، چاہے وہ اس سلسلے میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ دنیائے انسانیت کو قرآن مجید کی قدردانی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

☆☆☆

کلام اللہ کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ! مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، آمين، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

"سبھی خوبی سبھی تعریف ہے اللہ کو زیبا
بزرگی ہے اُسی آقائے عالیجاہ کو زیبا
وہ ہے سارے جہانوں کا خدائے بر تر وبالا
برابر ساری مخلوقات کا ہے پالنے والا
بڑاہی مہربان ہے وہ بہت ہی مہرباں ہے وہ
سدا رحمت نشاں رحمت فشاں ہے وہ

وہی روزِ قیامت کا اکیلا حکمراں ہوگا
کسی کا مشورہ ہوگا نہ کوئی درمیاں ہوگا
خداوند تیرے آگے ہم اپنا سر جھکاتے ہیں
تجھی کو پوجتے ہیں بس تجھی سے لو لگاتے ہیں
خدا وندا تجھی سے چاہتے ہیں ہم مددگاری
تجھے آتی ہے اپنے آرزو مندوں کی دلداری
دکھا دے ہم کو سیدھی راہ سیدھی راہ پر لے چل
جنہیں تونے نوازا ہے انہی کی راہ پر لے چل
نہ ان کی راہ پر لے چل خدا کی مار ہے جن پر
تری پھٹکار ہے جن پر تری دُھتکار ہے جن پر
نہ ان کی راہ پر لے چل تھک کر رہ گئے ہیں جو
شمع کی طرح چمکے اور چمک کر رہ گئے ہیں جو"

اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا — اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
پڑا ہر طرف غل نام حق سے — کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے

بزرگو اور دوستو اور عزیز طلباء، بحمد اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کا مقدس اور بابرکت مہینہ ایک بار پھر شروع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، عطا اور بخشش سے آج پہلی نماز تراویح ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے تمام ایام میں پابندی کے ساتھ نماز تراویح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور مکمل قرآنِ مجید سننے کی بھی توفیق بخشے، اللہ تعالیٰ حفاظِ کرام کو جزائے خیر نصیب فرمائے جن کے طفیل مصلیان کرام پورا قرآن مجید سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

دوستو، ہر مومن اور مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید، کلام اللہ، ہے اور یہ پورا کا پورا آسمانِ دنیا سے تھوڑا تھوڑا وقتِ ضرورت ۲۳؍سال میں جبرئیل امین کے ذریعہ، بنائے کائنات محسن انسانیت امام الانبیاء سرورکونین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل ہوا۔

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید یاد کرانے کی ذمہ داری ادا فرمائی، ارشاد فرمایا، لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۔ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یاد کرادیتے اسی طرح ایک دوسرے کو یاد کرانے کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

ایک انگریز کو علامہ اقبالؒ کا جواب

علامہ اقبالؒ سے ایک انگریز نے دریافت کیا، مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید پورا کا پورا آسمان سے محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ علامہ نے جواب دیا، میں دیکھتا ہوں کہ میرے دماغ میں پوری نظم اترتی ہے آدھی نہیں جب مجھ جیسے حقیر فقیر کا یہ حال ہے کہ کسی بھی نظم کا پورا مضمون دل ودماغ پڑا اترتا ہے، تو سرورکونین حضور اقدس ﷺ پر جو کامل الاکمل انسان ہیں امام الانبیاء ہیں ان پر پورا قرآن کیسے نازل نہ ہوگا۔ انگریز نے کہا، مجھے حیرت ہورہی ہے کہ آپ جیسا باکمال انسان بھی قرآن کے متعلق ایسا عقید رکھتا ہے؟ علامہ نے فرمایا، مجھے تو حیرت تم پر ہے کہ تم دنیا کے ہزاروں فلاسفروں اور دانشوروں کے متعلق گمان رکھتے ہو کہ ان سے بڑا کوئی فلسفی اور عقل مند نہیں گذرا، جبکہ ان کی زندگی، ان کی شخصیت، ان کی فکر، ان کا

کردار نامکمل تھا، حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا اخلاق، کردار، دنیا کے انسانوں کے لئے نمونہ عمل ہے، بحیثیت انسان اگر کسی کی سیرت مکمل ہے تو وہ صرف آقا مدنی ﷺ کی سیرتِ پاک ہے، علامہ کے جواب سے انگریز لاجواب ہوگیا۔

حاملِ قرآن کا اعزاز

حفاظ قرآن یا حاملِ قرآن کا اعزاز اس سے بڑھ کر کیا ہوگا، کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا (حافظ قرآن سے) کہ ایک آیت پڑھتا جا، اور ایک سیڑھی پر چڑھتا جا، میں کہا کرتا ہوں، سیڑھی سے مراد، منزل ہے، مقام ہے، یعنی ایک آیت کے پڑھنے کے بدلے ایک منزل ملے گی، دنیا میں بڑے بڑے ٹاور تعمیر ہوئے اور تعمیر ہورہے ہیں، لندن ٹاور، دبئی ٹاور، پیرس ٹاور، ورلڈ ٹریڈ سینٹر، ٹاور، وغیرہ وغیرہ ہر ملک اور ہر گوشہ میں بہت سے ٹاور انسان کے ہاتھوں سے تعمیر ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے حفاظ کرام کے لئے جو ٹاور تیار کئے ہیں وہ دنیا کے ان تمام ٹاروں سے زیادہ بلند وبالا ہیں، حافظ قرآن تلاوت کرتا جائے گا ایک منزل پر چڑھتا جائے گا، قرآن مجید میں ۶۶۶۶ چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں گویا حافظ قرآن مجید کو جنت میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ منزل والا ٹاور (محل) ملے گا، اللہ اکبر، یہ اعزاز ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حافظ کلام اللہ کا۔ میرے بھائیوں میرے دوستو! کون کون ہے جو اپنے بچوں کے لئے جنت میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ منزل والا ٹاور چاہتا ہے؟ ہاتھ اٹھالیں (الحمد للہ پورے مصلیان کرام نے ہاتھ بلند کرلئے) آج اللہ کے گھر میں بیٹھ کر نیت کریں کہ ہم اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنائیں گے، یا کم از کم ایک بچے کو ضرور حافظ قرآن بنائیں گے۔ انشاء اللہ!

حافظ قرآن کے والدین کا اعزاز

حفاظ قرآن سے والدین کو کیا فائدہ ہوگا؟، وہ بھی سن لیں، فرمایا میرے اور آپ کے آقا سید المرسلین محبوب رب العلمین حضرت محمد مصطفی ﷺ نے کہ قیامت کے دن حفاظ کرام کے والدین کو نور کا تاج پہنایا جائیگا، جس کی روشنی آفتاب سے بھی زیادہ ہوگی نیز حافظ قرآن کی شفارش سے ایسے لوگوں کی مغفرت کی جائے گی، جن پر دوزخ کی آگ واجب ہوچکی ہوگی، اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کے ذریعے نار جہنم سے گناہ گار بندوں کو نجات عطا فرمائیں گے۔ (ابن ماجہ اور دارمی) ابوداؤد، حاکم)

اساتذہ حفاظ کرام کا مقام

عَنْ عُثْمَانؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ.

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ هٰذَا فِی التَّرْغِیْبِ وَ عَزَاهُ اِلٰی مُسْلِمٍ اَیْضًا لٰکِنَّ حَکَی الْحَافِظُ فِی الْفَتْحِ عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ اَنَّ مُسْلِمًا سَکَتَ عَنْهُ)

حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهٗ (رواه النسائی و ابن ماجة والحاکم واحمد) انسؓ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے حق تعالیٰ شانہ کے لئے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ قرآن شریف والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهٗ رَأْسُ الْاَمْرِ کُلِّهٖ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّهٗ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ وَ ذُخْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ (رواه ابن حبان فی صحیحه فی حدیث طویل)

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں، حضور ﷺ نے فرمایا تقویٰ کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے میں عرض کیا کہ اسکے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمادیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

عَنْ سَعِیْدِؓ بْنِ سُلَیْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَانَبِیٌّ وَلَامَلَکٌ وَلَاغَیْرُهٗ قَالَ الْعِرَاقِیُّ (رواه عبد الملک بن حبیب کذا فی شرح الاحیاء)

سعیدؓ بن سلیم حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا ہوگا نہ کوئی نبی نہ فرشتہ وغیرہ۔

تعوّذ پڑھنا تلاوت قرآن کے ساتھ مخصوص ہے

تعوّذ کے معنی ہیں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنا، قرآن کریم میں ارشاد ہے: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، ”یعنی جب تم قرآن کی تلاوت کرو تو اللہ سے پناہ مانگو شیطان مردود کے شر سے“

قرأت قرآن سے پہلے تعوذ پڑھنا باجماعِ امت سنت ہے، خواہ تلاوت نماز کے اندر ہو یا خارج نماز (شرح منیہ) تعوذ پڑھنا تلاوت قرآن کے ساتھ مخصوص ہے، علاوہ تلاوت کے دوسرے کاموں کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھی جائے، تعوذ مسنون نہیں۔ (عالمگیری، باب رابع من الکراہیۃ)

جب قرآن شریف کی تلاوت کی جائے اس وقت اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ دونوں پڑھی جائیں، درمیانِ تلاوت میں جب ایک سورت ختم ہوکر دوسری شروع ہوتو سورۂ برأت اگر درمیانِ تلاوت میں آجائے تو اس پر بسم اللہ نہ پڑھے، اور اگر قرآن کی تلاوت سورۂ برأت ہی سے شروع کر رہا ہے تو اس کے شروع میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنا چاہئے۔(عالمکیریه عن المحیط)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن مجید میں سورۂ نمل میں آیت کا جزء ہے اور ہر دوسورتوں کے درمیان مستقل آیت ہے، اس لئے اس کا احترام قرآن مجید ہی کی طرح واجب ہے، اس کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ (علی مختار الکرخی وصاحب الکافی والھدایہ، شرح منیہ) اور جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں اس کو بطور تلاوت پڑھنا بھی پاک ہونے سے پہلے جائز نہیں، ہاں کسی کام کے شروع میں، جیسے کھانے پینے سے پہلے بطور دعا، پڑھنا ہر حال میں جائز ہے۔(شرح منیہ کبیر)

پہلی رکعت کے شروع میں اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا مسنون ہے البتہ اس میں اختلاف ہو کہ آواز سے پڑھا جائے یا آہستہ، امام اعظم ابوحنیفہؒ اور بہت سے دوسرے ائمہ آہستہ پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں، پہلی رکعت کے بعد دوسری رکعتوں کے شروع میں بھی بسم اللہ پڑھنا چاہئے، اس کے مسنون ہونے پر سب کا اتفاق ہے، اور بعض روایات میں ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب کہا گیا ہے۔(شرح منیہ)

بسم اللہ کی فضیلت

اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ اپنے کاموں کو بتوں کے نام سے شروع کیا کرتے تھے اس رسمِ جاہلیت کو مٹانے کے لئے قرآن کی سب سے پہلی آیت جو

جبرئیل امین لے کر آئے اس میں قرآن کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا، اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ علامہ سیوطیؒ نے فرمایا کہ قرآن کے سوا دوسری تمام آسمانی کتابیں بھی بسم اللہ سے شروع کی گئی ہیں اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن اور امت محمدیہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے، دونوں قول کی تطبیق یہ ہے کہ اللہ کے نام سے شروع کرنا تو تمام آسمانی کتابوں میں مشترک ہے، مگر الفاظ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن کی خصوصیت ہے، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی ابتداء میں ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کے لئے بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ کہتے اور لکھتے تھے، جب آیت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی تو انھیں الفاظ کو اختیار فرمالیا، اور ہمیشہ کے لئے یہ سنت جاری ہوگئی (قرطبی وروح المعانی) قرآن کریم میں جابجا اس کی ہدایت ہے کہ ہر کام کو اللہ کے نام شروع کیا جائے، اور رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت رہتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ گھر کا دروازہ بند کرو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو، چراغ گل کرو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو، برتن ڈھکو تو بِسْمِ اللّٰہ کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترنے کے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی ہدایات قرآن وحدیث میں بار بار آئی ہیں۔(قرطبی)

حضور اکرم ﷺ کا مبارک خواب

دوستو! آج پہلی تراویح ہے اور قرآن مجید کی پہلی سورۃ آپ کے سامنے تلاوت کر کے اس کی فضیلت کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ام

المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کوخواب میں دیکھا، دریافت فرمایا، خدیجہ، میں کیا پڑھ کر ایصالِ ثواب کروں، توام المومنین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس مرتبہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کرایصالِ ثواب فرمادیں۔

بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ حضرت گنگوہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا، (بندہ بھی حاضر تھا) پورا قرآن مجید یعنی قرآن کے رموز واسرار سورہ الفاتحہ میں ہیں اور سورہ الفاتحہ کے رموز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ مجید کی ابتداء میں یہ کلماتِ مبارکہ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) غیر معمولی اہمیت اور فضیلت رکھتے ہیں، اور اسی لئے ام المومنین نے صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں درخواست کی کہ دس بار بسم اللہ پڑھ کر ثواب پہونچائیں۔

دوستو! حدیث پاک میں بسم اللہ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ بیان کئے گئے ہیں، اس کی اہمیت اس طرح بھی واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن مجید کی ہرسورۃ کی ابتداء میں اسکو نقل کیا گیا ہے، ظاہر ہے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے یعنی بسم اللہ سے ہونی چاہیے اور یہی کلمات مسلمان اور غیر مسلمان میں تفاوت پیدا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورت ختم ہونے کا علم نہ ہوتا تھا جب تک بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نازل نہ ہوجاتی تھی جب بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا نزول ہوتا تو آپ سمجھ لیتے تھے کہ سورت ختم ہوگئی اور اب نئی سورت شروع ہورہی ہے۔ (درمنثور ص ۷ ج ۱)

تفسیر معالم التنزیل ص ۳۷ ج ۱ میں لکھا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہرسورت کے شروع میں ہونا اللہ پاک کی طرف سے بندوں کو تعلیم ہے کہ قرأت سے پہلے اس کو پڑھیں اور قرأت شروع کرنے کا ادب جان لیں۔

سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سبھی خوبی سبھی تعریف ہے اللہ کو زیبا
بزرگی ہے اُسی آقائے عالیجاہ کو زیبا
وہ ہے سارے جہانوں کا خدائے بر تر وبالا
برابر ساری مخلوقات کا ہے پالنے والا

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بڑاہی مہربان ہے وہ بہت ہی مہرباں ہے وہ
سدا رحمت نشاں رحمت فشاں رحمت فشاں ہے وہ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

وہی روز قیامت کا اکیلا حکمراں ہوگا
کسی کا مشورہ ہوگا نہ کوئی درمیاں ہوگا

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

خداوند تیرے آگے ہم اپنا سرجھکاتے ہیں
تجھی کو پوجتے ہیں بس تجھی سے لو لگاتے ہیں
خدا وندا تجھی سے چاہتے ہیں ہم مددگاری
تجھے آتی ہے اپنے آرزو مندوں کی دلداری

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

دکھا دے ہم کو سیدھی راہ سیدھی راہ پر لے چل
جنہیں تونے نوازا ہے انہی کی راہ پر لے چل

غَیرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیهِمْ وَلاَ الضَّآلِّینَ

نہ ان کی راہ پر لے چل خدا کی مار ہے جن پر
تری پھٹکار ہے جن پر تری دُھتکار ہے جن پر
نہ ان کی راہ پر لے چل تھک کر رہ گئے ہیں جو
شمع کی طرح چمکے اور چمک کر رہ گئے ہیں جو

قرآن اُمّ الکتاب ہے

اس سورت کا نام سورۂ فاتحہ ہے، فاتحہ کہتے ہیں شروع کرنے کو چونکہ قرآنِ کریم میں سب سے پہلے یہی سورت لکھی ہے اسلئے اسے سورہ فاتحہ کہتے ہیں، اور اسلئے بھی کہ نماز میں قرأت بھی اسی سے شروع ہوتی ہے، اس کا نام اُمُّ الْکِتٰب بھی ہے، جمہور یہی کہتے ہیں، حسن رحمۃ اللہ علیہ اور ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ اسکے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ لوحِ محفوظ کا نام ام الکتاب ہے، اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ محکم آیتوں کو ام الکتاب کہتے ہیں، ترمذی کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پوری سورت تک، یہی سورت ام القرآن ہے، اور ام الکتاب ہے، اور سبع مثانی ہے، اور قرآنِ عظیم ہے، اس سورت کا نام سورۃ الحمد اور سورۃ الصلوۃ بھی ہے، آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے صلوۃ کو (یعنی سورۂ فاتحہ کو) اپنے اور اپنے بندے کو درمیان آدھوں آدھ تقسیم کردیا ہے جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی، پوری حدیث تک، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کا نام صلوۃ بھی ہے، اسلئے کہ اس سورۃ کا نماز میں پڑھنا شرط ہے، اس سورۃ کا نام سورت الشفا بھی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا خلاصہ

سورتوں کی ترتیت کے اعتبار سے قرآن مجید کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے ہے تمام تعریفیں اس رب کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام دنیاؤں کا رب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسی دنیا میں ہم اور آپ بستے ہیں اس کے علاوہ بھی مزید جہان ہیں، جن کا ہم کو علم نہیں ہے۔ روسی سائنسدانوں نے امید ظاہر کی ہے کہ آئندہ بیس سال کے عرصہ میں ایک نئی دنیا دریافت کرلیں گے، انھوں نے کہا ہے کہ ضروری نہیں اس جہان کے آدمی بھی اس مادی دنیا کی طرح ہوں ان میں بہت کچھ مختلف ہوسکتا ہے۔ واللہ اعلم! (روزنامہ سالار بنگلور ماہ جولائی ۲۰۱۱ء)

چالیس ہزار عالم ہیں

اس مختصر ابتدائی جملے کے بعد اللہ تعالیٰ کی پہلی صفت رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ذکر کی گئی ہے، مختصر الفاظ میں اس کی بھی تشریح سماعت فرمائیں۔

لفظ رب کے معنی عربی لغت کے اعتبار سے تربیت و پرورش کرنے والے کے ہیں، اور تربیت اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے تمام مصالح کی رعایت کرتے ہوئے درجہ بدرجہ آگے بڑھایا جائے یہاں تک کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے۔

یہ لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لئے مخصوص ہے، کسی مخلوق کو بدوں اضافت کے رب کہنا جائز نہیں، کیونکہ ہر مخلوق خود محتاجِ تربیت ہے وہ کسی دوسرے کی کیا تربیت کرسکتی ہے۔

العلمین عالم کی جمع ہے، جس میں دنیا کی تمام اجناس، آسمان، چاند، سورج، اور تمام ستارے اور ہواؤ فضاء برق وباراں، فرشتے، جنات، زمین اور اس کی تمام

مخلوقات، حیوانات، انسان نباتات، جمادات سب ہی داخل ہیں، اس لئے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ تمام اجناسِ کائنات کی تربیت کرنے والے ہیں، اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ جیسا یہ ایک عالم ہے جس میں ہم بستے ہیں اور اس کے نظام شمسی وقمری اور برق وباراں اور زمین کی لاکھوں مخلوقات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ سارا ایک ہی عالم ہو، اور اسی جیسے اور ہزاروں لاکھوں دوسرے عالم ہوں جو اس عالم سے باہر کی خلا میں موجود ہوں، امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس عالم سے باہر ایک لامتناہی خلاء کا وجود دلائل عقلیہ سے ثابت ہے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے، اس کیلئے کیا مشکل ہے کہ اس نے اس لامتناہی خلاء میں ہمارے پیشِ نظر عالم کی طرح کے اور بھی ہزاروں لاکھوں عالم بنا رکھے ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ عالم چالیس ہزار ہیں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک ایک عالم ہے، باقی اس کے سوا ہیں'' اسی طرح حضرت امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے منقول ہے کہ ''عالم اسی ہزار ہیں'' (قرطبی) اس پر جو یہ شبہ کیا جاتا تھا کہ خلاء میں انسانی مزاج کے مناسب ہوا نہیں ہوتی، اس لئے انسان یا کوئی حیوان وہاں زندہ نہیں رہ سکتا، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ کیا ضروری ہیکہ اس عالم سے خارج خلاء میں جو دوسرے عالم کے باشندے ہوں ان کا مزاج بھی ہمارے عالم کے باشندوں کی طرح ہو جو خلاء میں زندہ نہ رہ سکیں، یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ ان عالموں کے باشندوں کے مزاج وطبائع، ان کی غذائیں اور ہوا یہاں کے باشندوں سے بالکل مختلف ہوں۔

یہ سات سو ستر سال پہلے کے اسلامی فلاسفر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا، جبکہ فضاء وخلاء کی سیر اور اس کی پیمائش کے آلات وذرائع ایجاد نہ ہوئے تھے، آج

راکٹوں اور خلائی گاڑیوں کے زمانے میں خلاء کے مسافروں نے جو کچھ آکر بتلایا وہ بھی اس سے زیادہ نہیں، کہ اس عالم سے باہر کی خلاء کی کوئی حد ونہایت نہیں ہے، اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس غیر متناہی خلاء میں کیا کچھ موجود ہے، اس دنیا سے قریب ترین سیاروں، چاند، اور مریخ کی آبادی کے بارے میں جو قیاسات آج کے جدید ترین ماہرین سائنس پیش کر رہے ہیں وہ بھی یہی ہیں کہ اگر ان سیارات کے اوپر کچھ لوگ آباد ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ وہ انہیں خصوصیات اور اسی مزاج وطبیعت کے ہوں جو اس عالم کے انسان اور حیوانات ونباتات ے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں، بلکہ قرین قیاس یہ ہے کہ ان کے مزاج وطبیعت، ان کی غذا وضروریات یہاں کے لوگوں سے بالکل مختلف ہوں، اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

سورۂ فاتحہ مطلع القرآن بھی ہے

حضرت مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابلیس ملعون چار مرتبہ رویا، ایک تو اس وقت رویا جب سورۂ فاتحہ نازل ہوئی، دوسرے اس وقت جب وہ ملعون قرار دیا گیا، تیسرے جب زمین پر اتارا گا، چوتھے جب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، (درمنثور ص۵ ج۱) صحیح مسلم (۲۷۱ ج۱) میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام فخر عالم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آسمان کی طرف سے ایک آواز سنی، حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا، ایک فرشتہ نازل ہوا، حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اُترا اس فرشتہ نے آنحضرت ﷺ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آپ خوش خبری سن لیجئے، دونور آپ کو ایسے ملے ہیں جو

آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے (۱) فاتحۃ الکتاب (۲) سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں (ان میں دعا ہے اور چونکہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہے اس لئے مقبول ہے) ان دونوں میں سے جو بھی کچھ آپ تلاوت کریں گے اللہ تعالیٰ ضرور آپکا سوال پورا فرمائیں گے۔

تفسیر اتقان میں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ میں (اجمالی طور پر) قرآن شریف کے تمام مقاصد اور مضامین جمع کر دیئے ہیں یہ سورت مطلع القرآن ہے اور یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ یہ سورت پورے قرآن شریف کے لئے براعت استہلال کا حکم رکھتی ہے، تفصیل اسکی یہ ہے کہ قرآن شریف اور تمام آسمانی ادیان چار علوم پر مشتمل ہیں اوّل علم الاصول جس میں تین چیزیں ہیں (۱) اللہ پاک کی ذات وصفات کو جاننا، اسکی طرف سورہ فاتحہ میں شروع کی دو آیتوں میں اشارہ ہے (۲) نبوت ورسالت، اس کی طرف اَلَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ میں اشارہ ہے (۳) قیامت اس کی طرف مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ میں اشارہ ہے، دوم علم العبادات، اس کی طرف اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں اشارہ ہے، سوم، علم السلوک یعنی نفس کو آدابِ شرع کا پابند بنانا اور احکام خداوندی کی فرماں برداری پر آمادہ کرنا اس کی طرف وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں اور اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں اشارہ ہے، چہارم علم القصص یعنی گزشتہ امتوں کے واقعات، ان واقعات سے یہ غرض ہے کہ فرماں برداروں کی سعادت و کامیابی اور نافرمانوں کی بدبختی و بربادی معلوم کر کے عبرت حاصل کی جائے۔

اسمائے سورہ فاتحہ

سورۂ فاتحہ کو قرآن کریم میں بہت سی خصوصیات حاصل ہیں، اوّل یہ کہ قرآن اسی سے شروع ہوتا ہے، نماز اسی سے شروع ہوتی ہے، اور نزول کے اعتبار سے بھی

سب سے پہلی سورت جو مکمل طور پر نازل ہوئی یہی سورت ہے، سورۂ اقرأ، مزمل اور مدثر کی چند آیات ضرور اس سے پہلے نازل ہو چکی تھیں، مگر مکمل سورت سب سے پہلے فاتحہ ہی نازل ہوئی ہے جن حضرات صحابہؓ سے سورۂ فاتحہ کا اول ما نزل یعنی نزول میں سب سے پہلی سورہ ہونا منقول ہے، ان کا مطلب غالبًا یہی ہے کہ پوری سورت اس سے پہلے اور کوئی نازل نہیں ہوئی، شاید اسی وجہ سے اس سورت کا نام بھی ''فاتحۃ الکتاب'' رکھا گیا ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سورت ایک حیثیت سے پورے قرآن کا متن اور سارا قرآن اس کی شرح ہے، خواہ اس وجہ سے کہ پورے قرآن کے مقاصد ایمان اور عمل صالح میں دائر ہیں، اور ان دونوں چیزوں کے بنیادی اصول اس سورت میں بیان کر دیئے گئے ہیں، تفسیر روح المعانی اور روح البیان، میں اس کا تفصیلی بیان ہے، اسی وجہ سے سورۂ فاتحہ کا نام ام القرآن، ام الکتاب اور قرآن عظیم بھی احادیثِ صحیحہ میں آئے ہیں۔ (قرطبی)

اس سورت میں اس شخص کے لئے جو قرآن کی تلاوت یا مطالعہ شروع کرے ایک خاص ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنے تمام پچھلے خیالات اور نظریات سے خالی الذہن ہو کر خالص طلبِ حق اور راہِ راست کی جستجو کے لئے پڑھے اور دیکھے، اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء بھی کرے کہ صراط مستقیم کی ہدایت عطا ہو، اور شروع سورت میں اس ذات کی حمد وثناء کا بیان ہے جس کی بارگاہ میں یہ درخواست ہدایت پیش کرتا ہے اور اسی درخواست کا جواب پورا قرآن ہے، جو الم ذٰلک الکتاب سے شروع ہوتا ہے، گویا انسان نے جو اللہ تعالیٰ سے راہِ راست طلب کی تھی اس کے جواب میں ذٰلک الکتاب فرما کر اشارہ کر دیا گیا کہ جو تم مانگتے ہو وہ اس کتاب میں موجود ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سورۂ فاتحہ کی نظیر نہ توراۃ میں نازل ہوئی نہ انجیل اور زبور میں اور نہ خود قرآن کریم میں کوئی دوسری سورت اس کی مثل ہے۔

(رواہ الترمذی عن ابی ہریرہؓ وقال حسن صحیح والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم، من لمظہری)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفاء ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان بسند صحیح، مظہری)

سورۂ فاتحہ کا ایک نام حدیث میں سورۂ شفاء بھی آیا ہے (قرطبی) اور صحیح بخاری مین بروایت انسؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی سب سورتوں میں عظیم ترین اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ہے۔ (قرطبی)

آمین، اللہ تعالیٰ کی مہر ہے

ابنِ ماجہ کی حدیث میں ہے کہ یہودیوں کو سلام پر اور آمین پر جتنی چڑ ہے اتنی کسی اور چیز پر نہیں، اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہارا جس قدر حسد یہودی آمین پر کرتے ہیں اس قدر حسد دیگر امر پر نہیں کرتے، تم بھی آمین بکثرت کہا کرو، اس کی اسناد میں طلحہ ابن عمرو راوی ضعیف ہیں، ابنِ مردوَیہ میں بروایتِ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا آمین اللہ تعالیٰ کی مہر ہے اپنے مومن بندوں پر، حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ نماز میں آمین کہنی اور دعا، پر آمین کہنی خداوند تعالیٰ کی طرف سے مجھے عطا کی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی، ہاں اتنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی خاص دعاء پر حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے، تم اپنی دُعاؤں کو آمین پر ختم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے حق میں قبول فرمایا کرے گا (دیکھا جاتا ہے کہ جب اجتماعی دعا

ہوتی ہے تو بہت سے لوگ دعا پر آمین نہیں کہتے اور خاموش دعا سنتے رہتے ہیں، اور اگر آمین کہتے بھی ہیں تو اتنی آہستہ کہ دوسرے کو آواز نہیں آتی، اس لئے اجتماعی دعاؤں میں آمین بھی زور سے کہی جائے تا کہ فرشتے گواہ رہیں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام **غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ**، کہہ کر آمین کہتا ہے اور آسمان والوں کی آمین زمین والوں کی آمین سے مل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کے تمام اگلے گناہ معاف فرما دیتا ہے آمین نہ کہنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک قوم کے ساتھ مل کر غزوہ کیا غالب آئے مالِ غنیمت جمع کیا اب قرعہ ڈال کر حصّہ لینے لگے تو اس شخص کے نام کا قرعہ نکلا ہی نہیں اور کوئی حصّہ نہ ملا اس نے کہا یہ کیوں؟ تو جواب ملا کر تیرے آمین نہ کہنے کی وجہ سے۔

آمین کہنا، مسنون ہے

سورۂ فاتحہ کے ختم پر نماز میں اور خارج نماز آمین کہنا مسنون ہے اور اس کے علاوہ بھی جو دعاء کی جائے اس کے آخر میں آمین کہا جائے، احادیثِ شریفہ میں اس کی فضیلت اور ترغیب وارد ہوئی ہے، آمین کا معنی ہے کہ اے اللہ قبول فرما، ایک مرتبہ دعا کی پھر دعا کی قبولیت کی دعا کی، یہ مل کر گویا دو مرتبہ دعا ہو جاتی ہے۔ (معالم التنزیل ص۴۲ ج۱) میں لکھا ہے کہ **ولا الضالین** کے بعد ذرا ٹھہر کر آمین کہے۔ (تا کہ سورہ فاتحہ کا جزو ہونے کا شبہ نہ ہو)۔

چونکہ آمین قرآن مجید کا جزو نہیں ہے اس لئے قرآن مجید میں لکھا نہیں جاتا لیکن پڑھا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں نے تمہاری کسی چیز پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا آمین کہنے پر حسد کیا ہے،

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہودیوں نے تم سے تین چیزوں پر حسد کیا ہے (۱) سلام کو پھیلانا (۲) نماز میں صفیں قائم کرنا (۳) آمین کہنا۔ (یہ روایات درمنثور میں نقل کی گئی ہیں)

ہدایت کی دعاء کیوں؟

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ انوار البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ سوال ہوتا ہے کہ جو لوگ مومن ہیں قرآن کو مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں وہ تو ہدایت پر ہیں ہی ان لوگوں سے بار بار ہدایت کا سوال کیوں کرایا جاتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت یافتہ ہوتے ہوئے ہدایت کی دعا کرنا موت تک ہدایت پر جمے رہنے اور ثابت قدم رہنے کا سوال ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اہلِ ایمان کی دعا کا اس طرح تذکرہ فرمایا ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو حق سے نہ ہٹا دیجئے بعد اس کے کہ آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما دیجئے بیشک آپ بہت زیادہ دینے والے ہیں۔

سیدھے راستہ کی دعاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم لکھتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ نہ صرف قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب میں سب سے پہلی سورت ہے، بلکہ یہ پہلی وہ سورت ہے جو مکمل طور پر نازل ہوئی، اس سے پہلے کوئی سورت پوری نہیں نازل ہوئی تھی، بلکہ بعض سورتوں کی کچھ آیتیں آئی تھیں، اس سورت کو قرآنِ کریم کے شروع میں

رکھنے کا منشا بظاہر یہ ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم سے ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہو، اسے سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی صفات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ایک حق کے طلب گار کی طرح اسی سے ہدایت مانگنی چاہئے۔ چنانچہ اس میں بندوں کو وہ دعا سکھائی گئی ہے جو طالبِ حق کو اللہ سے مانگنی چاہئے، یعنی سیدھے راستے کی دعا۔ اس طرح اس سورت میں صراطِ مستقیم یا سیدھے راستے کی جو دعا مانگی گئی ہے، پورا قرآن اس کی تشریح ہے کہ وہ سیدھا راستہ کیا ہے؟

سورہ فاتحہ کے طبّی فوائد

سورہ فاتحہ کا ایک نام شافیہ (یعنی شفا دینے والی ہے) بھی ہے اس کے مضامین جس طرح مومن موحد کے لئے باطنی اور روحانی شفاء کا باعث ہیں اسی طرح اس کے الفاظ جسمانی امراض و تکالیف اور دکھ درد کے لئے شفا بن جاتے ہیں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے نجات دلانے کے لئے سورہ فاتحہ پڑھ کر مجھ پر دم کرتے ہوئے تھتکار دیا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب زہر کے لئے شفا ہے حضرت عبد الملک بن عمیر رضی اللہ عنہ نے (مرسلاً) روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب ہر مرض کے لئے شفاء ہے۔ (یہ سب روایت درمنثور میں ہیں)

حصن حصین میں (ابوداؤد اور نسائی سے نقل کیا) ہے کہ جس کی عقل ٹھکانے نہ ہو تین روز صبح شام سورہ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑا جاوے (جھاڑنے والا) سورہ فاتحہ کو پوری پڑھ کر اپنا تھوک (منہ) میں جمع کر کے تھتکار دے اور ترمذی شریف سے نقل کیا ہے کہ جس کو سانپ، بچھو ڈس لیوے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر جھاڑا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ (سفر میں) ایک تالاب پر گزرے وہاں ایک آدمی کو بچھو نے ڈس لیا تھا، وہاں جو قبیلہ مقیم تھا ان میں سے ایک آدمی ان حضرات کے پاس آیا اور اس نے کہا، کیا تم میں کوئی شخص جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ یہ سن کر ان حضرات میں سے ایک صاحب چلے گئے اور انہوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا اور کچھ بکریاں لینے کی شرط لگالی، وہ شخص اچھا ہو گیا اور یہ بکریاں لے کر اپنے رفقاء کے پاس آ گئے، انہوں نے ان بکریوں کا لینا اچھا نہ جانا اور کہنے لگے کہ تم نے اللہ کی کتاب پر اجرت لے لی، جب مدینہ منورہ میں واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ انہوں نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے آپ نے فرمایا بلاشبہ کتاب اللہ ان سب چیزوں میں اجرت لینے کے لئے زیادہ احق ہے، جن پر تم اجرت لیتے ہو۔ (صحیح بخاری ص۸۵۴ ج۲)

اس حدیث کی وجہ سے جھاڑ پھونک کی اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ کلام صحیح ہو، شرکیہ کلام نہ ہو۔

رات کو حفاظت کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو نے بستر پر اپنا پہلو رکھا اور فاتحۃ الکتاب اور قل ھو اللہ احد (ختم سورت تک) پڑھ لی تو موت کے سوا ہر چیز سے تجھے امان مل گئی (درمنثور) اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں کے سامنے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت فرمائیں گے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ! مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ، اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، آمين! صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ، وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ لَتَسْعُوْ كَمَا يَسْتَعُوْ الْحَدِيْثَ اِلٰى آخِرِ الْحَدِيْثِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَثْرَةِ ذِكْرِ الْمُوْتِ وَكَثْرَةِ تِلاوَتِ الْقُرْآنِ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ، صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

بزرگان محترم نوجوانان اسلام! یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہے کہ اس مختصر سی زندگی میں پھر ایک بار اللہ نے یہ مبارک ساعتیں اور مبارک مہینہ عطا فرمایا ہے کتنے لوگ گذشتہ رمضان میں ہمارے ساتھ تھے اور آج وہ قبروں میں آرام کر رہے ہیں اس رمضان کے بعد کون زمین کے نیچے جانے والا ہے کسی کو خبر نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں پر اور خصوصاً مومنین پر بے انتہا کرم اور فضل فرمایا ہے۔امام الانبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زبان مبارک سے صحابہ نے قرآن کی فضیلت سنی اور پھر اس کی فضیلت سیدنا ابوبکرؓ کی زبان سے سنی خلفائے راشدین نے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ نے اور تابعین تبع تابعین بزرگان دین ائمہ، صلحاء اولیائے عظام علماء کرام نے قرآن کریم کی فضیلتیں بیان کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے شایانِ شان کوئی فضیلت بیان نہیں کرسکتا۔

یہ تو کلام اللہ ہے یہ تو ہمارے اور آپ کے پیارے رب کا پیغام ہے یہ تو وہ کلام ہے جسکو اللہ تبارک وتعالیٰ خود محبت اور توجہ کے ساتھ سنتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان پر اپنا فضل فرمایا ہے کہ ان کو اہل قرآن بنایا ہے کسی کو اہل تورات بنایا کسی کو اہل زبور بنایا کسی کو اہل انجیل بنایا اور مسلمانوں کو اہل قرآن بنایا۔قرآن کے سامنے جتنے صحیفہ جات ہیں جتنی آسمانی کتابیں ہیں سب کالعدم ہیں سب منسوخ ہیں قرآن مجید ہی واحد کتاب ہے جسکو قیامت تک اللہ تبارک وتعالیٰ اسی طرح باقی رکھیں گے۔

دوستو! قرآن کریم کیا ہے؟

جب نبی کریم ﷺ قرآن کریم تلاوت فرماتے تو کفار مکہ چھپ چھپ کر آپ سے قرآن سنتے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ حرم مکہ میں رات کی تاریکی میں قرآن پڑھ رہے تھے تہجد کی نماز میں، ابوجہل نے سوچا کہ اس وقت کوئی نہیں ہوگا چھپ کر آیا کے اور ایک کونے میں بیٹھ کو سننے لگا عتبہ نے سوچا کہ کوئی نہیں ہوگا تو بھی چل، شیبہ نے سوچا کوئی نہیں ہوگا تو بھی چل، ربیعہ نے سوچا کہ کوئی نہیں ہوگا تو بھی چل، محمدؐ جو قرآن پڑھتے ہیں واللہ اسمیں جادو ہے دلوں کے زنگ کو دور کر دیتا ہے، دلوں کی کھڑکیاں کھول دیتا ہے، نبی کریم ﷺ قرآن پڑھ کر نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ سب باہر نکلے جب ایک دوسرے سے ملے پوچھا تم کہاں تھے شرمندہ ہوئے، معلوم ہوگیا کہ سب چھپ چھپ کر قرآن سننے کیلئے آئے تھے سب نے کہا افسوس کی بات کہ دن میں ہم محمد ﷺ کی مخالفت کریں اور رات کو ان کا قرآن سنیں مکے کے لوگوں نے ہمیں دیکھ لیا تو ہمیں کیا کہیں گے، سب نے کہا کہ اسکے بعد کوئی سننے کے لئے نہ آئے دوسرے دن پھر چاروں کے دل میں بات آئی کہ آج تو کوئی بھی نہیں آئے گا پھر خاموشی کے ساتھ آکے سنتے رہے تلاوت کے ختم پر حضور اکرم ﷺ خاموش ہوگئے اور جب یہ لوگ نکلے صبح ہی صبح اندھیرے میں، پھر ایک دوسرے کا سامنا ہوگیا کیونکہ گلی تو ایک ہی تھی، اتنا بڑا مکہ تو تھا نہیں جتنا اب ہے آج تو مکے کی آبادی دو ڈھائی لاکھ سے بھی زیادہ ہے اس زمانے میں مکے کی آبادی صرف دس ہزار تھی پھر ایک دوسرے کا سامنا ہوا اور کہا بھائی حقیقت تو یہ ہے جو محمد ﷺ جو قرآن پڑھتے ہیں اسمیں ایسا جادو ہے کہ سننے کے لئے بار بار دل چاہتا ہے تو معلوم ہوا کہ کفار مکہ قرآن

کی مخالفت کرتے تھے لیکن قرآن سننے پر مجبور تھے، حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا کہ موسیٰ تم ہمیں قرآن سناؤ حضور نے فرمایا جب میں نے معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی تو دیکھا کہ ہمارے موسیٰ اشعریؓ، حضرت موسیٰؑ کے مشابہ ہیں، حضرت موسیٰ اشعری نے قرآن پڑھنا شروع کیا، حضور ﷺ سنتے رہے جب تلاوت ختم کی صحابہ نے دیکھا کہ امام الانبیاء سرور کونین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

دوستو! شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب بیان کرتے تو ساٹھ ساٹھ ہزار لوگوں کا مجمع ہوا کرتا تھا اور آپ کا وعظ سننے کے بعد چالیس چالیس جنازے آپ کی مجلس سے اٹھتے تھے، ان کے دل پھٹ جایا کرتے تھے، اس وقت لوگوں کے دلوں میں اللہ کا اتنا خوف تھا تو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا قرآن سن کر کیا حال ہوتا ہوگا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ ارشاد (عبداللہ ابن مسعود کی آواز بہت پیاری تھی) فرمایا کہ ابن مسعود تم قرآن سناؤ انہوں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ آج مسلمان اسی لئے بے وزن اسی لئے بے وقعت، اسی لئے ذلیل وخوار ہے کہ اس نے قرآن کو چھوڑ دیا بہر حال مختصر یہ کہ جب جنتی لوگ جنت میں پہونچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے میرے بندوں میں نے تم پر اپنی نعمتیں تمام کردیں جس کا میں نے دنیا میں وعدہ کیا تھا وہ سب میں نے تمہیں عطا کردیا بتاؤ کہ تمہیں اور کیا چاہئے؟ کس چیز کی کمی ہے؟ تو سارے جنتی کہیں گے کہ اے اللہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا، پورا کردیا سب کچھ عطا فرمادیا، اب کس چیز کی کمی ہوسکتی ہے؟ اسوقت جنتی لوگ اپنے علماء اور مشائخ کے پاس جائیں گے اور پوچھیں گے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب کیا ہے؟ دوستو لوگ آج کہتے ہیں کہ

ہمیں علماء کی ضرورت نہیں جنت میں بھی علماء کی ضرورت پڑے گی جنتی لوگوں سے علماء فرمائیں گے کہ ہمیں سب کچھ مل گیا لیکن دیدار خداوندی سے ہم محروم ہیں تمام اہل بہشت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم سب کو اپنے دیدار مبارک سے مشرف فرما۔ ان کی دعا قبول ہوگی اللہ تبارک وتعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے کرسی پر اللہ تعالیٰ کی کرسی کیسی ہوگی؟ اللہ تعالیٰ کیسے ہوں گے؟ جس نے چاند بنایا سورج بنایا، چمکتے ہوئے ستارے بنائے دریا سمندر اور پہاڑ بنائے انسان کی عقل حیران ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھنے اور سمجھنے کی قوت انسان میں نہیں ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے اور اپنے چہرۂ انور سے نقاب الٹ دیں گے اور سارے جنتی اللہ وتبارک وتعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی زبان مبارک سے، اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ، تلاوت فرمایں گے اللہ تعالیٰ کی آواز کیسی ہوگی؟ یہ سورۂ بہت پیاری سورہ ہے! جس میں اللہ تعالیٰ نے ستائیس مرتبہ فرمایا فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ' اے میرے بندوں تم میری کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اللہ اکبر، بہر حال یہ وہ قرآن ہے جسکی تلاوت محبوب رب العلمین کرتے ہیں اور سنتے ہیں لیکن دوستو افسوس ہم نہیں پڑھتے ہیں ہم اتنے بدقسمت اور بدنصیب کہ ہمیں قرآن ملا اور ہمارے سینے اسکی محبت سے خالی ہیں ہمارے دل تڑپنے کے لئے تیار نہیں (میرے خسر صاحب اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے کافی دنوں تک انہوں نے قرآن مجید پڑھایا، ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ستر سالہ بڑے میاں آئے اور کہا کہ حضرت مجھے قرآن پڑھاؤ انہوں نے کہا کہ آپ اتنے بوڑھے ہوگئے ستر سال آپ کی عمر ہے، اس عمر میں قرآن پڑھوگے؟ تو انہوں نے کہا ضرور! مجھے شرم آرہی ہے کل میں اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گا اگر

اللہ تعالیٰ نے سوال کرلیا اے میرے بندے میں نے تجھے ستر سال دنیا میں رکھا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا میں کیا جواب دوں گا؟ خدا کرے کہ یہ جذبہ ہم سب میں آجائے ان کو نورانی قاعدہ اسکے بعد پارہ عم پھر قرآن مجید ختم کرنے میں دوسال لگ گئے بڑے میاں خوشی سے مٹھائی لیکر آئے اور کہنے لگے میرا قرآن مجید پورا ہوگیا اب اللہ کے دربار میں مجھے شرمندگی نہیں ہوگی بڑے میاں کی مقبولیت کا اندازہ لگائیے قرآن ختم ہوا دوسرے دن بڑے میاں کا انتقال ہوگیا۔اللہ اکبر!

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے فرمایا ہوگا میرے پیارے بندے نے قرآن مجید میری محبت میں، خوف میں پڑھ لیا اس کو میرے دربار میں لے کر آجاؤ، اب یہ بوڑھا قیمتی ہوگیا ہے۔

دوستو! قرآن ساری دنیا کے مسلمان تراویح میں پڑھ رہے ہیں سن رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے پہلا جملہ جو استعمال فرمایا ہے وہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں مختصر عرض کرتا ہوں، تمام تعریفیں اس پیارے رب کے لئے ہے جو تمام دنیاؤں کا رب ہے رب کے معنی ہیں پالنے والا ماں باپ بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں جانور بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں چوپایا اور درندے سانپ اور بچھو بھی اپنے بچوں کی پرورش کرتے ہیں لیکن درحقیقت پالنے والا اللہ ہے ماں باپ کے سامنے اولاد کمانا چھوڑ دے تو والدین اسکو گھر سے نکال دیتے ہیں تم اس قابل نہیں ہو کہ تم کو گھر میں رکھا جائے، اور شاگرد اگر بات نہیں مانتا تو استاذ کلاس سے نکال دیتے ہیں بیوی اگر شوہر کی بات نہیں مانتی ہے تو شوہر اس سے ناراض ہوجاتا ہے یا طلاق دیدیتا ہے اور اگر حکومت کی بات نہ مانی جائے تو جیل میں ڈال دیا جاتا ہے لیکن ہمارا رب کتنا کریم ہے کتنی تعریف والا ہے، بھائی ناراض ہے، کسی خوشی کا موقع ہے تو بھائی کی خوشامد کرو

بھائی نہیں مانتا ہے ٹوپی ڈال دو پاؤں میں یا پاؤں پکڑ لو نہیں مانے گا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے اگر ستر سال تک بھی مجھے یاد نہیں کیا اور پھر اسے خیال آیا کہ میں اپنے رب کو مناؤں گا ابھی وہ گھر سے نکل رہا ہے مسجد کی طرف، چلو مسجد میں جا کر اپنے رب کو مناتا ہوں وضو کر کے ابھی گھر سے چلا ہے مسجد میں ابھی داخل نہیں ہوا داخل ہونے کے بعد نہ کسی بندے کے سامنے ہاتھ جوڑنے کی ضرورت نہ منت وسماجت کرنے کی ضرورت نہ اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کرتے ہیں نہ فرشتوں سے اس کو دھکے دلواتے ہیں، اس نے وضو بنایا اور مسجد میں داخل ہو کر نیت باندھی سجدہ ریز ہوگیا، اے میرے رب مجھے معاف کردیں، میں گندہ بندہ ہوں، میں غلام ہوں، آپ آقاء ہیں، آپ ہی تو مالک الملک ہیں ابھی دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اللہ تعالیٰ کو اس کے سفید بالوں کے اوپر رحم آجاتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ اے میرے فرشتوں تم گواہ رہو میں نے اپنے اس بوڑھے بندے کی مغفرت کردی۔ یہ ہے رب کی تعریف اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، تمام تعریفیں اس رب کیلئے ہے جو ستر سال کے گنہگار بوڑھے کو بخش دیتا ہے واقعات میں ہے کہ اسی سال کی بوڑھی مدینے پہنچ گئی حج کرنے کی غرض سے، حج ہوا بھی نہیں تھا کہ مدینہ منورہ ہی میں انتقال ہوگیا جنت البقیع میں دفنا دیا عذاب کے فرشتے پہنچ گئے اتفاق سے اس بڑھیا کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی قبر میں دفنا دیا تھا جب فرشتوں نے کہا کہ عذاب دیں گے تو بڑے میاں ظاہر ہوگئے فرشتوں سے کہا کہ خبردار تم اس بڑھیا کو عذاب نہیں دے سکتے! میں حضور کا صحابی انس بن مالک ہوں! بھول سے اس بڑھیا کو میری قبر میں دفنا دیا اب میں اس کو عذاب نہیں ہونے دوں گا فرشتے خاموش ہیں اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ ہمارے محبوب ﷺ کا صحابی سفارش کرتا ہے اس لئے ہم اس گنہگار بڑھیا کی مغفرت کرتے ہیں۔

میرے دوستو! یہی تو رحمٰن ورحیم کی صفت ہے، انس بن مالک نے بھی تو اللہ ہی کی توفیق سے اس بڑھیا کی سفارش کی، اگر اللہ نہ چاہتے تو انس بن مالک سفارش نہ کرتے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، الرحمٰن الرحیم، میں رحمٰن بھی ہوں رحیم بھی ہوں مالک بھی ہوں، مالک یوم الدین، میں روز جزاء کا مالک ہوں قیامت کے دن کا میں ہی مالک ہوں قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے اور اعلان فرمائیں گے کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنی سلطنتوں اور اپنی حکومتوں پر ناز کیا کرتے تھے کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے مال وزر پر غرور وتکبر کیا کرتے تھے کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنی جسمانی طاقت اور صلاحیت پر مغرور ہوا کرتے تھے کہاں میں وہ لوگ جو اپنے حسب ونسب اور اپنی خاندانی وجاہت کو بیان کرکے خوش ہوا کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج کسی کی بات نہیں چلے گی آج ہماری بات چلے گی آج ہمارا حکم چلے گا آج سب ہمارے سامنے ہے اور قرآن کریم میں ارشاد ہے **یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا،** قیامت کا دن بڑا ہیبت ناک ہوگا آسمان پھٹ جائیگا فرشتے جو اللہ کے نوری مخلوق ہیں وہ گھبرا جائیں گے صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے فرشتے کیا، انبیاء علیہم الصلوۃ السلام لرز جائیں گے اپنے امتیوں کی سفارش کرنے کی ہمت نہیں ہوگی ایسا ہیبت ناک دن ہوگا اللہ نے فرمایا کہ مالک یوم الدین اس دن کا میں مالک ہوں کوئی مالک نہیں آج بہت سارے پیر وفقیر کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے بیعت ہو جاؤ ہمارے مرید بن جاؤ ہم تمہیں بخشوا دیں گے یہ نقلی پیر اور مشائخ اپنی ہی مغفرت کرالیں تو بڑی بات ہے، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو پکاریں گے یا محمد قم (اے میرے حبیب محمد ﷺ کھڑے ہو جاؤ) جتنے لوگوں کے نام محمد ہوں گے سب کھڑے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے محبوب کو پکارا تھا لیکن

چونکہ تمہارا نام ہمارے محبوب کے نام سے ملتا ہے لہٰذا ہم تمہیں اپنے محبوب کے ساتھ بغیر حساب وکتاب جنت میں بھیج رہے ہیں، دوستو! مختصر یہ کہ یہ مبارک مہینہ ''الرحمٰن الرحیم''، مالک یوم الدین کا مہینہ ہے، اس مبارک مہینے میں ہر مومن اللہ کا مہمان ہے آج رمضان شروع ہوا ہے لہذا تلاوت قرآن کی پابندی خود بھی کریں اور گھر والوں کو سختی سے تاکید کریں تلاوت کریں اور حدیث بھی پڑھیں اور نوافل کی بھی تاکید کریں اگر ہم پابندی نہیں کریں گے تو جیسے گیارہ مہینے گذرے ہیں ویسے ہی گذر جائے گا اور رمضان کی برکتوں سے محروم رہ جائیں گے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

فاتحۃ الکتاب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

”نام سے اللہ کے کرتا ہوں آغازِ (بیاں)
جو بڑا ہی رحم والا ہے، نہایت مہرباں
ہیں سزاوارِ خدائے (پاک) ساری خوبیاں

(جو ہے) رب سارے جہانوں کا، رحیم ومہرباں
ہے وہی انصاف کے دن کا بھی مالک (بے گماں)
(یا الٰہی) ہم فقط کرتے ہیں تیری بندگی
اور ہوتے ہیں تجھی سے طالبِ امداد بھی
(یا الٰہی) ہم کو سیدھے راستے پر تو چلا
ان کا راستہ، جن پر انعام (وکرم) تیرا ہوا
راستہ ان کا نہیں، جن پر غضب (کی) ہے (نگاہ)
اور نہ ان کا راستہ، جو ہوگئے گم کردہ راہ“

اے مالکِ کل رزاقِ جہاں ہر شئے سے عیاں تیری قدرت ہے
ترا نام رحیم ورحمٰن ہے ترا ذکر مطاعِ رفعت ہے

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام! یہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہاء احسان وکرم ہے کہ اس نے ایک بار پھر رمضان المبارک کا مبارک مہینہ اوراس کی پرنور راتیں ہماری زندگی میں عطا فرمائی ہیں، دوستو! قرآنِ مجید ایک عجیب وغریب کتاب ہے، اس کے فضائل ومناقب چودہ سوسال سے بیان ہوتے آرہے ہیں اور بیان ہوتے رہیں گے ”سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ“ میں بہت بڑے بڑے مفسرین گذرے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کی بڑی بڑی تفاسیر اور قرآنِ مجید کے متعلق بڑے بڑے فضائل بیان کئے ہیں، لیکن ابھی بھی قرآن کریم کے فضائل جو انسان کے اذہان اور ان کے قلوب میں آئے ہیں وہ اکمل اورتام نہیں ہیں، قرآنِ مجید ایک ایسی سحرانگیز اور بین الاقوامی کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھنے اور پڑھائی جانے والی کتاب ہے،

آسمانی اور زمینی کتابوں میں سب سے زیادہ محترم ومعزز کتاب کلام اللہ یعنی قرآنِ مجید ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے پڑھنے والے کو بہت ہی عجیب وغریب فضیلتوں سے نوازا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''جس بندہ کے دل میں میرا کلام ہے میں اس کا دوست ہوں''۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور فضیلت نہیں ہوسکتی، کسی بندہ کو پورا قرآن یاد ہے، کسی کو آدھا یاد ہے، کسی کو دس سورتیں یاد ہیں، کسی کو پانچ سورتیں یاد ہیں، کسی کو دو ہی سورتیں یاد ہیں یقیناً جس کو دو یا تین سورتیں یاد ہیں وہ اللہ کے دوست میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دوستوں میں شامل فرمائے، آمین!

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کسی حافظ قرآن کو موت آجاتی ہے اور دفنا دیا جاتا ہے تو اس کی قبر کی زیارت کے لئے آسمان سے قیامت تک فرشتے آتے رہتے ہیں اور اس کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے رہتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہتا ہے''۔ اس سے بڑھ کر حافظ قرآن کی کیا فضیلت ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو قرآن سے محبت کرتا ہے میں اس سے محبت کرتا ہوں''۔ حضور ﷺ قرآن مجید ایسی تلاوت کرتے تھے کہ دنیا کا کوئی انسان آپ سے بہتر قرآن نہیں پڑھ سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت موسیٰ اشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قرآنِ مجید سنا کرتے تھے، حضور ﷺ ان کو ممبر پر بٹھاتے اور فرماتے ''اقرأ'' پڑھو اور یہ حضرات اپنے مخصوص انداز میں قرآنِ مجید اس طرح پڑھتے کہ حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔ قرآن جس پر نازل ہورہا ہے، قرآن جس پر اتارا جارہا ہے وہی ہستی قرآن کو سن کر رورہی ہے، آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ قرآن میں کیسا سوز وگداز ہے۔

قرآن مجید سے محبت کا نتیجہ

دوستو! ایک صاحب نمازی تھے، لیکن ان کو قرآن سے بہت محبت تھی مجبوری یہ تھی کہ وہ قرآن پڑھنا نہیں جانتے تھے تو وہ مسجد میں آتے اور نماز پڑھنے کے بعد قرآن کو اٹھاتے چومتے اور پھر قرآنِ شریف کی سطروں پر انگلی رکھ کر کہتے ''اے اللہ! یہ بھی سچ ہے، یہ بھی سچ ہے آپ کا قرآن بھی سچا ہے اور آپ بھی سچے ہیں'' انگلی پھیرتے رہتے اور کہتے رہتے، پھر احترام سے بند کرکے رکھ دیتے۔ جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کو دفنا دیا گیا، اس زمانہ کے ایک بزرگ بھی اس کی تجہیز وتکفین میں شریک تھے، اتفاق سے ان کی کوئی چیز قبر میں گرگئی، جب یہ دفنا کے آئے تو یاد آئی کہ وہ چیز تو گرگئی ہے وہ وارثین کے پاس آئے اور کہا کہ میری اہم اور ضروری چیز تھی وہ گرگئی ہے، میں اس کو نکالوں گا، گھر والوں نے اجازت دے دی کہ قبر کھود لیں، دو چار آدمی ساتھ آئے اور قبر کھودی تو دیکھا لحد میں میت نہیں ہے بلکہ گلاب کے پھولوں سے قبر بھری ہوئی ہے، تعجب ہوا کہ ابھی چند گھنٹے پہلے ہم دفنا کر گئے اور میت کہاں چلی گئی؟ خیر انہوں نے اپنی چیز تلاش کی وہ مل گئی اور قبر کو بند کرکے آگئے، ان کی اہلیہ سے پوچھا تمہارے شوہر کا عمل کیا تھا؟ انہوں نے کہا میرے شوہر تو کوئی بڑا عامل نہیں تھے، پانچ وقت کی نماز پڑھتے اور جو سورتیں یاد تھیں اٹک اٹک کر پڑھتے، چونکہ قرآن پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے بس جیسے تیسے ان کی نماز ہوجاتی تھی، ہاں! ان کا ایک عمل تھا کہ وہ قرآن کھول کر بیٹھ جاتے تھے اور انگلی سطور پر رکھ کر کہتے کہ اے اللہ! یہ بھی سچ ہے اور یہ بھی صحیح ہے، آپ بھی سچے ہیں اور آپ کا قرآن بھی سچا ہے۔ بس ایسے ہی کہا کرتے تھے، ان بزرگ نے کہا کہ بس اسی کی برکت سے اللہ نے مقام عطا کیا کہ

قبر سے اس کی میت اپنے محبوب بندوں کے پاس پہنچادی۔ یہ قرآن سے محبت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے، ورنہ تو ایسے شواہدات ہزاروں ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن سے محبت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی تلاوت سے شغف اور اس کے پڑھنے اور پڑھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

میں نے قرآنِ مجید کی سب سے پہلی سورۃ تلاوت کی ہے، جس کو سورۂ فاتحہ کہتے ہیں، اس کو بعض علماء اور مفسرین نے ام الکتاب کہا ہے اور بعض نے ام القرآن، بعض نے اس کو فاتحۃ الکتاب اور فضیلۃ القرآن کہا ہے، نبی کریم ﷺ پر جب قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو یہ سب سے پہلی سورۃ تھی جو مکمل نازل ہوئی، اس سے پہلے چند آیتیں یا چند آیات کے ٹکڑے نازل ہوتے رہے، لیکن مکمل سورۃ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے نازل ہوئی وہ یہی سورۂ فاتحہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بیان فرمادیا، بعض علماء نے تو عجیب وغریب بات لکھی ہے، فرمایا ہے کہ قرآن کا پہلا لفظ ''بسم اللہ'' کا ''ب'' ہے اور قرآن کا آخری ''والناس'' میں لفظ ''س'' ہے، پہلا لفظ ب ہے اور آخری س، تو دونوں کو ملائیں گے تو کیا ہوگا؟ ''بس'' یعنی اس کے بعد کچھ نہیں ہے، سب کچھ اس میں آ گیا، مفسرین نے بیان کیا ہے کہ پورا قرآن سورۂ فاتحہ میں ہے اور پوری سورۂ فاتحہ بسم اللہ میں ہے اور پوری بسم اللہ ''ب'' کے نقطہ میں ہے۔ اپنا اپنا قول علماء نے بیان کیا ہے، حدیث قدسی ہے کہ اللہ نے اس سورۃ کو عرشِ الٰہی پر کندہ فرمایا ہے۔

سب سے پہلے ارشاد فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' تمام تعریفیں اسی رب کریم کی ذات کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب اور پالن ہار ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہ تمام تعریف ہے اس خدا کی جو دنیا کا

رب ہے، لیکن فرمایا کہ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' تمام تعریف اس وحدہٗ لاشریک لہٗ کے لئے ہے جو تمام دنیاؤں کا رب ہے پالنے والا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے علاوہ بھی بہت ساری دنیائیں پیدا فرمائی ہیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس دنیا میں ہم اور آپ رہتے ہیں، ایسی ایسی چالیس ہزار دنیا اور ہیں اور امام مقاتل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسی دنیا میں ہم اور آپ رہتے ہیں ایسی ایسی اسّی ہزار دنیا اور ہیں، اور امام رازی —فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ ان جہانوں میں اسی طرح کے انسان رہتے ہوں، ان کا کھانا پینا اور رہن سہن ہمارے ہی جیسا ہو، ضروری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دنیاؤں کے انسانوں کو کسی اور ہیت پر پیدا کیا ہو، بہرحال سائنٹسٹ بیان کرتے ہیں کہ جیسی ہماری دنیا ہے ایسی ایک لاکھ دنیائیں اور ہیں، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' فرمایا ہے کہ تمام تعریفیں اس رب العالمین کے لئے ہیں جو ساری دنیاؤں کا پالنے والا ہے۔

کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکے مقام کو نہیں جان سکتا

فرمایا اللہ تعالیٰ حافظ قرآن کو ایسا اعجاز عطا فرمائیں گے اس کے والدین کو تاج عطا فرمائیں گے جو دنیا کے سورج سے زیادہ چمکدار اور روشن ہوگا، اس کے پڑھانے والے کو کیا اعجاز ملے گا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں اور حافظ قرآن کو کہا جائے گا کہ ایک آیت پڑھتا جا اور ایک منزل پر چڑھتا جا دنیا میں سب سے بڑی بلڈنگ امریکہ میں تھی وہ ایک سو انیس منزل کی تھی جس میں انیس ہزار دریچے تھے اور ڈھائی ہزار دروازے تھے، یہ دنیا کی سب سے بڑی بلڈنگ تھی، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں کہ میں حافظ قرآن کو ایک آیت کے بدلہ میں ایک منزل دوں گا، اور قرآنِ مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں، گویا کہ حافظ قرآن کو ۶۶۶۶ منزل کا محل دیا جائے گا، ہے کوئی دنیا میں بنانے والا؟ اب مکہ مکرمہ میں سب سے بڑی بلڈنگ بن رہی ہے جو ایک سو پچاسی منزلہ بلڈنگ ہے، جس کا ایک پلّر دس بائی دس کا ہے، اس میں بیس مسجدیں ہیں اور بیس ہیلی پیڈ ہیں، یعنی بیس ہیلی کاپٹر ایک ساتھ اتر سکتے ہیں اور اڑ سکتے ہیں، ایک مسجد میں بیک وقت دس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، ایسی ایسی بیس مسجدیں اس کے اندر موجود ہیں، اس ٹاور پر ایک گھڑی لگائی جارہی ہے جو پینتالیس میٹر چوڑی اور پینتالیس میٹر لمبی ہے، دن میں گیارہ یا بارہ کلومیٹر دور سے اور رات میں سترہ کلومیٹر سے عوام اس کا ٹائم دیکھ سکتے ہیں، لفٹ ایسی لگائی گئی ہے کہ زائر صرف تین منٹ کے اندر حرم میں آجائے، اتنی تیز رفتار لفٹ اس کے اندر لگائی گئی ہیں، بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ کعبۃ اللہ کو نہیں دیکھتے اس کو دیکھتے ہیں، میں نے کہا کہ اے اللہ کے بندو! کعبۃ اللہ کو دیکھو اس کی بدولت یہ بنی ہے، اگر یہ نہ ہوتا تو یہ بلڈنگیں نہ ہوتیں، ایک سو پچاسی منزلہ بلڈنگ کو آدمی دیکھتا ہے تو اس کی ٹوپی گرجاتی ہے، ۶۶۶۶ منزلیں آدمی جنت میں دیکھے گا تو کیا حال ہو؟

قرآن کریم میں ارشاد ہے

”مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ“ اور روزِ جزا کے مالک ہیں۔ اور روزِ جزا کیا ہے؟ روزِ جزا ہے قیامت کا دن، قیامت کا دن اتنا ہیبت ناک ہوگا کہ آسمان کے ستارے ٹوٹ جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، زمین کا نظام تہہ وبالا ہوجائے گا پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، اس وقت سارا نظام دنیا تہہ وبالا ہوجائے گا

حدیث پاک میں ہے کہ کعبۃ اللہ کو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے قریب پہنچا دیا جائے گا اور سب سے پہلے حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کھلے گی حضور علیہ السلام کھڑے ہوجائیں گے، پھر آپ کے لئے ایک بہترین ممبر لایا جائے گا، آپ ﷺ اس ممبر پر بیٹھیں گے، پھر اس ممبر کو ایک بڑے تخت پر رکھا جائے گا جس کو ستر ہزار فرشتے تھام کر چلیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ میدانِ حشر میں جمع ہوجاؤ ہر آدمی اپنی قبر سے اٹھے گا اور میدانِ حشر کی طرف چلے گا، ظاہر بات ہے اتنا لق ودق میدان جس میں ساری دنیا کے انسان جمع ہوں تو وہ کتنا کشادہ ہوگا؟ حدیث میں آتا ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایک سواری آئے گی اور ان کی قبر کے پاس لاکر کھڑی کردی جائے گی وہ اس پر سوار ہوکر میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے، صدیقین اور شہداء بھی اپنی سواریوں پر بیٹھ کر پہنچ جائیں گے، حافظ قرآن بھی سواری کے ذریعہ میدانِ حشر میں پہنچ جائیں گے، یہ قرآن کی برکت ہے، بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کے مرتبہ کے اعتبار سے سواری دی جائے گی، بعض سواری پر دو دو سوار ہوں گے، بعض پر تین تین سوار ہوں گے، بعض سواری ایسی ہوگی جس پر دس دس گیارہ گیارہ آدمی سوار ہوں گے، جیسا مقام ومرتبہ ہوگا ویسی ہی سواری اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے، اور کچھ ایسے بدنصیب اور کم درجہ کے لوگ ہوں گے کہ جو پیدل میدانِ حشر میں پہنچیں گے، اور کچھ ایسے بدبخت ہوں گے جن کو الٹے منہ یعنی منہ کے بل لٹا دیا جائے گا اور فرشتے ان کو گھسیٹتے ہوئے میدانِ حشر میں لے کر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے! آمین!

تو میں عرض کررہا تھا کہ ”مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ“ اللہ تعالیٰ روزِ جزا کے مالک ہیں۔ اس دن فرشتے قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے، فرشتے نور کی مخلوق ہیں، گویا نور

کے کمپیوٹر ہیں، ان کو بھوک نہیں لگتی، وہ اللہ کی عبادت سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں، ایسے فرشتے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں گے، انبیاء، شہداء اور صدیقین اس دن اللہ کے ڈر سے کانپتے ہوئے ہوں گے، ان کے دل لرزتے ہوں گے کہ نہیں معلوم اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں کیا فیصلہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ کا عرش الٰہی اس دن سجایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس پر جلوہ افروز ہوں گے اور ارشاد فرمائیں گے: کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا میں اپنی مونچھوں پر تاؤ دیا کرتے تھے، اپنی ناک اور اپنی شان وشوکت اور عزت ومرتبہ اور اقتدار وحکومت کی وجہ سے لوگوں پر حکمرانی کرتے تھے، آج یہاں کسی کا حکم نہیں چلے گا، آج ہماری بادشاہت چلے گی۔

پچاس ہزار سال کا ایک دن ہوگا، انسان کی سمجھ میں بات نہیں آتی کہ پچاس ہزار سال کا ایک دن کیسے ہوگا اور کیسے گذرے گا؟ اس دن صرف عرشِ الٰہی کا سایہ ہوگا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے گرمی کے موسم میں زبردست تپش ہوتی ہے لیکن ماں چھوٹے بچے کو ٹھنڈی جگہ سلاتی ہے، چودہ پندرہ گھنٹے کا دن ہوتا ہے، بچہ سوجاتا ہے تو بچہ تین چار یا پانچ گھنٹے سوتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ ابھی سویا تھا اور ابھی جاگ گیا، اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب بندوں کا وقت عیش وآرام کے ساتھ گذار دیں گے جو گناہ گار ہوں گے ان کو پچاس ہزار سال گذارنے کے لئے بڑی دقت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوب بندوں اور اہل جنت میں شامل فرمائے اور یوم الدین یعنی روزِ جزا میں اپنی خوشنودی عطا فرمائے، آمین۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ“ ۔آج انسان کے پاس تھوڑی سی جاگیر آجائے کوٹھی، کار، بنگلہ مل جائے عارضی زندگی کے لئے تو آپے سے باہر ہوجاتا ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا جب موت آتی ہے سب کچھ چھوڑ کر چلا جاتا ہے،

آپ نے سنا ہے دنیا میں کتنے نمرود کتنے فرعون آئے شداد نے جنت بنائی، قرآن میں اس کا ذکر ہے، امریکہ کے سائنس دانوں نے بہت ہیوی کیمروں سے زمین میں تلاش شروع کی، معلوم ہوا کہ جارڈن کے علاقہ میں وہ جنت ابھی بھی موجود ہے، ۶۳ تریسٹھ فٹ زمین کے نیچے ہے، ایسی جنت بنانے والے، ایسی بادشاہت کرنے والے اس زمین کے اندر سما گئے، ان کا کوئی نام لینے والا نہیں ہے۔

”اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ“ تمہاری کامیابی، تمہاری خیر خواہی اور بھلائی اسی میں ہے کہ تم اس آیت پر عمل کرو یعنی ”اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ“ کہ اے اللہ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ جب انسان اللہ کی عبادت کرے گا اور ہر معاملہ میں اس کی خوشنودی کو سامنے رکھے گا اور اپنی نفسانی خواہشات کو ترک کردے گا، اللہ تعالیٰ کے احکام کو سامنے رکھے گا زیادہ طاقتور ہونے کے باوجود، صلاحیتیں ہونے کے باوجود صرف یہ کہے کہ اے اللہ! آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں، آپ کی مدد کے بغیر ہم کچھ نہیں کرسکتے۔

بندہ یہ دعا مانگے ”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، اَللّٰهُمَّ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“ اے اللہ! ہمیں سدھا راستہ دکھا اور ایسا سیدھا راستہ عطا فرما جو تجھے پسند ہو، جو تیرا پسندیدہ راستہ ہو وہ راستہ نیکیوں کا راستہ ہے، وہ قرآن مجید کی تلاوت کا راستہ ہے، وہ نمازوں کی پابندیوں کا راستہ ہے، وہ اللہ سے ڈرنے اور اللہ سے محبت کرنے کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“ مانگو کہ اے اللہ! ہم کو ایسے راستہ پر چلا جو سیدھا سادہ راستہ ہو اور اس پر استقامت عطا فرما! پھر فرمایا ”صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تونے انعام کیا ہے، اپنی رحمتیں عطا فرمائی ہیں اور اپنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تیرے

نبی ہیں، انبیاء ہیں، صدیقین ہیں، شہداء ہیں، علماء ہیں اور صالحین ہیں، اے اللہ! ان کے راستہ پر ہم کو چلا اور ایسا راستہ عطا فرما جن پر تو نے اپنے انعامات کی بارش کی ہے۔

یہ دعا بھی ہے اور دواء بھی، یہ مومنین اور مسلمانوں کے لئے نور ہے، ”صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ“ جن کے بارے میں ہے کہ جب وہ قیامت کے دن اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو خود سلام فرمائیں گے اور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے دنیا میں سب کا حق ادا کر دیا لیکن ابوبکر صدیق کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوا، وہ اللہ تعالیٰ ادا کرے گا۔ ایسا عظیم انسان، ایسا نیک اور پارسا انسان جس کو اللہ کے نبی ﷺ صدیق کہا ہو اور قرآن نے اس کو ”صَاحِبِهِمَا فِی الْغَارِ“ کہا ہو۔

نبی کریم ﷺ ایک بار گھر میں داخل ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ باپ بیٹی تنہائی میں بات کر رہے ہیں، فرمایا: ابوبکر! اللہ سے ڈرو، تم تنہائی میں اپنی بیٹی سے بات کر رہے ہو، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ تو میری بیٹی ہے، فرمایا: ابوبکر! اللہ سے ڈرو، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! یہ تو میری بیٹی ہے، فرمایا کہ ابوبکر! اللہ سے ڈرو اس لئے کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ دراصل یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں بلکہ مجھے اور آپ کو نصیحت تھی، آپ دیکھئے نبی کریم ﷺ کی زوجۂ محترمہ کو، حالانکہ نبی کی بیوی ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کے تعلق سے علماء نے لکھا ہے کہ نبی کی بیوی کافرہ و مشرکہ ہوسکتی ہے جیسے حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیویاں کافرہ اور مشرکہ ہوگئیں تھیں، نبی کی بیوی کبھی زانیہ نہیں ہوسکتی، زناکار نہیں ہوسکتی، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر! اللہ سے ڈرو، بیٹی سے تنہائی میں بات مت کرو، شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان امت کے لئے ہے آج کے دور کے انسان کے لئے ہے آج کتنے واقعات

ہیں، آپ سنتے ہیں اخبارات میں، رسائل میں، ٹی وی میں، جب دین اور ایمان نہیں رہتا تو انسان انسان نہیں بلکہ حیوان بن جاتا ہے، اسٹریلیا کے متعلق اخبارات میں رپورٹ آئی ہے پولیس نے جو معاملات نوٹ کئے تو معلوم ہوا چالیس فیصد بیٹے ایسے ہیں جو اپنی ماؤں کے ساتھ زنا کرتے ہیں اور ساٹھ فیصد باپ ایسے ہیں جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ زنا کرتے ہیں (نعوذ باللہ من ذٰلک) اور بیس فیصد بھائی ایسے ہیں جو اپنی بہنوں کے ساتھ ملوث ہیں۔ اللہ کا شکر احسان ہے کہ ایمان کی بدولت کیسے کیسے فتنوں سے خرابیوں سے مسلمان بچا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرما رکھی ہے۔

ایسا ملک جو ساری دنیا میں اپنی ترقی کے گیت گا رہا ہے، لیکن اخلاق کی حدوں کو پار کر کے حیوان بن چکا ہے، ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وحشت ناک بیماریاں اور غلط کاریاں پیدا ہوگئی ہیں، ان بدکاریوں کا خمیازہ ساری دنیا کو ایڈز کی شکل میں بھگتنا پڑ رہا ہے، جب ایمان کی اور اللہ کے نبی ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں تا تو انسان کو یہ دنیا اور دنیا کی رنگینی حیوان بنا دیتی ہے، آگے ارشاد فرمایا! غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ان لوگوں میں شامل نہ فرما جن پر تو نے غضب نازل کیا، یا جن سے آپ ناراض ہیں جن کو آپ نے اہل جہنم میں شمار فرمایا ہے، اور نہ ہی ان لوگوں میں شامل فرما جو بھٹکے ہوئے ہیں، گمراہ ہیں، جنھوں نے آپ کے ساتھ غیر کو شریک کر لیا ہے آپ کے دروازے کے علاوہ غیر پر توکل کرتے ہیں، جو آپ کے بھاگے ہوئے غلام اور بندے ہیں، علماء مفسرین نے وَلَا الضَّآلِّیْنَ سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں جنہوں نے حقائق کو جاننے کے باوجود اپنے آپ کو گمراہی اور ذلالت کی راہ پر ڈال دیا ہے، اور نبی آخر الزماں حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار محض اس لئے کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ان کے قبائل سے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

سے آپ کا سلسلۂ نسب ملتا ہے، یہودی یہ خیال کرتے تھے کہ آخری نبی ﷺ بھی ہم میں سے ہوں گے۔ لیکن انھوں نے جان بوجھ کر آپ کو جھٹلایا اور سازش کیں تو اللہ تعالیٰ نے انکا تذکرہ سورہ فاتحہ میں "وَلَا الضَّآلِّیْنَ" جیسے ناپسندیدہ جملہ سے کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذاب نار سے بچائے اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

صراط مستقیم

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُه

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

"(یا الٰہی) ہم کو سیدھے راستے پر تو چلا
ان کا راستہ، جن پر انعام (وکرم) تیرا ہوا
راستہ ان کا نہیں، جن پر غضب (کی) ہے (نگاہ)
اور نہ ان کا راستہ، جو ہوگئے گم کردۂ راہ"

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے
پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محمل خالی کو پھر شاہد لیلا دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلبہ! اللہ رب العزت نے انسانوں کو دنیا میں بھیجا اور اس کو اتنی عقل وسمجھ عطا فرمائی کہ نیکی کے راستے کو جان سکے اور اس پر عمل کرے اور برائی کے راستے کو جان کر اس سے بچے، میں اس سلسلہ میں ذرا تفصیل سے عرض کرنا چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں تمام انسانوں سے جو قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں یہ عہد لیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے ’’وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَآ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ‘‘ اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے انہیں کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں یعنی سبھی لوگوں نے خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا، اللہ تعالیٰ نے یہ اقرار لیا تاکہ کل قیامت کے روز جب کفر وشرک کی وجہ سے تم کو سزا دی جائے تو یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے یعنی ہم کو کچھ پتہ نہیں کہ خدا اور رسول کیا ہیں، ہمارے باپ دادا نے کفر وشرک کیا تو ہم نے بھی کفر وشرک اختیار کرلیا، کسی کو یہ کہنے کا حق اور اختیار ہی نہیں ہوگا۔

آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ کسی کو یہ وعدہ یاد ہے یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کا سلسلہ اسی لئے جاری فرمایا ہے کہ انسانوں کو ان کا بھولا ہوا وعدہ یاد دلائیں، چنانچہ انبیاء علیہم السلام کی مقدس جماعت کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ تک چلتا ہے۔

ہر شخص ہدایت کا محتاج ہے

جتنے انبیاء ورسل دنیا میں مبعوث ہوئے، ان سب نے اپنی قوموں کو صراطِ مستقیم کی دعوت دی، چونکہ صراطِ مستقیم کا ملنا ہی اصل کامیابی ہے، میں نے جو آیت کریمہ آپ لوگوں کے سامنے تلاوت کی ہے وہ ہر مسلمان نماز میں پڑھتا ہے، مجھے آج کی اس مجلس میں اسی تعلق سے کچھ عرض کرنا ہے، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، ہمارے پروردگار! ہم کو سیدھے راستے پر چلا، یعنی ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا، ان لوگوں کے راستے پر نہیں جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔ ایک مسلمان خواہ وہ کتنا ہی بڑا ولی اور قطب کیوں نہ ہو، حتیٰ کہ خود پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرتا ہے، ہدایت کے کئی ایک درجے ہیں، ایک درجہ ہدایت کا یہ ہے کہ صرف انبیاء، مؤمنین، متقین اور صلحاء وشہداء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت بلاواسطہ حاصل ہوتی ہے جس کے اندر درجہ بدرجہ ترقی ہوتی رہتی ہے، ارشادِ ربانی ہے ’’وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى‘‘ اور جو لوگ راہ پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے۔ ’’وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ‘‘ جو اللہ پر ایمان لائے اس کے دل کو ہدایت دیتے ہیں۔ ’’وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

سُبُلَنَا“ اور جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، ہم اپنے راستہ کی ان کو مزید ہدایت کرتے ہیں۔ یہی ہدایت کا وہ درجہ ہے جہاں بڑے سے بڑا نبی ورسول بھی آخر عمر تک ہدایت کی زیادتی کی درخواست کرتا رہتا ہے۔

اطاعت رسول ﷺ کے بغیر کامیابی نہیں

”اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“ ایک نہایت ہی اعلیٰ اور جامع ترین دعا ہے، یہ دعا انسان کو سکھائی گئی، انسان کا کوئی بھی فرد اس سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہے، اس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ! ہم کو سیدھا راستہ بتلا دیجئے! صراط المستقیم وہ راستہ جس میں موڑ نہ ہو، جس میں افراط وتفریط نہ ہو، بلکہ اعتدال اور میانہ روی ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا پتہ بھی بتا دیا ”صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا۔ اب یہ کونسے لوگ ہیں جن پر انعام کیا گیا، اس کو سورۂ نساء کی ایک آیت میں بیان کیا گیا ہے ”اَلَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ“ وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا، یعنی انبیاء، صدیقین اور شہداء وصالحین۔

نبی اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے احکام جو ان کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچتے ہیں تمام انسانوں تک پہنچاتے ہیں، اور صدیق کے معنی ”سچا“ لیکن ہر صدیق کو سچا نہیں کہیں گے، بلکہ صدیق ان کو کہیں گے کہ پیغمبروں کو اللہ کی طرف سے احکام جو احکام پہنچیں، ان احکام کو بلا دلیل وانکار کے دل سے قبول کرلے اور مان لے۔ شہید وہ جو پیغمبروں کے حکم پر جان دے دے، اور صالح ونیک بخت وہ ہیں جن کی طبیعت نیکی پر پیدا ہوئی ہو، تو ان چار برگزیدہ ہستیوں پر اللہ کا انعام ہوا ہے،

سب سے بڑا انعام تو نبیوں پر ہوا ہے، ”مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ“ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور کہیں فرمایا گیا ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ“ اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائی محبت کے دعویدار ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم کو پیار کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ اللہ کے بعد سب سے بڑا مرتبہ انباء کا ہوتا ہے، جو نورِ مجسم اور ہدایت مجسم ہوا کرتے ہیں، ان کی اطاعت وفرمانبرداری کے بغیر انسان کے لئے نجات اور کامیابی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ”صدیق“ کیوں؟

اس کے بعد درجہ ہے صدیقین کا، تمام انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ہے، حضور نبی اکرم ﷺ کو اتوار کی رات ۲۷/رجب سن گیارہ نبوی ۹/مارچ ۶۲۰ء کو معراج ہوئی۔ اس رات آپ ﷺ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر آرام فرما رہے تھے، حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام فرشتوں کے ساتھ آئے اور براق پر سوار کرکے آپ ﷺ کو لے گئے، ساتوں آسمانوں کی سیر ہوئی، بہت سے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں، جب صبح کو آپ ﷺ نے یہ واقعہ بیان کیا تو کفارِ مکہ نے تالیاں بجائیں اور ہنسی اڑائی کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک رات کے کچھ حصہ میں مدینہ طیبہ، بیت المقدس اور ساتوں آسمان کی سیر ہو؟ یہ تو بالکل جھوٹ ہے، پھر بیت المقدس کی علامتیں بھی پوچھیں، آپ ﷺ نے بالکل صحیح صحیح بتا دیں۔ پھر بھی کفارِ مکہ نے کہا کہ یہ تو جادو ہے، کفارِ مکہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے ایک ہی

رات کے کچھ حصہ میں بیت المقدس اور ساتوں آسمان کی سیر کی تو کیا یہ صحیح ہے؟ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کون کہہ رہا ہے؟ تو کافروں نے کہا کہ تمہارے نبی ﷺ کہہ رہے ہیں۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بالکل سچ ہے اسی وقت سے ان کا لقب صدیق پڑ گیا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبد اللہ ہے، ابو بکر کنیت ہے، صدیق لقب ہے، ایک دوسرا لقب عتیق بھی ہے۔ ''عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ اَبَابَکْرٍ دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَیَوْمَئِذٍ سَمّٰی عَتِیْقًا''.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ تو اللہ کے عتیق ہیں یعنی جہنم سے آپ کو اللہ نے آزاد کر دیا۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق پڑ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں، صحابہ کرام میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے یہی ہیں۔

اس کے بعد درجہ ہے شہداء کا یعنی جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی عزیز جان بھی قربان کر دی، شہیدوں کے بڑے فضائل ومناقب بیان کئے گئے ہیں ''یُغْفَرُ لِلشَّهِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ'' شہید کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔

اس کے بعد درجہ ہے صلحاء اور نیک لوگوں کا، ان چار گروہوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، انہیں کے راستے اور طریقے کی دعا کرنی چاہئے، نبی ﷺ کی ایک ایک سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہئے۔

تو کیا جواب دے گا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے بزرگ کہ حضراتِ اولیاء میں ان جیسا نور کسی کو عطا نہیں ہوا، جب آپ کا وصال ہوا تو پیشانی پر (قدرتی طور پر) لکھا ہوا تھا ''هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰهِ'' یہ اللہ کا دوست ہے۔ لیکن خوف اور ڈر کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ وضو کرتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال نہیں کر سکے بھول گئے تو اس کو لکھ لیا اپنے دامن پر کہ اگر کل قیامت کے دن آقائے مدنی ﷺ نے پوچھ لیا کہ معین الدین تو نے ہماری اس سنت کو کیوں چھوڑ دیا؟ تو کیا جواب دوں گا! یہ سوچ کر برابر روتے رہتے تھے۔ نیک اور صالح آدمی وہی ہے جو اللہ کا خوف رکھے اور جب اللہ کا خوف دل میں رکھے گا تو وہ ہمیشہ سچ بولے گا، جھوٹ سے اس کو نفرت ہوگی۔

سچ آدمی کو نجات دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ'' اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''اِنَّ الصِّدْقَ یُنْجِیْ وَالْکِذْبَ یُهْلِکُ'' سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔

حجاج بن یوسف کتنا بڑا ظالم تھا، ایک دفعہ خطبہ دے رہا تھا، دھوپ بہت تیز تھی، لوگ مسجد میں پسینے سے شرابور تھے، چونکہ پنکھے وغیرہ کا نظم نہیں تھا اور یہ خطبہ اتنا طویل کر دیا کرتا تھا کہ جمعہ کا وقت ہی ختم ہو جاتا تھا۔ ایک شخص نے حجاج سے کہا کہ تو نے خلق خدا کو پریشان کر رکھا ہے، ہرگز اللہ تجھے معاف نہیں کرے گا، جذبات اور غصے میں آ کر جو کچھ دل میں آیا کہہ ڈالا، پھر حجاج نے اس کو قید میں ڈال دیا، جب

قیدی کے گھر والوں کو معلوم ہوا تو حجاج سے آ کر کہنے لگے کہ اس کا دماغی توازن صحیح نہیں ہے، اس طرح کی باتیں وہ کہہ دیا کرتا ہے، اس لئے معاف فرمائیں اور رحم وکرم کا معاملہ کریں! تو حجاج بن یوسف نے کہا کہ اگر وہ میرے سامنے اپنی بیوقوفی کا اقرار کرلے تو میں چھوڑ دوں گا، چنانچہ قیدی کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے کوئی بیماری لاحق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت عطا کی ہے میں ہرگز جھوٹی بات نہیں کہہ سکتا، تو حجاج بن یوسف نے کہا کہ جا میں نے تیرے سچ کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ تو بڑا ہی مشہور ہے جب بغداد حصولِ علم کی لئے جارہے تھے تو ڈاکوؤں نے پورے قافلہ کی تلاشی لی، یہ چھوٹے سے کم وبیش سات سال کے بچے تھے، ان سے پوچھا کہ بیٹے تیرے پاس کیا ہے تو انھوں نے کہا کہ میرے پاس سو اشرفیاں ہیں، تو ڈاکوؤں نے پوچھا: کہاں؟ تو بتایا کہ میری ماں نے یہاں سی دی ہیں، ڈاکوؤں نے کہا اگر تم نہ بتاتے تو ہم لوگوں کو معلوم ہی نہ ہوتا، کوئی بہانہ کرجاتے، تو شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میری ماں نے مجھے نصیحت کی تھی کہ بیٹا جھوٹ مت بولنا، ڈاکوؤں کو بڑی حیرت ہوئی کہ اتنا چھوٹا بچہ اپنی ماں کی بتائی بات پر اس طرح سے عمل کررہا ہے اور ہم لوگ اتنے بڑے ہوکر بھی اپنی ماں کی کسی بات کا خیال نہیں کرتے، پھر سب کے سب ڈاکو تائب ہوگئے۔ یہ ہے سچ بولنے کا فائدہ اور نتیجہ۔

جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں

آپ ﷺ ایک دفعہ مسجد نبوی میں جارہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی گالی دے رہا ہے، تو آپ ﷺ رک گئے، وہ یہودی

گالی دیتا رہا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش رہے، جب بہت دیر ہوگئی تو کوئی بات کہہ دی تو حضور نبی اکرم ﷺ چل دیئے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کیوں چلے آئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک تم خاموش تھے فرشتے تمہاری باتوں کا جواب دے رہے تھے اور جب تم نے جواب دینا شروع کردیا تو وہ فرشتے چلے گئے، تو میں بھی چلا آیا۔

اس سے پتہ چلا کہ صدیق کا مرتبہ بہت بڑا ہوتا ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کاروبار کررہا ہے اور سچی قسم کھا کر بھی مال فروخت کررہا ہے کہ اللہ کی قسم یہ مال اتنے پیسے کا ہے تو بھی برکت ختم ہوجاتی ہے، یہ سچے لوگوں کا طریقہ نہیں ہے کہ مال بیچتے وقت بھی سچی قسم کھا کر مال فروخت کریں۔

اسلام کے اصول واحکام تو ایسے ہیں کہ آدمی ان پر عمل کرے تو دینی ودنیوی دونوں ترقی اسے حاصل ہوگی، معاملات کے تعلق سے آپ ﷺ نے فرمایا "مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا" جو ہم کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا جب کہ ایک دفعہ بازار میں گئے تو دیکھا ایک گیہوں کا تودہ اور ڈھیر لگا ہے، اس میں ہاتھ ڈالا تو نیچے بھیگے ہوئے گیہوں تھے، تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا کیا ہے؟ تو ان صاحب نے کہا یا رسول اللہ! رات میں بارش ہوئی اور گیہوں بھیگ گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھیگے ہوئے گیہوں کو اوپر کیوں نہیں رکھ لیا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں! صحابہ کرام میں یہی بات تھی کہ دین کے تمام شعبوں پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے، ایمانیات ہو یا عبادات، معاملات ہو یا معاشرت یا اخلاقیات ہر ایک میں کامل ومکمل تھے۔

مرنے والے کی برائی مت کرو

اور ہم ہیں کہ ہر معاملہ میں ناقص، اور ادھورے ہیں معاملات کا تو یہ حال ہے کہ اللہ کی پناہ! مسلمانوں کی نشانی اور علامت بدمعاملگی بن چکی اور بڑے ہی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ غیروں کے اخلاق سے ہم تو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے مگر ہمارے اخلاق ایسے ہیں کہ اپنے بھی دور ہو جاتے ہیں، سامنے تو ہوسکتا ہے کہ کچھ تعریف کردیں مگر جیسے ہی پیٹھ پھیر کر چلا، اس کا عیب بیان کرنا شروع کردیتے ہیں، جو شخص اپنے بڑے بھائی کو لعنت کرتا ہے یا اپنے ماں باپ کو برا بھلا کہتا ہے یا دل میں نفرت کرتا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، نبی اکرم ﷺ کی لعنت ہوتی ہے، فرشتوں کی لعنت ہوتی ہے پھر سمندر کی مچھلیوں اور سمندر میں رہنے والی مخلوقات کی لعنت ہوتی ہے، ہم اپنا محاسبہ کریں کہ آج کونسی خرابی ہم میں نہیں ہے، اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو دل کھول کر اس کی خوب برائی کرتے ہیں اور دسیوں عیب اس میں بتاتے ہیں، کیوں کہ زندگی میں کہنے کی ہمت نہیں تھی اب جو چاہیں بک لیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ موت کے بعد کسی کو برا مت کہو، اس کی خوبیاں ہی سامنے رکھو اور برائیوں سے درگذر کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ چلے جارہے تھے، راستہ میں ایک مری ہوئی بکری پڑی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین نے اپنی ناک اور منہ پر ہاتھ رکھ لیا، چونکہ اس میں سے بدبو بھی کافی آرہی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بکری کے قریب گئے اور کہا کہ اس بکری کے دانتوں کی سفیدی کتنی اچھی ہے، پھر فرمایا کہ مرنے کے بعد کسی کو برا مت کہو، اس کی اچھائی ہی سامنے رکھو۔

اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ صبح وشام تک کتنے گناہ کرتے ہیں اور کتنے نیک کام کرتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ یہی کرتے تھے، سونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرلیا کرتے تھے، نیکیوں پر شکر اور برائیوں پر ندامت اور افسوس کرتے تھے اور توبہ واستغفار کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرتے تھے۔ ابلیس نے ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ کے صحابہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہوں کیوں کہ سونے سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتے ہیں، لیکن ایک زمانہ وہ آئے گا جب آپ کی امت برائیوں کو نیکیاں سمجھ کر کرے گی، اس لئے توبہ واستغفار کی توفیق نہیں ہوگی۔ آج وہی زمانہ آگیا ہے کہ صبح سے شام تک ہم من مانی کررہے ہیں اور رات کو سارا وقت گپ شپ اور ٹی وی دیکھنے میں گذار دیتے ہیں۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اور ان کی احتیاط

دوستو! ہم کو بکثرت توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کی دعا ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے، رات میں پڑھ رہا تھا کہ رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا سالن بنا رہی تھیں، پیاز نہیں تھی کہنے لگیں کہ اگر پیاز ہوتی تو سالن اچھا بن جاتا، اس کا ذائقہ اچھا ہو جاتا۔ اللہ اکبر!

وہ اللہ والی کیسے گذارا کرتی تھیں کتنی تنگدستی تھی لیکن پھر بھی کوئی شکوہ شکایت نہیں، اتفاقاً ایک کوّا آیا اور اس نے پیاز ڈال دی تو خادمہ نے کہا کہ امی جان کوا پیاز لے آیا، اللہ نے پیاز بھیج دی، کہا: یہ کیسے؟ خادمہ نے کہا کہ کوا ڈال کر چلا گیا، تو میں نے اٹھالی، فرمایا: سبحان اللہ! پیاز تو بڑی اچھی ہے مگر معلوم نہیں کہ حلال ہے یا حرام، کوا کہاں سے لایا ہے کہاں سے نہیں، بغیر پیاز کے سالن تو بنالیا مگر اس پیاز کو استعمال

نہیں کیا۔ یہ ہے نیک لوگوں کا طریقہ کہ خواہش نفس کے پیچھے نہیں پڑا کرتے بلکہ ہر چیز میں ان کو شریعت کا اصول پیش نظر رہتا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ کھانا زندگی کے واسطے ہے نہ کہ زندگی کھانے کے واسطے۔

حلال مال روحانی اور جسمانی طاقت کے لئے مفید

حضور اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں، ایک عورت نے آپ کی دعوت کی راستہ میں، آپ نے قبول فرمالی، کھانے کے لئے بیٹھے تو لقمہ اندر نہیں جا رہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بلاؤ، اس عورت کو بلایا گیا تو فرمایا کہ یہ گوشت کہاں سے آیا؟ کہا: یارسول اللہ! میں نے اپنے پڑوسی سے بکری لی تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی قیمت تم نے ادا نہیں کی تو اس عورت نے کہا کہ میں نے پڑوس میں بکری لانے کے لئے بھیجا تو اس کے گھر میں اس کا مرد نہیں تھا، اس کی عورت نے کہا کہ تم بکری لے جاؤ جب میرے شوہر آئیں گے تو قیمت طے کرلیں گے، تو میں نے یہ بکری ذبح کر کے آپ کی دعوت کر دی، حضور ﷺ نے فرمایا بکری کی قیمت طے نہیں ہوئی، اصل مالک سے لیا نہیں گیا اس لئے یہ لقمہ اندر نہیں جا رہا ہے۔ یہ ہے انبیاء علیہم السلام کا وصف۔ لیکن دوستو! ہماری اور آپ کی ایسی حالت ہے کہ سب کچھ ہضم۔ مولانا صاحب بھی، امام صاحب بھی، حکیم صاحب بھی، صدر صاحب بھی، سکریٹری صاحب بھی اور فلاں صاحب بھی لیکن کھانے سے پہلے تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کھانے کو قیدیوں کو کھلا دو یہ ان کے لئے ہے، ہمارے لئے نہیں ہے۔

جب انسان سچائی کے راستے کی طرف چلتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں، آیت کا دوسرا ٹکڑا ہے "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ" اے اللہ! مجھے ایسے لوگوں کے راستے پر نہ چلا جن پر تو نے اپنا عذاب نازل کیا ہے، جن کو تو نے ناپسند کیا تھا اور جو لوگ گمراہ ہو گئے اور جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اے اللہ! ایسے لوگوں میں ہم کو شامل نہ فرما!

دوستو! ہم لوگ یہ آیتیں پانچ وقت نماز میں پڑھتے ہیں لیکن ان پر غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، میرے دل میں بات آئی کہ کیا کہوں؟ راستے میں آتے آتے میری زبان پر "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ" آیا، میں نے سوچا کہ مجھے بھی نصیحت ہو جائے گی اور آپ لوگوں کو بھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

تاجِ خلافت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً، قَالُوْآ اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ، قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ صدق اللہ العظیم.

"(اے نبی) رب نے تمہارے جب فرشتوں سے کہا
چاہتاہوں میں، زمیں پر اپنا نائب بھیجنا
بولے، کیا بھیجے گا تو دنیا میں اس مخلوق کو؟
جس کا شیوہ خوں فشانی اور فساد و (ظلم) ہو

اور ہم تسبیح اور تعریف کرتے ہیں (تری)
کرتے ہیں تقدیس یارب تیری ذاتِ پاک کی
حق نے فرمایا (نہیں تم مصلحت پہچانتے)
جانتا ہوں میں وہ سب کچھ جو نہیں تم جانتے"

مجرم کو اپنے عالم میں کیا رونما تو نے
محمدؐ کو بنایا شافعِ روزِ جزا تو نے
وہ جس کی انتہا شانِ نزول ابن آدم تھی
وہ جس کی ذاتِ بے ہمتا سے کی ہے ابتداء تو نے
بشر کو فخرِ مخلوقات کی تو نے فضیلت دی
بڑھایا جس کا رتبہ قدسیوں سے سوا تو نے

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام! آج کی اس پر رونق وبابرکت مجلس میں سب سے پہلے دنیا میں آنے والے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، قرآن کریم میں کئی ایک مقامات پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے، سب سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ آدم علیہ السلام کی آمد سے پہلے بھی یہ دنیا آباد تھی لیکن انسانوں سے نہیں بلکہ جنات وشیاطین سے اور آسمانوں میں یا جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کو منظور تھا، نوری خلائق یعنی فرشتے خدا تعالیٰ کی تحمید وتقدیس میں دوام واستمرار کے ساتھ لگے ہوئے تھے۔

اور جس فرشتے کو جس نوع کی عبادت پر مامور کردیا، اس کے لئے اس عبادت سے سرموانحراف کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی، اور زمین پر جن وشیاطین جورہا

کرتے تھے ان کی آپس میں بڑی خانہ جنگی بھی ہوا کرتی تھی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ان کی زبردست لڑائی ہوئی تو بحکم خداوندی فرشتے آئے ان کی سخت گوشمالیاں کیں، بہت سے مارے گئے، بہتوں کو دریاؤں، سمندروں اور جنگلوں میں پھینک دیا گیا، ان میں ابلیس بڑا ہی معصوم تھا، فرشتوں نے چھوٹا اور بھولا بھالا سمجھ کر اللہ سے سفارش کی اور اپنے پاس اس کو لے جا کر رکھ لیا، اور ابلیس نے اس گمان پر کہ مجھے زمین کا خلیفہ بنایا جائے گا، عبادتِ ربانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اپنا خلیفہ اور نائب انسان کو بنانا تھا، چنانچہ فرشتوں کے سامنے اس کا تذکرہ "وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق

اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے ذکر کرنا کس بنیاد پر تھا؟ اللہ تعالیٰ کو کسی سے مشورے کی ضرورت تو ہے نہیں، کیوں کہ مسئلہ کے تمام پہلو اللہ کے سامنے واضح اور روشن ہیں اور وہ خالق و مالک ہیں، کسی سے مشورہ لینے کی حاجت اور ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کے سامنے ذکر کرنا محض ان کی رائے کو ظاہر کرنے کے لئے تھا۔

دوسری وجہ جو آیت کریمہ سے واضح ہے وہ یہ کہ فرشتے سمجھ رہے تھے کہ ہم سے زیادہ افضل و اعلیٰ کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ پیدا نہیں کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت میں اس کی تصریح بھی موجود ہے، فرشتے آپس میں کہتے تھے "لَنْ یَّخْلُقَ اللّٰہُ خَلْقًا اَکْرَمُ عَلَیْهِ مِنَّا وَلَا اَعْلَمُ" اللہ تعالیٰ کوئی مخلوق ہم

سے افضل اور اعلیٰ پیدا نہ فرمائیں گے۔ اس سے فرشتوں کو بتانا بھی مقصود تھا کہ تمہارا نظریہ تمہارا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے "اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے ہو۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور تین مرحلوں میں ان کے جسم میں روح پھونکی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر چیز سکھلائی

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے تعارف کا انداز بڑا نرالا تجویز کیا، حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ جاؤ فرشتوں کو سلام کرو، جب حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو سلام کیا تو ان کو اندازہ ہوا کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے، جس کو سلام کرنے کا طریقہ اور ڈھنگ بھی سکھایا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ" آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ سلام شعائر اسلام میں سے ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے ملے خواہ پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو، اسے سلام کرے، سلام سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، تکبر، حسد، کینہ اور بغض جیسی گندی خصلتیں دور ہوتی ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے "اَلْبَادِیْ بِالسَّلَامِ بَرِیْئٌ مِنَ الْکِبْرِ" سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہے۔ سلام کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ آدم علیہ السلام کو اس کا حکم دیا گیا کہ فرشتوں کو سلام کرو اور آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام اور ان کے خواص بھی سکھلا دیئے "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ" اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام بتلا دیئے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا کہ ان چیزوں کے نام بتلاؤ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بہتر مخلوق پیدا نہیں کریں گے،

فرشتوں نے دست بستہ عرض کیا”قَالُوْا سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ“ اے ہمارے پروردگار! آپ کی ذات پاک ہے ہمیں تو انہیں چیزوں کا علم ہے جو آپ نے سکھلائی ہیں، بے شک آپ بڑے علم والے، بڑی حکمت والے ہیں۔ جس کا حاصل اپنے خیال سے رجوع اور اس کا اقرار واعتراف تھا کہ زیادہ اعلیٰ وافضل مخلوق بھی موجود ہے اور یہ کہ زمین کی نیابت کے لئے وہی موزوں اور مناسب ہے۔

عالمِ اَرواح

جب فرشتوں نے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتلاؤ”قَالَ یٰاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ“ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ کیا میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمان وزمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہوں اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہوں اور جس کو تم چھپاتے ہو اس کو بھی جانتا ہوں۔ علمائے مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک ایک چیز کا علم دیا، حتی کہ چمچہ اور پیالہ تک کا نام اور اس کے خواص بھی بتلا دیئے، اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو ان کی تمام اولاد کے نام بھی بتادئے گئے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد اللہ جل شانہ نے آپ کی کمر کے داہنے حصہ پر اپنا دستِ قدرت مارا تو چیونٹی کے برابر قیامت تک پیدا ہونے والی مسلمان اولاد نمودار ہوئی، پھر بائیں طرف ہاتھ پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والی تمام کافر اولاد نکلی۔ اسی لئے بائیں

طرف کی ذریت کے چہرے کالے اور دائیں طرف کی ذریت کے چہرے سفید تھے، ان سفید چہروں میں آدم علیہ السلام نے ایک چہرہ دیکھا کہ بہت ہی چمک رہا ہے تو آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! یہ کون شخص ہے؟

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہارے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ ان کو نبوت بھی دیں گے اور بادشاہت بھی عطا کریں گے، حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: ان کی عمر کیا ہوگی، اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا، ساٹھ سال اور حضرت آدم علیہ السلام کو یہ بھی بتادیا تھا کہ تمہاری عمر ایک ہزار سال ہوگی، تو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! میری عمر میں سے چالیس سال میرے بیٹے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمادے، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تحریر فرمادیا کہ تمہارے بیٹے داؤد کی عمر سو سال ہوگئی، ایک روایت میں آیا ہے کہ جب داؤد کی عمر ساٹھ سال ہوگئی تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! ان کی عمر تو پوری ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی نہیں، ان کے باپ نے چالیس سال اپنی عمر میں سے ان کو عطا کردیئے چنانچہ ان کی عمر سو سال کی ہوگئی، اور جب سو سال کے مکمل ہوگئے تو ان کی روح قبض کی گئی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی روح کب قبض کی گئی یہ اخیر میں بتا کر اپنی بات ختم کروں گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سبق حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کو پڑھایا، ایک ہی کلاس میں سب کو پڑھایا گیا، مگر فرشتوں میں سے کسی کے ذہن میں نہ آسکا جبکہ آدم علیہ السلام نے سب محفوظ کرلیا اور فرفر سنا دیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وہ ذہن مرحمت فرمایا جو اللہ جل شانہ کی اور منشاء کو سمجھ سکے، اسی لئے حضرت آدم علیہ السلام سمجھ گئے اور فرشتے عاجز رہ گئے۔

اسکول کے اندر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک ہی لیسن سارے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے، دوسرے دن جب کلاس لیڈر پوچھتا ہے تو صرف ایک ہی بچے کو یاد ہے، تو استاذ کہتا ہے کہ سب اس کا استقبال کرو، چنانچہ سب اس کا استقبال کرتے ہیں، اسی طرح جب آدم علیہ السلام نے فرفر بتادیا تو فرشتوں سے اور ابلیس سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو ''اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ'' آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ ''فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ'' سارے کے سارے فرشتے سجدے میں گر گئے مگر ابلیس لعین نے سجدہ نہیں کیا، ''اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ'' سجدہ کرنے سے انکار کیا اور تکبر بھی کیا۔ ابلیس نے کہا ''خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ'' اے اللہ آپ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھے آگ سے پیدا کیا (مٹی کو اگر آسمان سے بھی گراؤ نیچے ہی گرے گی اور آگ کو نیچے ہی جلاؤ تو بھی اوپر ہی کو جائے گی، میں تو ترقی کرنے والا ہوں) ہونا تو یہ چاہئے کہ آدم مجھے سجدہ کریں نہ کہ میں آدم کو، ابلیس کی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کو اتنا غصہ آیا کہ اس کو راندۂ درگاہ کردیا، شیطان نے کہا تھا کہ اے اللہ مجھے قیامت تک مہلت دے! اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مہلت عطا فرمادی، پھر کہا: میں تیرے بندوں کو ضرور بہکاؤں گا، ان کے دائیں سے بھی بائیں سے بھی، آگے سے بھی پیچھے سے بھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس! سن لے کہ اگر کوئی ستر برس تک بھی مجھ سے روٹھا رہا لیکن ایک بار صدق دل سے توبہ کرلے تو میں اسے معاف کردوں گا۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہنے لگے، ایک روایت میں ہے تینتالیس سال رہے؟ نوسوستاون سال دنیا کے میں رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر ایک ہزار سال

رکھی، ایک نکتہ کی بات بھی آپ لوگوں کو بتاتا چلوں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں اتارا تو یہ فضیلت ہندوستان کو حاصل ہوئی۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں

ابلیس نے عہد کرلیا تھا کہ انسانوں کو بہکاؤں گا، اور ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ عداوت اس کو حضرت آدم علیہ السلام ہی سے تھی، کیوں کہ انہیں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا، اس لئے ان کے بہکانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادیا، بالآخر اپنے ناپاک منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس پھل کو کھانے سے منع فرمایا ابلیس لعین اسی پھل کے کھانے کا سبب بنا جس کے نتیجہ میں حضرت آدم وحوا علیہما السلام دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا

حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آئے اللہ کی عبادت وریاضت کی اور اللہ تعالیٰ سے کثرت سے توبہ واستغفار کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ''رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ'' پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے رہے، یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے معاف فرمادیا۔ ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! محمد ﷺ کے واسطے سے میری دعا قبول فرما، تو اللہ جل شانہ نے دعا قبول فرمالی اور فرمایا آدم! تمہیں کیسے محمد ﷺ کا مقام معلوم ہوا عرض کیا جس وقت عرشِ الٰہی کو میں نے دیکھا تو سب سے پہلے مجھے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا دیکھا تو میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ محمد ﷺ کا نام لکھا ہے، یہ بہت ہی اہم ہستی ہے، اللہ جل شانہ نے فرمایا، اس دنیا کو محمد

ﷺ ہی کی وجہ سے بسایا گیا ہے معلوم ہوا سیدنا آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجنے کی بہت سی وجوہات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال

ابلیس نے جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کو کہا تھا کہ اگر اس پھل کو استعمال کر لوگے تو تم ہمیشہ جنت میں رہوگے، حضرت آدم علیہ السلام کا مقصد ہرگز یہ نہیں تھا کہ دنیا کے اندر عیش وعشرت کے لئے زندہ رہوں بلکہ اللہ کی عبادت کے واسطے آپ کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ ایسی عظیم نعمتیں دی ہیں تو میں بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار سال کی عمر عطا فرمائی وصال کے وقت آپ نے فرمائش کی کہ میرے بیٹوں میں سے وہ نمازِ جنازہ پڑھائے جس کی عمر سب سے زیادہ ہو، لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو آگے کر دیا اور آپ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ، هُدًى لِّلنَّاسِ، وَقَالَ تَعَالٰى فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ، وَقَالَ تَعَالٰى وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

”ماہِ رمضاں، جس میں قرآنِ (مبیں) نازل ہوا
جو (بہ ہر عنوان) لوگوں کے لئے ہے رہ نما“
”تم میں سے جو یہ مہینہ پائے وہ روزہ رکھے“

''میرے بندے جب مجھے پوچھیں، کہو میں ہوں قریب
جب دعا مانگے کوئی تو میں دعا کا ہوں مجیب
چاہیئے ان کو کہ مانیں حکم اور ایمان لائیں،
کیا تعجب ہے جو وہ اس طور راہِ راست پائیں''

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

بزرگانِ محترم ونوجوانانِ اسلام! یہ مہینہ جو چل رہا ہے بڑی ہی خیر وبرکت والا ہے، اس مہینہ میں جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور جنت کو آراستہ وپیراستہ کردیا جاتا ہے، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے والا کبھی نامراد وناکام نہیں ہوتا ہے، حدیث میں ہے جب بندہ دعا کرتا ہے تو اس کا ہاتھ ابھی نیچے گرتا بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرلیتے ہیں۔

جوشخص اس مہینہ میں محروم رہا تو گویا وہ تمام ہی خیر وبرکات سے محروم رہا، جس طرح سے ہر چیز کا ایک موسم اور سیزن ہوتا ہے اسی طرح نیکیوں کا موسم اور فصل بہار یہ رمضان کا برکت والا مہینہ ہے۔

کتبِ سماویہ کا نزول بھی رمضان میں

میں نے قرآن کریم کی تین آیتیں تلاوت کی ہیں، انہیں کی روشنی میں کچھ باتیں عرض کرنی ہیں، سب سے پہلے ''شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ'' میں نے پڑھی ہے، یہ آیت طویل ہے مگر ایک ٹکڑے پر میں نے اکتفاء کیا، ''رمضان

کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآنِ کریم نازل کیا گیا'' روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اور آسمانی کتابیں بھی رمضان ہی میں نازل ہوئیں، توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اسی بابرکت مہینہ میں نازل ہوئیں، لیکن ان تمام کتابوں میں قرآنِ کریم کو جو مقام ومرتبہ حاصل ہوا وہ کسی اور کتاب کو نہیں کیوں کہ بقیہ کتابوں کو دوام وبقا کی دولت سے سرفراز نہ کیا گیا۔

قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے کہ انسان جب اس کو پڑھتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے، اس کو کتنا ہی نہ پڑھ لے مگر اس سے سیرابی نہیں ہوتی، دنیا کے بڑے سے بڑے عقلمند اور دانشور کا کلام کیوں نہ پڑھ لیں، کسی معشوق کا کلام اس کا خط پڑھیں، چند بار پڑھیں گے، بالآخر طبیعت اکتا ہی جائے گی، لیکن قرآن کریم ایسا کرشمہ ہے کہ اس کو جتنا پڑھو اتنا ہی مزید حلاوت وچاشنی ملتی ہے، اور اگر معانی سمجھ کر پڑھیں تو پھر کیا کہنے۔

ایک بزرگ گذرے ہیں ابوبکر ابن عیاش رحمۃ اللہ علیہ ان کا انتقال ہونے لگا تو ان کی بہن رونے لگیں، تو انہوں نے کہا: ہمشیرہ! کیوں روتی ہو؟ میں نے اپنی پوری زندگی میں اس گھر کے اندر اٹھارہ ہزار قرآنِ کریم ختم کئے ہیں، آپ بےفکر رہیں، آپ کے بھائی کو اللہ تعالیٰ سزا نہیں دیں گے، انشاء اللہ! آپ کا بھائی روح نکلتے ہی جنت میں پہنچ جائے گا۔ سبحان اللہ!

قرآنِ عظیم سے شغف ومحبت کا انوکھا واقعہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کریم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے مباحثہ کرے گا اور اپنے پڑھنے والی کی سفارش کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی سفارش قبول فرمائیں گے۔

دوستو! کتنی بڑی فضیلت ہے، لیکن آج کل لوگوں کا مزاج بدل چکا ہے، احوال بدل چکے ہیں اور قرآن سے وہ شوق ومحبت نہیں ہے جو ہونی چاہئے، ایک عجیب وغریب سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم سے محبت وعقیدت مومن کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، اس زمانہ میں جب کہ ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی، ایک صاحبِ دل بزرگ تھے، ان کا نام منشی یوسف تھا، یہ بھی گورنمنٹ سروس کیا کرتے تھے، پورے محلّہ اور علاقہ کے لوگ انہیں اچھی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے، گاؤں میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا، منشی صاحب بھی اس جنازہ میں شریک ہوئے، جب میت کو دفنانے لگے تو منشی جی کا کوئی اہم کارڈ جو حکومت کی طرف سے ملا ہوا تھا وہ قبر میں گر گیا، مگر اس وقت یاد نہیں رہا، جب گھر آ گئے تو یاد آیا، میت کے گھر والوں کے پاس گئے اور پورا ماجرا سنایا تو گھر والوں نے کہا کہ جب ایسا اہم کارڈ ہے تو چل کر نکال لو، پرانا زمانہ تھا، آج کل کی طرح قوانین نہیں تھے کہ قبر دوبارہ کھودنے کے لئے پولیس کو بلاؤ، ان کو روپئے پیسے اور رشوتیں دو، ان سب بکھیڑوں کی کچھ ضرورت ہی نہیں تھی، دو چار آدمی مل کر گئے اور قبر کھودی تو بڑا ہی تعجب ہوا کہ پوری قبر پھولوں سے بھری ہے، اور میت وہاں نہیں ہے، پھولوں کو ہٹایا اور کارڈ لیا پھر کہنے لگے کہ آخر ابھی دوتین گھنٹے پہلے یہاں میت دفن کر کے گئے تھے، وہ کہاں گم ہوگئی، پھر دیکھا کہ قبر کے اندر ایک سوراخ ہے، اس سوراخ کے اندر سے نظر آ رہا ہے کہ صاحب قبر جن کا انتقال ہوا تھا وہ بڑے آرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، اور وہاں بڑی کشادہ جگہ ہے، بہرحال قبر کو بند کیا اور واپس آنے کے بعد بیوی سے پوچھا کہ تمہارے شوہر کا کیا عمل تھا کہ ان کو اتنا بڑا انعام ومرتبہ حاصل ہوا؟ تو بیوی نے کہا کہ میرے شوہر نمازی تو ضرور تھے مگر پڑھے لکھے نہیں تھے، میری ان سے شادی ہوئی تو میں نے کچھ سورتیں انہیں سکھلا دی

تھیں، لیکن ان کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد قرآن کھول کر بیٹھتے اور انگلی رکھ کر یہ کہتے کہ ''اے اللہ! تو نے جو کچھ اس میں بیان کیا یہ بھی سچ ہے، جو اس میں بیان کیا یہ بھی سچ ہے، جو اس میں بیان کیا یہ بھی سچ ہے'' اس طریقہ سے دو چار اوراق پر انگلی پھرا کر کہتے اور پھر رکھ دیتے، بس اتنی سی بات ہے باقی تو کوئی عمل ایسا نہیں تھا، منشی جی نے فرمایا کہ چونکہ ان کو قرآن سے محبت تھی اسی لئے اللہ نے ان کو یہ بلند مقام عطا کیا، وہ قرآن پڑھنا نہیں جانتے تھے، مگر قرآنِ کریم سے محبت نے ان کو ایسا مرتبہ عطا کیا کہ دنیا نے دیکھ لیا، اس لئے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم نے تو قرآن کریم حفظ نہیں کیا، صرف ناظرہ ہی پڑھ سکتے ہیں یا صرف چند سورتیں ہی پڑھ سکتے ہیں، اگر کسی کو ایک ہی سورۃ آتی ہو تو ایک ہی سورت بکثرت تلاوت کرتا رہے، اللہ تعالیٰ اس پر بھی اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

حافظ کا مرتبہ

جو لوگ پورے قرآن کے حافظ قیامت کے دن ان کے لئے حکم ہوگا کہ قرآنِ کریم پڑھتا جا اور چڑھتا جا، جتنی آیتیں ہوں گی اتنی ہی منزلیں ہوں گی، اللہ رب العزت حفاظ کو جو مقام ومرتبہ عطا فرمائیں گے اس کا اندازہ یہاں دنیا میں نہیں لگایا جاسکتا ہے، قرآنِ کریم کے اندر کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں، تو اس اعتبار سے ایک حافظ کو چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ منزلہ اور حافظ کے والدین کو اللہ تعالیٰ ایسا تاج پہنائیں گے کہ دنیا کے چاند وسورج کی روشنی اس کے سامنے ہیچ ہیں، اور حفاظ ایسے ساٹھ آدمیوں کی سفارش کریں گے جن کے دوزخ میں جانے کا اعلان ہو چکا ہوگا اور دوزخ ان پر واجب ہو چکی ہوگی۔

لمحۂ فکریہ

دوستو! آج ہمارے یہاں ڈاکٹر بنانا، انجینئر بنانا، آفیسر بنانا اور خدا معلوم کیسے کیسے کورس چل رہے ہیں، ہم لوگ یہ سب کچھ سکھاتے ہیں اور بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ صاحب ہمارا بچہ تو انجینئرنگ پڑھ رہا ہے، ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کررہا ہے، اور اگر قرآنِ کریم پڑھاتے ہیں تو یہ فخر کے ساتھ بیان نہیں کرتے کہ ہم اپنے بچے کو قرآنِ شریف حفظ کرارہے ہیں، بلکہ بہت سے لوگ پڑھاتے ہی نہیں کہ میرا بچہ اگر قرآن پڑھ لے گا تو اس کی روزی روٹی کا کیا بندوبست ہوگا؟ اور دنیوی تعلیم حاصل کرے گا تو اونچی اونچی تنخواہیں حاصل کرے گا۔

یہ بات یاد رکھیں کہ کوئی بھی حافظِ قرآن بھوکا نہیں رہتا ہے اور اس کا اصل فائدہ تو آخرت میں ہے۔

حافظ قرآن کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ ہمارے اس بندہ کے سینہ میں قرآن محفوظ تھا تم اس کی قبر کی زیارت کرو، چنانچہ فرشتے اس کی قبر کی زیارت کرتے ہیں، اور جس نے ایک مرتبہ زیارت کرلی، پھر قیامت تک اس کا نمبر دوبارہ نہیں آئے گا، یہ ہے قرآنِ کریم کو حفظ کرانے کا فائدہ! مسلمانوں میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنے بچے کو قرآنِ کریم پڑھانے میں توہین سمجھتے ہیں، میں ایسے لوگوں کو کہا کرتا ہوں جو کہتے ہیں کہ میں اپنے بچے کو اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ بھیج رہا ہوں، انگلینڈ بھیج رہا ہوں، قرآن کریم سے اعلیٰ تعلیم اور کیا ہوسکتی ہے؟ قرآنِ مجید سے بڑھ کر کوئی تعلیم نہیں، ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے، اس کی تعظیم کرنی چاہئے، اس پر عمل کرنا چاہیے۔

روزہ کا ثواب اور اسکی مقدار

دوسری آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی وہ ہے "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے لازم ہے کہ وہ مہینہ بھر کے روزے رکھے۔

روزے کے خیر وبرکات بے شمار ہیں، حدیث قدسی ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں! یعنی دیگر عبادتوں کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دلواتے ہیں، لیکن روزہ صرف اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اللہ ہی خود اس کا بدلہ دیتے ہیں، کل قیامت کے روز جب اعمال نامے کھولے جائیں گے تو کسی کا روزہ ایک دیگ کے برابر ہوگا، کسی کا دس دیگ کے برابر، کسی کا ایک پہاڑ کے برابر، کسی کا دس اور بیس پہاڑ کی برابر ہوگا، یعنی آدمی میں جتنا اخلاص ہوگا اتنا ہی بڑھا کر ثواب عطا کیا جائے گا، ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی سا کام بھی بلا اصول وضابطے کے ٹھیک طور سے انجام نہیں پاتا تو روزہ جیسی عظیم عبادت کا کوئی اصول وضابطہ نہیں؟ روزہ رکھ کر آدمی اپنی زبان کی حفاظت کرے، غیبت، چغل خوری سے اپنی زبان کو بچائے، حرام مال سے اپنے پیٹ کو نہ بھرے، بلکہ مشتبہ مال سے بھی بچنا ضروری ہے، کوئی بھی گناہ ہو چھوٹا یا بڑا ہر وقت بچنا ضروری ہے، مگر جس طرح بعض دفعہ عبادتوں کا درجہ اور مرتبہ مکان وزمان کی اعتبار سے بڑھ جاتا ہے، اسی طرح گناہوں کا حال ہے، ظاہر ہے کہ رمضان جیسا مہینہ پاکر اگر کوئی شخص گناہوں سے باز نہیں آیا بلکہ برائیوں میں ملوث رہا تو اس کی بدبختی کا کیا ٹھکانہ، اس لئے رمضان میں تو بطورِ خاص اپنے آپ کو برائیوں سے بچانا چاہئے اور پورے طور پر اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہئے۔

ڈاڑھی منڈانا دائمی گناہ

بہت سے لوگ روزہ رکھتے ہیں، مگر ان کے لباس اسلامی نہیں، ان کا طریقہ اسلامی نہیں، ان کے چہرے اسلامی نہیں، حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ان کے چہرے پر نہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں اور جمعہ آتے ہی ڈاڑھی منڈاتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو اس کا ایک گناہ لکھا جاتا ہے، مثلاً شراب پی لی اس کا گناہ لکھ لیا گیا، زنا کیا تو اس کا گناہ لکھ لیا گیا اور بس، مگر جب ڈاڑھی منڈوالی تو ہر وقت وہ گناہ میں مبتلا ہے، وہ نماز میں ہے لیکن فرشتہ ڈاڑھی منڈانے کا گناہ لکھ رہا ہے، کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہے مگر فرشتہ ڈاڑھی منڈانے کا گناہ لکھ رہا ہے، حرم شریف میں بیٹھ کر تلاوت کر رہا ہے تو نیکیوں کا ثواب تو مل جاتا ہے مگر گناہ بھی لکھ لئے جاتے ہیں، غرض یہ کہ چوبیس گھنٹے ڈاڑھی منڈوانے والا گناہ میں ملوث رہتا ہے۔ آج کل ہمارے نوجوان کو ہماری مائیں اکساتی ہیں کہ ارے تم نے ڈاڑھی کیسے رکھ لی؟ ابھی تو تمہاری شادی بھی نہیں ہوئی، ابھی تو تمہیں دلہا بھی بننا ہے، اگر آج ہی ڈاڑھی رکھ لوگے تو تمہاری ڈاڑھی بہت بڑی ہو جائے گی، کوئی بھی لڑکی تم سے شادی نہیں کرے، ہماری عورتوں کے ایسے خیالات ہیں تو بچے بھی ویسے ہی ہوں گے، کیوں کہ والدین کا اثر اولاد پر بہت زیادہ ہوتا ہے۔

میں تو ڈاڑھی نہیں منڈا سکتا

تبلیغی جماعت میں ایک شخص لگا اللہ کی توفیق سے اس نے ڈاڑھی رکھ لی، کچھ دنوں بعد اس نوجوان کا رشتہ لگ گیا، پھر معینہ تاریخ پر بارات جانی طے ہوئی، یہ لڑکا لاہور کا رہنے والا تھا اور کراچی بارات جانی تھی، جب بارات کراچی پہنچی تو کسی طرح

لڑکی نے لڑکے کو دیکھ لیا کہ اس کے چہرے پر تو بہت لمبی ڈاڑھی ہے، اس نے اپنے باپ سے کہا کہ ان کی ڈاڑھی تو آپ کی ڈاڑھی سے بھی بڑی ہے، اس لئے میں ان سے شادی نہیں کروں گی، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ آج منڈوالیں، چاہے بعد میں رکھ لیں، لڑکی کے باپ نے لڑکے سے جا کر کہا تو لڑکے نے کہا کہ میں تو ڈاڑھی منڈا نہیں سکتا، چاہے کچھ بھی ہو جائے، پھر لڑکے کے باپ سے کہا کہ میری لڑکی اس وقت تک آپ کے بیٹے سے شادی کے لئے تیار نہیں جب تک کہ وہ ڈاڑھی منڈا نہ لے، تو لڑکے کے باپ نے کہا، اگر ہم لوگ بغیر دلہن کے گھر جائیں گے تو محلّہ والے کیا کہیں گے، بڑی بے عزتی ہوگی ہماری ناک کٹ جائے گی، اس لئے لڑکے کو بلا کر سمجھایا اور بھی جتنے اقرباء واعزاء تھے سب نے اس کو یہی مشورہ دیا کہ آج ڈاڑھی منڈوا دو پھر رکھ لینا تو لڑکے نے بھی تدبیر سوچی اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی آتا ہوں، چنانچہ سیدھا ریلوے اسٹیشن پہنچا اور کسی دوسرے مقام پر چلا گیا، ادھر انتظار ہو رہا ہے کہ دلہا اب آئے اب آئے، ادھر دلہا بھی پریشان تھا بغیر دلہن کے گھر والے لعن طعن کریں گے، چونکہ رات بھی ہو چکی تھی اور سردی کا موسم بھی تھا، اس لئے سیدھا مسجد میں گیا اور مسجد کی حصیریں ایک طرف رکھی ہوئی تھیں اسی میں لپٹ کر سو گیا، اس محلّہ میں ایک خدا رسیدہ بزرگ اور مالدار شخص رہتے تھے، (ہمارے نوجوان کے لئے بڑا عبرت کا مقام ہے جو ڈاڑھی کو توہین سمجھتے ہیں، ڈاڑھی عیب سمجھتے ہیں، ان کو اس واقعہ پر غور کرنا چاہئے کہ وہ جماعت میں رہنے والا تبلیغ میں وقت لگانے والا سیدھا سادا نوجوان دین کا زیادہ علم بھی نہیں لیکن اللہ کے نبی کی سنت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں) رات کو ان کے خواب میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارا ایک بہت ہی محبوب اور پیارا امتی تمہاری مسجد میں سو رہا ہے، تم اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دو، اللہ اکبر!

وہ صاحب بھاگے ہوئے مسجد میں آئے، ادھر اُدھر دیکھنے لگے، حمام میں دیکھا، بیت الخلا میں بھی دیکھا مگر کہیں بھی کوئی نہیں، پھر حصیر کو دیکھا کہ ہل رہی ہے تو قریب جا کر دیکھا وہی نوجوان ہے جس کی شناخت حضور نبی اکرم ﷺ نے خواب میں کرائی تھی، انہوں نے کہا اٹھو، اذان ہوگئی، پھر نماز سے فراغت کے بعد اس نوجوان کو اپنے گھر لے گئے، غسل کرا کے نیا جوڑا زیب تن کرایا اور کہا کہ میں اور میرے خاندان والے آپ کے خادم ہیں۔ نوجوان نے کہا: میں تو ایک غریب آدمی ہوں، سیٹھ صاحب اتنی مہربانی کیوں؟ انہوں نے کہا کہ یہ مہربانی اس لئے ہے کہ مجھے آقائے مدنی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردوں، پھر محلّہ کے امام صاحب اور دیگر چند افراد کو بلا کر نکاح کر دیا اور بہت سارا سامان بھی دیا اور کہا دلہن کو اپنے گھر لے کر جاؤ۔

ادھر بارات والے سوچ رہے تھے کہ ہم لوگ گھر کیسے جائیں، بڑی رسوائی ہوگی، دلہے کا بھی پتہ نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ خودکشی کر لی ہو، والد کو بڑی فکر لاحق ہوئی، ایسے موقع پر محلّہ کے حاسدین بھی بڑی خوشیاں منایا کرتے ہیں، خیر کب تک ٹھہرتے، خدا خدا کر کے بارات واپس گئی، لیکن جب گھر آ کر دیکھا کہ دولہا بھی ہے اور دولہن بھی، اور یہ دولہن اس ہونے والی دولہن سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت اور خوب سیرت ہے، پڑھی لکھی اور دیندار بھی، اور بہت سارا مال بھی ساتھ لے کر آئی ہے، یہ واقعہ سن کر بہت سے نوجوانوں نے ڈاڑھیاں رکھ لیں۔

بندو! مجھے پکارو

میں رمضان المبارک کے تعلق سے عرض کر رہا تھا کہ یہ تقویٰ و پرہیزگاری کا مہینہ ہے، ہماری نیتیں درست ہوں، ہمارے چہرے درست ہوں، ہمارے دل بھی

درست ہوں، ہمارے دماغ بھی درست ہوں، ہر چیز میں درستگی آجائے، ہر چیز صحیح ہوجائے، ہماری سوچ اور فکر قرآن وسنت کے مطابق ہوجائے اور ہمارے سارے اعمال قرآن وسنت کے مطابق ہوجائیں تو خدا کی قسم! بڑے سے بڑے نازک وقت میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں رسوا نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے راستے کھول دیں گے۔

دوستو! یہ مہینہ اپنے آپ کو سنوارنے اور بنانے کا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا ہے، میں نے آخر میں جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ جسے جو کچھ مانگنا ہو مجھ سے ہی مانگے، کیوں کہ میں ہی سب سے زیادہ قریب ہوں، ”وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ“ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو ان کو بتادو میں قریب ہی ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لوگوں کو چاہئے کہ میرے احکام قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ ہدایت یافتہ ہوجائیں۔ ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ“ تم مجھے پکارو، میں تمہاری پکار کو سنوں گا۔

تیرا کفن بازار میں پہنچ چکا

اللہ نے موقع دیا ہے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے معافی مانگ لو، کل جب آنکھ بند ہوجائے گی تو افسوس ہوگا، حالانکہ اس افسوس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، آج ہم لوگ دھوکے میں ہیں کہ ہماری عمر تو ابھی بہت باقی ہے، جب بوڑھے ہوجائیں گے تو معافی مانگ لیں گے اور توبہ کر لیں گے۔

انسان کی زندگی تو برف کی طرح پگھل رہی ہے، مگر اسے احساس نہیں ہوتا ہے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب وغریب بات بیان فرمائی ہے کہ ”اے دوست! تو ابھی دنیا کے جھمگٹوں میں ہے حالانکہ وہ کپڑا بازار میں پہنچ چکا ہے جس میں تجھے کفن دیا جائے گا“۔ ہم خود غور کریں کہ جو لوگ گذشتہ سال رمضان میں ہمارے ساتھ تھے اس سال بھی ہیں؟ آدمی بہت سی امنگیں اور آرزوئیں اپنے دل میں لئے ہوئے ہوتا ہے لیکن تمناؤں اور آرزوؤں کے شیش محل خاک میں مل جاتے ہیں۔

اوّلین پرسش نماز بود

دوستو! آج بڑے ہی رنج وملال کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کیا آج کوئی نوجوان ایسا ہے جو ہاتھ اٹھا کر یہ کہہ دے کہ میں رات میں اپنے رب کو یاد کرتا ہوں، مسجد میں گڑگڑا کر اس سے دعائیں مانگتا ہوں، شاید سیکڑوں میں سے کوئی ایسا نوجوان نکل پائے، اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ مائیں بچوں کی تربیت نہیں کرتی ہیں اور جب جوان ہو کر کام کاج کرنے لگتا ہے تو اس کو نماز کا حکم دینا تو درکنار یہ کہتی ہیں کہ آج تو کام کر کے تھک گیا ہے، کھانا کھالے اور سوجا، روزہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے، تجھے تو اتنا سارا کام ہے۔

ہرگز نہ خیال کریں کہ بچوں کے حق میں یہ خیر خواہی ہے، بلکہ یہ تو سراسر بدخواہی ہے، آخرت میں سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اخیر عمر میں جب فجر کی نماز میں ایک مجوسی نے برچھا مارا تو آپ شہید ہو گئے تھے، اس دوران آپ کو بے ہوشی طاری رہتی تھی، لیکن ذرا ہوش آتا تو لوگ نماز کی تلقین کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ”ہاں ہاں! دین

میں اس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھے“۔ پھر غنودگی طاری ہو جاتی اور جگائے جاتے تو پھر یہی فرماتے اور جس طرح ممکن ہوتا نماز پڑھتے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

دوستو! آج ہمارے یہاں کوئی معمولی سی بیماری آجاتی ہے تو اسی میں بھلائی سمجھی جاتی ہے کہ بیمار کو آرام پہنچایا جائے، خواہ نماز چھوڑ کر ہی کیوں نہ ہو، نماز تو کسی حال میں معاف نہیں، اگر کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھے، بہرحال نماز کسی حالت میں معاف نہیں ہے، اگر آدمی کے ہوش وحواس درست ہیں تو نماز پڑھنا ضروری ہے، ہم ہر چیز کو بہتر اور عمدہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر آخرت کو بنانے کے لئے جن اسباب ووسائل کی ضرورت پڑتی ہے اس کی طرف بالکل توجہ نہیں ہو پاتی، جو چیزیں ہمارے ایمان کو پختہ اور مضبوط کرنے والی ہیں اس کی طرف ذہن ہی نہیں جاتا، جمعہ آگیا تو مسجد میں آکر نماز پڑھ لی، جمعہ کے بعد مسجدیں ترستی ہیں کہ نمازی سب کہاں چلے گئے؟ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ جمعہ کو شہر کی بڑی سے بڑی مسجد بھی تنگی کا شکار ہو جاتی ہے لیکن اسی دن عصر کی نماز میں مصلّیوں کی نصف تعداد بھی نہیں رہتی جتنی کہ جمعہ کی نماز میں تھی، بلکہ جمعہ کے بعد بقیہ نمازوں میں تو مسجدیں ماتم کناں رہتی ہیں، سچ کہا شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے۔

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے

حضورِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نمازیوں سے جب مسجد بھر جاتی ہے تو مسجد اللہ تعالیٰ سے ان نمازیوں کے لئے دعائے مغفرت کرتی ہے اور جب مسجد خالی ہوتی

ہے تو اہلِ محلّہ کے لئے بددعائیں کرتی ہے کہ اے اللہ! ان لوگوں کو جو تیرے گھر کو آباد نہیں کرتے اپنے عذاب کا مزہ چکھا۔ ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ”لَاصَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِیْ الْمَسْجِدِ“ مسجد کے پڑوس میں جو شخص رہتا ہے اگر تنہا پڑھے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ یہ اس شخص کے لئے وعید ہے جو مسجد میں نہ جا کر اپنے گھر نماز پڑھ لے یا جماعت ختم ہونے کے بعد جا کر ہمیشہ تنہا نماز پڑھے، تو آپ خود بتائیے کہ اس شخص کے لئے کیا وعید ہوگی جو سرے سے نماز ہی نہ پڑھے۔

ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی

میرے عزیز دوستو! ہمارا حال یہ ہی کہ رمضان کا برکت والا مہینہ چل رہا ہے لیکن ہمارے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی، جس طرح بقیہ گیارہ مہینوں میں رہا کرتے تھے اسی طرح آج بھی ہیں، ہاں فرق آیا ہے تو سحر وافطار میں کہ سحر میں تو اچھی طرح کھا لیتے ہیں اور افطار میں بھی دسیوں قسم کی غذاؤں سے دسترخوان کو آراستہ وپیراستہ کیا جاتا ہے صبح کا بھوکا نفس کھانے پر جب ٹوٹتا ہے تو مت پوچھئے! کھانے پینے سے شریعت نے منع نہیں کیا ہے، مگر اس کی ایک حد ہونی چاہئے، جب رمضان میں کم کھائیں گے تو رمضان کے انوار وبرکات ظاہر ہوں گے، اس لئے اس مہینہ میں نیک کاموں کی مشق وٹریننگ لے لیا کریں تاکہ دیگر مہینوں میں نیک کاموں کا کرنا آسان ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

سورۂ بقرا اور رمضان المبارک

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ، لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ، لَہٗ مَافِیْ السَّمٰوٰتِ وَمَا فِیْ الْاَرْضِ ط صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

”وہ خدا، معبود کوئی بھی نہیں جس کے سوا
زندہ وپائندہ، قائم رکھنے والا (دہر کا)
اونگھتا ہے وہ، نہ اس کو نیند آتی ہے (کبھی)
ہے جو کچھ ارض وسما میں، سب کا مالک ہے وہی“

کسی قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے! ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضاں بھاری ہے
تمہیں کہہ دو، یہی آئینِ وفاداری ہے؟
قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام! الحمدللہ آج سورۂ بقرہ مکمل ہوگئی، جو کچھ کم ڈھائی پاروں پر مشتمل ہے، یہ قرآنِ کریم کی سب سے بڑی سورۃ ہے، بزرگ و معظم تو قرآن کریم کی ہر صورت ہے لیکن اس سورۃ کا شمار بزرگ ترین سورتوں میں ہے، عقائد واعمال اسلام کی اہم ترین تعلیمات سب کی سب اس کے اندر آ گئیں اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ فلاں فلاں صحابی کو اس کے سیکھنے اور حاصل کرنے میں کئی کئی سال لگ گئے ہیں تو اس کی سیکھنے سے مراد محض تلاوت یا اس کا حفظ نہیں بلکہ اس کے احکام ومسائل پر عبور حاصل کرنا تھا۔ احادیث میں اس سورۃ کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں، ایک یہ کہ شیطان اور سورۂ بقرہ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، شیطان مصدر ظلم وضلالت ہے، ظاہر ہے کہ وہ مرکزِ نورِ ہدایت کے ساتھ کیوں کر اکٹھا ہوسکتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کی ایک بلندی ہے، قرآن مجید کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔ اس سورۃ میں ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن روزہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

روزہ ہر امت پر فرض رہا

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم

سے بیشتر امتوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم متقی ہوجاؤ۔ "الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" سے مراد اہل کتاب ہی ہوسکتے ہیں، چنانچہ اہل نظر مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں، ابن کثیر اور ابن العربی نے بھی اہل کتاب ہی مراد لیا ہے، لیکن بہت سے لوگوں نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء ﷺ تک کی تمام امتوں کو مراد لیا ہے، البتہ اس سے صرف یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح کیفیت کے ساتھ روزہ امت محمدیہ پر فرض ہے اسی طرح دیگر امتوں پر فرض کیا گیا، یعنی سب روزوں کی تعداد، اوقات کا تعین اور یہ کن ایام میں رکھے جاتے تھے۔ نص قرآنی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نفس روزہ ہر امت پر فرض کیا گیا تھا، خواہ اس کی کیفیت کچھ بھی رہی ہو، دونوں کی تعداد میں کمی بیشی بھی ہوسکتی ہے۔

روزۂ رمضان کی فرضیت کب

حضور نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہودِ مدینہ یومِ عاشورہ یعنی دس محرم الحرام کا روزہ رکھتے تھے، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیوں یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہو؟ لوگوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دس محرم الحرام کو نبوت عطا ہوئی اس لئے ہم لوگ عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے زیادہ حقدار اور مستحق ہیں، چنانچہ آپ ﷺ اور تمام صحابۂ کرام یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، پھر ۲ ہجری میں جب رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا تو عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی، اب عاشورہ کا روزہ رکھنا فرض اور واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور رمضان کے پورے مہینہ کے روزے ہر مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر فرض قرار

دیئے گئے، اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دیا تو بہت بڑا گنہگار رہوگا، اس آیت کریمہ کے اندر روزہ رکھنے کی غرض وغایت اور حکمت بھی بیان کردی گئی ہے، "لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" تاکہ تمہارے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر پیدا ہوجائے۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر دلوں میں اللہ کا خوف اور ڈر پیدا نہیں ہوا تو روزہ کی روح اور جان ضائع ہوگئی، روزہ رکھنے کا جو فائدہ ہونا چاہئے تھا وہ اسے حاصل نہ ہوسکا، روزہ رکھنے کے ڈاکٹر اور اطباء بھی بے شمار فوائد بتاتے ہیں کہ ایک ماہ کا روزہ رکھ لینے سے آدمی کی صحت وتندرستی صحیح رہتی ہے۔

قرآنِ کریم کا نزول رمضان المبارک میں

آگے بیان کیا گیا کہ قرآنِ کریم کا نزول رمضان کے برکت والے مہینہ میں ہوا، "شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ" جس میں قرآن کریم لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے نازل کیا گیا۔ روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ساری آسمانی کتابیں اسی مبارک مہینے میں نازل ہوئیں، لیکن جو مقام ومرتبہ قرآن کریم کو حاصل ہوا وہ کسی اور کتاب کو نہیں، چونکہ اس کو رہتی دنیا تک کے لئے باقی رکھنا تھا، یہ ایسی عظیم الشان کتاب ہے کہ اسلام کے دشمن اور مخالف بھی اس کو کلامِ الٰہی ماننے پر مجبور ہیں۔ اگرچہ قرآنِ کریم کو بہت سارے حیلوں اور تدبیروں سے بدلنے اور محرف کرنے کی کوشش کی گئی، مگر حفاظتِ خداوندی کا عظیم الشان وعدہ جو آیت کریمہ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ" (کہ ہم نے ہی یہ قرآنِ کریم اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) میں کیا گیا ہے، وہ پورا پورا صادق آیا ہے۔

اعتکاف اور اس کی قسمیں

اس کے بعد اعتکاف کا حکم بیان کیا گیا ہے، "وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ" اور اپنی بیویوں سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں ہو۔ آیت کریمہ میں لفظ مباشرت سے صرف جماع مراد نہیں ہے بلکہ بوس وکنار سے بھی منع کیا، یعنی اگر کوئی شخص حالت اعتکاف میں بوس وکنار کرے تو بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اعتکاف کہتے ہیں خاص شرائط کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے اور قیام کرنے کو، اعتکاف کی تین قسمیں ہیں، واجب، سنت اور نفل، واجب جو نذر ومنت کی وجہ سے ہو جیسے کوئی یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، اب اس کے لئے اتنے دن مسجد میں ٹھہرنا اور قیام کرنا واجب اور ضروری ہوگیا، نفل اعتکاف کے لئے نہ کسی وقت کا تعین اور نہ دن کا تعین کرنا پڑتا ہے، جتنے دنوں کا چاہے اعتکاف کرلے، البتہ کمی کے بارے میں اختلاف ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم ایک شب وروز کا اعتکاف ہونا چاہئے، امام شافعی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک تھوڑی دیر کا اعتکاف بھی صحیح ہے، علمائے احناف نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، اس لئے جب بھی مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت ضرور کرلیا کریں، تاکہ جب تک مسجد میں رہیں اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے، تیسرا اعتکاف سنت ہے، جو رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے، رسول اکرم ﷺ کی عادتِ شریفہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنے کی رہی ہے، اسی کو فقہاء نے سنت کفایہ قرار دیا ہے، یعنی بستی میں اگر کوئی ایک آدمی کرلے تو سب کی طرف سے ادا ہوجائے گا، روحانی طاقت وقوت پیدا کرنے اور ملکوتیت کو پیدا

کرنے کے لئے اعتکاف ایک مؤثر نسخہ ہے، کیوں کہ کامل تیس روز تک مسلسل روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے اور شب روز عبادت اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کی وجہ سے اس کی روح صیقل ہوچکی ہے، اب مزید اعتکاف کرنے کی وجہ سے ذکر وفکر کے منتہائے کمال پر پہنچ جائے گا، لیکن ہرکس وناکس کا ظرف اس مرتبہ کا تحمل نہیں کرسکتا، عجب عجب صورتیں ابتلاء کی پیش آجاتی ہیں، مثلاً یہی کہ کھانا لانے والا آدمی کھانا گھر سے دیر سے لایا اور معتکف بے اختیار اس پر غصہ سے برس پڑا، تو فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسی صورت میں اعتکاف نہ کرنا ہی بہتر ہے، کیوں کہ جو شخص اعتکاف کے حقوق ادا نہ کرسکے اس کے لئے اعتکاف کرنا مکروہ ہے، قرطبی کی عبارت ہے ’’وَبُكْرَةُ الدُّخُوْلِ فِيْهِ لِمَنْ تَخَافُ عَلَيْهِ الْعِجزِ عَنِ الْوَفَاءِ بِحُقُوْقِهِ‘‘۔

فضیلتِ جہاد

حضرین کرام! اعتکاف کے بعد جہاد اور حج کا بیان ہے، پھر قربانی اور نکاح کا ذکر کیا گیا ہے، جہاد کے تعلق سے کچھ باتیں آپ لوگوں کے گوش گذار کرتا دیتا ہوں، حضور نبی کریم ﷺ اور مسلمان تیرہ سال تک مکہ معظّمہ میں کفار کے ظلم وستم سہتے رہے، جب ان کے ظلم کی انتہاء ہوگئی تو ہجرت کی اجازت ملی، چنانچہ دو مرتبہ بجانب حبشہ کچھ صحابہ نے ہجرت کی، پھر بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کی، لیکن کافر ومشرک اور کنکر وشنکر کے پجاریوں لات وہبل کے علم بردار کہیں سکون واطمنان سے زندگی گذارنے کا موقع دینا نہیں چاہتے تھے، چنانچہ مکہ سے کوسوں فاصلہ پر مدینہ منورہ پر مسلمانوں اور اسلام کا استحصال کرنے کے لئے بار ہا ہلّا بولا، تو اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں کو تلوار اٹھانے اور اپنے ظلم کا دفاع کرنے کی اجازت دے دی، ’’اُذِنَ

لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا‘‘ ان لوگوں کو یعنی مسلمانوں کو بھی قتال کی اجازت دے دی گئی کیوں کہ ان پر ظلم کیا گیا، تو مسلمانوں نے بھی اپنے دین ومذہب کی حفاظت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تلواریں اٹھائیں اور اس راہ میں اپنی عزیز جانیں بھی قربان کردیں اور سو فیصد مسلمان بن کر ہمارے لئے نمونہ بنا کر چھوڑ گئے، انہوں نے دین کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے میں کبھی سستی اور پس وپیش سے کام نہیں لیا، جب کبھی اعلان کیا گیا ’’اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ‘‘ نکلو تھوڑے سامان کے ساتھ اور زیادہ سامان کے ساتھ اور جہاد کرو اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ تو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جان ہتھیلی پر رکھ کر نکل کھڑے ہوتے تھے اور شہادت کی تمنا اور آرزو کرتے تھے، ایک مومن کے دل میں ہمیشہ یہی جذبہ رہنا چاہئے کہ جب بھی کوئی موقع اللہ کی راہ میں جان دینے کا آجائے تو اس سے دریغ نہ کریں، کیوں کہ مومن کی جان اور مال دونوں اللہ نے جنت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں، ’’اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ‘‘ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے، اس لئے سمجھیں کہ یہ جان امانت ہے تاکہ اس کی راہ میں قربان کرنے سے کچھ افسوس نہ ہو، رسول اکرم ﷺ تمام نبیوں کے سردار، اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب لیکن آپ بھی شہادت کی تمنا کرتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔ یاد رکھیں کہ جہاد جیسے پہلے فرض تھا اسی طرح آج بھی فرض ہے اور قیامت تک چلتا رہے گا، اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ جہاد قیامت تک چلتا رہے گا۔

الصلوٰۃ الوسطیٰ سے کونسی نماز مراد ہے

جہاد کے بعد نکاح، طلاق وخلع اور رضاعت وغیرہ کا تذکرہ ہونے کے بعد نماز کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ”حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰةِ“ سے محققین نے صلوٰۃ (نماز) کے تین درجے قرار دیئے ہیں، ادنیٰ یہ کہ نماز وقت پر پڑھی جائے اور فرائض وواجبات ترک نہ کئے جائیں۔ اوسط یہ کہ جسم ہر طرح طہارت ظاہری سے آراستہ ہو، طبیعت اکل حلال کی خوگر اور عادی ہو، دل میں خشوع وخضوع ہو، سنن ومستحبات کی پوری رعایت ہو، گویا حق تعالیٰ کے مواجہہ میں ہو رہی ہے، ایسا حضورِ قلب واستغراق رہے۔

”حافظوا“ سے مراد پابندی اور ہمیشگی ہے، الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (درمیانی نماز) سے اکثر ائمۂ تفسیر نے نمازِ عصر مراد لی ہے، یوں تو اور بہت سے اقوال ہیں، مگر زیادہ رائج اور صحیح یہی قول ہے کہ اس سے نمازِ عصر مراد ہے۔

آگے چند آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت اور کافر جالوت کا واقعہ بیان فرمایا، مختصراً اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اسرائیل پر ایک کافر بادشاہ جالوت نامی مسلط ہوگیا تھا، جس نے ان کے کئی صوبوں کو دبالیا، ان کی اولاد کو قید کرلیا تو ان لوگوں نے اپنے پیغمبر سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ اس کے ساتھ مل کر ہم لڑیں، تو پیغمبر نے حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کیا، ان لوگوں نے کہا کہ وہ ہم سے تنگدست ہیں، وہ کیسے بادشاہت کے حقدار ہوسکتے ہیں، ان سے زیادہ مستحق تو ہم ہی ہیں، تو پیغمبر نے کہا کہ اللہ نے ان کو علم اور جسم وجثہ بھی عطا فرمایا ہے، اس لئے یہی حقدار ہیں، جب بنی اسرائیل ان کی بادشاہت پر راضی ہوگئے تو لڑنے کے لئے چلے، اللہ تعالیٰ نے ان کو

ایک نہر کے ذریعہ آزمایا، ان کو خوب پیاس لگی تو فرمایا کہ اس میں سے پانی مت پینا، صرف ایک چلو پی سکتے ہو، لیکن نہر پر پہنچے تو اکثر لوگوں نے سخت پیاس کی وجہ سے پیٹ بھر کر پانی پی لیا، پھر اس کے بعد کہا کہ اب ہم لڑ نہیں سکتے، چنانچہ اکثر لوگ تو ہمت ہار گئے، صرف تین سو تیرہ افراد تھے، جنہوں نے پانی پیا ہی نہیں یا بہت معمولی پیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

آیۃ الکرسی اور اس کی فضیلتیں

اس کے بعد تیسرے پارہ کے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ نے آیۃ الکرسی ذکر فرمائی ہے، آیۃ الکرسی کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، مسند احمد میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس آیت کو سب آیتوں سے افضل فرمایا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ قرآن میں کونسی آیت سب سے زیادہ عظیم ہے؟ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آیت الکرسی! آنحضرت ﷺ نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: اے ابی بن کعب! تمہیں علم مبارک ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو سیدۂ آیات القرآن ہے، وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان وہاں سے نکل جاتا ہے، اسی آیت میں اللہ جل شانہ کی توحید ذات وصفات کا تذکرہ ایک عجیب وغریب انداز میں بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا، زندہ ہونا، سمیع وبصیر ہونا، متکلم ہونا، واجب الوجود ہونا، سب کائنات کا خالق ہونا الغرض بہت سی چیزیں ذکر کی گئی ہیں۔ آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کی خاص الخاص نعمت ہے جو پوری دنیائے انسانیت کو خصوصاً امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

کہ جس گھر میں آیۃ الکرسی پڑھی جاتی ہے، اس گھر میں شیطان داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے، حضورِ اکرم ﷺ کے ایک صحابی تھے، غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ان کی ایک جن سے ملاقات ہوگئی، تو جن نے کہا کہ اگر آپ مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ کو ایک ایسی چیز بتاؤں گا جس سے شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس جنات کو پچھاڑ دیا تو اس نے کہا کہ ایک بار اور چنانچہ پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی پچھاڑ دیا تو جنات نے کہا کہ میں جو چیز آپ کو بتانا چاہتا ہوں درحقیقت وہ پہلے ہی سے آپ کو معلوم ہے یعنی آپ روزانہ آیۃ الکرسی پڑھتے ہیں، اس لئے میرا وزن آپ کو معلوم نہیں ہوتا، حالانکہ میں جناتوں میں سب سے زیادہ طاقتور ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے تو طاقتور معلوم نہیں ہوتا بلکہ ایسا لگتا ہے جیسا کہ کتے کے پاؤں ہوتے ہیں۔

آیۃ الکرسی درحقیقت بڑی جامع آیت ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت وجودی اور صفت شہودی دونوں ہی ذکر کی گئی ہیں، عرش وکرسی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مختصراً ایک دو بات ذکر کرکے اپنی بات ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا "سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ" اللہ تعالیٰ کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ یا اللہ! آپ سوتے کیوں نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ یہ حکم بھیجا کہ ایک شیشہ لے لو اور چند راتیں سوؤ نہیں، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، پھر جب ہلکی سی اونگھ آنے لگی تو وہ شیشہ ہاتھ سے چھوٹ کر گرا اور ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگیا، تب اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ موسیٰ اتنی سی اونگھ میں ایک شیشہ ٹوٹ گیا، اگر میں سوجاؤں تو کائنات کا کیا ہوگا۔ تو سونا صرف بندوں کی صفت ہے، اور یہ سونا درحقیقت انسان کو موت کی یاد دلاتا ہے کہ مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری اور فکر کرو۔

آگے اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمان وزمین اور ساری ہی کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی کرسی اتنی بڑی ہے جس کی وسعت کے اندر ساتوں آسمان وزمین سمائے ہوئے ہیں، اللہ جل شانہ نشست وبرخاست اور زمان ومکان سے بالاتر ہیں، اس قسم کی آیت کو اپنے معاملات پر قیاس نہ کیا جائے کہ جب اللہ تعالیٰ کی کرسی ہے تو انسانوں کی طرح نعوذ باللہ بیٹھے ہوئے ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں جو اللہ کی عظیم ہستی کی شایانِ شان ہے، البتہ مستند روایاتِ حدیث سے اتنا ثابت ہے کہ عرش وکرسی بہت عظیم الشان ہیں، جو تمام آسمان وزمین سے بدرجہا بڑے ہیں، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ کرسی کیا ہے اور کیسی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کی مثال کرسی کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ایک بڑے میدان میں کوئی حلقۂ انگشتری ڈال دی جائے۔

عرشِ الٰہی کی مقدار

عرشِ الٰہی اتنا بڑا ہے کہ اس کے آٹھ کونے ہیں، ہر کونے پر ایک فرشتہ ہے جو عرش کو اپنے کاندھے پر تھامے ہوئے ہے، اس فرشتہ کی مقدار اتنی ہے کہ ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دو ہزار برس کا فاصلہ ہے، پھر فرشتہ کتنا بڑا ہے اور عرشِ الٰہی کتنا بڑا ہے؟ (اللہ اکبر) اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ☆

سودی نظام کی تباہ کاریاں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ، وَقَالَ تَعَالٰی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

”سود کو (رسمِ معیشت سے) مٹاتا ہے خدا
جذبۂ خیرات کو وہ ہے بڑھاتا (برملا)
خوش نہیں، ناشکر اہلِ معصیت سے کبریا“

”مومنو، ایمان رکھتے ہو، تو خالق سے ڈرو
رہ گیا ہے سود جو باقی، اسے تم چھوڑ دو
یہ نہیں کرتے، تو پھر تیار رہنا چاہیے
لڑنے کو اللہ اور اس کے رسولؐ (پاک) سے“

اس سرابِ رنگ وبو کو گلستاں سمجھا ہے تو
آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اورعزیز طلبہ! تراویح میں آپ نے قرآن کریم سماعت فرمایا اسمیں سود کی مذمت کی گئی ہے، آج اسی تعلق سے کچھ باتیں گوش گذار کرنی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیوں کیا؟ سود کی برائیاں اوراس کے مضراثرات کے متعلق آیات تراویح میں سماعت کی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے سود کی حرمت اور اس کے نقصانات اورصدقات وانفاق فی سبیل اللہ کے فضائل ارشادفرمائے ہیں۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج سودی نظام نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، جب آدمی سانپ کو پکڑنے اوراس کو کنٹرول کرنے کا توازن اور ہنر کھودیتا ہے تو سانپ اس کو ڈستا بھی ہے اوراس کو لپیٹ کر جکڑتا بھی ہے، بعض سانپ کا مزاج ہے کہ پہلے وہ کاٹتا ہے، اس کے بعدوہ آدمی کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے، جان بھی لیتا ہے اورجسم کو بے کار بھی کردیتا ہے، اسی طرح سودی نظام ہے کہ انسان کے ایمان کو تو برباد ہی کردیتا ہے لیکن معاشرہ میں جو اس کی عزت ووقعت ہے اس کو بھی داؤ پر لگادیتا ہے، سودی نظام کسی بھی نبی کے دور میں جائز نہیں قرار دیا گیا، شراب کی حلت کا تو پتہ چلتا ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں شراب حلال تھی، اس

کے پینے پر کوئی پابندی نہ تھی لیکن سود ایک ایسی بلا ہے جس نے پورے معاشرہ کو تباہ وبرباد کردیا ہے، اس کو سماج کا ایک بڑا کوڑھ اور کینسر کہئے کہ جس سماج اور معاشرہ میں پھیل گیا وہاں کے بڑے بڑے اہل ثروت کا دیوالیہ نکل گیا، اسی لئے قرآنِ عظیم اور احادیث شریفہ نے سود کی بڑی مذمت بیان کی ہے۔

سود کا ادنیٰ درجہ

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اَلرِّبٰو سَبْعُوْنَ جُزْءً اَیْسَرُھَا اَنْ یَّنْکِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ“ سود کی ستر شاخیں ہیں اس میں سب سے ہلکا درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے منھ کالا کرے۔ یعنی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے، ظاہر ہے کہ کوئی خبیث الفطرت ہی ایسا گھناؤنا کام کرسکتا ہے، آیت کریمہ میں صاف بتادیا گیا کہ اگر تم لوگ سود سے باز نہیں آتے تو اللہ ورسول ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوجاؤ، ظاہر ہے کہ کوئی بھی اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ نہیں کرسکتا، قرآن وحدیث نے بڑی ہی شدت کے ساتھ سود کی خرابی اور اس کی تباہ کاری کو بیان کیا ہے، اسی واسطے شیطان بھی اس کی بڑی کوشش کرتا ہے کہ انسان کو اس گناہ میں ملوث کرکے چھوڑے، اس لئے سود کو ایک اچھی شکل میں پیش کرتا ہے، تاکہ بھولا بھالا انسان اس میں پھنس کر اپنے مالک حقیقی کے فرمان کو بھول جائے اور اس کے احکام کو پسِ پشت ڈال دے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی سود سے نہیں بچ سکے گا، اگر براہِ راست سود نہیں کھائے گا تو اس کی بھاپ تو کم از کم لگ ہی جائے گی۔ آج وہی زمانہ ہے کہ سود سے بچنا بڑا ہی مشکل ہے، لیکن ایک مومن کی کامیابی اور نجات اسی میں ہے کہ گناہ سے بالکلیہ احتراز کرے اور شیطان کے بہکاوے میں ہرگز نہ آئے۔

انسان کا دھوکہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے کہ جب بھیڑ یعنی بکرے کے جسم پر بال زیادہ آتے ہیں تو ان بالوں کو اتارنے کے لئے اس کے چاروں پاؤں کو باندھ دیا جاتا ہے، تو وہ یہی سمجھتا ہی کہ مجھے قصاب کے حوالہ کردیا گیا، مگر جب بال اتار کر اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو دھوکہ میں تھا، اس نے صرف میرے بال اتارنے کے لئے مجھے لٹایا تھا، میری کھال اور میرے گوشت کی اس کو ضرورت نہ تھی، پھر جب اس کے بال بڑھ جاتے ہیں تو اس کے پاؤں کو باندھا جاتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ مجھے قصاب کے حوالہ کردیا گیا اور مجھے ذبح کردیا جائے گا لیکن جب اس کے بالوں کو اتار کر چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ ہاتھ پیر جو باندھے جاتے ہیں وہ ذبح کرنے کے لئے نہیں بلکہ بالوں کو اتارنے کے لئے، لیکن آخری مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کو قصاب کے حوالہ کیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھتے ہیں تو یہی سمجھتا ہے کہ بالوں کو اُتارا جائے گا، حالانکہ اس کی گردن پر چھری پھیر دی جاتی ہے۔

اسی طرح انسان کا بھی حال ہے کہ ایک بار بیمار ہوتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کرتا ہے کہ شاید میرا انتقال ہوجائے گا لیکن جب تندرست ہوجاتا ہے افاقہ پاجاتا ہے تو مطمئن ہوجاتا ہے، پھر اگر بیمار پڑتا ہے تو اسے اندیشہ ہوتا ہے موت کا، مگر جب افاقہ ہوجاتا ہے اور صحت لوٹ آتی ہے تو پھر مطمئن ہوجاتا ہے، اسی طرح پھر بیمار ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں افاقہ پاجاؤں گا اور تندرست ہوجاؤں گا، حالانکہ اسی بیماری میں اسے موت آجاتی ہے اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

ہر حکمِ شرعی پر عمل کرنا فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بلا مقصد یوں ہی پیدا نہیں فرمایا، بلکہ اس کو کتاب دی، پیغمبروں کو بھیجا تا کہ اس کتابِ عظیم کی تشریح وتبیین کریں، شرائع اور احکام کا مکلّف کیا، من مانی ومن چاہی زندگی گذارنا تو جانوروں کا کام ہے، اللہ تعالیٰ نے بارِ امانت انسانوں ہی پر رکھا ”اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَهَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡهَا وَحَمَلَهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوۡمًا جَهُوۡلًا“ ہم نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا تو ان سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا، بلاشبہ انسان بڑا ہی ظالم اور نادان ہے۔

جب انسان نے بارِ امانت کو اٹھا لیا تو اس کا تقاضہ یہی ہے کہ شریعت کے ایک ایک حکم کی پابندی اور پاسداری کرے، خواہ وہ کسی بھی نوع کا ہو، یہی نہیں کہ صرف فرائض پر عمل کر لیا جائے اور حرام سے اجتناب کر لیا جائے بلکہ جتنی بھی ممنوعات ہیں خواہ حرام کی قبیل کی ہوں یا مکروہات کی، ہر ایک سے بچنا ضروری سمجھے۔

میں سود کے تعلق سے عرض کر رہا تھا، حقیقت تو یہ ہے کہ سود ایسی بری لعنت ہے کہ جو آدمی اس سود کے چکر میں پھنس گیا اس کی دنیا وآخرت دونوں تباہ وبرباد ہو گئیں، حضور نبی اکرم ﷺ جب شبِ معراج میں تشریف لے گئے تو وہاں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ اتنے بڑے ہیں جیسے کہ گھر ہوتے ہیں، اور ان کے پیٹ میں سانپ ہیں جو باہر سے نظر آ رہے ہیں، تو آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:

یہ سود کھانے والے ہیں۔ جب آدمی سود کھاتا ہے تو اس کے اثرات بھی بہت غلط پڑتے ہیں، یعنی وہ حق بات کہہ نہیں سکتا، بھلائی سوچ نہیں سکتا اور سچ لکھ نہیں سکتا۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو……

آپ دیکھئے کہ ساری دنیا میں کتنے بڑے بڑے ادارے قائم ہیں، لاکھوں یونیورسٹیاں، لاکھوں اسکول اور کالج ہیں جہاں پر ریگنگ بھی ہوتی ہیں، اساتذہ کے ساتھ زیادتی بھی ہوتی ہے، ان کے منہ پر تھوکا بھی جاتا ہے، لکچرار کو ٹانگ پکڑ کر گھسیٹا بھی جاتا ہے، اسکول کی مینجمنٹ کو گالیاں بھی دی جاتی ہیں، اسکول کی عمارت کو توڑا پھوڑا جاتا ہے، طلبہ کی یونین بن جاتی ہے تو جلوس نکالتے ہیں اور جو پڑھانے والے ٹیچر ہوتے ہیں انہیں کی خامیاں نکالی جاتی ہیں، لیکن کسی بھی اسکول اور کالج کے پڑھنے والے طالبِ علم کو دہشت گرد نہیں کہا جاتا، ساری خرابیاں ان میں ہوتی ہیں، نائنٹی پرسینٹ غیر مسلم طلباء جہالت سے بھرپور، بغض، حسد، کینہ، چغل خوری اور نقصان پہنچانے والا مادہ ان کے اندر ہوتا ہے، شیطان کی ساری صفتیں ان کے اندر ہوتی ہیں، مگر ان کو کوئی بھی برا نہیں کہتا! علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ شیطان بہت آرام سے بیٹھا ہے تو کہا عزازیل! تو کیوں اتنے آرام سے بیٹھا ہے، کیا تجھے کوئی کام نہیں ہے؟ اس نے کہا کہ آج میرا کام پڑھے لکھے لوگ کر رہے ہیں، اس لئے مجھے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ جتنے بھی شیطانی کام ہیں وہ سب اسکولی طلباء میں ہیں، جتنے بھی دہشت گرد ہیں وہ سب اسکول کے پڑھے ہوئے ہیں، ملک کے رازوں کو بیچنے والے، ملک ووطن کے ساتھ غداری کرنے والے اسکول کے طلباء ہی ہیں، کسی شاعر نے بالکل سچ کہا ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مدارس کو بدنام کرنے کی ایک سازش

لیکن مدرسہ میں پڑھنے والا آپ کو دہشت گرد نہیں ملے گا، مدرسہ میں پڑھنے والا آپ کو ملک کا غدار نہیں ملے گا، مدرسہ میں پڑھنے والا استاذ کے منھ پر تھوکنے والا نہیں ملے گا، مینجمنٹ کو برا بھلا کہنے والا نہیں ملے گا، ان سب کے باوجود مدارس دہشت گردی کے اڈّے ہیں، مدرسوں میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے، مدارس کے طلبہ ملک میں دہشت گردی کو پھیلاتے ہیں، مدارس کے طلباء ملک و وطن کے وفادار نہیں۔

دوستو! سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت یہ سب کچھ ہو رہا ہے، چونکہ مدارس کے اندر انسانیت سکھائی جاتی ہے، عمدہ طریقہ سے رہنے سہنے اور زندگی گذارنے کے ڈھنگ اور طریقے سکھائے جاتے ہیں، شیطان کو یہی سب چیزیں نہیں بھاتی، وہ کب پسند کرسکتا ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے اور معاشرے کے اندر سدھار پیدا ہو، وہ تو بے حیائی اور آوارگی کو پسند کرتا ہے اور مدارس کی مخالفت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اسکول اور کالج بہت اچھی چیز ہیں، الحمد للہ اسکول کی تعلیم سے کوئی انکار نہیں، آپ اونچی سے اونچی تعلیم دلائیں لیکن اسلامی تعلیمات سب سے مقدم ہیں، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ بیان کیا ہے۔ ؎

تم شوق سے کالج میں پڑھو
پارک میں پھولو چرخ پہ جھولو

جائز ہے غباروں میں اڑو
بس اگر سخن بندۂ عاجز کی رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

دنیا کی سب سے عظیم یونیورسٹی

آپ باہر ملکوں میں جائیے، مسلمانوں نے بڑے بڑے کالج اور یونیورسٹیاں قائم کر رکھی ہیں، ان کو دیکھ کر رشک آئے گا کہ ایسی یونیورسٹیاں ہمارے ہندوستان میں بھی ہونی چاہئیں، مصر میں بڑے بڑے کالج ہیں، جامعہ ازہر دنیا کی سب سے عظیم یونیورسٹی ہے، جو مسلمانوں کی ہے، جہاں دس ہزار لکچرر اور ایک لاکھ طلباء زیر تعلیم ہیں، الف باء سے لے کر پائلٹ تک کی تعلیم ہوتی ہے، صنعت وحرفت کے سارے شعبے وہاں موجود ہیں۔

مجھے کئی سال پہلے یہ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ ایک مصری نوجوان پائلیٹ مصر سے جہاز لے کر اڑتا ہے اور لندن پہنچنے تک تیرہ پارے پڑھ لیتا ہے، حافظ بھی ہے اور پائلٹ بھی، پھر لندن سے امریکہ ہوتا ہوا مصر آتا ہے تو سترہ پارے پڑھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا آنا جانا دو تین دن میں ہوتا ہے تو میں پورا قرآن پڑھ لیتا ہوں۔ وہ بھی یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہیں، لیکن مسلم یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہیں۔

ہمارے یہاں بنگلور میں الامین کالج ہے، اسی طرح دہلی میں جامعہ ملیہ ہے جس کی بنیاد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی ہے، وہاں کے طلباء ماشاء اللہ عربی میں بھی کلام کرتے ہیں، وہاں مسلم بھی ہوتے ہیں اور غیر مسلم بھی، ظاہر ہے کہ ایسے کالجوں اور اسکولوں کو کون برا کہتا ہے، جس طرح دنیوی تعلیم کی طرف آپ توجہ دیتے ہیں اس سے

کہیں زیادہ دینی تعلیم کی طرف توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے، بڑی سے بڑی ڈگری آپ حاصل کرلیں، لائر بن جائیں، ڈاکٹر، انجینئر بن جائیں، بڑے منسٹر ہی کیوں نہ بن جائیں یعنی دنیوی تعلیم حاصل کرکے آپ خواہ کتنے ہی بڑے کیوں نہ بن جائیں لیکن یہ سب صرف دنیا ہی تک محدود ہے، اس لئے دینی تعلیم بہت ضروری ہے۔

رزق کا دینے والا اللہ ہے

آپ اپنے بچہ کو حافظ قرآن بنائیے، مفتی اور عالم بنائیے، دین کے علم سے آراستہ وپیراستہ کیجئے، یہ چیز آپ کو دنیا میں بھی فائدہ پہنچائے گی اور آخرت میں بھی مفید ہوگی، حافظ توکئی افراد کو جنت میں لے جائے گا، جن کے دوزخ میں جانے کا اعلان ہوچکا، یعنی جن پر دوزخ واجب ہوچکی ہے، اس سے بڑھ کر اور کونسی فضیلت ہوسکتی ہے۔

دوستو! ہمارا ایمان اتنا کمزور ہوچکا ہے کہ حافظ قرآن بنانا عیب سمجھتے ہیں کہ ہمارا بچہ کہاں سے کھائے گا؟ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آدمی اس طرح کا خیال دل میں لائے، رزق دینے والا اللہ ہے "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا" زمین پر چلنے والا کوئی بھی جانور ہو اس کی روزی اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ مرزا اسد اللہ غالب ہندوستان کے مشہور شاعر گذرے ہیں، ایک مرتبہ بہادر شاہ ظفر کی شان میں ایک قصیدہ لکھا، بادشاہ بہت خوش ہوا اور بہت انعام عطا کیا، مرزا غالب نے سارے ہی پیسوں کی شراب خرید لی، بیوی نے کہا: یہ کیا غضب کیا، کچھ دال چاول آٹا وغیرہ بھی تو خرید لیا ہوتا، سب کی شراب ہی خرید لائے؟ تو مرزا غالب نے کہا کہ بے وقوف! اللہ نے رزق کا وعدہ کیا ہے شراب کا وعدہ نہیں کیا، اس لئے میں وہ لے کر آ گیا۔

ایک شرابی کو اس طرح کا یقین اور ہم ہیں کہ معاشرے کے اچھے افراد کہلانے کے باوجود، حاجی اور نمازی کہلانے کے باوجود، داعی اور مولانا وخطیب کہلانے کے باوجود یقین نہیں رکھتے!

اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں

آج کسی مولانا صاحب سے پوچھئے کہ آپ کے بچے کہاں پڑھ رہے ہیں تو بتائیں گے کہ میرا بچہ دسویں کلاس میں ہے، ایس ایل سی اور فلاں فلاں کورس کررہا ہے، ایک مشہور مدرسہ ہے بنگلور میں (میں نام نہیں لیتا) وہاں کے ایک استاذ میرے پاس علاج کے لئے آئے، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ بچہ اور بچی کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا اور بیٹی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کیا پڑھ رہے ہیں تو بتایا کہ بچہ بارہویں کلاس میں بچی دسویں کلاس میں ہے، میں نے کہا کہ اور بچے کیا کرتے ہیں؟ کہا کہ دوسرے اسکول میں جاتے ہیں، میں نے کہا: کوئی بچہ حافظ نہیں ہے؟ تو کہا نہیں! میں نے کہا: ماشاء اللہ آپ بہت عقلمند ہیں کہ آپ اپنے بچوں کو اسکول اور کالج بھیج رہے ہیں اور آپ کے والد صاحب بے وقوف تھے کہ انہوں نے آپ کو عالم بنایا، میں نے کہا آپ مدرسہ سے ہاتھ بھر کر تنخواہ لیتے ہیں جو عزت آپ کو ملی ہے یہ قرآن ہی کی برکت ہے، آپ کے والدین نے تو دینی تعلیم دلوائی، اسی کی برکت سے آپ کے چہرے پر داڑھی اور جسم پر کرتا نظر آرہا ہے، آپ اللہ کی ناشکری اور اپنے والدین کی توہین کررہے ہیں، آپ کو اللہ کے یہاں جواب دینا ہوگا، تو وہ رونے لگے اور کہا: اس کا تدارک کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلاؤ، ایک جاہل مسلمان جسے ایک حرف بھی پڑھنا نہ آئے وہ گاڑی میں فروٹ بیچ کر اپنے بچوں کو پال سکتا ہے تو کیا ایک حافظ قرآن اپنے بچوں کو نہیں پال سکتا؟

دشمن بھی قائل

بات شروع ہوئی تھی سود کے تعلق سے، کہیں اور چلی گئی، میں عرض کر رہا تھا کہ سود کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ''یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ'' اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اِنَّ الرِّبٰو وَاِنۡ كَثُرَ فَاِنَّ قَبَّتَهٗ تُصِيۡرُ اِلَى قُلٍّ'' سود انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے خطرناک ہوتا ہے خواہ مقدار کے اعتبار سے کم ہی ہو، آج دنیا میں سب سے شاطر قوم یہودی ہے، جس کے دنیا میں سب سے زیادہ بینک ہیں اور جتنا روپیہ پیسہ یہودیوں کے پاس ہے، دنیا پر کسی کے پاس نہیں ، یہودیوں کے سولہ خاندان ہیں، سولہ خاندانوں کا پوری دینا میں کنٹرول ہے، میڈیا پر مکمل کنٹرول، دنیا میں کوئی بھی صنعت ہو، کوئی بھی کپڑے کے یا جوتے کے کارخانوں، چاہے لوہے کے غرض دنیا میں کسی طرح کی لائن ہو ہر چیز پر ان سولہ خاندانوں کا کنٹرول ہے، آج دنیا میں اس وقت پانچ سو سے زیادہ ٹی وی چینل کام کر رہے ہیں، ان میں پانچ سو چینلوں پر یہودی خاندانوں کا قبضہ ہے اور اٹھائیس چینل ایسے ہیں جو دن رات مسلمانوں اور اسلام کے خلاف استعمال ہو رہے ہیں، اسلام اور قرآن کے خلاف چوبیس گھنٹے کام کر رہے ہیں، ایک منٹ کے لئے ان کا کام بند نہیں ہوتا، آپ کو تعجب ہوگا کہ آج اسرائیل کہہ رہا ہے کہ غیر سودی نظام اتنا اچھا ہے کہ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے، اب اس کو یہ لگ رہا ہے کہ دنیا میں ہزاروں بنک اس وقت ٹھپ ہو چکے ہیں اور دیوالیہ نکل چکا ہے، بڑی بڑی کمپنیاں فیل ہو چکی ہیں سودی نظام کی نحوست سے۔ آج ان کی سمجھ میں آ رہا ہے کہ اسلامی غیر سودی نظام اتنا اچھا ہے کہ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔

تا کہ کل ایسا نہ ہو کہ دوسری قومیں بڑھ جائیں اور وہ اس میدان میں آگے آجائیں اور ہم پیچھے رہ جائیں، یہ بڑی شاطر قوم ہے، آج الحمدللہ ہندوستان میں اس تعلق سے بہت زیادہ غور وخوض کیا جا رہا ہے، ابھی اعظم گڑھ میں ایک سمینار ہوا ہے، دارالعلوم محمدیہ کو اس کا دعوت نامہ آیا تھا اور اس کی رپورٹیں آئی تھیں، مدارس کے اندر اقتصادیات اور اسلامی غیر سودی نظام کو مدارس میں پڑھایا جائے اس کے بھی انتظامات کرنے کے بہت زیادہ امکان ہیں، اس کے لئے غور وخوض کیا جا رہا ہے، میں آخری بات کہہ کر ختم کرتا ہوں میں نہایت دردمندی کے ساتھ عرض کرتا ہوں اگر آپ کی بیوی، بیٹی، خالہ، نانی یا اور کوئی رشتہ دار سنگھا (ایک ہندو تنظیم کا نام ہے) سے تعلق رکھتی ہیں، خدا کے واسطے ان کی اصلاح کیجئے۔

بَلِّغُوۡا عَنِّىۡ وَلَوۡ اٰيَةً، ایک آیت یا ایک ٹکڑا ہی ہو، دین کی ایک چھوٹی سی بات ہو وہ اپنے گھر والوں تک پہنچا دو۔ تا کہ قیامت کے دن اس کا بار نہ رہے، ایسے ہی ایک حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے کتنا بڑا انعام فرمایا جو میں ہمیشہ بتایا کرتا ہوں کہ ایک مرد اگر اپنی بیوی کو یا اپنے گھر میں اپنی عورتوں کو ایک مسئلہ دین کا بتادے تو اسّی ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، صرف سننے سے کام نہیں چلے گا۔

اپنی فکر آپ کرو

دوستو! ضرورت ہے کہ ہر آدمی اپنی فکر کرے، مجھے اپنی فکر ہے، قبر میں کوئی کسی کے ساتھ جا کر نہیں سوئے گا، وہاں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں ہوگا، وہاں کسی عالم، کسی فاضل، کسی پیر فقیر کی اور کسی نبی کی کوئی سفارش نہیں چلے گی، سوائے حضور اقدس ﷺ کے، وہ بھی قیامت کے دن۔

پولیس میں جب مجرم کو لے جایا جاتا ہے اس کو پولیس والے مار مار کر آدھا کر دیتے ہیں، پھر بعد میں کوئی بولتا ہے کہ فلاں صاحب کا آدمی ہے، اس کو نہ مارو۔ ایسا ہی معاملہ قبر کا بھی ہے، یہاں سے گناہ کر کے جائیں گے، وہاں فرشتے اس کی خبر لیں گے، وہاں یہ کام نہیں چلے گا کہ میں تو فلاں مسجد کا خطیب تھا اور میں امام تھا، میں فلاں مسجد کا ذمہ دار تھا یا کونسلر تھا، پردھان اور چرمین تھا، یا گورنر اور وزیر تھا وہاں تو ڈنڈوں سے پٹائی ہوگی، وہ بھی ڈنڈے ایسے ویسے نہیں ہیں وہاں تو الکٹرانک ڈنڈے ہوں گے جس سے آگ نکلتی ہوگی، دوستو! سود خوروں کو اللہ تعالیٰ جو عذاب دیں گے وہ بہت زیادہ سخت ہے، اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور جن گھروں میں یہ نظام چل رہا ہے، اللہ کے واسطے اس نظام کو ختم کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پوری امت کو اس منحوس اور برباد کرنے والی برائی سے محفوظ رکھے، آمین۔ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خوار
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زورِ پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھئے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

زکوٰۃ ادا کرنے سے مال کم نہیں ہوتا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ، وَقَالَ تَعَالیٰ اَقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوْا الزَّکٰوۃَ ؕ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

”صرف جب تک تم نہ کردوگے خدا کی راہ میں
اپنی وہ چیزیں، جو ہیں محبوب (دنیا میں) تمہیں
ہو نہیں سکتا میسر تم کو نیکی میں کمال
جو کروگے خرچ، واقف ہے خدائے (ذوالجلال)“

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگرچہ زر بھی ہے جہاں میں قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر، تونگری سے نہیں
سبب کچھ اور ہے، تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اور طلبائے عزیز! آج آپ نے تراویح میں قرآن مجید سنا، اسمیں سے منتخب کر کے یہ آیت آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی فضیلت بخشی ہے، کائنات کی ساری ہی چیزیں اللہ کی بنائی اور پیدا کی ہوئی ہیں، لیکن جس طرح سارے انسان فضیلت وبزرگی، عظمت وشرافت میں یکساں اور برابر نہیں اسی طرح دیگر چیزیں بھی ہیں، چوبیس گھنٹے میں وہ وقت جس میں اللہ کو یاد کیا جائے یقیناً دیگر وقت بقیہ وقتوں سے بہتر اور افضل ہے، جمعہ کا دن بقیہ دنوں سے افضل اور بہتر ہے، اسی طرح رمضان کا مہینہ بقیہ گیارہ مہینوں سے بہتر ہے، یہ رحمتوں، برکتوں اور نیکیوں کا سیزن اور فصلِ بہار ہے، اس لئے اس کی قدر کرنی چاہئے جس طرح تجارت اور خرید وفروخت کرنے والے اپنی تجارت کے سیزن میں رات دن ایک کر دیتے ہیں، کیوں کہ اگر اس سیزن کو کوتاہی اور غفلت سے گذار دیں گے تو پورا سال افسوس کریں گے اور پچتائیں گے، بعینہ یہی حال رمضان کا ہے کہ اگر اس مہینہ کو آپ غفلت اور سستی میں گذار دیں گے تو سوائے افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا، اس مہینہ کے تین حصہ ہیں، پہلا عشرہ رحمت کا، دوسرا عشرہ مغفرت کا اور تیسرا عشرہ جہنم سے آزادی کا۔ اس مہینہ میں رحمتیں عام ہوجاتی ہیں، مومنین، مسلمانوں کی مغفرت عام ہوتی ہے، حدیث شریف میں آتا

ہے کہ اللہ تعالیٰ ستر ہزار انسانوں کی سحر اور افطار کے وقت مغفرت فرماتے ہیں، یہ انسانوں کے بتلانے کے لئے ستر ہزار کی تعداد ہے، ورنہ تو اللہ تعالیٰ گنتیوں سے پاک ہیں اور اس ستر ہزار کی اللہ کے یہاں کوئی وقعت اور اہمیت نہیں، اللہ تعالیٰ تو اس مہینہ میں بڑی ہی نوازشیں فرماتے ہیں، ایک نیکی کرنے کا ثواب سات سو گنا تک ملتا ہے، ان باتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک فریضہ یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی میں بالکل کوتاہی نہیں کرنی چاہئے، اس وقت زکوٰۃ ہی کے تعلق آپ سے عرض کرنا ہے۔

زکوٰۃ کی لغوی وشرعی تشریح

لفظ زکوٰۃ کے لغت میں دو معنی آتے ہیں، (۱) پاک کرنا (۲) بڑھنا۔

اصطلاحِ شریعت میں مال کے اس حصہ کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق کسی مال میں سے نکالا جائے اور اس کے مطابق صرف کیا جائے، زکوٰۃ کا ادا کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز کا پڑھنا فرض ہے، البتہ نماز ہر عاقل بالغ پر فرض ہے، اس کے لئے مال کی کوئی قید نہیں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مال کا ہونا ضروری ہے، اس وقت امت مسلمہ میں جہاں بہت سی کمزوریاں خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں وہیں زکوٰۃ کی ادائیگی میں بھی بڑی کاہلی اور سستی برتی جارہی ہے، بہت سے مسلمانوں کو معلوم نہیں کہ اسلام کی صحیح شبیہہ اور صحیح صورت کیا ہے، لوگ اسلام کی موٹی موٹی باتوں پر عمل کرتے ہیں جن پر عمل کرنے میں ہم کو مزا آتا ہے اور ہمارا نفس خوش ہوتا ہے، ان کو کرتے ہیں۔ مثلاً میٹھا کھانا سنت ہے تو افطاری میں دسیوں قسم کی چیزیں اکٹھا کر لیتے ہیں اور اسی طرح سحری میں بھی مختلف قسم کی چیزیں جمع کر لیتے ہیں، اسلام نے کھانے سے منع نہیں کیا ہے اور میرے کہنے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ

آپ پیٹ بھر کر نہ کھائیں، بلکہ عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اسلام کے اور بھی بہت سارے احکام ہیں ان پر بھی عمل پیرا ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً" اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، یعنی سو فیصد مسلمان بن کر رہو، اسلام کا کوئی بھی حکم تمہاری زندگی سے چھوٹنے نہ پائے۔ ابھی بارہ سال پہلے ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں قاری صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بنگلور بھی تشریف لائے، حضرت کے تعلق سے یہ مشہور تھا کہ اگر کسی کو دیکھنا ہو کہ صحابہ کا رہن سہن کیسا تھا تو قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لے، صحابۂ کرام کا نمونہ اور عکس تھے۔ سبحان اللہ!

بخل کا انجام

الغرض زکوٰۃ کے تعلق سے عرض کر رہا تھا، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ یعنی دینا لینے سے بہتر ہے، ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ، قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ، بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ، بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ، بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ، قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ" سخی آدمی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور جہنم سے دور ہے، اور بخیل آدمی اللہ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور، جہنم سے قریب ہے۔ شیخ سعدی —فرماتے ہیں۔ ؂

بخیل از بود زاہد و بحر وبر
بہشتی نباشد بحکم خبر

بخیل اگرچہ سمندر اور خشکی کا بزرگ ہو جائے، حدیث کے حکم کے مطابق وہ جنتی نہیں ہو سکتا، ایک بزرگ بازار میں کوئی چیز خریدنے کے لئے گئے، دوکاندار سے کہا کہ کیا بھاؤ دو گے؟ اس نے کہا: تین آنے سیر، انہوں نے کہا کہ دو آنے سیر دیدو! آواز آئی کہ "کنجوسی اور ولایت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں"۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہوئی کہ تم تین آنے میں ہی خریدو۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ سخاوت کرنے والا جاہل، عبادت گذار بخیل سے بہتر اور پسندیدہ ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بخیل آدمی دنیا میں بھی رسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اس کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

امام زین العابدین —

ایک شوق انگیز واقعہ یاد آیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سنا دوں، حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے، دوپہر کا وقت ہو گیا انہوں نے سوچا کہ سامنے جو گھر ہے اسی گھر میں ٹھہر جائیں گے، خادم کو بھیجا کہ جاؤ معلوم کر کے آؤ کہ ہم لوگ قیام کرنا چاہتے ہیں، کیا آپ اپنے گھر میں قیام کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ چنانچہ خادم گیا اور جا کر ماجرہ سنایا تو گھر والوں نے کہا کہ آپ لوگ مسافر ہیں آئیے، قیام کر لیجئے! مگر بے چارہ میزبان بڑا ہی غریب تھا، صرف ایک بکری ہی گھر میں تھی، اسی کے دودھ پر پورے گھر کا گذر بسر ہوتا تھا، میزبان نے کہا کہ لاؤ مہمان کے لئے بکری ذبح کر دیتے ہیں، تو بیوی نے منع کیا اور کہا اسی بکری پر بچوں کا گذر بسر ہوتا ہے، اگر یہ ذبح کریں گے تو بچے کیا پئیں گے، شوہر نے کہا کہ کچھ بھی ہو جائے مگر مہمان کو میں بھوکا نہیں دیکھ سکتا۔ یہ اس زمانہ کے مسلمانوں کا حال تھا، آج کل مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اچھے خاصے دولت مند

ہیں مگر پڑوسیوں کا بھی خیال نہیں کرتے اور اگر غریب پڑوسی کچھ ہدیہ تحفہ بھیج دے تو اس کو حقیر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے اچھا تو ہم ہی کھاتے ہیں اور مہمان آ جائے تو اس کو بہت بڑا پہاڑ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد ہی چلا جائے تو بہتر ہے۔

لیکن اس غریب آدمی نے جس کے پاس سوائے بکری کے اور کوئی چیز نہ تھی پھر بھی اس کو ذبح کر دیا اور اس کے کباب بنائے، سالن تیار کیا اور مہمان کے سامنے پیش کیا، امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خادم نے کھانا تناول فرمایا، لیکن میاں بیوی کی بات سن لی تھی، رات کو سو گئے، جب صبح ہوئی تو خادم سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟ تو خادم نے عرض کیا کہ پانچ سو دینار ہیں یعنی سونے کے سکے جن کو اشرفی کہتے ہیں، تو حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ پورے پیسے میزبان کو دے دو! خادم نے کہا کہ کیا ظلم کر رہے ہیں، اس نے تو ہم کو پانچ درہم کی ایک بکری کھلائی اور آپ اس کو اتنی ساری رقم دے رہے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ اس نے ایک بکری نہیں کاٹی بلکہ پوری دنیا ہی لٹا دی، آخر اس غریب کے پاس اس بکری کے سوا تھا ہی کیا۔ خیر پانچ سو دینار جب اس فقیر کو ملے تو کہنے لگا کہ میں نے مہمان کے لئے دل کھولا تو اللہ تعالیٰ نے خزانے کے دروازے کھول دئے، پھر خوشی میں کہنے لگا کہ حضرت میں نے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ آپ معزز خاندان سے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ میں خاندان قریش سے ہوں اور قریش کے لوگ اپنے میزبان کا بڑا خیال کرتے ہیں، حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے گئے، پھر کافی دنوں بعد ایک مرتبہ پھر وہاں سے گذر ہوا تو خادم سے فرمایا کہ جاؤ دیکھو کہ ہمارے میزبان کا کیا حال ہے؟ خادم نے جا کر دیکھا تو بہت سارے اونٹ اور بکریاں اس کے گھر میں بندھی ہوئی تھیں اور بہت سارے اموال و جائداد بھی تھیں، میزبان نے جب حضرت

زین العابدین کو دیکھا تو کہنے لگا: مرحبا مرحبا اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل بہت ساری نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ قدیم زمانہ میں مسلمانوں میں آپسی تعاون کا عام رواج تھا۔

مستحقِ زکوٰۃ کو زکوٰۃ دو

مگر آج تو ایک اہم فریضہ یعنی زکوٰۃ سے بھی لوگ بڑی کوتاہی کرتے ہیں، بہت سی علم عورتوں کے پاس زیورات ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے مگر ان کو زکوٰۃ دینے کا دل میں خیال بھی نہیں آتا، اِلّا ماشاءاللہ کچھ عورتیں ایسی ضرور ہیں جو باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتی ہیں مگر آٹے میں نمک کے برابر اور جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں ان میں بہت سے لوگ اصول وضابطے کا خیال ہی نہیں کرتے کہ زکوٰۃ کس کو دینی چاہئے، صرف ناک اونچی کرنے کے لئے اور اپنی نیک نامی کے لئے رشتہ داروں میں ساڑیاں تقسیم کر دیتے ہیں، کچھ کپڑے تقسیم کر دیتے ہیں خواہ وہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں یا نہ ہوں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے زکوٰۃ ادا کر دی، حالانکہ زکوٰۃ اسی وقت ادا ہوگی جب مستحق کو ادا کی جائے، علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ غریب وہ شخص ہے جس کے پاس پانچ ہزار کا سامان بھی نہ ہو اور آج کل تو بہت کم ہی لوگ ایسے ملیں گے جو پانچ ہزار کا سامان نہ رکھتے ہوں، جھونپڑیوں میں رہنے والوں کے پاس بھی الماری، ٹی وی اور چھوٹی گاڑی ہوتی ہے، اس طرح بیس پچیس ہزار کا سامان تو ہو ہی جاتا ہے، زکوٰۃ دو لیکن مستحق کو، پہلے اپنے رشتے داروں میں دیکھیں اگر ان میں کوئی غریب ہو تو اس کو دیں، پھر دوسروں کو دیں لیکن بلا تحقیق زکوٰۃ ہرگز نہ دیں، پہلے یہ معلوم کر لیں کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں، کیوں کہ اگر زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہے اور آپ اسے دے رہے ہیں تو آپ کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

رشتہ داروں کے بعد سب سے بہتر مدارسِ اسلامیہ ہیں، ان میں غریب ویتیم بچے تعلیم پاتے ہیں، ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا مدرسوں میں ہی نظم ہوا کرتا ہے، یہ بچے جب مدرسوں سے تعلیم پا کر نکلیں گے تو دین کی خدمت کریں گے، اشاعت اسلام میں مصروف ہوں گے، اس لئے آپ کی ادا کی ہوئی زکوٰۃ کا ثواب آپ کو برابر ملتا رہے گا، یہ مدارسِ اسلامیہ اسلامی قلعے ہیں، ان پر جو پیسے خرچ ہوں گے وہ پیسے ضائع نہیں ہوں گے بلکہ ان پیسوں سے اسلام کی آبیاری ہوگی دشمنانِ اسلام کی طرف سے الحاد وبے دینی جو پھیلائی جا رہی ہے یہ مدارس کے فارغین ہی ان کا دندان شکن جواب دیتے ہیں، اگر یہ مدارس محفوظ رہیں گے تو ہمارا دین اور ہماری آنے والی نسلوں کا دین بھی محفوظ رہے گا، آپ دنیوی تعلیم خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ حاصل کرلیں لیکن اس سے دین کو محفوظ نہیں رکھ سکتے ہیں، دین اسلام کی تعلیم اور اس کی قدر وقیمت اس وقت معلوم ہوگی جب آنکھیں بند ہوجائیں گی، آپ کے وہی پیسے کام آئیں گے جو مدارس میں خرچ کئے، غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کو دیئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مالکِ نصاب

جاننا چاہئے کہ زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟ جس آدمی کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو یا اس کے برابر روپیہ پیسہ ہو، یا سامانِ تجارت ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، اسی طرح اگر اس کے پاس مالِ تجارت ہے یعنی اس کی دکان میں ساڑھے باون تولہ چاندی کے بقدر مال ہے تو بھی زکوٰۃ فرض ہے، اسی طرح آج کل لوگ زمین کی تجارت کرتے ہیں، اس نیت سے خریدتے ہیں کہ جب

مہنگی ہوگی تب بیچیں گے تو اس زمین پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، اس سلسلہ میں بڑی کوتاہیاں لوگ کرتے ہیں، اسی طرح صدقۂ فطر کا مسئلہ ہے، جس آدمی پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقۂ فطر بھی واجب ہے، البتہ فرق یہ ہے کہ صدقۂ فطر کے لئے ایک سال کا پورا ہونا شرط نہیں ہے، اور زکوٰۃ کے لئے ایک سال کا پورا ہونا شرط ہے، یعنی جب سے نصاب کا مالک ہوا ہے اس وقت سے لے کر ایک سال جب مکمل ہوجائے اور وہ سال کے شروع اور آخر میں نصاب کا مالک رہے تو اس آدمی پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہوگیا اور ادا نہ کرنے کی صورت میں گنہگار رہوگا۔

زکوٰۃ دینے سے مال کم نہیں ہوتا

لوگ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں کمی ہوجائے گی، حالانکہ ہرگز ایسا نہیں، جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہے وہ مال اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوجاتا ہے اور جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی جاتی ہے اس مال میں کوئی خیر وبرکت نہیں رہتی اور اس کے لئے بڑی وعید بھی آئی ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ“ جو لوگ سونا اور چاندی کو گاڑ کر رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی مال جمع کر کے رکھتا ہے اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو قیامت کے دن اس کے مال کو سانپ کی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس کو ڈسے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا زیور ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ”اَلَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ، يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ، كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ“ جو مال کو جمع کر کے اور سمیٹ سمیٹ کر رکھتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا

مال ہمیشہ رہے گا، ہرگز ایسا نہیں ہے، وہ حطمہ میں ڈال دیا جائے گا۔ ''وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَۃُ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ'' اور آپ کو معلوم ہے کہ حطمہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کو جا پہنچتی ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیشتر مقامات پر زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا حکم دیا ہے، یعنی جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے اس کا ادا کرنا بھی فرض ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے کے بھی بے شمار فضائل ہیں۔

فضائلِ زکوٰۃ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّئَۃُ حَبَّۃٍ'' جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس میں سات بالیاں اُگیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ ''یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰو وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ'' اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچا اور برحق ہے اور اگر غور کریں تو سمجھ میں آجائے گا، جب زکوٰۃ ادا کر دیں تو اللہ تعالیٰ اس مال کی حفاظت فرماتے ہیں اور اس آدمی کے اوپر آنے والے حادثات ومصائب کو ٹال دیا جاتا ہے، اس مال میں برکت ہوتی ہے پھر آخرت میں جو اس کا ثواب ملنے والا ہے اس کا تو یہاں شمار بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

ایک موقع پر حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَۃٍ مِّنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ وَّلَا یُقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتَقَبَّلُھَا بِیَمِیْنِہٖ ثُمَّ یُرَبِّیْھَا لِصَاحِبِھَا کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ'' جو شخص پاکیزہ

اور حلال کمائی سے (اور اللہ تعالیٰ تو پاکیزہ اور حلال چیز ہی قبول فرماتے ہیں) صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو داہنے ہاتھ سے قبول فرماتے ہیں، پھر اس کی پرورش کرتے ہیں صدقہ دینے والے کے لئے، جس طریقہ سے تم میں کوئی شخص اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ آدمی کے اندر جتنا اخلاص ہوگا اسی قدر اس کے صدقہ کا ثواب اس کو ملے گا۔

ایک غیر مسلم کا واقعہ

ایک واقعہ سنا کر بات ختم کرتا ہوں، ممبئی کا ایک غیر مسلم سیٹھ تھا، اس کو کسی نے بتا دیا کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس مال کی حفاظت کرتے ہیں، چنانچہ اس نے اپنے مال کا حساب لگایا اور زکوٰۃ ادا کر دی یہ سلسلہ ہر سال کے لئے اس نے قائم کر لیا، ایک مرتبہ اس کے یہاں ڈاکو آگئے اور ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالا اور اس کی تجوری جس میں بہت سارا سونا چاندی تھا سب اٹھا لیا، محلّہ والے اور رشتہ داروں نے کہا کہ تھانے جا کر رپورٹ لکھا دو، لیکن اس نے کہا کہ نہیں، میرے مال کی بھگوان حفاظت کرے گا، چھ مہینے گذر گئے، لوگوں نے کہا کہ جا کر پولیس تھانے میں رپورٹ لکھا دو، مگر اس نے یہی کہا کہ اوپر والا میرے مال کی حفاظت کرے گا اور میرا مال مل جائے گا، چنانچہ بارش کا موسم آیا تو گٹر صاف کیا جا رہا تھا تو اس میں کوئی بہت بھاری چیز پھنسی ہوئی تھی، جب اس کو باہر نکالا تو اس کی تجوری تھی اس پر اس سیٹھ کا نام بھی لکھا ہوا تھا، اس کو بلایا گیا اور پوچھا گیا کہ تمہاری تجوری ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! گٹر کے اندر تجوری پڑی رہی مگر ایک قطرہ بھی اس میں پانی نہیں گیا اور اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ اگر غیر مسلم بھی اپنے مال کی زکوٰۃ دے تو ہم اس کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔

زکوٰۃ دینے کا ثمرہ

دوستو! زکوٰۃ ادا کرنے والے بنیں، نہ کہ زکوٰۃ لینے والے، اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى" اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ ایک مرتبہ شیطان نے کہا کہ بخیل عابد میرا دوست ہے اور سخی جاہل میرا دشمن ہے، کیوں کہ عابد کو اس کے بخل کی وجہ سے بہکا دوں گا مگر سخی جاہل اپنی سخاوت کی وجہ سے بچ جائے گا۔ آدمی سخاوت کی وجہ سے دنیا میں بھی نیک نام رہے گا اور آخرت میں بھی اللہ کی رضا حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا، لوگوں کے قریب رہے گا، جنت سے قریب رہے گا اور جہنم سے دور رہے گا، اور بخیل آدمی کا انجام بڑا خراب ہوگا، اس لئے جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے وہ حساب کر کے زکوٰۃ ادا کریں اور اس سلسلہ میں علمائے کرام سے معلومات حاصل کر لیں کہ کس طرح زکوٰۃ ادا کریں، کتنی کریں اور کس کو ادا کریں؟ ایک ایمان والے کا تقاضہ ہے کہ جب تک وہ مکمل طور پر زکوٰۃ ادا نہ کر دے اس وقت تک اس کو اطمنان نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمام صاحبان نصاب کو زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

توحید کی بنیاد پر اتفاق واتحاد

اتحاد واتفاق بڑی دولت ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَقَالَ تَعَالٰى وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَاجَآئَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

"(دینِ) حق کی رسّی مضبوطی سے سب پکڑے رہو
پھوٹ آپس میں نہ ڈالو (تفرقے سے تم بچو)"

''نہ تم ان جیسے بنو، بچھڑے جو کر کے اختلاف
باوجود اس کے کہ پہنچے تھے انہیں احکام صاف''

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

بزرگانَ محترم! نوجوانانِ اسلام اب تک آپ لوگوں نے پونے چار پارے سماعت فرمائے ہیں، ان میں بہت سی باتیں انسانوں کی رشد وہدایت اور فلاح وبہودی کے لئے ذکر کی گئی ہیں، مثلاً تیسرے پارے میں سورۂ آل عمران ہے اس میں شروع ہی میں وفد نجران کا تذکرہ کیا گیا، اسّی یا نوے آیتیں اس سلسلہ میں نازل ہوئیں، یہ بھی بتایا گیا کہ جن کو اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے وہ حضور نبی اکرم ﷺ سے محبت کریں، پھر عیسیٰ ومریم اور زکریا ویحییٰ علیہم السلام کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، پھر تیسرے پارے کے اخیر میں یہودیوں کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ بردازیوں کا ذکر اور چوتھے پارے کے شروع میں عمدہ مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا بیان ہے، اور آگے چل کر اتحاد واتفاق پر زور دیا گیا ہے اور اس امت کو ''خیر امت'' کا لقب دے کر تمام گذشتہ اقوام پر فائق وبرتر کیا گیا ہے، پھر ایک رکوع کے بعد مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اپنوں کے سوا غیروں کو اپنا رازداں نہ بناؤ، پھر چند آیتوں کے بعد غزوۂ احد کا تذکرہ اور فرشتوں کے ذریعہ مؤمنین کی مدد کا وعدہ، پھر سود کھانے والوں کو جہنم کی دھمکی اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کو وسیع وعریض جنت

کی رغبت دلائی گئی، پھر ایک اہم بات بتائی گئی کہ کسی بھی نبی ورسول کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ ہر نبی ایک مقررہ وقت کے لئے ہی آیا اور اپنی حیاتِ مستعار کو مکمل کر کے اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا، اس طرح بہت سے اہم مضامین مذکور ہوئے ہیں، ان میں سے کچھ باتیں انشاء اللہ آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں۔

وفدِ نجران دربارِ نبوی ﷺ میں

نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک معزز وفد حضور محمد الرسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی، ان لوگوں نے منظور نہیں کی اور عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر بحث ومباحثہ اور تکرار ونداکرے ہونے لگے، اسی سلسلہ میں آل عمران کی کثیر آیتیں نازل ہوئیں جن میں یہ بتایا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو خود ہی مخلوق ہیں، جب یہ اپنی ہستی اور وجود میں مختار نہیں تو دوسروں کو کیا وجود بخشیں گے، عیسائیوں کے دعوئے الوہیت کی تردید کے لئے شروع میں ہی فرمایا گیا ''اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے سب چیزوں کو سنبھالنے والا۔ چنانچہ جب عیسائیوں کا آپ ﷺ سے مناظرہ ہو رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا ''کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حَیّ یعنی زندہ ہے، اس پر کبھی موت طاری نہیں ہوتی'' بحث ومباحثہ کرتے رہے یہاں تک کہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ''فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَاَبْنَآئَکُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَآئَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ'' پس جو آپ سے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حجت کرے آپ کے پاس علم آجانے کے بعد تو آپ فرما دیجئے کہ آجاؤ ہم اور تم بلا کر جمع کر لیں اپنے بیٹوں کو اور

تمہارے بیٹوں کو اور ہماری عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو پھر خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو ناحق پر ہوں۔ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو آپ ﷺ نے دعوت مباہلہ دی اور حضراتِ حسنین، حضرت علی وفاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے لیکن عیسائیوں کو یقین تھا کہ یہ نبی آخر الزماں ہیں اگر مباہلہ کرلیا گیا تو ہلاک ہو جائیں گے، اس لئے آپس میں مشورہ کر کے حضور نبی اکرم ﷺ سے صلح کرلی اور مباہلے کی نوبت نہیں آئی، یہ بتاتا چلوں کہ مباہلہ کسے کہتے ہیں، اگر کسی امر کے حق وباطل میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ یا اللہ! ہم میں سے جو شخص باطل پر ہو اس پر تیری لعنت ہو، تیری رحمت سے دور ہو۔ اسکو مبایلہ کہتے ہیں۔

حُبِّ خداوندی کے لئے حُبِّ رسول ﷺ لازمی

اسی سورۃ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں اور حال یہ تھا کہ حضور محمد الرسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے تھے۔ تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ”قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ“ اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں پیار کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔

کوئی کتنا ہی بڑا موحد اور توحید کا علم بردار کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت ورسالت کو تسلیم کر کے حلقہ بگوشِ اسلام نہ ہو جائے، اور آپ ﷺ سے حقیقی اور سچی محبت یہی ہے کہ آپ ﷺ پر

ایمان لایا جائے، آپ کی لائی ہوئی شریعت کو بسر وچشم قبول کیا جائے۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ”لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ“ تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ“ نبی اکرم ﷺ مومنین کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں۔

تذکرہ حضرت زکریا علیہ السلام

اس کے بعد حضرت عمران کے خاندان کا ذکر کیا گیا کہ حضرت عمران کی بیوی حنہّ جب حمل سے ہوئیں تو انہوں نے منت مانی کہ جو میرے شکم میں بچہ پرورش پا رہا ہے وہ بیت المقدس کی خدمت کے لئے مقرر ہے، لیکن بجائے بیٹا پیدا ہونے کے بیٹی پیدا ہوئی اور اس وقت کا دستور تھا کہ بیت المقدس کی خدمت کے لئے بیٹی نہیں بلکہ بیٹے ہی قبول کئے جاتے تھے۔

تو حضرت حنہّ نے بڑے افسوس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! جو کچھ میں نے جنا وہ تو مؤنث ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی“ جس لڑکے کی تم نے منت مانی تھی وہ مؤنث کی طرح نہیں ہے، یعنی اس لڑکی کا درجہ اور مرتبہ اس سے کہیں بڑھا ہوا ہے، چنانچہ جب پیدا ہوئیں تو خلافِ عادت امور یعنی کشف وکرامات ظاہر ہونے لگے، کہ بے موسم کے پھل ان کے پاس آنے لگے، حضرت زکریا علیہ السلام نے جو ان کے خالو تھے اور بیت المقدس کے ایک بالاخانہ میں رکھ

کر باہر سے قفل ڈال کر چلے جاتے اور جب واپس آتے تو کیا دیکھتے کہ بے موسم کے میوے ہیں اور دروازہ بھی بند ہے تو حضرت زکریا علیہ السلام پوچھتے "یَا مَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا" اے مریم تم کو یہ سب چیزیں بے موسم کیسے ملتی ہیں؟ "قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" حضرت مریم فرماتیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ بوڑھے ہو چکے تھے اور کوئی اولاد انہیں نہیں تھی تو انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم کو جو ایک بچی ہیں بے موسم کی چیزیں عطا فرما رہے ہیں تو مجھے بھی اولاد دے سکتے ہیں، چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی "رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا" اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہیں اور سر کے بالوں میں سفیدی پھیل گئی اور اے میرے پروردگار میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔

حضرت زکریا علیہ السلام نماز ہی میں تھے کہ بیٹے کی ولادت کی بشارت فرشتہ نے دی "فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى" تو فرشتے نے حضرت زکریا علیہ السلام کو پکار کر کہا جب کہ وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں میری بیوی بانجھ ہو چکی ہیں مجھے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے یعنی اس کی شکل کیا ہوگی آیا میں جوان ہو جاؤں گا اور میری بیوی قابل تولید ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوں ہی اولاد ہوگی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اس کی نشانی دریافت کی تو بتایا گیا کہ تم تین دن لوگوں سے بات نہیں کر سکتے ہو، ہاں اشارے سے بات کر سکتے ہوں، پھر ایسا ہی ہوا باوجود یہ کہ تندرست تھے لیکن تین روز تک لوگوں سے بات نہیں کر سکے پھر حضرت یحییٰ

علیہ السلام تولد ہوئے۔ اس واقعہ سے ہم کو یہ سبق ملتا ہے کہ کبھی کسی حال میں بھی اللہ کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ بے باپ کے نطفۂ وحی سے پیدا کئے گئے، عقلی طور پر پیدائش کے کل چار طریقے ہیں (۱) بغیر ماں اور باپ کے ولادت ہو جیسے حضرت آدم علیہ السلام (۲) بغیر ماں کے صرف باپ سے جیسے حضرت حوا علیہا السلام (۳) بغیر باپ کے صرف ماں سے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) ماں اور باپ کے ملنے سے جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہیں، جنہوں نے ماں کی گود ہی میں کلام کرنا شروع کر دیا، جب ان کی ماں پر تہمت لگائی گئی (نعوذ باللہ من ذٰلک) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پکار کر کہا "إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا وَّجَعَلَنِي مُبٰرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ" میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے کتاب عنایت کی اور نبی بنایا اور مجھے بابرکت بنایا، میں جہاں کہیں بھی رہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور رسول بھی بنایا، لیکن یہودی ان کے دشمن ہو گئے اور قتل کرنے کی ٹھان لی، چنانچہ چند یہودی ان کو قتل کرنے کے لئے سولی گاہ تک لے گئے پھر کہا کہ کون ان کو قتل کرے گا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تنہا انہیں قتل کروں گا، جب یہ قتل کرنے کے لئے کمرہ میں چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کی طرح کر دی، پھر جب کمرہ کھولا تو اسی کو پایا اور سولی پر چڑھا دیا، وہ چیختا چلاتا رہا کہ میں عیسیٰ

نہیں ہوں لیکن کسی نے نہ سنا اور اس کو سولی پر چڑھا دیا، پھر جب یہ شخص مصلوب ہو گیا تو آپس میں اختلاف ہوا، کسی نے کہا کہ یہ عیسیٰ کی شکل تو ہے مگر بقیہ پورا جسم میرے ساتھی کا ہے، کسی نے کہا کہ اگر یہ عیسیٰ ہیں تو میرا ساتھی کہاں گیا اور اگر میرا ساتھی ہے تو عیسیٰ کہاں گئے؟ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا، یہودیوں نے نہ ان کو قتل کیا نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ میں ڈال دیا گیا۔

قربِ قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کی آمد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے، پھر قیامت میں دمشق کی جامع مسجد کے مینارے پر دو فرشتوں کے کندھوں پر سہارا لگا کر اتریں گے اور ان کے بدن اور ڈاڑھی سے اس طرح پانی ٹپکے گا جیسے کہ غسل کرنے والا، پھر کانے دجال کو قتل کریں گے، اور عدل وانصاف کی حکومت قائم کریں گے، کسی کو کسی سے کوئی بغض اور عداوت نہیں ہوگی، پوری دنیا امن وشانتی کا گہوارہ رہے گی، یاجوج ماجوج بھی غیر معمولی موت مریں گے یہاں تک کہ ایک فرد بھی نہ رہے گا، جن کے اقرباء واعزاء چند دنوں پہلے مر گئے ہوں گے وہ تمنائیں کریں گے کہ اے کاش! ہمارے اعزاء زندہ ہوتے تو ان کو بھی یہ خوشی کے ایام دیکھنے کو ملتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی دمشق کی جامع مسجد پر اتریں گے، جو حضرات وہاں گئے وہ بھی بتاتے ہیں اور انٹرنیٹ پر آپ بھی دیکھ سکتے ہیں کہ دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر لوہے کے تار لگے ہوئے ہیں کہ کوئی شخص وہاں چڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا جھوٹا دعویٰ نہ کر بیٹھے، یہ اس مینارے پر تشریف فرما ہوں گے، لوگ ان کو سیڑھی سے اتاریں گے، صرف یہی ایک پیغمبر ہیں کہ جن کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا، پھر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔

ایک غلطی کا ازالہ

حضرت ادریس علیہ السلام کے تعلق سے یہ مشہور ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! مجھے آسمان کی سیر کرا دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو متعین کر دیا کہ جاؤ تم ادریس علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر آؤ تو وہ فرشتہ آسمان سے آیا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے کر گیا، حضرت ادریس علیہ السلام نے معلوم کیا کہ میں نے سنا ہے کہ جنت میں ہر نبی کا ایک محل متعین ہے تو میرا محل کونسا ہے؟ فرشتے نے کہا: چلو بتاؤں، تو فرشتے لے کر گیا، وہاں لکھا ہوا تھا کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کا محل ہے، یہ اپنے جوتے اتار کر گئے اور تخت پر بیٹھ گئے، پھر دوبارہ اپنے جوتوں سمیت گئے اور کہا کہ جنت میں جا کر کوئی دنیا میں واپس نہیں جاتا۔ تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے اس بندہ نے سچ کہا، چنانچہ وہ جنت میں رہ گئے۔

مگر یاد رہے کہ اس میں اختلاف ہے اور یہ سب معنیٰ "وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا" سے مراد لیا گیا ہے اور اس کی تفسیر میں علماء نے کلام کیا ہے، یہاں تو مراد مرتبے اور بلندی کے ہیں اور نبوت ورسالت سے بڑھ کر کونسا مرتبہ بلند ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی رسی مضبوط پکڑلو

چوتھے پارہ کے دوسرے صفحہ میں اللہ تعالیٰ نے اتحاد واتفاق پیدا کرنے کا ایک اہم اصول بیان فرمایا ہے اور صرف اسی اصول پر رہتے ہوئے اتحاد واتفاق قائم ہوسکتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے پکڑلو اور آپس میں تفرقہ مت پیدا کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کو بتلایا ہے جو ساری دنیا کی دولت پا کر بھی حاصل نہیں ہوسکتی تھی "وَاذْكُرُوْا

نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ كُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِكُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا“ اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تمہارے اوپر کی جس وقت تم سب ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا تو تم سب بھائی بھائی ہو گئے۔

اتحاد واتفاق ایک ایسی نعمت ہے جس کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں کہ یہ ایک اچھی چیز ہے بلکہ ہر قوم و مذہب اور دین دھرم کے لوگ یہ تعلیم کرتے اور مانتے ہیں کہ اتحاد ایک عمدہ روشنی ہے اور یہ توحید وایمان کی بنیاد پر ہی ہو سکتا ہے، کیوں کہ سارے ہی مسلمان خواہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں بہر حال ایمان وتوحید کے قائل ہیں ہی، صرف مفاد کی بنیاد پر اتحاد کارآمد نہیں، کیوں کہ مطلب نکل جانے کے بعد وہ اتحاد ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ سیاسی پارٹیوں میں الیکشن کے زمانے میں اتحاد ہوتا ہے مگر الیکشن ختم ہونے کے بعد جب مقصد پورا ہو جاتا ہے تو ساتھ چھوڑ دیتے ہیں یا جس مقصد کے لئے ہاتھ ملایا تھا وہ مقصد پورا نہیں ہوا تو بھی ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مثالی کردار

دوستو! صحابۂ کرام کی زندگی ہمارے لئے مثال اور نمونہ ہے، جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو مہاجر وانصار کے درمیان مواخات قائم فرمادی یعنی ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا، اس کا اثر یہ تھا کہ ایک مہاجر ایک انصاری کو اور ایک انصاری ایک مہاجر کو حقیقی بھائی کی طرح سمجھتا تھا اور ہر چیز میں اس کو اپنا شریک سمجھتا تھا، حتیٰ کہ جن کے پاس ایک سے زائد بیویاں تھیں انہوں نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا کہ تم جس بیوی کو چاہو پسند کر لو میں اسے طلاق دے دیتا ہوں تم اس سے نکاح کر لینا، لیکن مہاجر دوسروں پر بار نہیں بننا چاہتے تھے۔

مہاجر نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ بازار کہاں ہے؟ چنانچہ بازار کا راستہ معلوم کر کے وہاں جاتے اور کچھ تھوڑی بہت تجارت کر لیتے، اور اپنا انتظام کر لیتے، اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی امانت اور صحابیت کے لئے انہیں لوگوں کا انتخاب فرمایا، ان لوگوں میں جو اتحاد تھا وہ ایمان وتوحید کی بنیاد پر تھا اور وہ لوگ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند تھے، قرآن ان کے بارے میں کہتا ہے ”اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيۡنَهُمۡ“ وہ کافروں کے لئے بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحم دل تھے۔ ایثار وقربانی ان کی گھٹی میں پڑی تھی، یہی چیز تھی جو ان کو ہر میدان میں آگے بڑھاتی تھی، کفار ان کا نام سن کر کانپتے تھے اور چند ہی سالوں میں دنیا کے وسیع رقبے کے مالک بن گئے، یہ اتحاد واتفاق کی عظیم دولت ہی تھی۔

توحید کی بنیاد پر متحد ہو جاؤ

آج مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں، کوئی تبلیغی ہے، کوئی دیوبندی، کوئی بریلوی ہے، کوئی جماعت اسلامی، کوئی غیر مقلد ہے تو کوئی وہابی، قبر میں کسی سے مسلک کے بارے میں سوال نہیں ہوگا، بلکہ بندگی کے بارے میں سوال ہوگا کہ تو بندہ بن کر آیا ہے یا نہیں؟ دنیا میں جتنی بھی کتابیں ہیں جتنے بھی کتب خانے ہیں ان سے ثابت ہے کہ قبر کے صرف تین سوال ہیں، ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ آدمی یہ تین سوال وجواب رٹ لے اور وہاں جا کر فرفر جواب دے دے، بلکہ ضروری ہے کہ ان کے تقاضوں پر عمل کرے، بغیر اس کے وہ ان سوالوں کا جواب ہرگز نہ دے سکے گا۔ اس لئے اختلاف میں پڑنے کے بجائے سب لوگ ایمان وتوحید کی بنیاد پر اکٹھا ہو سکتے ہیں، مسلک کا اختلاف اپنی جگہ مگر توحید ورسالت کی بنیاد پر اتفاق ہونا چاہئے،

ہمارے حضرت حاذق الامت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ’’اپنے مسلک کو چھوڑو مت اور دوسرے کے مسلک کو چھیڑو مت‘‘۔

آخر دنیوی معاملات میں اختلاف رکھتے ہوئے آپس میں متحد رہتے ہی ہیں، گھر گھر میں، بھائی بہن میں، باپ بیٹے میں، بیوی شوہر میں بہت سی چیزوں میں اختلاف رہتا ہے، لیکن پھر بھی متحد رہتے ہیں، آپ تعجب کررہے ہوں گے کہ میں نے کیا کہہ دیا، جی! میں نے سچ کہا، کیا ایسا نہیں ہے کہ باپ کو بڑے کا گوشت پسند نہیں، بیٹے کو مچھلی پسند نہیں، بیوی کو میٹھا پسند نہیں، شوہر کو کچھ اور پسند ہے لیکن پھر بھی بڑی پرلطف زندگی بسر ہوتی ہے، پھر دینا کا کونسا ایسا شعبہ اور محکمہ ہے جس میں اختلاف نہیں، کیا ڈاکٹروں میں اختلاف نہیں، حکیموں میں اختلاف نہیں؟ ایک ڈاکٹر کے پاس جاؤ اور دردِ سر کی شکایت کرو تو کہتا ہے کہ آئی مول کھالو، دوسرے کے پاس جاؤ تو کہتا ہے کہ آئی سین کھاؤ، تیسرے کے پاس جاؤ تو کہتا ہے کہ نولیجین کھاؤ، لیکن نہ وہ آپس میں لڑتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو بے وقوف کہتے ہیں، مگر افسوس ہے کہ ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے، شیطان نے ہم کو بھائی بھائی رہتے ہوئے بھی دین پر قائم نہیں رہنے دیا، بلکہ ایک دوسرے کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ہم ہی حق پر ہیں، دوسرا غلطی پر ہے، پھر اس کو حقیر اور معمولی سمجھ کر اپنی مجلسوں میں اس کی برائیاں بیان کرتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی کسی کی تحقیر کرتا ہے تو اس وقت تک اس کو موت نہیں آتی جب تک کہ وہ اس حقارت میں مبتلا نہیں ہوجاتا۔ الامان والحفیظ!

حقارت کا عبرت انگیز نتیجہ

شیخ ابوعبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے پیر طریقت، بہت بڑے محدث اور فقیہ گذرے ہیں، ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں

کسی جگہ یہودیوں کو دیکھا کہ سور چرا رہے ہیں، ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کیسے گندے لوگ ہیں کہ سور چرا رہے ہیں، اور ہم مسلمان ہیں، کیسے پاک وصاف ہیں، حضور ﷺ کے امتی ہیں، دنیا کی ساری چیزیں ہمارے لئے بنائی گئی ہیں، یہ خیال پیدا ہونا تھا کہ نورِ ایمان ان کے دل سے نکل گیا اور وہاں موجود ایک لڑکی پر عاشق ہوگئے، مریدین نے بہت سمجھایا مگر کوئی اثر نہ ہوا وہ مایوس ہوکر چلے گئے، بالآخر شیخ لڑکی کے باپ سے ملے اور شادی کا پیغام دیا تو اس نے کہا کہ اتنے سالوں تک سور چرایئے، چنانچہ سور چرانا شروع کردیئے اور وہ عصا جو کبھی رشد وہدایت کے لئے استعمال ہوا کرتا تھا اور جس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے اب وہ عصا سوروں کے چرانے میں استعمال ہورہا تھا، واقعہ مختصر یہ کہ کچھ لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اتنے بڑے شیخ اور وقت کے بزرگ نے مذہب یہودیت اختیار کرلیا ہے اور ایک لڑکی پر عاشق ہوگئے، تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وضو فرمارہے تھے، بس ایک چلو پانی لیا اور پھینکا تو اس کی چھینٹیں شیخ اندلسی پر پڑیں تو چونک اٹھے اور کہنے لگے کہ میں کہاں ہوں؟ تو جس کے یہاں سور چرارہے تھے اس نے کہا آپ اتنے دنوں سے ہمارے یہاں سور چرا رہے ہیں اور یہ ہماری لڑکی اب آپ کی دلہن بننے والی ہے، تو شیخ نے کہا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ! یہ سب میں نہیں جانتا، یہ میرا کام نہیں، پھر شیخ واپس ہوئے اور راستہ میں ایک نہر میں غسل کیا، حسن اتفاق کہ آپ کے مریدین وہاں پہنچ گئے اور بڑے ہی خوش ہوئے، شیخ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مسلمان بنایا اور گمراہی سے نکالا، پھر بتایا کہ میں نے یہودیوں کو حقیر سمجھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند دکھائی دی اور الہام ہوا کہ شیخ اندلسی تم ان کو حقیر سمجھتے ہو حالانکہ یہ ایمان تو میرا عطا کیا ہوا ہے، تم کو جو اتنا بڑا

مقام ومرتبہ عطا ہوا کہ ہزاروں مرید تمہارے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں یہ ہماری ہی دین ہے۔(شیخ اندلسی کا پورا واقعہ انوار السالکین میں لکھا ہے دیکھ سکتے ہیں)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو حقیر مت سمجھو، کوئی شرابی یا زانی ہے یا کسی اور گناہ کا مرتکب ہے تو اس کے گناہ کی بات ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی ایک بار لایا گیا، دوبارہ لایا گیا، سزائیں دی گئیں پھر شراب پی لی تو کسی صحابی نے ان پر لعنت کی، حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کو ٹوکا کہ تم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کو لعنت کرو یا برا بھلا کہو۔

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جتنا جس کا ایمان مضبوط ہوگا اتنی ہی لوگوں کی محبت اس کے دل میں ہوگی۔ ''اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ'' ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ جب کسی غیر مسلم کا جنازہ نکلتے ہوئے آپ ﷺ دیکھتے تو روتے تھے کہ افسوس یہ شخص بغیر ایمان کے مرگیا، مگر ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے بھائی سے جلے جاتے ہیں، کسی مسلمان بھائی کی ترقی ہم سے دیکھی نہیں جاتی ہے، کینہ، حسد، بغض وعداوت ہماری فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے، اسی وجہ سے مسلمان آج تباہی وبربادی کے عمیق غار میں گرتا چلا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بری خصلتوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

بندوں کیلئے بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۔

''اے مسلمانو، شراب، اور پانسے اور بُت اور جُوا
کام شیطاں کے ہیں گندے، ان سے بچنا (ہے روا)
تاکہ تم پاؤ نجات (اور ہو فلاحِ دوسرا)''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ضمیر لالہ میں روشن چراغِ آرزو کردے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کردے

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز وسازِ زندگی کہہ دے

بزرگانِ محترم! کل اور آج دو دنوں میں آپ نے نمازِ تراویح میں سورۂ مائدہ اور سورۂ انعام مکمل سماعت فرمائی، انہیں دونوں سورتوں کے کچھ اہم اور ضروری مضامین آپ کے گوش گذار کرنے ہیں۔

شانِ نزول

سورۂ مائدہ مدنی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری دور میں نازل ہوئی، مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو اسماء بنت یزید سے منقول ہے کہ سورۂ مائدہ رسول اکرم ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی، آپ سفر میں غصبا نامی اونٹنی پر سوار تھے، جب وحی نازل ہوتی تو حضور ﷺ پر غیر معمولی ثقل اور بوجھ ہوا کرتا تھا۔

چنانچہ اس وقت بھی اونٹنی عاجز آ گئی تو آپ ﷺ اس سے نیچے اتر آئے، یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر تھا، اس کے بعد حضور ﷺ اسّی دن دنیا میں رہے، ابن حبان نے محیط میں فرمایا کہ سورۂ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں اور بعض فتح مکہ کے سفر میں اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورۃ قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے۔

"اَلْمَائِدَۃُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ تَنْزِیْلاً فَاَحِلُّوْا حَلاَ لَھَا حَرِّمُوْا حَرَامَھَا" سورۂ مائدہ نزول قرآن کے آخری دور میں نازل ہوئی، اس میں جن کو حلال بتایا گیا ان کو قیامت تک کیلئے حلال اور جن کو حرام کر دیا گیا وہ قیامت تک شریعت میں حرام ہیں۔

ابن کثیر نے حضرت جبیر بن نفیر سے حاکم کی روایت سے نقل کیا ہے کہ وہ حج کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے فرمایا: جبیر! تم سورۂ مائدہ پڑھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں پڑھتا ہوں، صدیقہؓ نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی آخری سورۃ ہے اس میں جو احکام حلال وحرام کے آئے ہیں وہ محکم ہیں، ان میں مسخ کا احتمال نہیں، ان کا خاص اہتمام کرو، سورۂ نساء میں اصول بیان فرمائے ہیں اور اس سورۃ میں فروع بیان کئے گئے ہیں۔

ایفائے عہد واجب

معاہدات اور معاملات کے بارے میں یہ سورۃ بالخصوص خاص حیثیت رکھتی ہے، اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے جب عمرو بن حرم کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور ایک فرمان لکھ کر ان کے حوالے کیا تو اس فرمان کے سرنامہ پر یہ آیت تحریر فرمائی تھی "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" اے ایمان والو! اپنے عہد کو پورا کرو، اس آیت میں ایفائے عہد کی ضرورت واہمیت پر خاص زور دیا گیا ہے، امام راغب اصفہانی نے فرمایا کہ معاہدات کی جتنی قسمیں ہیں سب اس لفظ کے حکم میں داخل ہیں اور پھر فرمایا کہ اس کی ابتدائی تین قسمیں ہیں (۱) وہ معاہدہ جو انسان کا رب العالمین کے ساتھ ہے، جیسے ایمان طاعت کا عہد یا حلال وحرام کی پابندی کا عہد (۲) وہ معاہدہ جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے یا حلف کر کے کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کر لے (۳) وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے اس تیسری قسم میں وہ تمام معاہدات شامل ہیں جو دو شخصوں یا دو جماعتوں یا دو حکومتوں کے درمیان ہوتے ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے "اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اِذَا وَعَدَ وَفَا" مومن جب وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے۔

حلال وحرام جانوروں کی قدرے تفصیل

اس سورۃ کی تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے جانوروں کا ذکر فرمایا جن کا گوشت انسان کے لئے مضر ہے خواہ جسمانی طور پر کہ اس کے بدن میں بیماری کا خطرہ ہے یا روحانی طور پر کہ اس سے انسان کی اخلاقی اور قلبی کیفیات خراب ہونے کا خطرہ ہے، اللہ رب العزت نے ایسے جانوروں کو حرام قرار دیا جن میں انسانوں کے لئے ضرر ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ“ تم پر حرام ہے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور غیر اللہ کے نام سے ذبح کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرجائے اور جو کسی ضرب سے مرجائے اور جو اوپر سے گر کر مرجائے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے پھر اسکو تم ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے، تیروں کے، یہ سب گناہ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں چند چیزوں کی مذمت وممانعت کا ذکر ہے، سب سے پہلے مردار کا بیان ہوا کہ میتہ حرام قرار دیا گیا میتہ یعنی مردار جانور وہ ہے جو بغیر ذبح شرعی کے کسی بیماری کے سبب یا طبعی موت سے مرجائے ایسے جانور کا گوشت طبی طور پر بھی انسان کے لئے سخت مضر ہے اور روحانی طور پر بھی، البتہ حدیث شریف میں دو میتہ کو مستثنیٰ کر دیا گیا، ایک مچھلی دوسرے ٹڈی، مری ہوئی مچھلی کھانا جائز ہے جیسا کہ سب لوگ کھاتے ہیں، دوسرے خون کو حرام قرار دیا گیا، ایک دوسرے موقع پر فرمایا

”قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا“ فرمایا کہ کھانے والے کے لئے مردہ اور بہتا ہوا خون بھی حرام ہے، اگرچہ جگر اور تلی خون ہیں لیکن پاک ہیں، حدیث شریف میں مردہ میں سے مچھلی اور ٹڈی، خون میں سے جگر اور تلی کو مستثنیٰ کر کے حلال قرار دیا گیا، تیسری چیز لحم خنزیر یعنی خنزیر کا گوشت ہے جس کو آیت کریمہ میں حرام قرار دیا گیا، خنزیر کا صرف گوشت ہی حرام نہیں بلکہ اس کا ہر ہر جزو حرام ہے، وہ بالاتفاق نجس العین یعنی اس کے کسی بھی جزو سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

ایک اہم بات کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا کہ غیر ممالک کی اشیاء مثلاً صابن وغیرہ (یہ باتیں کبھی کبھی سننے میں آتی ہیں) ان میں خنزیر کی چربی ملی ہوئی ہے، تو ان کا استعمال کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ مسئلہ بہت ہی پہلے مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں اٹھا تھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا تفصیلی جواب دیا تھا جو ”کفایۃ المفتی“ میں مع دلائل موجود ہے، حضرت نے فرمایا ہے کہ اس طرح کے صابن کا استعمال جائز ہے، کیوں کہ صابن بننے کے بعد چربی کی حقیقت اور ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے جب شئے کی حقیقت بدل جائے تو اس کا حکم بھی بدل جائے گا۔

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ خنزیر نجس العین ہے لیکن ہئیت کے بدل جانے کے بعد نجس العین اور غیر نجس العین سب برابر ہیں، جیسے گدھا نمک کی کان میں گر کر مر گیا وہ بھی پاک ہے، کیوں کہ وہ اب گدھا نہیں رہا، بلکہ اب تو نمک ہو گیا، اسی طرح نطفہ سے انسان بنتا ہے، حالانکہ نطفہ ناپاک ہے مگر اس سے جو انسان بنا وہ پاک ہے کیوں کہ ہئیت بدل گئی الغرض اسی قسم کے صابن کا استعمال کرنا جس میں سور کی چربی ملائے

جانے کا احتمال ہو یا حقیقتاً ملاتے ہی ہوں تو بھی اس صابن کا استعمال جائز ہے۔ دوسری کمپنیوں کی مصنوعات جن میں اس طرح کی چیزوں کے ملائے جانے کا احتمال نہ ہو تو بہتر ہے کہ اگر میسر نہ آ سکیں تو اسی کو استعمال کرنا چاہئے۔

چوتھے: وہ جانور جو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، خواہ ذبح کرتے ہوئے اس کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، حرمت کا اصل مدار ذابح کی نیت پر ہے۔ قبروں درگاہوں پر چڑھاوا چڑھانے والے ذرا سوچ لیں کہ ان کے یہ اعمال کس حد تک جائز ہیں؟

ایک شخص نے اگر اس نیت سے ایک بکرا خریدا کہ پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے نام پر ذبح کروں گا خواہ ذبح کے وقت شیخ کا نام لے یا نہ لے اس کا ذبیحہ حرام ہے کیوں کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔

پانچواں: ''مُنخَنِقَةُ'' یعنی وہ جانور بھی حرام ہے جو گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا ہو، یا خود ہی کسی جال وغیرہ میں پھنس کر دم گھٹ گیا ہو۔

چھٹے: ''مَوقُوذَةُ'' اس جانور کو کہتے ہیں جو ضربِ شدید کی وجہ سے ہلاک ہوا ہو جیسے لاٹھی پتھر کی وجہ سے ہلاک ہوا ہو، اسی طرح کوئی شکار کرنے کے لئے گیا اور گولی سے یا کسی ایسے آلہ سے جو دھار دار نہ ہو مار دیا اور وہ مر گیا تو بھی اس کا کھانا صحیح نہیں ہے، وہ بھی موقوذہ ہی ہے۔ ''اَلمَقتُولَةُ بِالبُندُوقَةِ تِلكَ المَوقُوذَةُ'' یعنی بندوق کے ذریعہ جو جانور قتل کیا جائے وہ بھی موقوذہ ہے، اس لئے حرام ہے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، امامِ شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سبھی اس پر متفق ہیں۔

ساتویں: ''مُتَرَدِّيَه'' وہ جانور ہے جو کسی پہاڑ ٹیلے یا عمارت سے گر کر مرا ہو، وہ بھی حرام ہے۔ اسی لئے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شکار پہاڑ پر کھڑا ہوا اور تم نے بسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر پھینکا اور وہ تیر کی زد سے نیچے گر

کر مر گیا تو اس کو نہ کھاؤ، کیوں کہ ہو سکتا ہے وہ پہاڑ سے گرنے کی وجہ سے مرا ہو نہ کہ تیر کی وجہ سے، اس لئے وہ بھی ممنوع ہے۔

آٹھویں: ''نَطِيحَةُ'' اس جانور کو کہتے ہیں جو کسی تصادم اور ٹکراؤ کی وجہ سے ہلاک ہو گیا ہو، جیسے ریل یا موٹر وغیرہ کی زد میں آ کر مر گیا ہو یا کسی دوسرے جانور سے ٹکرانے سے ہلاک ہو گیا ہو۔

نویں: وہ جانور جس کو کسی درندے جانور نے پھاڑ دیا ہو اور پھر مر گیا ہو۔ یہ نو قسمیں ذکر کرنے کے بعد استثناء ذکر کیا گیا ''اِلَّا مَا ذَكَّيتُم'' اگر ان جانوروں میں سے کسی کو زندہ پا لیا تو وہ حلال ہے لیکن صرف چار طرح کے جانور مراد ہیں ''منخنقة، موقوذة، متردية، نطيحة'' کیوں کہ میتہ (مردار) خون خنزیر اور وہ جانور جس کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، وہ تو حرام ہی ہیں، ان میں حلت کا کوئی امکان واحتمال ہی نہیں۔

دسویں: وہ جانور جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو، نصب وہ پتھر جو کعبہ کے گرد کھڑے کئے ہوئے تھے اور اہل جاہلیت ان کی پرستش کرتے تھے، ان کے پاس جانوروں کی قربانی کیا کرتے تھے، اور اس کو عبادت سمجھتے تھے، اہل جاہلیت اس قسم کے جانوروں کو بڑے شوق سے کھاتے تھے، آج کے دور میں لوگ آستانہ یا استھان پر جانوروں کو لے جا کر قربانی کرتے ہیں، وہ بھی نصب میں داخل ہیں اور ان کا کھانا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

گیارہویں چیز ''بِالاَزلَامِ'' ہے، زمانہ جاہلیت میں ایک عام دستور تھا کہ تیروں پر لفظ اجازت وممانعت یعنی ''اَمَرَنِي رَبِّي، نَهَانِي رَبِّي'' لکھ کر رکھے رہتے تھے اور بعض خالی چھوڑے رکھتے اور یہ سب تیر کعبہ کے مجاور کے پاس رہا کرتے تھے، اگر کسی کو کوئی معاملہ پیش آتا تھا تو کعبہ کے مجاور کے پاس جاتا اور اس سے بیان کرتا تو

کئی تیر جھولی سے نکالتا اگر اس پر لکھا رہتا ''اَمَرَنِیْ رَبِّیْ'' (میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا) تو اس کام کو انجام دیتے اور اگر لکھا رہتا ''نَهَانِیْ رَبِّیْ'' (میرے رب نے مجھے اس کام سے منع کیا) تو اس کو نہیں کرتے تھے اگر چہ کتنا ہی اہم کام کیوں نہ ہو، اس طریقہ سے گویا یہ لوگ آئندہ کی خبریں جاننے کی کوشش کرتے تھے، اسی لئے قرآنِ کریم نے اس طرح کی تمام رائج عادتوں اور طریقوں کو باطل اور غلط قرار دیا، علماء نے فرمایا کہ آئندہ کی خبریں اور حالات معلوم کرنے کے جتنے بھی طریقے رائج ہیں سب ناجائز اور حرام ہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج کل پرچی ڈالنے کا دستور نکلا ہے وہ اسی سے ملتی جلتی قمار کی ایک شکل ہے۔

کس کا ذبیحہ حلال ہے

جو جانور ذبح ہوں وہی کھا سکتے ہیں، لیکن ہر کسی کا ذبح کیا ہوا کھانا جائز نہیں، صرف مسلمان اور اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا حلال جانور جائز ہے، کھا سکتے ہیں، کیوں کہ اہل کتاب بھی اپنے جانوروں پر اللہ کا نام لئے بغیر ذبح نہیں کرتے ہیں، ان کا اصل مذہب بھی یہی ہے کہ جب جانور ذبح کریں تو اللہ کا نام لے کر ذبح کریں، لیکن بعض جاہل نصاریٰ اس کے خلاف کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، مجوسی ہندو وغیرہ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں، آج کل بہت سے ہندو بھی بکرے اور مرغی کا گوشت بیچتے ہیں، لیکن ذبح دوسروں سے کراتے ہیں، ان کے یہاں سے بھی گوشت خریدنے میں احتیاط برتیں، کیوں کہ ہمیشہ وہ دوسروں سے ذبح نہیں کراتے بلکہ موقع پا کر خود بھی ذبح کر لیتے

ہیں، کیوں کہ ذبح کرنے والا ہمیشہ نہیں ملتا، اگر ان کے کچھ گاہک آ گئے تو کسی مسلمان کا انتظار کیوں کریں گے؟ اس لئے گوشت مسلمان ہی کے پاس سے خریدیں، خواہ مہنگا ہو یا سستا، کیوں کہ مسلمان کی دکان کا گوشت پاک اور حلال ہے۔

قصۂ ہابیل وقابیل

اس کے بعد ہابیل وقابیل کا قصہ بیان کیا گیا، قرآن کریم قصے کہانی کی کتاب نہیں کہ ہر ہر جزو کو بالتفصیل اور بالترتیب بیان کیا جائے، البتہ گذشتہ واقعات اور قصے اپنے اندر بہت سی حکمتیں، عبرتیں اور نصیحتیں لئے ہوئے ہیں اس بنیاد پر قرآنِ کریم جا بجا ان قصوں کو بیان کرتا ہے، قصہ ہابیل وقابیل اسی کی ایک کڑی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹے تھے، بڑے کا نام قابیل تھا اور چھوٹے کا نام ہابیل تھا، جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اکیلے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت اماں حوا علیہا السلام کی صورت میں آپ کو رفیقۂ زندگی عطا فرمائی ان کی اولاد یں کوئی دوسرا خاندان اور قبیلہ نہیں تھا، اور پوری دنیا کو آباد کرنا تھا، اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح جائز تھا، اس کی شکل یہ تجویز ہوئی کہ ایک لڑکا اور لڑکی پیدا ہوا کرتی تھیں تو لڑکا بعد میں پیدا ہونے والی لڑکی سے بیاہ دیا جاتا، اسی طرح پہلے پیدا ہونے والی لڑکی بعد میں پیدا ہونے والے لڑکے سے بیاہ دی جاتی تھی، تو قاعدہ کی رو سے قابیل کی بہن کا نکاح ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کی بہن کا نکاح قابیل کے ساتھ ہونا تھا، مگر قابیل اس کے لئے تیار نہ تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے نکاح کر لوں، کیوں کہ یہ خوبصورت اور حسین وجمیل تھی، حضرت آدم علیہ السلام نے منع بھی کیا مگر وہ نہ مانا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے دفع نزع کے لئے

دونوں کو قربانی کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ جس کی قربانی اور نذر قبول ہوگی اس کی خواہش پوری کردی جائے گی۔

چنانچہ ہابیل ایک بھیڑ بکری پالنے والا انسان تھا اس نے ایک بکرے کی قربانی دی اور قابیل ایک کاشتکار انسان تھا اس نے کچھ غلہ کی قربانی کی، اس زمانہ میں قربانی کی قبولیت کی یہ علامت تھی کہ جس کی قربانی قبول کی جاتی آسمان سے آگ آ کر اسے جلا دیتی۔ چنانچہ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی اور آسمانی آگ نے آکر اسے جلا دیا، قابیل کی نذر قبول نہیں ہوئی تو اور بھی غصہ اور حسد میں بھڑک اٹھا اور کہا کہ میں تجھے قتل کردوں گا، تو ہابیل نے وہ جواب دیا جو ایک شریف اور متقی آدمی دیا کرتا ہے، ”اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ“ اللہ متقیوں کی قربانیاں قبول کرتا ہے۔ تو بھی اپنے اندر تقویٰ اور اللہ کا خوف پیدا کر، اللہ تعالیٰ کو تجھ سے کوئی نفرت اور دشمنی تو ہے نہیں۔

اسے قتل کی دھمکی دینے پر یہ نہیں کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا بلکہ صرف یہ کہا ”لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ“ اگر تو دست درازی کرے گا مجھے قتل کرنے کے لئے تو میں دست درازی نہ کروں گا تجھے قتل کرنے کے لئے، بے شک میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب ہے۔

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ میں جس شخص نے سب سے پہلے اس آیت پر عمل کیا وہ خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں، جنہوں نے اپنی پوری طاقت وقوتِ عظیم سلطنت پائیدار اور مضبوط حکومت ہزاروں وفادار سپاہیوں اور بہت سے جاں نثار صحابۂ کرام کے مقابلہ کی اجازت طلب کرنے کے باوجود اپنی جان کی حفاظت کے لئے کسی کی انگلی بھی نہ کٹنے دی اور شہادتِ عظمیٰ کے

عظیم مرتبہ پر فائز ہوگئے۔ الغرض قابیل نے ہابیل کو غصہ اور بغض وحسد کی وجہ سے قتل کا وہ ناپاک اور منحوس کام کردیا جو رہتی دنیا تک کے لئے ناحق قتل کرنے والے قاتلوں کا گناہ اپنے سر لے لیا، چونکہ دنیا میں یہ سب سے پہلا خون ہوا تھا اس لئے اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اپنے مقتول بھائی کی لاش کو کیا کرے، اس لئے اس کو اپنے کندھے پر لئے پھرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کو بھیجا تا کہ اس کو سکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے، چنانچہ وہ کوا ایک مرے ہوئے کوے کو زمین کرید کر دفن کر رہا تھا، تو قابیل کو افسوس ہوا کہ میں اس کوے سے بھی گیا گزرا ہوں کہ دفنانے کا بھی طریقہ نہیں جانتا۔

اس قصہ کو بیان کرکے دو امور کی تعلیم دینا مقصود ہے، ایک یہ کہ نسب کی بزرگی مطلق کام نہیں آتی، مقبول صرف وہی ہوتا ہے جو حکم کا مطیع ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان حسد سے متاثر ہوکر کیسی کیسی شیطانی حرکتیں کر گذرتا ہے۔

نجاشی رحم دل بادشاہ

چونکہ شقاوت وبدبختی، تندمزاجی اور سنگدلی کا واقعہ اوپر گذر چکا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کسی رحم دل شخص کا بھی تذکرہ کردیا جائے، نبی اکرم ﷺ نے جب دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا اور لوگ شدہ شدہ حلقہ بگوشِ اسلام ہونے لگے تو کفارِ مکہ کو بڑی تکلیف ہوئی اور مسلمانوں کو ستانا اور تکلیف پہنچانا شروع کردیا، جب ان کی تکلیف حد سے تجاوز کرگئی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا حبشہ کا بادشاہ بڑا رحم دل ہے، اس لئے تم سب حبشہ کی طرف ہجرت کر جاؤ، چنانچہ صحابۂ کرام ہجرت کرگئے، تو قریش کو بڑی بڑی تکلیف ہوئی اور کچھ لوگوں کو ہدایا تحائف دے کر بھیجا کہ جاؤ

مسلمانوں کو بلا کر لاؤ، چنانچہ قریش کے قاصد حبشہ پہونچے اور نجاشی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور یہ کہا کہ ہمارے یہاں کچھ غلام بھاگ کر آگئے ہیں ہم کو سردارانِ قریش نے بھیجا ہے کہ ان کو بلا کر لے آئیں، اس لئے آپ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں، بادشاہ نے کہا کہ میں نے ان لوگوں کو پناہ دی ہے، یہ نہیں ہوسکتا کہ بلا تحقیق تمہارے حوالے کردوں۔

چنانچہ مہاجر مسلمانوں کو بلایا گیا حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو مہاجرین نے اپنا ترجمان بنایا، جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ پورے وفد کے ساتھ دربار میں پہونچے تو وفد قریش نے اپنی بات دہرائی کہ ان لوگوں نے اپنے دین ومذہب کو چھوڑ دیا اور ایک نیا دین اختیار کرلیا ہے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے تقریر شروع کی اور فرمایا کہ بادشاہ سلامت! ہم بت پرست اور مردار خور تھے، طرح طرح کی برائیاں کیا کرتے تھے، اللہ نے ہم میں ایک نبی بھیجا، اس نے ہم کو ایک اللہ کی دعوت دی، نماز، زکوٰۃ کی تعلیم دی، پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت اور پاسداری کا حکم دیا، چنانچہ ہم لوگ اس پر ایمان لائے، تو ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی، اب ہم نے آپ کے پاس پناہ لی۔

یہ سن کر بادشاہ نے سارے ہدایا اور تحائف واپس کردیئے، اس طرح مسلمانوں کی اللہ نے مدد فرمائی، پھر کفار کے ایک فرد عمرو بن العاص نے دوسرے روز پینترا بدلا اور بادشاہ سے جاکر کہا کہ بادشاہ سلامت یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے بھی اچھا عقیدہ نہیں رکھتے، تو بادشاہ نے پھر بلوایا اور پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے تم کیا کہتے ہو؟ تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے بی بی مریم کے بطنِ مبارک سے پیدا فرمایا، تو جتنے درباری تھے سب ناک بھوں چڑھانے لگے یہ کیا کہہ

دیا، تو بادشاہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے بیان کیا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بھی زیادہ نہیں تھے، پھر کہا کہ میں مسلمانوں کو تمہارے حوالے کبھی نہیں کرسکتا ہوں، پھر بعد میں اس نے اسلام بھی قبول کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے انتقال پر غائبانہ نمازِ جنازہ بھی پڑھی۔

شراب جوا وغیرہ کی قطعی حرمت

شروع میں جو آیت کریمہ میں نے پڑھی تھی کے تعلق سے کچھ باتیں عرض کرتا ہوں، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندے شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو۔

آیت کریمہ میں چار چیزوں کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے (۱) خمر۔ (۲) میسر۔ (۳) انصاب۔ (۴) ازلام۔ ہر ایک کی قدرے تشریح سماعت فرمائیں۔

حرمتِ خمر

خمر اس شراب کو کہتے ہیں جو انگور سے بنائی گئی ہو لیکن بعد میں یہ لفظ ہر نشہ آور شراب کے لئے استعمال ہونے لگا، شراب اہل عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی بلکہ ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی، عام طور پر اہل عرب اس بلا میں مبتلا تھے جس طرح یہاں چائے بکثرت لوگ استعمال کرتے ہیں اسی طرح وہ لوگ شراب استعمال کرتے تھے، اسلام نے ان پر یکبارگی بندش اور روک نہیں لگائی بلکہ ان کے مزاج کی رعایت کرتے ہوئے تدریجی طور پر اس کو قطعی حرام قرار دیا۔

ابتدا ہی میں لوگوں نے شراب کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کیا تو آیت کریمہ نازل ہوئی ''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا'' لوگ آپؐ سے شراب اور جوے کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور کچھ تھوڑا فائدہ ہے لیکن گناہ اس کے نفع سے بڑھا ہوا ہے۔

اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت صاف طور پر بیان نہیں کی گئی بلکہ ایک اشارہ کردیا گیا کہ عنقریب اس کو کلی طور پر قطعاً حرام کیا جائے گا، اسی وجہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو سن کر فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ لَنَا بَیَانًا شَافِیًا۔ چونکہ قطعی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی اس لئے پینے کا رواج تھا ہی۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی صحابی کے گھر دعوت تھی، صحابۂ کرام نے کھانے کے بعد شراب بھی پی لی، پھر نمازِ مغرب میں کھڑے ہوئے تو امام صاحب نے سورۂ کافرون تلاوت کی اور ''لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ'' میں لا چھوڑ دیا تو معنی بالکل بگڑ گئے کہ اے کافرو! جس کی تم عبادت کرتے ہو ہم بھی اسی کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے دوسری مرتبہ یہ حکم نازل فرمایا ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی'' اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔

تو اس آیت کریمہ میں نماز سے اتنا پہلے شراب پینے کی ممانعت کی گئی کہ جس سے نشہ باقی نہ رہے، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہی لفظ دہرایا: اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ لَنَا بَیَانًا شَافِیًا ۔ پھر سورۂ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں چار چیزیں حرام قرار دی گئیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پکار اٹھے ''اِنْتَهَیْنَا اِنْتَهَیْنَا'' ہم باز آ گئے ہم باز آ گئے۔ آناً فاناً لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے، مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب بہنے لگی،

سارے عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفت ربانی اور محبت واطاعت نبویؐ کی شرابِ طہور سے مخمور ہوگئے، اور حضور اکرم ﷺ کا یہ جہاد ایسا کامیاب ثابت ہوا کہ پوری عالمی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں کیا جاسکتا۔

حرمتِ میسر

میسر کے معنی جوا اور قمار بازی کے ہیں، اہل عرب میں یہ چیز بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی تھی، آج کل بھی یہ چیز کم نہیں ہے، لاٹری کا رواج عروج پر ہے، پچاس ہزار کی لاٹری چالیس ہزار میں بیس ہزار کی لاٹری پندرہ ہزار میں یہ سب سود ہے جس کی قرآن نے ممانعت فرمائی ہے۔

جو اس جوے کی لت میں پڑا ہو اس کے گھر کا کھانا پینا بھی جائز نہیں، شراب نوشی اور قمار بازی کی دنیوی مضرتوں اور قباحتوں کی تفصیل بیان کی جائے تو بڑی کتاب تیار ہوسکتی ہے، قرآن کریم نے یہاں صرف ان کی سب سے بڑی اور کلیدی مضرت خانہ جنگی کی طرف اشارہ کردیا۔

شراب اور قمار دونوں کے مضر اثرات شر وفساد کی شکل میں روز مرہ کے مشاہدے ہیں، مے نوشی اور جرائم کا قریبی تعلق ماہرین فن کے اعداد وشمار کے مطابق جوے کی لت میں پڑ کر بڑے بڑے مشاہیر واکابر اپنی دولت وسلطنت، عزت وناموس اور مقام ومرتبہ گنوا بیٹھے، ہندوستان کے قدیم ترین تاریخی قصۂ مہابھارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ جاہلیت عرب کے مہذب باشندے ان دونوں بلاؤں میں بری طرح مبتلا تھے۔ ٹھیک اسی طرح آج مغربی دنیا کی مہذب آبادی پر بھی دونوں بلائیں بری طرح مسلط ہیں۔

حرمت انصاب

انصاب نصب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بت، یعنی بتوں کی پرستش اور عبادت سب حرام ہے، اہل عرب میں بت پرستی کی بھی بڑی کثرت سے تھی، پورا عرب اس میں ملوث تھا۔

حرمت ازلام

ازلام ''زُلم'' کی جمع ہے، ان تیروں کو کہا جاتا ہے جن پر قرعہ اندازی کر کے اہل عرب جوا کھیلا کرتے تھے، جس کی ایک شکل یہ تھی کہ اہل عرب شرکت میں اونٹ ذبح کرتے پھر برابر تقسیم کرنے کے بجائے دس حصہ مقرر کرتے، پھر سات تیروں پر کچھ حصہ مقرر کر دیتے اور تین تیر خالی چھوڑ دیتے، پھر ایک ایک تیر ہر کوئی نکالتا، اس طرح تین شخص محروم رہ جاتے۔ یہ بھی جوا ہے، اس لئے قرآن کریم نے اس کو بھی منع کیا، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سورۂ مائدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام میں اپنی حمد وثنا کے ساتھ فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ'' تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تاریکی اور روشنی کو بنایا۔

اس سورۃ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ پوری سورۃ ایک ساتھ نازل ہوئی، اس طرح کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے بھی نازل ہوئے۔ اس آیت کو ''الحمد'' سے شروع کیا اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور توحید کا بیان ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی کوئی تعریف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور اگر کوئی تعریف نہیں کرتا تو اللہ کی بڑائی میں

کمی نہیں آتی، اگر بڑائی بیان کرتا ہے تو بندے کا فائدہ ہے اور اگر نہیں کرتا تو اسی کا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ کسی کی تعریف کے محتاج نہیں ہیں۔ اس آیت میں ''سمٰوات'' کو جمع اور ''ارض'' کو مفرد بیان کیا گیا ہے اگرچہ دوسری آیت میں آسمان کی طرح زمین بھی سات ہونے کا ذکر ہے، لیکن اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ سات آسمان اپنی شکل وہیئت کے اعتبار سے باہم امتیاز رکھتے ہیں، اور ساتوں زمین ایک دوسرے کے ہم شکل اور مثل ہیں، اس لئے اس کو مثل ایک عدد کے بیان فرما دیا ہے، زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب چیزیں رکھیں ہیں سائنٹسٹ بتاتے ہیں کہ زمین کے اندر جب بورویل ڈالا جاتا ہے تو چھ ہزار فٹ پر رک جاتا ہے اور جو پتھر کو کاٹنے کی بٹ ہوتی ہے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے، اس لئے زمین تہ در تہ ہے جس طرح آسمان ایک دوسرے کے اوپر سات آسمان ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین بھی سات بنائی ہیں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے گول بنایا ہے، گنبد کی طرح معلق ہے آسمان اور زمین کے درمیان، اور آسمان کے مقابلے میں زمین بہت چھوٹی ہے، سائنٹسٹ بتاتے ہیں کہ یہ زمین ایک ہزار کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے اپنے مدار میں گھوم رہی ہے، اور عجیب وغریب بات یہ ہے کہ زمین کی اتنی رفتار کے باوجود انسان کو وہ قوت عطا فرمائی کہ وہ اپنی جگہ پر ساکت ہے اور اس کو کوئی نقصان نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرُ'' اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو انسان کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ یعنی اس کے اوپر انسان کی گرفت مضبوط ہو جاتی ہے جیسے چاند کے اوپر آدمی پہنچ گیا ہے ویسے ہی آنے والے دنوں میں انسان مریخ پر پہونچے گا، کہیں اور پہنچے گا، اللہ تعالیٰ نے جو مسخر کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا، اور آدمی مادی اعتبار سے اوپر تک جانے لگا ہے۔

آئندہ ایسے حالات آرہے ہیں سائنٹسٹ کہتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں بہت ٹائم لگتا ہے، یہاں سے امریکہ پہونچنے کے لئے بارہ چودہ گھنٹے لگتے ہیں، اس لئے ایسا سفر کیا جائے جو خلائی سفر ہو، خلائی سفر کا مطلب یہ ہوگا کہ یہاں سے راکٹ سیدھا اڑے گا اور جہاں سے زمینی اور آسمانی طاقت متصادم ہے، وہاں پہنچے گا، وہاں بڑے بڑے ممالک اسٹیشن قائم کردیں گے جہاں پر ان کے ہوائی جہاز اور راکٹ وغیرہ جاکر رکیں گے پھر وہاں سے خلائی سفر کریں گے، چھوٹے چھوٹے خلائی جہاز بنائیں گے اور ان سے آدمی سفر کرے گا تو وہاں سے آٹھ گھنٹے کا سفر صرف ایک گھنٹہ میں طے ہوجائے گا، دیکھئے ایسے سفروں کی بھی تیاری چل رہی ہے۔ اللہ اکبر!

یہ زمین اور آسمان اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی خدمت اور فائدے کے لئے بنائے ہیں، خلائی اسٹیشنوں پر گاڑیاں بھی چھوٹی چھوٹی اور تیز رفتار بنائی جائیں گی، جہاز سے اگر پوری دنیا کا چکر لگانے میں چالیس گھنٹے لگتے ہیں، لیکن اس خلائی اسٹیشن سے یہ چکر صرف گھنٹے دو گھنٹے میں پورا ہوجائے گا۔ ایسی بہت ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ رکھی تھیں جو اب ظاہر ہورہی ہیں اور انسان ترقی کرکے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہورہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت ان سارے عوامل سے معلوم ہورہی ہے، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

ہر شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

''بندگی، لوگو کرو اللہ کی تم (ٹھیک ٹھیک)

اور نہ ٹھہراؤ کسی کو ذات میں اس کی شریک

اپنے ماں باپ، اور قرابت والے (سب لوگوں) کے ساتھ
اور یتیموں (بیکسوں کے) اور محتاجوں کے ساتھ
ہوں جو ہمسایہ قریب و دور ان کے ساتھ بھی
اور ان کے ساتھ بھی جو ہم نشیں ہیں (واقعی)
اور مسافر اور غلاموں، باندیوں کے ساتھ بھی
ہے سلوک اور نیکی کرنا تم کو لوگو لازمی
(اور اے لوگو) خدا ان کو نہیں کرتا پسند
جن کو ڈینگیں مارنا ہو اور اِترانا پسند"

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بتاؤں تجھ کو مسلماں کی زندگی کیا ہے
یہ ہے نہایت اندیشہ وکمالِ جنوں
حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے، نہیں ہے طلسمِ افلاطوں!
عناصر اس کے ہیں روح القدس کا ذوقِ جمال
عجم کا حسن طبیعت، عرب کا سوزِ دروں

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام! آپ حضرات نے آج نماز تراویح میں سورۂ نساء سماعت فرمائی ہے، اس سورۃ میں بہت سے احکامات بیان کئے گئے ہیں، مثلاً کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے؟ میراث کے کیا احکام ہیں؟ عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم، کن کن عورتوں سے نکاح جائز اور کن عورتوں سے حرام ہے، خدائے واحد کی بندگی کا حکم، شراب کا حرام ہونا، اللہ ورسول کی اطاعت پر انعامِ خداوندی کا

فیصلہ، سلام کرنے کا طریقہ، منافقوں کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ، پھر قتل کا تفصیلی حکم، جان بوجھ کر قتل کرے تو کیا حکم ہے؟ ہجرت کا حکم اور اس کی فضیلت، نمازِ قصر کا حکم اور اس کا طریقہ، پھر اجماعِ امت حجت ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے جہنم کی وعید، پھر انصاف کے ساتھ گواہی دینے کا تذکرہ کیا گیا، اگرچہ دشمن کیوں نہ ہو، رشتہ داروں کی طرفداری اور موافقت میں ناانصافی سے کام نہ لو اور جھوٹی گواہی دے کر ان کا ساتھ نہ دو، پانچویں پارے کے آخر میں منافقین کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ کیا گیا، اس کے علاوہ اور بہت سی تعلیمات اور احکامات کا ذکر ہے۔

کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے

سورۂ نساء کے شروع میں انسانوں کی تخلیق کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تعدادِ ازدواج کا تذکرہ فرمایا کہ مرد ایک عورت سے نکاح کرے یا دو عورتوں سے، یا تین یا پھر چار عورتوں سے، اور چار بھی اس وقت جب کہ ہر ایک کے ساتھ انصاف قائم کر سکے ورنہ ایک ہی پر اکتفاء کرے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ" اور نکاح کر لو ان عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں دو دو تین تین اور چار چار۔ "وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً" اور اگر تم کو اندیشہ ہے کہ انصاف نہیں کر سکتے ان عورتوں کے درمیان تو ایک ہی عورت پر اکتفاء کرو۔

تعددِ ازواج سے معاشرہ صالح اور پاک ہوسکتا ہے

تعددِ ازواج کا مسئلہ لے کر آج اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام نے کیوں اس کی اجازت دی ہے، لیکن یہ اعتراض ان کی کم فہمی اور دیگر ادیان و مذاہب سے عدمِ واقفیت کی دلیل ہے، آج معاشرے کے اندر جو طرح طرح کی برائیاں جنم

لے رہی ہیں اور جوان دوشیزائیں سڑکوں اور ہوٹلوں پر پھر رہی ہیں اور اس کے غلط اور ناگفتہ بہ اثرات ونتائج مرتب ہو رہے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ان لڑکیوں کی شادی نہیں ہو پا رہی ہے، شہر بنگلور ہی کا سروے کریں تو آپ کو لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے کئی گنا زیادہ ملے گی تو ایسی صورت میں اگر اسلام کے اس قانون پر عمل کر لیا جائے تو بہت حد تک معاشرہ کو صالح اور پاک بنایا جا سکتا ہے، اسلام کا ہر قانون ایسا کہ اس پر عمل کرنے سے انسان دنیوی اور اخروی دونوں زندگیوں میں فلاح پاتا ہے۔

میراث

اس کے بعد مسئلۂ میراث بیان کیا گیا، میراث اس مال کو کہتے ہیں جو مرنے والا چھوڑ کر جائے، یہ صرف اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے مال میراث کو اس کے حقداروں کے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیا، ورثا کا اسلام نے اتنا خیال کیا کہ اگر مرنے والا یہ چاہے کہ اپنی اولاد کو میراث سے محروم کر دے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں، ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنی اولاد کے مستقبل کا خیال کرے اور اس کو ایسی حالت میں نہ چھوڑے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتی پھرے، اللہ تعالیٰ نے لفظ ''یوصی'' سے آغاز فرمایا ''یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ'' اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم دیتے ہیں، پھر تفصیل کے ساتھ میراث کے مسائل کو بیان کیا گیا۔

محرّمات

چوتھے پارے کے اخیر میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان عورتوں کا تذکرہ کیا گیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے '' حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ

وَبَنٰتُکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ وَخٰلٰتُکُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِھِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا''۔

حرام قرار دی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور وہ لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں رہتی ہوں، ان بیبیوں سے جن سے تم نے دخول کیا ہو اور اگر تم نے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں یعنی ایسی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں جن کی ماؤں سے اب تک تم نے صحبت نہیں کی، اور اپنے صلبی بیٹوں کی بیبیوں سے اور دو بہنوں کا ایک ساتھ رکھنا حرام ہے ان کے علاوہ جو اور عورتیں ہیں ان سے نکاح جائز ہے۔

مہر اتنا ہی مقرر کرو کہ آسانی سے دے سکو

یہ بات یاد رکھیں کہ شریعت نے بذریعہ نکاح حلال تو قرار دیا مگر مہر کا دینا بھی ضروری ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ'' اور تمہارے لئے ان (مذکورہ حرام شدہ عورتوں) کے علاوہ حلال قرار دی گئی ہیں کہ تم مالوں کے ذریعہ نکاح میں لانا چاہو تو بہتر ہے صرف مستی نکالنا نہ ہو۔ ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِہٖ مِنْھُنَّ فَاٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ فَرِیْضَۃً'' پھر طریقہ سے ان عورتوں سے متفع ہوئے ہو، سوان کے مہر دے دو جو کچھ مقرر ہے۔ آج کل لوگوں میں یہ بھی بہت بری بلا آپڑی ہے کہ نکاح میں تو مہر کثیر کا

اعلان ہوجاتا ہے مگر مرتے دم تک بہتوں کو دینے کی توفیق نہیں ہوتی، حالانکہ جو شخص بلا مہر عورت کی رضامندی کے بغیر ہم بستری کرتا ہے گویا وہ زنا کرتا ہے، اس لئے مہر اتنا ہی مقرر کریں کہ آسانی اور سہولت کے ساتھ ادا بھی کرسکیں۔

ایک جامع آیت

آگے والدین، رشتہ دار وغیرہ کے حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، اِنَّ اللّٰهَ لاَيُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوْرًا" اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور مسافر کے ساتھ اور ان کے ساتھ جن پر تمہارا ما لکانہ قبضہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتے تو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں، شیخی کی باتیں کرتے ہیں۔ اس ایک آیت میں بہت ساری چیزیں ذکر کی گئیں ہیں، سب سے پہلے وحدانیت اور خدا کا ذکر کیا گیا ہے اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

حقوقِ والدین

والدین کے حقوق سب سے زیادہ ہیں، قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت کا ذکر کیا ہے وہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا بھی ذکر کیا، والدین کے احسانات سب سے زیادہ ہیں، انسان کے وجود اور پیدائش کا

ظاہری سبب ماں باپ ہی ہیں، پھر پیدائش کے وقت جتنی مشقتیں اور تکالیف ماں برداشت کرتی ہے اس کا اندازہ دوسرا نہیں کرسکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ امیر المومنین! اگر میں اپنے ملک سے اپنی ماں کو کندھے پر سوار کر کے پیدل لاکر حج کراؤں پھر پیدل کندھے پر سوار کر کے وطن واپس لے جاؤں تو کیا ماں کا حق ادا ہوجائے گا؟ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تیری پیدائش کے وقت تیری ماں نے جو ایک آہ نکالی تھی اس ایک آہ کا بھی حق ادا نہ ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا" ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔ "حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَيْكَ" اس کی ماں نے اس کو پیٹ میں رکھا کمزوری برداشت کر کے اور اس کا دودھ چھڑایا دو سال میں اور حکم دیا کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو۔

والدین کی خدمت کا نتیجہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا نتیجہ اور اثر دنیا ہی میں ظاہر ہوجاتا ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا اثر بھی دنیا ہی میں مرتب ہوجاتا ہے، پھر آخرت میں جزا وسزا تو ہوگی ہی، حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شدید بارش کی وجہ سے پہاڑ کے غار میں آچھپا، یکا یک ایک چٹان نے لڑھک کر غار کے منہ کو ڈھانپ لیا۔

یہ شخص والدین کا بڑا ہی اطاعت شعار اور فرمانبردار تھا، اس کا کام تھا کہ بکریاں چراتا پھر شام کو چرا کر لاتا اور سب سے پہلے دودھ نکال کر اپنے والدین کو

پلاتا تھا، ایک مرتبہ وہ بکریاں چراتے چراتے دور نکل گیا اور جب لوٹ کر آیا تو شام ہوچکی تھی اور اس کے والدین سب سو چکے تھے، تو اس شخص نے دودھ نکالا اور دودھ اپنے والدین کے سرہانے لے کر کھڑا ہوگیا اور ادب کی وجہ سے جگایا بھی نہیں اور ان کے پینے سے پہلے خود بھی پینا اور بچوں کو پلانا مناسب نہیں سمجھا، صبح کو اس کے والدین بیدار ہوئے تو اس نے اپنے والدین ساتھ دودھ پیا، اس نے اپنی نیت اور ارادے کے مطابق یہ بڑا کام کیا تھا۔

چرواہے نے اس مصیبت کی گھڑی میں اس کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یااللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کو ہٹادے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور یہ شخص بچ نکلا۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید فرمائی ہے "عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاحَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلٰى وَلَدِهِمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ" حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہی تمہاری جنت اور جہنم ہیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "رَغِمَ أَنْفُهُ رَغِمَ أَنْفُهُ قِيلَ مَنْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنَ الْكِبَرِ أَوْ أَحَدَهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ" اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو یعنی وہ شخص تباہ و برباد ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کون ہے وہ شخص؟ جس کے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمارہے ہیں؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے والدین یا والدین میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا پھر ان کی خدمت کرکے اپنے آپ کو جنت کا مستحق اور

حقدار نہ بنالیا۔ والدین کی زندگی کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ ان کی خدمت کرنی چاہئے، کبھی بھی ان کو ناراض نہیں ہونے دینا چاہئے، عام طور سے بڑھاپے میں بھولنے کی بیماری شروع ہوجاتی ہے اس لئے ایک ہی بات کو بار بار پوچھتے رہتے ہیں، مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہوجاتا ہے، یہ اولاد کے سمجھنے اور ان کی باتوں کو برداشت کرنے اور سمجھنے کا موقع ہوتا ہے۔

والدین کے ساتھ کیا گیا حسن سلوک اولاد ادا کرتی ہے

آج آپ اپنے بوڑھے ماں باپ کی خبرگیری کریں گے تو کل آپ کی اولاد بھی آپ کے نرم گرم کو برداشت کرے گی اور اگر آپ اپنے والدین کو ستائیں گے تو ہرگز یہ توقع نہ رکھیں کہ کل آپ کی اولاد آپ کی عزت کرے گی، بلکہ آپ کی اولاد آپ سے بھی بدتر اور خراب ثابت ہوگی، اسی لئے کہ والدین کی نافرمانی اور ان کی بددعاؤں سے بچنا چاہئے، آدمی اپنے والدین کی نافرمانی کرتا رہے پھر بعد میں اس کو احساس ہو جبکہ اس کے والدین دنیا سے جاچکے ہوں تو اس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ ان کے لئے کثرت سے دعائیں کرے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اِنَّ الْعَبْدَ لَيَمُوْتُ وَالِدَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا وَإِنَّهُ لَهُمَا لَعَاقٌ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْ لَهُمَا وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمَا حَتّٰى يَكْتُبَهُ اللّٰهُ بَارًّا" ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک انتقال کرجاتا ہے اور ان کی نافرمانی میں زندگی گزارتا رہا تو اس نافرمانی کی تلافی کی شکل یہ ہے کہ وہ ان کے لئے برابر دعا اور استغفار کرتا رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو فرمانبرداروں میں لکھ دیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص یمن سے حضور ﷺ کے پاس جہاد کی اجازت طلب کرنے کے لئے آتا ہے حضور ﷺ پوچھتے ہیں کہ یمن میں

تیرا کوئی ہے؟ یعنی تیرے والدین زندہ ہیں؟ تو اس نے کہا: میرے ماں اور باپ دونوں ہیں۔ تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تو نے ان سے اجازت لی ہے؟ عرض کیا نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر یمن جا اور ان سے اجازت لے، اگر اجازت دیں تو جہاد میں جا، ورنہ نہیں! الغرض والدین کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ کرنے کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا گیا ہے۔ "وَبِذِی الْقُرْبٰی" قرآنِ کریم کی ایک جامع آیت ہے، جس کو حضور ﷺ اکثر اپنے خطبات میں پڑھا کرتے تھے، اس میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ ہے، "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" "اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے، اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم یاد رکھو!" یہ آیت بڑی ہی جامع ہے، اکثم بن صفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں، تم اس کے ماننے میں جلدی کرو، "فَكُوْنُوْا فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ رُؤُسًا وَلَا تَكُوْنُوْا فِیْهِ اَذْنَابًا"۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد ﷺ کی محبت جاگزیں ہوئی۔ اس آیت کریمہ میں رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بھی تذکرہ ہے، پھر سورۂ نساء کی آیت مذکورہ میں "ذِی الْقُرْبٰی" کے بعد یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پڑوسی کا حق

"وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی" اس آیت کریمہ سے "جار" کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں، جَارِ ذِی الْقُرْبٰی دوسرے جَارِ جُنُب، ان دو قسموں کی تفسیر و تشریح میں صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال ہیں، عام مفسرین نے فرمایا کہ جَارِ ذِی الْقُرْبٰی سے مراد وہ پڑوسی ہے جو تمہارے مکان سے متصل ہو اور جَارِ جُنُب سے وہ پڑوسی مراد ہے جو تمہارے مکان سے کچھ فاصلہ پر رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جَارِ ذِی الْقُرْبٰی سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی، اس طرح اس میں دو حق جمع ہو گئے، اور جَارِ جُنُب سے مراد وہ ہے جو صرف پڑوسی ہے رشتہ دار نہیں، اس لئے اس کا درجہ پہلے سے مؤخر ہے۔

ہم نشیں کا حق

چھٹے نمبر پر "وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" ہے، اس کا معنی ہے ہم پہلو، ساتھی جس میں رفیق سفر بھی داخل ہے۔ جو ریل، جہاز، بس اور گاڑی وغیرہ میں آپ کے برابر بیٹھا ہو اور وہ شخص بھی داخل ہے جو کسی عام مجلس میں آپ کے برابر ہو، یعنی ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں، کسی کو تکلیف نہ ہونے دیں، آپ کے بغل میں جو بیٹھا ہوا ہے تو سگریٹ پی کر دھواں اس کے سامنے نہ چھوڑیں، پان کھا کر اس کے سامنے نہ تھوکیں، آپ کسی کے برابر میں مسجد میں بیٹھے ہیں تو اس کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھیں بلکہ دوسرے کا خیال کریں، اگر ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو بہت سے اختلافات، لڑائی جھگڑے بند ہو جائیں۔

راہ گیر کا حق

"وَابْنِ السَّبِیْلِ" سے مراد راہ گیر ہے، یعنی وہ شخص جو دورانِ سفر آپ کے پاس آ جائے یا آپ کا مہمان بن جائے، چونکہ وہ اجنبی ہے اس کے تعلقات یہاں نہیں ہیں تو قرآنِ کریم نے اس کے انسانی تعلق کی رعایت کا حق لازم قرار دیا کہ جس قدر ہو سکے اس کے حق کا لحاظ کرو۔

غلام باندی اور ملازموں کا حق

"وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" اس سے مراد غلام اور باندی ہیں، آج کل تو غلام اور باندی کا دور نہیں رہا، پہلے زمانہ میں جب لڑائیاں ہوا کرتی تھیں تو شکست خوردہ فریق کے جو قیدی ہوا کرتے تھے، ان کے مرد غلام اور عورتیں باندیاں کہلاتی تھیں، شریعت اسلامی نے ان کے ساتھ انسانی برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔

اور ایسا ہی سلوک کرنے کا حکم نوکروں اور ملازموں کے ساتھ بھی، کبھی ان کو مقررہ تنخواہ دینے میں بخل نہ کرو، کام سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالو، ان کی مجبوری اور غربت کا ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ، آج کل دور دراز سے غریب اور ضرورت مند آدمی محنت مزدوری کرنے کے لئے شہر آتے ہیں، تھوڑی تنخواہوں پر کام کرتے ہیں، لیکن مالک کو ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ بے چارے بیوی بچوں کو چھوڑ کر چند کوڑیوں کی خاطر یہاں آئے ہوئے ہیں، آخر یہ بھی تو انسان ہیں ان کی بھی تو ضروریات ہیں، وقت پر تنخواہ نہیں دیتے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "مُطِلُّ الْغِنٰی ظُلْمٌ" مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

ادائے حق میں متکبر ہی ٹال مٹول کرتا ہے

اس آیت کے آخیر میں فرمایا گیا "اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا" اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں، شیخی کی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ شخص جہنم میں ہمیشہ کے لئے نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو، اور جنت میں ایسا کوئی شخص نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے بقدر تکبر ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو، حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا: لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے کپڑے اچھے ہوں ان کے جوتے اچھے ہوں تو کیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: تکبر نام ہے حق ادا نہ کرنے کا اور لوگوں کو ذلیل سمجھنے کا۔

اللہ تعالیٰ گرفت کرنے پر آئیں تو کوئی نہیں بچ سکتا

آیت کریمہ کا آغاز اللہ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کی ممانعت سے کیا گیا ہے، "وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا" اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی اور چیز کو شریک مت کرو۔ اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا جائز نہیں ہے، آج کل لوگ قبروں پر جا کر مرادیں مانگتے ہیں، اولیاء اللہ کے مزاروں پر جا کر سجدے کرتے ہیں، ان کے نام پر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں، یہ سب حرام ہیں، شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے انوار الاذکیا میں ایک واقعہ لکھا ہے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے صاحب دل بڑے محدث، عالم، فقیہ اور سلطان العارفین تھے، کسی نے خواب میں حضور اکرم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا تو

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے شہر میں جنید نہیں ہیں؟ انہیں سے معلوم کرلو۔ اس سے اندازہ لگایئے کہ کس درجہ کے بزرگ تھے، شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا واقعہ لکھا ہے کہ جب حضرت کا انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ جنید کیا لے کر آئے ہو؟ دوستو! اگر اللہ تعالیٰ ہم سے پوچھ لیں کہ کیا لے کر آئے ہو تو ہمارے پاس کیا عمل ہے، جو اللہ کے حضور پیش کرسکیں؟ ہمیں بھی فکر اور احساس ہونا چاہئے کہ کوئی اچھا عمل اللہ کے حضور پیش کرنے کے لئے تیار رکھیں، بعض بندے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یا اللہ! میں توحید لے کر آیا ہوں، زندگی میں میں نے تیرے علاوہ کسی پر یقین نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنید! زندگی میں ایک مرتبہ تو نے دودھ پیا تو پیٹ میں درد پیدا ہوگیا، تو کہا کہ دودھ نے پیٹ میں درد پیدا کردیا، بتاؤ کہ دودھ میں کیا طاقت ہے کہ درد پیدا کرے؟ نفع، نقصان پہونچانے والے تو ہم ہیں، تو نے دودھ کو خدا مان لیا؟ فوراً عرض کیا: اے اللہ میں آپ سے رحمت کی امید لے کر آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کو بندوں کی عاجزی بہت پسند ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو قرآن کریم میں لفظ ''عبد'' سے یاد فرمایا۔ ''سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ'' پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ بندے کی عاجزی اور انکساری اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اگر بندہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ دے کہ یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں انکساری اور عاجزی لے کر آیا ہوں۔ عاجزی بہت بڑی دولت ہے، آپ نے دیکھا ہوگا جس درخت میں پھل ہوتے ہیں وہ

درخت جھک جاتا ہے اور جس میں پھل نہیں ہوتے اس کی شاخیں اکڑی رہتی ہیں، اسی طرح جس آدمی میں کمال اور خوبی ہوا کرتی ہے اس میں بھی عاجزی وانکساری آجاتی ہے اور اللہ کا محبوب ہوجاتا ہے۔

ہر شخص اللہ کی رحمت کا محتاج

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی انسان اللہ کی رحمت کے بغیر نہیں بخشا جائے گا، پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی اللہ کی رحمت کے بغیر نہیں بخشا جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ پکڑنے پر آئیں تو بڑے سے بڑا ولی اور پرہیزگار بھی اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی نے فرمایا ایک آدمی نمازی اللہ والا تھا اس نے ایک بیل پال رکھا تھا اس کا کھونٹا سڑک کے درمیان گاڑ رکھا تھا جس سے لوگ ٹھوکر کھا کر گرتے رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت فرمائی اور دوزخ میں ڈال دیا، اور ایک شخص نے کبوتر پال رکھے تھے، ایک مرتبہ مسجد کے مینار پر بیٹھ گیا تو اس آدمی نے ایک ڈھیلا یا پتھر کبوتر کو اڑانے کے لئے پھینکا، اتفاق سے مسجد کی چھت ٹپک رہی تھی، وہ پتھر کبوتر کو تو لگا نہیں البتہ اس سوراخ میں جا کر پھنس گیا جہاں سے بارش کا پانی ٹپکتا تھا، جس سے مسجد کی چھت ٹپکنی بند ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کو بخش دیا۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا ٹھکانہ؟ اللہ تعالیٰ معاف کرنے پر آئیں تو کون روک سکتا ہے؟

مایوسی کفر ہے

اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کریں گے، باقی سارے ہی گناہوں کو معاف کردیں گے، ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ

"یَّشَـآءُ" اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کریں گے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کریں گے۔

اس لئے ہر ایک کو اللہ کی رحمت کی امید کرنی چاہئے، اللہ کی رحمت سے مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَتِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا" اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔ "وَلَا تَيْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ" اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صد بار توبہ شکستی باز آ باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ ناامیدی نیست

اگر سو مرتبہ بھی سچے دل سے توبہ کرکے توڑ دی ہے تو بھی پھر سے توبہ کرلے، ہمارا دربار مایوسی اور ناامیدی کا دربار نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

گنہگار کی توبہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

"ترک کردو، ظاہراً ہو یا ہو پوشیدہ خطا
عنقریب اپنے کئے کی پائیں گے (عاصی) سزا"

اونچی جس کی لہر نہیں ہے وہ کیسا دریا ہے
جس کی ہوائیں تند نہیں ہیں، وہ کیسا طوفاں

ڈھونڈ کے اپنی خاک میں جس نے پایا اپنا آپ
اس بندے کی دہقانی پر سلطانی قربان

بزرگانِ محترم، عزیز طلباء! آج آپ نے تراویح میں سورہ انعام سماعت فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے آمین۔ میں نے آپ کے سامنے جو آیت تلاوت کی ہے یہ سورہ انعام کی آیت کا ایک حصہ ہے اس سورۃ کا نام سورۂ انعام کیوں رکھا گیا؟ اصل میں انعام کے معنیٰ چوپائے کے ہیں اور اس سورت میں چوپایوں کا بھی ذکر ہے جن کو جہلاء اپنے گمان کے مطابق جائز وناجائز قرار دیا کرتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا**۔ چوپایوں اور کھیتی کی پیداوار کو اپنے گمان کے مطابق جس کے لئے چاہتے حرام قرار دیتے اور جس کے لئے چاہتے حلال قرار دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا کہ کون سے جانور حلال ہیں کون سے حرام، لیکن سب جانوروں کی حلت وحرمت کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ اہل کفر کے غلط عقائد اور نظریہ کی اصلاً تردید کی گئی ہے اور ان کے غلط خیال کی نشان دہی کر کے اس سے منع کیا گیا ہے، قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر جانوروں کا اتنی تفصیل سے ذکر نہیں کیا گیا ہے، اسی لئے اس سورۃ کا نام سورۂ انعام رکھا گیا۔

علم ذریعۂ عمل ہے

دوستو! اللہ رب العزت نے انسانوں کو جو عقل عطا فرمائی ہے وہ اس لئے کہ اچھے اور برے کی تمیز کر سکے اچھی چیزوں کو پہچان کر ان پر عمل کرے اور بری چیزوں کو جان کر ان سے بچے، یہی عقل کا صحیح استعمال ہے اور یہی آدمی کے عقل مند اور دانش

مند ہونے کا ثبوت ہے۔ گناہوں سے بچنے والا اور نیکیوں کو اختیار کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب اور پسندیدہ ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے بڑا عالم وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے نقصانات ظاہر کر دیئے اور وہ اس سے بچنے لگے یعنی عالم باعمل کی اللہ کے یہاں بڑی قدر ہے۔ عالم بے عمل کی مثال تو گدھے کی سی ہے۔ **مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا**۔ علمائے یہود کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم نے بیان کیا کہ ان کو تورات کا علم دیا گیا لیکن ان لوگوں نے تورات پر عمل نہ کیا ان کا حال تو گدھوں کی طرح تھا جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہو لیکن اسے کیا پتہ کہ میری پیٹھ پر کیا لدا ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فلسفہ کو یوں بیان کیا ہے۔

علم چندانکہ بیشتر خوانی   چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند   چار پائے برو کتابے چند
آن تہی مغز را چہ علم وخبر   کہ برو ہیزم است یا دفتر

علم کتنا ہی زیادہ کیوں نہ حاصل کر لو لیکن جب تمہارے اندر عمل نہیں ہے تو تم بیوقوف ہی ہو نہ محقق بن سکتے ہو نہ عالم بلکہ ایک چوپائے ہو کہ جس پر کتابوں کا گٹھر لاد دیا گیا ہے۔ اس باؤلے کو کیا پتہ کہ اس پر لکڑیوں کا بوجھ لدا ہے یا کتابوں کا ڈھیر۔ اصل عمل ہے، آدمی کو ترقی جو ہوتی ہے وہ عمل سے ہی ہوتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

آدمی علم حاصل کرے اس پر عمل کرنے کے لئے۔ علم برائے علم حاصل کرنے کا کیا فائدہ؟ وہ تو آج غیر مسلم بھی کر رہے ہیں۔ قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر کا علم

بڑے بڑے علمائے یہود اور عیسائی بھی رکھتے ہیں۔لیکن وہ اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا پاتے بلکہ وہ مزید گمراہی کے دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

خواندہ ناخواندہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.
یہاں پر استفہام انکاری ہے مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ پڑھے لکھے اور جاہل دونوں برابر نہیں ہوسکتے ہیں، اگر ایک شخص پڑھ کر قرآن وحدیث کا علم حاصل کر کے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے تو اس سے بڑا بیوقوف کون ہے۔اس کو ایسے سمجھئے کہ ایک شخص یہ جانتا ہے کہ فلاں چیز صحت کے لئے مضر اور نقصان دہ ہے مگر پھر بھی اس کو استعمال کرتا ہے، اسے معلوم ہے کہ سقمونیا بدن کو لاغر کر دیتا ہے مگر پھر بھی اس کو استعمال کرتا ہے۔اگر کسی کے گھر میں سانپ گھس جائے یا کوئی بچھو وغیرہ نکل آئے تو سب لوگ شور مچاتے اور واویلا کرتے ہیں اور جب تک اس کو مار نہیں لیتے اس وقت تک گھر والوں کو اطمینان اور تسلی نہیں ہوتی۔یہ پنکھے یہ ٹیوب لائٹ سب کرنٹ سے چلتے ہیں، کرنٹ بہت اچھی اور فائدے کی چیز ہے لیکن اس کو ہاتھ لگانا موت کو گلے لگانا ہے اسی لئے بچوں کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس وائر پر ہاتھ مت رکھنا تو معلوم ہوا کہ جو چیزیں نقصان دینے والی ہیں ان سے بچنا عقلمندی کی بات ہے چھوٹا بچہ نادان ہوتا ہے اسے سمجھ نہیں ہوتی اسکے ہاتھ میں انگار رکھیں تو وہ اس سے کھیلے گا اور جب جلے گا تب وہ چھوڑ دے گا۔اگر اس کے ہاتھ میں ہیرا دو گے تو وہ ممکن ہے کہ نہ لے اب اگر ایک پڑھا لکھا اور دین کا علم رکھنے والا شخص بھی گناہوں کو اور ان کے مضمرات ونقصانات کو پہچان کر نہ چھوڑے اور نیکیاں اختیار نہ کرے تو اس سے بڑا بے وقوف کون ہوسکتا ہے۔؟

اللہ کا خوف رکھنے والے سے ہر چیز خوف رکھتی ہے

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام واکرام اور فضل واحسان ہے کہ وہ کسی انسان پر گناہوں کے اثرات ونتائج کو واشگاف نہیں کرتا، کیونکہ جب آدمی گناہوں سے بچتا ہے اور نیکیوں کو اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا مقرب ومحبوب بندہ بن جاتا ہے، فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں، سمندر کی مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں اور ساری مخلوق ہی اس کے لئے دعا گو رہتی ہے۔لوگوں کے دلوں میں حتیٰ کہ بے زبان چوپایوں کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ اس مومن بندے کا خوف اور رعب پیدا کر دیتے ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ ترسد از حق وتقویٰ گزید   ترسد از وے جن انس وہر کہ دید

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے تو جنات وانسان اور روئے زمین کی ساری مخلوق اس سے ڈرتی ہے اور خوف محسوس کرتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے خود اپنے اندر خدا کا خوف اور محبت پیدا تو کرے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ روم کا قاصد آیا چونکہ مدینہ میں وہ پہلی دفعہ آیا تھا اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکان معلوم نہ تھا صرف نام سے واقف تھا، ایک بہت بڑے بادشاہ کا گمان اس کے ذہن ودماغ میں تھا کہ جس طرح دیگر بادشاہ دنیا کے عیش وعشرت اور ٹھاٹھ سے رہتے ہیں اسی طرح حضرت عمر بھی ہوں گے چنانچہ جب مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے پوچھا: امیر المؤمنین کا دربار کہاں ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ مسجد میں آرام فرما رہے ہیں یہ مسجد کی طرف چلا وہاں جا کر دیکھا کہ

حضرت عمر ایک تہ بند پہنے ہوئے اور اینٹ کا تکیہ لگا کر سو رہے ہیں۔ یہ شخص دیکھ کر بڑا حیران اور متعجب ہوا کہ ایک ایسا بادشاہ جس کا نام سن کر بڑے بڑے بہادر اور شیر دل بھی کانپ اٹھتے ہیں وہ اس طرح بغیر کسی حفاظتی دستہ اور ہتھیار کے زمین پر آرام سے سو رہا ہے اور اس کو کسی طرح کا کوئی خوف اور ڈر بھی نہیں ہے پھر اس قاصد کے دل میں اتنا ڈر و خوف پیدا ہوتا ہے کہ وہ کانپنے لگتا ہے اور دل دل میں کہتا ہے کہ اس مرد فقیر سے مجھے اس طرح خوف محسوس ہو رہا ہے کہ جو جسم مجھے عطا کیا گیا ہے اگر اس طرح کے سات جسم بھی عطا ہو جائیں تو بھی اس کے خوف سے کانپ اٹھیں گے پھر اس کی سمجھ میں بات آ گئی اور کہا کہ در حقیقت یہ رعب و دبدبہ یہ خوف مجھے اس مرد فقیر کا نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت قریب ہے اس لئے مجھے بھی اس سے خوف اور ڈر محسوس ہو رہا ہے پھر اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو جاتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آہ وزاری

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عمامہ اپنے سر پر رکھا آئینہ میں دیکھا تو عمامہ ٹیڑھا ہو گیا پھر سیدھا کیا اور آئینہ میں دیکھا پھر ٹیڑھا ہو گیا پھر سیدھا کیا اور دیکھا تو پھر ٹیڑھا ہو گیا اسی طرح تین دفعہ ہوا تو سجدے میں گر گئے اور روئے گڑگڑائے پھر عمامہ سر پر رکھا اور آئینہ میں دیکھا تو سیدھا تھا۔

نگاہ اقربا بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر ان کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ آخر عمامہ تو بے جان چیز ہے اس کو اتنی سمجھ کہاں سے آ گئی اور وہ کیسے حکم سے سرتابی کر گیا تو مولانا رومیؒ نے اس کا جواب دیا ہے۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند   با من و تو مردہ با حق زندہ اند

آگ پانی مٹی ہوا یہ سب ہمارے تمہارے نزدیک تو مردہ ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا معاملہ بندوں جیسا ہوتا ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت اور طاقت رکھنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز بھی مشکل نہیں ہے، دنیا کی ساری چیزیں اللہ کے حکم کی محتاج ہیں۔ اللہ کی مشیت نہ ہو تو چھری بھی اپنا کام نہیں کر سکتی۔ اللہ کی مشیت نہ ہو تو آگ بھی جلانے کا کام نہیں کر سکتی اور اللہ کی مشیت ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے، اسی طرح عمامہ کا ٹیڑھا ہونا اور اس کا سیدھا ہونا یہ بھی اللہ کی مشیت اور اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ عمامہ کیوں ٹیڑھا ہو گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تو اللہ کے پیغمبر ہیں کیا ان سے کوئی غلطی ہو گئی تھی؟ حالانکہ انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ البتہ ان کا کوئی کام خلاف اولیٰ ہو تو وہ بھی غلطی میں شمار کیا جاتا ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّاٰتُ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے بھی ایسے ہی کوئی خلاف اولیٰ کام صادر ہو گیا ہو، جس کی بنا پر عمامہ نے بھی ان کی نافرمانی کی۔

مومن کی خدمت کا اجر

آدمی جب اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے دل سے مخلوق کا خوف نکل جاتا ہے، ساری چیزیں اس کی مطیع اور فرمانبردار ہوتی ہیں اور ہر چیز اس سے محبت کرتی ہے اور اس کے دل میں بھی مخلوق کی خیر خواہی کا جذبہ ہوتا ہے، اس کو اپنے سے زیادہ دوسروں کی فکر ہوتی ہے، ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اٹھے اور مسجد سے باہر آئے اور جوتا پہننے لگے، کسی نے کہا کہ آپ تو اعتکاف میں ہیں حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی حاجت پوری کرے اللہ تعالیٰ اس کو دو ہزار برس کی عبادت کا ثواب عطا کرتے ہیں اور دوزخ سے اتنا دور ہو جاتا ہے جتنا دو ہزار برس کی مسافت۔ اللہ اکبر!

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ جو شخص کسی مومن سے دنیا کی مصیبتوں میں سے کوئی معمولی سی تکلیف اور مصیبت دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کی بڑی تکلیف اس سے دور کردیں گے۔ ایک انسان کے اندر دوسرے انسان کی خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہئے انبیاء علیہم السلام کے اندر یہ جذبہ تھا اسی لئے وہ امت کی فکر و غم میں کڑھے جاتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح امت راہ راست پر آجائے اور جہنم سے بچ کر جنت میں چلی جائے۔

مرنے کے بعد کام آنے والی چیزیں

خیر خواہی صرف زندوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ جو لوگ دنیا سے جاچکے ہیں ان کے لئے بھی خیر خواہی ہوتی ہے آدمی مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا دفتر بند ہو جاتا ہے اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُه ۔ اس لئے مرنے والوں کی خاطر ایصال ثواب کرتے رہنا چاہیے تاکہ جب دنیا سے چلے جائیں تو بعد میں آنے والے لوگ بھی ہم کو ثواب پہنچائیں۔ بڑے بڑے صلحاء بزرگان دین، دنیا سے چلے گئے مگر ان کے نام لیوا بہت سے ہیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہزاروں افراد کا مجمع ہے، نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ہزاروں ان کے چاہنے والے پہونچتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ وہاں جاکر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں یہ ان کی غلطی اور کوتاہی ہے

لیکن ان بزرگان دین نے تو کفر و شرک کو مٹانے کیلئے بڑی انتھک کوششیں کیں اور دین کے پھیلانے میں بڑی جدوجہد کی اسی کے ثمرات آج پورے ہندوستان بلکہ پورے برصغیر پر نظر آرہے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ آدمی کو وہ کام کرنے چاہئیں جو مرنے کے بعد بھی کام آئیں۔ نیک اولاد چھوڑ جائے، کوئی رفاہی کام کر جائے، کتابیں تصنیف کر جائے یہ چیزیں مرنے کے بعد بھی کام آنے والی ہیں۔

میرے بندو! گناہوں سے باز آؤ

ہمیں اس کی فکر نہیں، کچھ احساس نہیں کہ آخر مرنا بھی ہے، یہ دنیا چند روزہ ہے کوئی شخص ہمیشہ رہنے کے لئے یہاں نہیں آیا خواہ بڑا سے بڑا انسان کیوں نہ ہو ہر ایک کو یہاں سے جانا ہی ہے اس لئے جو کچھ دنیا کی چند روزہ زندگی ملی ہے اسی کو غنیمت سمجھ کر اپنی آخرت کو سنوار لیں۔ اللہ کا کتنا بڑا فضل و کرم ہے کہ نیکی کا ارادہ کرنے پر ہی اللہ تعالیٰ وہ نیکی عطا فرمادیتے ہیں لیکن جب گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس گناہ کو لکھا ہی نہیں جاتا، جب گناہ کر لیتا ہے تو بھی نیکی لکھنے والا فرشتہ گناہ لکھنے والے فرشتے سے کہتا ہے کہ ابھی ٹھہر جاؤ ہوسکتا ہے کہ یہ شخص توبہ و استغفار کرلے۔ جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیتے ہیں پھر اگر شیطان نے بہکا دیا اور اس نے گناہ کرلیا تو بھی سچے دل سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ ایسے رحیم و کریم ہیں کہ اس کو پھر معاف فرمادیتے ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔

صد بار توبہ شکستی باز آ باز آ

ایں درگہہ ما درگہہ ناامیدی نیست

سومرتبہ بھی اگر توبہ کر کے توڑ دے تو بھی ہمارے دربار میں واپس آجا، ہمارا دربار ناامیدی و مایوسی کا دربار نہیں ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ كُلُّ بَنِىْ آدَمَ خَطَاؤُنَ وَ خَيْرُ الْخَطَائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ ۔ سارے بنی آدم خطاوار ہیں لیکن بہترین خطاوار وہ ہیں جو خطا ہونے کے بعد توبہ کرلیں یعنی انسان سے غلطی کا ہونا کوئی حیرت واستعجاب کی بات نہیں، اس سے غلطی تو ہوگی ہی، اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ کرلے ارشاد باری تعالیٰ ہے يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَصُوْحًا ۔ ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو۔ میں نے شروع میں جو آیت کریمہ کا ایک ٹکڑا تلاوت کیا ہے اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ۔ (اے میرے بندو) ظاہری گناہ بھی چھوڑ دو اور پوشیدہ گناہ بھی چھوڑ دو۔ اس سے اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کس قدر محبت ہے کہ بار بار حکم فرما رہے ہیں کہ میرے بندو گناہوں سے باز آجاؤ اللہ ہم سب کو گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

قرآن میں مختلف اقوام کا ذکر

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ . فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ. اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

''اور کہا لوگوں سے یہ اس قوم کے سرداروں نے
کی جو تائید شعیبؑ، (آخر) خسارہ پاؤ گے
(الغرض) ان (کافروں) کو زلزلے نے آلیا
اوندھے منہ، اپنے گھروں میں وہ پڑے تھے (جا بجا)

منکرانِ (ملت ودینِ) شعیبؑ (ایسے مٹے)
جیسے اس بستی میں وہ (پہلے کبھی) رہتے نہ تھے
جو نبی کو جھوٹا کہتے تھے، خسارے میں پڑے''

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی

محترم سامعین بزرگو اور بھائیو!

آپ نے آج نماز تراویح میں سورہ اعراف سماعت فرمائی جو سوا پارے کی ایک طویل سورۃ ہے اس میں دو قسم کے مضامین زیادہ تر بیان کئے گئے ہیں۔ایک رسالت، دوسرے معاد۔حضرت شعیب علیہ السلام اوران کی قوم کا تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ سے دیدار کی درخواست کرنا پھر اخیر سورۃ میں بلعم بن باعورا کا تذکرہ، اور حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حوا علیہا السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔کچھ باتیں اجمالاً آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں غور سے سماعت فرمائیں۔

سورۂ اعراف کی وجہ تسمیہ

حضور اکرم ﷺ سے صحابہ کرام نے دریافت کیا اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اصحاب اعراف کون ہیں؟ تو یہ سورۃ نازل کی گئی۔اصل میں اعراف وہ مقام ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان

ہے، اس مقام پر وہ لوگ ہوں گے جن کے اعمال یعنی نیکی اور بدی کا پلڑا بالکل برابر ہوگا اس دیوار سے جنتیوں کو دیکھیں گے تو خواہش اور تمنا کریں گے کہ ہم لوگ بھی جنت میں ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ اور جب جہنم کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے ہم کو جہنم سے بچالیا یہ مقام اعراف ہمیشہ باقی نہیں رہے گا بلکہ ایک زمانہ کے بعد ختم ہوجائے گا پھر اصحاب اعراف کو جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام اوران کی قوم

اس سورۃ میں کئی نبیوں کا تذکرہ ہے، حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ، حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ، حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ میں آپ کے سامنے حضرت شعیب علیہ السلام اوران کی قوم کے متعلق مختصر عرض کرتا ہوں وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے کا نام تھا اسی کے نام پر اس شہر کا نام مدین رکھا گیا اس شہر کے باشندوں کو اصحاب مدین کہا جاتا ہے۔حضرت شعیب علیہ السلام کو ان لوگوں کی طرف بھیجا گیا تھا اس قوم میں کئی برائیاں تھیں۔یہ لوگ اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لاتے تھے اور دوسروں کو ایمان میں داخل ہونے سے روکتے تھے۔اس طرح اللہ کے حقوق کو ضائع کررہے تھے اور حقوق العباد بھی ادا نہیں کرتے تھے اس طور سے کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے۔مزید یہ کہ راستوں اور سڑکوں پر بیٹھ جاتے اور آنے والے مسافروں کو ڈرا دھمکا کر لوٹ لیا کرتے تھے۔ان لوگوں نے روئے زمین پر فساد برپا کررکھا تھا۔حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کے سامنے تین باتیں رکھیں یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا

معبود نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام نے اسی کی دعوت دی ہے۔ اور یہی وحدانیت تمام اعمال کی روح اور جان ہے۔ دوسری بات قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آچکی، مراد اس جگہ واضح دلیل سے وہ معجزات ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے تیسری بات یہ بیان فرمائی۔ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ یعنی تم ناپ، تول پورا کیا کرو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی کر کے انکو نقصان نہ پہنچایا کرو۔

بندوں کے حقوق کی رعایت اور باہمی معاملات کی درستگی ایسی چیز ہے جس کی طرف ہمارے زمانے کے بہت سے عبادت گذار لوگوں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے اسی لئے معاشرت اور معاملات کو سدھارنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بار بار کوششوں اور ان کے حکموں کو نہ ماننے کی بنیاد پر مختلف اقوام کو تباہ کیا گیا ہے۔

حقوق العباد کا معاملہ بڑا سنگین ہے

اللہ رب العزت اپنا حق تو معاف فرمادیں گے مگر بندوں کے جو آپسی حقوق ہیں وہ معاف نہیں کریں گے بلکہ بندوں کو ہی معاف کرنا ضروری ہے۔ شہید کا درجہ بہت بڑا ہے اس کے سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں سوائے دین کے يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنِ۔ آج کل ہم لوگوں کو اس کی طرف توجہ نہیں ہو رہی ہے، لمبی لمبی نماز پڑھ لیتے ہیں، ہزار دانوں کی تسبیح لئے پھرتے ہیں لیکن معاملات کے کچے، ہیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ایک شخص صرف فرائض ادا کرتا ہے اور پڑوسیوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات اچھے ہیں تو یہ اس مسلمان

سے بدرجہا بہتر ہے جو سنن و نوافل کی کثرت کرتا ہو مگر پڑوسیوں کے ساتھ اس کے معاملات اچھے نہ ہوں، لوگوں کے حقوق کی رعایت اور پاسداری نہ کرتا ہو، غور کرنے کی بات ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے ایک عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر کو مبعوث کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۔ تباہی اور بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ اور جب ناپ کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ آج کل لوگ اس معاملہ میں بڑی ہی کوتاہیاں کرتے ہیں، بازاروں میں چلے جائیں، اگر غفلت برتیں تو ناپ میں کمی کر دیں۔ اپنا حق پورا لینا برا نہیں ہے بلکہ دوسرے کا حق کم دینا برا ہے اور یہاں کم دینے ہی کی مذمت کی گئی ہے۔ الغرض حضرت شعیب علیہ السلام بہت بڑے مقرر اور خطیب تھے اسی لئے ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے مگر ان کی قوم بڑی ضدی اور ہٹ دھرم تھی، نافرمانی اور سرکشی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اپنے نبی کی دعوت پر ہنستے اور ٹھٹھا کرتے رہے۔ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (جب حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتے) تو ان کی قوم کے لوگ کہتے اے شعیب کیا تیری نماز تجھ کو حکم دیتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباء واجداد پرستش کیا کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت فرمائی کہ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۔ اور تم سڑکوں پر اس غرض سے نہ بیٹھا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اسکے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ترغیبی و ترہیبی پہلو

اختیار کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان کو یاد دلائیں، پھر گذشتہ اقوام یعنی قوم لوط اور قوم نوح پر جو عذاب آئے وہ سب یاد دلائے کہ کس طرح ان لوگوں کا انجام ہوا اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے۔ اب بجائے اسکے کہ یہ لوگ ایمان لاتے: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۔ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا اے شعیب ہم تم کو اور تمہارے ہمراہ جو ایمان والے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے، الا یہ کہ اپنے مذہب پر لوٹ آؤ۔ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ. حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا اگر ہم اس سے بیزار ہوں۔ جتنے بھی نبی و رسول آئے انکی اقوام نے انکے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا، مارنے اور قتل کرنے کی دھمکی دی اور بہت سے انبیاء کرام کو قتل بھی کیا۔ بالآخر کامیابی انبیاء علیہم السلام کو ہی ملی۔

شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب

حضرت شعیب علیہ السلام نے ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھایا اور دین و ایمان کی دعوت دی مگر ان کی سرکش اور ضدی قوم نے صاف انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ سے درخواست کی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد قبول فرمالی، فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ. اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۔ پھر انہیں زلزلہ نے آپکڑا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا وہ ایسے مٹے کہ گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا گھاٹے میں وہی رہے۔

شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین طرح کا عذاب

قرآنی آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر تین طرح کا عذاب آیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے کہیں اس کو اصحاب مدین اور کہیں اصحاب ایکہ کہا گیا ہے۔ ایکہ کے معنی بن اور جنگل کے ہیں۔ ان کی قوم تجارت پیشہ اور جاہل تھی اور ایسی قوموں کو اسی کا دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اگر ہم نے تقویٰ اور دیانت پر عمل کرنا شروع کر دیا اور سود وغیرہ ناجائز آمدنی سے بچنے لگے تو ہماری معاشی اور مالی زندگی بالکل برباد ہو جائے گی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی تبلیغ میں پورا زور مالی احتیاط اور معاشی تقوے پر تھا، جاہل قومیں احتیاط و تقویٰ کو اپنی مالی بربادی و تباہ حالی کا پیش خیمہ سمجھتی رہتی ہیں، چنانچہ آج بھی ترقی یافتہ قومیں پس ماندہ قوموں سے کہتی ہیں کہ اگر ہم تمہارا سیدھا سادہ قدیمی طرز تمدن اختیار کرلیں تو ساری ہی تجارت اور کاروبار کا ناس ہو جائے گا۔

قوم کی جہالت کی وجہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی ہزار کوششیں بھی کارگر نہ ہوئیں تو ان کی قوم پر تین طرح کا عذاب آ گیا۔ اصحاب مدین پر زلزلہ اور چنگھاڑ کا اور اصحاب ایکہ پر عذاب ظلہ (سائبان کا عذاب) کا ذکر کیا گیا ہے۔ عذاب کی صورت یہ ہوئی کہ اول چند روز اس بستی میں سخت گرمی پڑی جس سے ساری قوم بلبلا اٹھی پھر ان کے قریب جنگل پر ایک گہرا بادل آیا جس سے اس جنگل میں سایہ ہو گیا اور ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں یہ دیکھ کر سارے بستی کے لوگ اس سائے میں جمع ہو گئے اس طرح یہ خدائی مجرم بغیر کسی وارنٹ اور سپاہی کے اپنے پاؤں چل کر اپنی ہلاکت کی جگہ پہونچ گئے۔ پھر بادل سے آگ برسی اور زمین میں بھی زلزلہ آیا جس

سے یہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب علیہ السلام کی سرکشی اور عذاب کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن پاک میں بہت سے مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔سورہ اعراف میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کا اور ان کی قوم بنی اسرائیل کا اور فرعون اور اس کی قوم کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تو بڑا طویل ہے میں صرف ان کے تعلق سے دو باتیں آپ کے سامنے عرض کرتا ہوں جو یہاں بھی ذکر کی گئی ہیں۔سب سے پہلی بات یہ کہ جب بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم وستم سے نجات ملی اور انہوں نے اطمینان کا سانس لیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ کوئی مستقل کتاب اور شریعت عطا فرمائے جس میں احکام وقوانین ہوں تاکہ اسی کے مطابق ہم لوگ عمل کریں۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول فرمائی ارشاد ربانی ہے۔وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً. اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور اس کا تکملہ دس راتوں سے کیا،ان کے پروردگار کا پورا وقت چالیس راتیں ہوئیں۔روایتوں میں آتا ہے کہ یہ زمانہ ذیقعدہ کے پورے مہینے اور ذی الحجہ کے پہلے عشرے کا تھا۔قِیْلَ اِنَّهَا ذُوْ الْقَعْدَةِ بِکَمَالِهٖ وَعِشْرِیْنَ ذِیْ الْحِجَّةِ. (ابن کثیر)

میرے دادا پیر حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اہل سلوک کے یہاں جو چلّے کی میعاد متعارف ہے اس کی اصل یہیں سے ہے۔اصل میں چالیس دن میں لوگوں کے

احوال بدل جاتے ہیں اس وجہ سے بھی چالیس دن کی میعاد پوری کی جاتی ہے۔جب موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن کی میعاد پوری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توریت عطا فرمائی۔

دوسری بات یہ ذکر کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا اللہ مجھے اپنا دیدار کرادے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ تم دنیا میں اپنی ان آنکھوں سے مجھے نہیں دیکھ سکتے ہو،میرے دیکھنے کیلئے موت شرط ہے لیکن جب تم درخواست کرتے ہو تو اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر اپنی جگہ پہاڑ صحیح سالم رہ گیا تو تم میرا دیدار کرسکتے ہو۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا،اور موسیٰ علیہ السلام بھی غش کھا کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْکَ قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت موعود پر آ گئے اور ان سے ان کا پروردگار ہم کلام ہوا۔(موسیٰ نے) عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے اپنا دیدار کرادے کہ میں تجھ کو ایک نظر دیکھ لوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا البتہ تو پہاڑ کی طرف دیکھ سو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا۔پھر جب ان کے پروردگار نے پہاڑ کی طرف تجلی ڈالی تو تجلی نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے جب انہیں افاقہ ہوا تو کہا تو پاک ہے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

رویت باری تعالیٰ

یہ مسئلہ بڑا ہی معرکۃ الآراء ہے، کہ رویت باری تعالیٰ ہوسکتی ہے؟ اس بحث میں نہ پڑ کر صرف اہل سنت والجماعت کا مسلک عرض کرتا ہوں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار از روئے شرع ممتنع محال ہے مگر عقلاً ممکن ہے کیونکہ اگر عقلاً بھی ممکن نہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کبھی بھی اللہ تعالیٰ سے ایک محال چیز کی فرمائش نہ کرتے۔ لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اس سے بڑھ کر جنت میں اہل جنت کے لئے اور کوئی نعمت نہیں ہوگی، اس سلسلہ کی روایتیں بے شمار ہیں اور آیت کریمہ سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے چند احادیث مع ترجمہ کے آپ کے سامنے عرض کرتا چلوں۔

عَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى نُرِيْدُ شَيْئاً اَزِيْدُكُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ نُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَامِنَ النَّارِقَالَ ثُمَّ يُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ فَمَااُعْطُوْاشَيْئًا اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنَ النَّظْرِاِلٰى رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلاَ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْاالْحُسْنٰى وَزِيَادَةً. حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل جنت جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے نعمتوں میں کسی چیز کا اضافہ کروں تو اہل جنت عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کردیا؟ کیا آپ نے ہم کو جنت میں داخل نہیں کردیا؟ کیا آپ نے ہم کو جہنم سے نجات نہیں دی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر حجاب اٹھا لیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے چہرے کو اہل جنت دیکھیں گے، کوئی چیز نہیں عطا کی گئی جو دیدار خداوندی سے زیادہ پسندیدہ ہو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ تلاوت فرمائی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اچھے اچھے کام کئے۔

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے ہر شخص اپنے رب کو دیکھے گا قیامت کے دن تنِ تنہا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اس کی نشانی کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابورزین کیا تم میں ہر شخص چودھویں کا چاند تنِ تنہا نہیں دیکھتا؟ عرض کیا کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چاند اللہ کی ایک مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے اور برتر ہے۔ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے معتزلہ وہ یہ کہتا ہے کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوگا۔ وہ دیدار خداوندی کو محال قرار دیتا ہے، مگر اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ دنیا میں تو محال ہے مگر آخرت میں محال نہیں ہے اس کی بہت ساری دلیلیں قرآن وحدیث سے علمائے اہل سنت والجماعت نے بیان کی ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا دیدار نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

دوستی یا دشمنی محض رضائے الٰہی کیلئے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

”جب سے اس نے یہ زمین وآسماں پیدا کئے
ہیں کتاب اللہ میں بارہ مہینے گنتی کے
ہیں مہینے چار ان میں سے ادب (اور امن) کے“

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہوجا
یہ ہندی، وہ خراساں، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل، اچھل کر بے کراں ہوجا

بزرگان محترم حضرات اساتذۂ کرام اور طلبائے عزیز! آج آپ نے تراویح میں قرآن مجید کا جو حصّہ سماعت فرمایا، اس میں سے ایک آیت کا مختصراً خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ اسلامی مہینہ جسے ہم اور آپ رجب کے نام سے جانتے ہیں بڑا ہی بابرکت مہینہ ہے اسلامی مہینوں میں سے چار مہینوں کو اشہرالحرم یعنی احترام والے مہینے کہا گیا ہے ان میں سے ایک مہینہ یہ بھی ہے۔ باقی تین ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام ہیں اہل عرب کی دوستی بھی بڑی گہری ہوتی تھی چنانچہ مہمان نوازی تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور ان کی دشمنی بھی بڑی شدت کی ہوا کرتی تھی، ان کی خاندانی جنگ الامان والحفیظ پشتہا پشت تک چلتی رہتی تھی، باپ بیٹے اور پوتوں کو وصیت کر جاتا کہ دیکھو فلاں خاندان سے ہماری دشمنی چلی آ رہی ہے تم اس کا بدلہ ضرور لے لینا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پچاس پچاس سال لڑائی چلتی رہتی تھی گھرانے کے گھرانے تباہ وبرباد ہوجاتے تھے لیکن دشمن کا خون چوسنے کا جو چسکا ان کو لگ چکا تھا وہ کبھی مٹتا ہی نہ تھا، لیکن یہ بھی قابل تعجب ہے کہ جیسے ہی رجب المرجب کا چاند نظر آتا تو ان کی تلواریں نیام میں چلی جاتی تھیں اور باپ بیٹے کے قاتل کو بھی اس مہینے میں قتل تو درکنار اس تعلق سے بات بھی نہ کرتا تھا بلکہ ایک دوست کی طرح اسے گلے لگاتا، ایک قبیلہ تھا مضر جو بڑا ہی خونخوار اور ظالم تھا قافلوں کو بڑی کثرت سے لوٹتا اور قتل وغارت گری کا بازار گرم کئے رہتا جس کی بنیاد پر کوئی قافلہ اس طرف سے ہوکر کبھی نہ گذرتا تھا لیکن اس مہینے کے

اندر اس کی قتل و غارت گری بالکل بند ہو جاتی اور اس قدر رجب المرجب کا احترام کرتے کہ اس مہینے کو رجب مضر ہی کہا جانے لگا کہ رجب قبیلہ مضر کا مہینہ ہے۔

مہمان نوازی

اہل عرب زمانۂ جاہلیت میں بھی بڑی صفات کے حامل تھے۔ میں نے بتایا کہ مہمان نوازی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور مسافروں کو کھانا کھلانا، اپنے یہاں لاکر ٹھہرانا ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی اور اس چیز کو وہ لوگ بڑے ہی فخر سے بیان بھی کرتے تھے پھر جب اسلام آیا تو خود بھوکے رہ کر مہمان نوازی شروع کر دی۔ چنانچہ ایک صحابی کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ وہ حضور اکرم ﷺ کے مہمان کو اپنے گھر کھانا کھلانے کے لئے لائے صحابی رسول نے بیوی سے تذکرہ کیا بیوی نے کہا کہ صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا ہے تو صحابیٔ رسول نے کہا کہ بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دو اور میں مہمان کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ جاؤں گا پھر تم چراغ سیدھا کرنے کے بہانے سے بجھا دینا اس طرح ہم تو بھوکے رہ جائیں گے مگر مہمان رسول ﷺ سیر ہو کر کھالیں گے۔ یہ ادا اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئی کہ قرآن کریم میں ذکر آیا۔ وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَ لَوْکَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ فاقے سے ہوں۔ وہ لوگ مہمانوں کی آمد پر اتنے خوش ہوا کرتے تھے کہ ایک مہمان کے لئے پورا ایک اونٹ ذبح کر دیا کرتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ مہمان کی آمد سے ہماری سانس اوپر نیچے ہونے لگتی ہے کہ اس کو کہاں سے کھلائیں گے کہاں سے پلائیں گے کہاں سلائیں گے اس لئے دل ہی دل میں یہ دعا کرتے ہیں کہ مہمان چلا جائے تو اچھا ہے۔

دوستو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی بھی مہمان میزبان کا کھانا نہیں کھاتا بلکہ وہ اپنی روزی کھاتا ہے، شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے اللہ والے بزرگ گذرے ہیں۔ ان کی ایک کتاب ہے فارسی زبان میں اس کا نام ہے پندنامہ یہ بڑی عمدہ کتاب ہے اس میں حضرت نے اشعار کی صورت میں تحریر فرمایا ہے۔

مہمان روزی بخودمی آورد
پس گناہ میزبان رامی برد

مہمان نوازی سے گناہ معاف ہوتے ہیں مہمان روزی اپنے ساتھ لاتا ہے پھر میزبان کے گناہ کو دور کرتا ہے، مہمان نوازی اور ضیافت کے بڑے ہی فضائل ہیں اس لئے مہمان کے آنے سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوشدلی سے اس کے ساتھ پیش آئے اور اپنی حسب حیثیت اس کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام کرے، آخر کوئی تو بات تھی کہ صحابۂ کرام اتنی شدت کے ساتھ اس پر عمل پیرا تھے۔ اور صحابہ کرام حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس قدر عقیدت و محبت تھی کہ آپ ﷺ کے ایک ایک اشارے پر مرمٹنے کے لئے تیار تھے اور کسی سے دوستی تھی تو وہ اللہ کے لئے، دشمنی تھی تو بھی اللہ کے لئے۔

دوستی یا دشمنی صرف اللہ کے لئے

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِاسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ جس نے اللہ کے واسطے کسی سے دوستی کی اور اللہ کے واسطے کسی سے بغض رکھا اور اللہ کے واسطے کسی کو دیا اور اللہ کے واسطے کسی کو روکا تو اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔ مگر ہماری دوستی اور دشمنی کا معیار صرف اغراض

پر ہے اللہ کے واسطے دوستی اور دشمنی کرنے والے کم ہی لوگ ہیں مگر آپ ﷺ کے زمانے میں سو فیصد اس پر عمل تھا بارگاہ نبوی ﷺ میں ایک صحابی آیا کرتے تھے جن کے داڑھی کا صرف ایک ہی بال تھا بقیہ پورا چہرہ صاف تھا۔

جب یہ آپ ﷺ کی خدمت میں تشریف لاتے تو ان کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکراتے تھے، تو صحابۂ کرام بھی مسکرا دیتے تھے۔

لیکن صحابۂ کرام کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ ﷺ کیوں مسکرا رہے ہیں، ان صحابی کے دل میں یہ خیال آیا کہ ایک بال ہے اور موضوع مذاق بنا ہوا ہے گھر گئے قینچی اٹھائی اور کاٹ ڈالا پھر معمول کے مطابق حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے مگر آپ ﷺ نے بجائے مسکرانے کے ان کی طرف سے چہرہ پھیر لیا، یہ دوسری طرف تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کیوں مجھ سے ناراض ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا تم نے داڑھی کا بال کیوں کاٹ دیا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ایک ہی بال تھا، سب لوگ دیکھ کر ہنستے تھے اس لئے میں نے اس کو کاٹ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے ایک بال کو رحمت کے فرشتے پکڑ کر جھولتے تھے، اس لئے میں اس منظر کو دیکھ کر مسکراتا تھا تو میرے صحابہ بھی مجھے دیکھ کر مسکراتے تھے تم نے وہ بال کٹوا دیا تو رحمت کے فرشتے تم سے دور ہو گئے اس لئے میں ناراض ہوں۔

تو یہ ایک نمونہ اور مثال ہے کہ اللہ کے نبی کسی سے خوش ہوتے تھے تو اللہ کے لئے، ناراض ہوتے تھے تو اللہ کے لئے اور ہماری آپس میں کوئی تلخ بات ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگتے ہیں اور خود سے نقصان نہیں پہنچا سکتے تو کم از کم یہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح سے اس کو نقصان پہنچے۔

سفر طائف اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر

حضور اکرم ﷺ طائف کا سفر فرماتے ہیں، طائف ایک خوشحال اور بڑا شہر ہے، چونکہ پہاڑی پر بسا ہوا ہے وہاں کی آب و ہوا بھی بڑی مناسب اور معتدل ہے جیسے ہمارے یہاں اوٹی کا علاقہ ہے حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی وہاں قسم قسم کی سبزیاں اور پھل فروٹ دستیاب تھے، جو عربوں کے لئے بہت بڑی نعمت تھی، کیونکہ عرب کی پتھریلی اور خشک زمین پر بہت کم پیداوار ہے، جب آپ علیہ السلام کو تاج نبوت سے سرفراز کیا گیا اور آپ نے دعوت کا کام مکہ میں شروع کیا، اہل مکہ نے حد درجہ دشمنی کی پھر آپ نے آس پاس کے علاقے میں جانے کا ارادہ کیا۔

چنانچہ سب سے پہلے دعوت و تبلیغ کے لئے قریب کی بستی طائف تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن تھی ان کے گاؤں کے قریب میلا لگتا تھا، جہاں غلام بکنے کے لئے آیا کرتے تھے حضرت زید رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے ساتھ کہیں جا رہے تھے، راستہ میں ان کو لٹیروں نے لوٹ لیا تو پورا خاندان تتر بتر ہو گیا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس بازار میں لا کر فروخت کیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے ان کو خرید لیا۔ ام المومنین اپنی بہن کے یہاں گئیں تو ان کی بہن نے کہا کہ میرے یہاں بہت سے غلام اور باندیاں ہیں تم بھی کوئی لے لو چنانچہ انہوں نے حضرت زید بن حارثہ کو پسند کیا جن کی عمر آٹھ سال یا اس کے آس پاس تھی، یہ لے کر گھر گئیں پھر جب حضور ﷺ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا جن کی عمر چالیس سال اور آپ ﷺ کی عمر پچیس سال کی تھی،

آج کے دور میں لڑکے سے زیادہ لڑکی کی عمر رہے تو اس کو کسر شاں سمجھتے ہیں، اپنی بے عزتی تصور کرتے ہیں، آپ ﷺ کی پہلی شادی ہو رہی ہے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دو مرتبہ بیوہ ہو چکی ہیں لیکن آپ ﷺ نے نکاح فرمایا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ عمر کی کمی بیشی شادی کے لئے مانع نہیں ہے۔

زید کے والد کی بے قراری خلاصہ یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے ہو گیا، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو ہدیہ میں اپنا یہ غلام پیش کیا ادھر حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد محترم اپنے بیٹے کی تلاش میں حیران و سرگرداں اور پریشان پھر رہے تھے اور اشعار میں کہا کرتے تھے کہ میں زید کو نہیں بھولوں گا، اگرچہ اس کی تلاش میں موت بھی آجائے۔

اتفاق سے حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ مکۃ المکرّمہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، اور زید رضی اللہ عنہ کے گاؤں کے کچھ لوگ بھی طواف کرنے کے لئے آئے تھے، انہوں نے زید کو دیکھ کر پہچان لیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بھی ان لوگوں کو پہچان لیا، پھر جب وہ لوگ گھر گئے تو ان کے والد سے تذکرہ کیا کہ ہم نے ان کو قریش کے ایک معزز اور برگزیدہ انسان کے پاس دیکھا ہے آپ ﷺ اس وقت تاج نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے۔

زید کے والد اور چچا مکہ مکرمہ میں پہنچے اور آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو حضور ﷺ نے مہمان نوازی کی اور آنے کی غرض معلوم کی تو بتایا کہ زید ہمارا بیٹا ہے ہم اسی کو لینے کے لئے آئے ہیں آپ جتنا روپیہ چاہیں لے لیں لیکن ہمارے بیٹے کو ہمارے حوالے کر دیجئے، حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم ان کو پہچانتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہاں پہچانتا ہوں، یہ میرے والد اور میرے چچا ہیں تو حضور ﷺ

نے ان کے والد اور چچا سے فرمایا کہ مجھے پیسے نہیں چاہئیں اگر یہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرتے ہیں تو لے کر جاؤ اور نہ جانا چاہیں تو میں جانے پر اصرار بھی نہیں کر سکتا۔

دوستو! کون ایسا بیٹا ہوگا جو باپ سے بچھڑے ہوئے اتنا طویل زمانہ گذر گیا ہو، پھر باپ کو محبت و شفقت اس قدر ہو کہ اس کی فکر میں حیران و سرگرداں ہو، اور جب تلاش کرتے کرتے مل جائے تو وہ باپ کے ساتھ جانا بھی پسند نہ کرے، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ ہمارا معاملہ نوکروں اور ملازموں کے ساتھ بڑا ہی ناروا اور غلط ہوتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہمارا ملازم ہمارے پاس رہنے کو پسند کیسے کرے گا۔

جب حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اختیار دے دیا کہ تم چاہو تو اپنے والد صاحب کے ساتھ جاؤ اور چاہو تو ہمارے پاس ہی رہو تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو چھوڑنا پسند نہ کیا۔

میں رحمت بن کر آیا ہوں

حضرت زید کے والد اور چچا سامنے کھڑے ہیں حالانکہ زید غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں والد ساتھ لے جانا چاہتے ہیں مگر یہ غلامی کو آزادی پر فوقیت دیتے ہیں۔ اور پسند نہیں کرتے کہ حضور ﷺ سے جدائی ہو! ظاہر ہے کہ حضور ﷺ جیسی شفقت و محبت کون کر سکتا ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس ہی رہے نبوت ملنے کے بعد طائف میں آپ ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ شہر طائف مکہ مکرمہ سے ستر کلومیٹر کے فاصلے پر ہے بڑا ہی خوشگوار موسم اور دیدہ زیب منظر ہے حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے کہ اگر وہاں کے معزز اور صاحب ثروت لوگ داخل اسلام ہو جائیں گے تو بڑا فائدہ ہوگا۔

اہل طائف کے لئے دعائے خیر

وہاں آپ نے اسلام کی دعوت کے لئے لوگوں کو آواز دی مگر کسی نے دعوت قبول نہ کی بلکہ آپ علیہ السلام کا مذاق اڑایا، اوباشوں اور غنڈوں کو لگا دیا جو راستہ کے دونوں طرف کھڑے ہوگئے اور جب آپ علیہ السلام بیچ سے ہوکر گذرتے تو یہ غنڈے آپ ﷺ پر پتھر برساتے جب آپ ﷺ تھک کر چور ہو جاتے تو یہ بدمعاش آپ ﷺ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیتے پھر جب چلنے لگتے تو پھر پتھر برساتے، پاؤں کے جوتے خون سے لہولہان ہوگئے پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ان لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں رحمۃ للعالمین بن کر آیا ہوں، ہوسکتا ہے کہ ان کی آنے والی نسل اسلام قبول کرے اس دن آپ علیہ السلام کو اتنی تکلیف پہنچی کہ ۹ سال کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوچھتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کو زندگی میں سب سے زیادہ تکلیف کب پہنچی تو حضور ﷺ نے اسی طائف کا حوالہ دیا۔

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی

فتح مکہ کے بعد جب صحابہ کرام طائف فتح کرنے کے لئے جاتے ہیں مسلمانوں کی فوجیں طائف کا محاصرہ اور گھراؤ کرتی ہیں مگر شہر فتح نہیں ہوتا آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں اے اللہ تو طائف کو ہدایت دے اور اس کو اسلام کے آستانے پر لا کر جھکا دے۔ غور کرنے کی بات ہے وہی طائف جس نے آپ ﷺ کو پناہ نہیں دی تکلیفیں پہنچائیں آج اسی شہر کے حق میں دعائے خیر پھر جب طائف

کے لوگ مدینہ منورہ آتے ہیں تو ان کو اپنی مسجد میں ٹھہراتے ہیں ان کا حال دریافت کرتے ہیں سچ کہا ہے شاعر نے ؎

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کبھی بھی — مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

نبی باپ سے بھی زیادہ شفیق

قرآن کریم حضور ﷺ کے اخلاق کو بیان کرتا ہے لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے تمہارا تکلیف اٹھانا ان پر شاق گذرتا ہے وہ تمہارے ایمان کے حریص ہیں اور مومنین پر بڑے شفیق اور مہربان ہیں آپ علیہ السلام کو جتنی محبت اور شفقت اپنی امت سے تھی اتنی محبت کسی باپ کو اپنے بیٹے سے بھی نہیں ہوگی، اسی لئے تو قرآن نے فرمایا اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ نبی ﷺ مومنین سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اسی لئے تو آپ ﷺ کی بڑی خواہش اور تمنا تھی کہ مسلمان آپس میں تفرقہ نہ پیدا کریں اور لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی کہ اے اللہ میری امت میں اتحاد و اتفاق پیدا فرما، اس کے باوجود آج امت مختلف جماعتوں اور فرقوں میں تقسیم ہوگئی۔

متحد ہو گے تو کہلاؤ گے غازی و مومن
منتشر ہو گے تو قسطوں میں صفایا ہوگا

اللہ تعالیٰ عالم اسلام کو اتحاد کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

نبی کریم ﷺ
حامل شریعت بھی ہیں اور امیر شریعت بھی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّابَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَاِذَاتُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیَاتُنَابَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ لَایَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَاائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِھٰذَآ اَوْ بَدِّلْہُ قُلْ مَایَکُوْنُ لِیْ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّامَایُوْحٰی اِلَیَّ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ. وَقَالَ تَعَالٰی وَلَقَدْجَآءَ تْ رُسُلُنَآاِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ. فَلَمَّا رَآٰ اَیْدِیَھُمْ لَاتَصِلُ اِلَیْہِ نَکِرَھُمْ وَاَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً قَالُوْا لَا

تَخَفْ اِنَّااُرْسِلْنَا اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَابِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ قَالَتْ یَاوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

”ان کے آگے جب پڑھی جاتی ہیں واضح آیتیں
تو ہمارے پاس آنے کا نہیں کھٹکا جنہیں
کہتے ہیں، قرآن کوئی لاؤ تم اس کے سوا
یا کرو رد وبدل کچھ اس میں، (حسبِ مدعا)،
ان سے کہدو، (اے پیمبر) کام یہ میرا نہیں
جو بدل ڈالوں اسے اپنی طرف سے، (بالیقین)
حکم جو آتا ہے، میں کرتا ہوں اس کی پیروی
اور نافرمانی کر گزروں اگر اللہ کی
تو بڑے (دشوار) دن کے قہر سے ڈرتا ہے جی“

”(جب) فرشتے آئے ابراہیمؑ کو دینے پیام
تو کیا ان کو سلام، اور بولے وہ تم پر سلام
گوشت بچھڑے کا بھنا، جلدی سے لاکر رکھ دیا
جب یہ دیکھا ہاتھ کھانے پر نہیں اٹھتے (ذرا)
تو وہ اپنے دل میں کھٹکے اور ڈرنے بھی لگے
وہ (فرشتے) بولے، (یوں) ہم سے نہ ڈرنا چاہئے
ہم فرشتے جارہے ہیں پاس قوم لوطؑ کے

بیوی ابراہیمؑ کی (سارہ) بھی تھیں اس جا کھڑی
دی فرشتوں نے نوید اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی
آ گئی (اس واقعے سے) ان کو (برجستہ) ہنسی
بولیں (سارہ) ہائے رسوائی،! بڑھاپا ہے مرا
اور مرا شوہر بھی میرے ساتھ بوڑھا ہوگیا
اور مرے اولاد ہوگی! یہ عجب ہے واقعہ!

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکب قسمت امکاں ہے خلافت تیری

بزرگان محترم نوجوانان اسلام! آج آپ نے نماز تراویح میں سورۂ یونس اورسورۂ ہودسماعت فرمائی ہےان دونوں صورتوں میں بہت سے مضامین ذکر کئے گئے ہیں مثلاً کافر و مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں، جنت کے سوا کسی گھر کا نام دارالسلام رکھنا مناسب نہیں (معارف القرآن) قوم فرعون کے غرق ہونے کا تذکرہ، حضرت یونس علیہ السلام اوران کی قوم کا اجمالی تذکرہ، اسی طرح سورۂ ہود میں بہت سی چیزیں ذکر کی گئی ہیں بارہویں پارے کے شروع ہی میں ذکر کیا گیا کہ ساری مخلوق کی رزق رسانی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے، آسمان وزمین بنانے میں کیا کیا حکمتیں ہیں، حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت حضرت نوح علیہ السلام کا ان کی قوم کے ساتھ بحث ومباحثہ اورقوم کا ان کے ساتھ ٹھٹھااور مذاق پھر نوح علیہ السلام اوران کے متبعین کی نجات اور مخالفین کی ہلاکت کا

تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری فرشتوں کی زبانی اوران کی مہمان نوازی، ان دونوں سورتوں کی اجمالی فہرست میں نے آپ کے سامنے پیش کردی ہے۔

منکرین قرآن کی خواہش

اب کچھ آیتوں کی کسی قدر تفسیراور آخر میں حضرت یونس علیہ السلام اورحضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر تذکرہ کروں گا میں نے خطبہ میں پہلی آیت جو تلاوت کی ہے اس میں منکرین آخرت کے ایک غلط خیال کو رد کیا گیا ہے اوران کی ایک بے جا فرمائش کی تردید کی گئی ہے، یہ انبیاء علیہم السلام کو عام لوگوں کی طرح ہی سمجھتے تھے اوران کا یہ خیال تھا کہ قرآن کریم محمد عربی ﷺ بنا کر پیش کرتے ہیں اسی لئے دوسرے قرآن کی فرمائش کی جس میں ان کے بتوں کی برائی اور آباء واجداد کو برا بھلا نہ کہا گیا ہو وَاِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ اور جب ان (کافروں) کے پاس ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں کرتے کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا قرآن لے آؤ اس کو بدل ڈالو۔ کفار مکہ قرآن کریم کی عام پند ونصائح کو تو بہت پسند کرتے تھے مگر جو آیتیں بت پرستی اوران کے رسوم وعقائد کے رد میں ہوتیں تو وحشت کھاتے، ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر کوئی دوسرا قرآن لے آؤ جس میں ہمارے رسوم وعقائد کے خلاف کوئی بات نہ ہو اور نہ ہی ہمارے آباء واجداد کو برا بھلا کہا گیا ہو اور اگر کوئی دوسرا قرآن نہیں لاسکتے ہو تو کم از کم اسی قرآن میں سے وہ مضامین نکال دیجئے جو ہمارے خلاف ہیں اور یہ پتھر کے پجاری سیکڑوں دیوی، دیوتاؤں کے ماننے والوں سے کوئی مستبعد بھی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی اسی قدر

متصرف سمجھتے رہے ہوں کہ کوئی دوسرا قرآن لا سکتے ہیں یا اس میں ترمیم کر سکتے ہیں، اگلی آیت میں اس فرمائش بے جا کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ کام میرا نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے میں تو اس کی اتباع اور تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

امیر شریعت کون؟

حضور ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ ان کافروں اور منکرین قرآن سے فرما دیجئے کہ قرآن کو بدلنا یا اس میں حذف و اضافہ اور ترمیم و تبدیل کرنا میرا کام نہیں ہے بلکہ میرا فرض یہ ہے کہ جو کچھ خدا کی طرف سے آئے اس کے حکم کے مطابق چلتا رہوں اور اس کا کلام میرے تابع نہیں ہے بلکہ میں خدا اور اس کے کلام کے تابع ہوں اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ بانی شریعت بھی ہیں اور امیر شریعت بھی، آج کل لوگ بعض علماء کو امیر شریعت کہتے ہیں حالانکہ امیر شریعت صرف حضور ﷺ ہیں باقی سب کے سب خادم شریعت ہیں۔ احکام الٰہی کا اتباع حضور ﷺ پر بھی اسی درجہ ضروری تھا جتنا کہ دوسرے انسانوں پر۔

چنانچہ جب مؤذن کہتا تھا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو حضور ﷺ بھی کہتے ہیں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں ایک انسان ہونے کی اور دوسری رسول ہونے کی۔ فقہاء کرام نے آیت کریمہ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ بدعت حرام ہے کیونکہ

دین میں نئی بات پیدا کرنے کا تصرف و اختیار جب معصوم پیغمبر کو نہیں ہے تو کسی اور انسان کو کیسے ہو سکتا ہے، فقہاء کرام نے یہ بھی کہا ہے کہ کسی حاکم اور قاضی کے لئے جائز نہیں ہے کہ کسی کی رعایت سے یا نفع کی خاطر کسی حکم شرعی کو متروک کر دے البتہ فتنہ اور حاکم کے خوف سے سکون اور خاموشی جائز ہے اب وہ حضرات غور فرمائیں جو کسی بزرگ اور پیر کی اولاد ہونے کی وجہ سے احکام شرعیہ کی پابندی نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے آباء واجداد ہمارا خیال کر لیں گے ایسے ہی جو لوگ قبروں پر جا کر منتیں مانگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ بزرگ میری سب بگڑی بنا دیں گے۔

نبی خدا کا مطیع ہے

جب ایک نبی معصوم کو ان سب باتوں کا اختیار نہیں ہے تو کسی اور کو کیسے ممکن ہے وحی الٰہی میں قطع و برید تو کوئی پیغمبر اور فرشتہ بھی نہیں کر سکتا یہ تو بڑی معصیت ہے جس سے پیغمبر بھی ڈرتے ہیں بلکہ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتے، اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔ میں تعریض ہے ان بیہودہ فرمائش کرنے والوں پر کہ ایسی سخت نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ آگے فرمایا: قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ آپ ﷺ فرما دیجئے اگر اللہ نہ چاہتا تو میں قرآن پڑھ کر تم کو نہ سناتا اور نہ ہی اللہ تم کو اس کی خبر دیتا۔ اس آیت کریمہ میں یہ فرمایا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں فرمان خداوندی کے تابع ہو کر کرتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ تمہیں یہ کلام نہ سنایا جائے تو نہ میں تمہیں سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے باخبر کرتا اور اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ یہ کلام اللہ سنوائے تو کس کی مجال اس میں کمی بیشی کرے۔ پھر آگے قرآن کریم کے منجانب اللہ اور کلام الٰہی

ہونے کو ایک واضح دلیل سے سمجھایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی عمر کے چالیس پینتالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذار چکا ہوں میری راست بازی، صداقت شعاری، امانت و دیانت وغیرہ اخلاق حسنہ تم میں ضرب المثل ہیں امی ہونا اور کسی ظاہر معلم استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ نہ کرنا ایک معروف و مسلم حقیقت ہے پھر چالیس برس تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا، نہ مشاعروں میں شرکت کی ہو، نہ کبھی کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو، نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو یکا یک ایسا کلام بنا کر لے آئے جو اپنی فصاحت و بلاغت شوکت وجلالت، اسلوب بیان اور سلاست و روانی سے جن و انس کو عاجز کردے، اس کے علم و حقائق کے سامنے تمام دنیا کے علوم و معارف ماند پڑ گئے اور تمام مذاہب کے کتب خانے نامکمل ہو گئے۔ شیخ سعدی کی زبان میں ''یتیم کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانہ چند ملت بشست'' ایسا یتیم جس نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا۔ ایک ایسا مکمل قانون ہدایت انسانوں کے ہاتھوں میں پہنچائے جس کے اگلے پچھلے قانون ردی اور بیکار ہو گئے، بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کے مردہ قلوب میں روح تازہ پھونک دی اب سوچنا چاہئے جس پاک انسان نے چالیس برس تک کسی پر جھوٹ و افتراء نہ کیا ہو وہ ایک دم ایسی جسارت کیسے کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افتراء کرنے لگے؟۔

قرآن کلام الٰہی ہے

ماننا پڑے گا کہ یہ قرآن کلام الٰہی ہے جس میں میرا کوئی اختیار نہیں خدا جو چاہے میری زبان سے تم کو سنا دے ایک نقطہ اور زیر وزبر کی کمی بیشی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی دوسرا قرآن بدل کرلاؤں یا اس قرآن میں حذف اضافہ اور ترمیم وتبدیل

کردوں۔ قرآن کریم کی اس دلیل نے نہ صرف یہ کہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کو واضح اور ثابت کیا بلکہ ہر معاملہ میں کھرا کھوٹا، حق و باطل کو پہچاننے کے لئے ایک ضابطہ اور اصول بیان فرمادیا کہ جب کسی کو کوئی عہدہ یا منصب سپرد کیا جائے تو اس کی صلاحیت کو دیکھ لیا جائے گا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی سابقہ زندگی کس طرح گذری ہے اور اس کی امانت و دیانت، صداقت و سچائی سماج میں مسلّم رہی ہے اور جو کام اس کے سپرد کیا جارہا ہے اس کام میں اس کی کارکردگی گذشتہ ایام میں درست اور صحیح ہے، تب تو یہ یقین کرو کہ آئندہ بھی وہ اس کام کو اچھی طرح انجام دے سکتا ہے محض آئندہ دعوے کی وجہ سے اس کو وہ عہدہ اور منصب ہر گز نہ دو۔

آج عہدوں کی تقسیم اور ذمہ داریوں کی سپردگی میں جس قدر غلطیاں اور ان کی وجہ سے عظیم نقص پیدا ہو رہے ہیں ان سب کی اصلی وجہ اسی اصول فطرت کو چھوڑ کر رسمی چیزوں کے پیچھے پڑنا ہے۔ آج کل لوگ عہدہ اور منصب حاصل کرنے کے لئے لمبے چوڑے دعوے تو خوب کرتے ہیں مگر جب عہدہ مل جاتا ہے تو سارے دعوے بھول جاتے ہیں، خاص طور سے الیکشن کے موقع پر بکثرت یہ چیزیں دیکھنے میں آرہی ہیں کہ رو رو کر ووٹوں کی بھیک مانگ لیتے ہیں اور جب جیت جاتے ہیں تو دوسرے الیکشن سے پہلے بھول کر چہرہ بھی نہیں دکھاتے اور بیچاری غریب عوام معمولی کاموں کے لئے ان کے گھروں کا چکر کاٹتے رہتے ہیں۔ ہاں کچھ لوگ تو واقعی خیر خواہ اور بہی خواہ ہوتے ہیں جو عوام کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں اکثر جھوٹے دعوے کرنے والے ہی ہوتے ہیں ؎

یہ الیکشن کے مجاہد یہ خطیبانِ کرام
قوم کے عشق میں ہے جن کے لئے نیند حرام

جن کے ہونٹوں پہ اصلاح کے اونچے دعوے
کھائے جاتی ہے جنہیں حب وطن فکر وطن

حضرت یونس علیہ السلام

آج جو سورتیں آپ نے سماعت فرمائی ہیں وہ دو پیغمبروں کے نام سے منسوب ہے اس میں پہلی سورت تو سورۂ یونس ہے دوسری سورۂ ہود، حضرت یونس علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے ایک معزز و برگزیدہ پیغمبر تھے جو عراق میں موصل کے قریب ایک مشہور مقام شہر نینوں میں مبعوث ہوئے وہاں کے لوگ بت پرست تھے حضرت یونس علیہ السلام سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے مگر قوم نے ایک نہ سنی جتنی بھی ان کو دعوت دیتے وہ اتنی ہی تکذیب و انکار کرتے، آخر کار حضرت یونس علیہ السلام نے تنگ آکر ان کو آگاہ کیا کہ اگر باز نہ آئے تو تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔

جب تیسری شب آئی تو یونس علیہ السلام آدھی رات گذرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھانے لگے، جن سے سخت دھواں نکلتا تھا وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی چھتیں بالکل تاریک ہوگئیں یہ آثار دیکھ کر جب انہیں ہلاکت کا بالکل یقین ہوگیا تو یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف متوجہ ہوئے خوف سے چیخیں مارتے اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکارنے لگے چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ادھر حضرت یونس علیہ السلام بستی سے باہر انتظار میں تھے اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا ان کے توبہ

و استغفار کا حال ان کو معلوم نہ تھا جب عذاب ٹل گیا تو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے گا کیونکہ میں نے اعلان کیا تھا کہ تین دن کے اندر عذاب آجائے گا اس قوم میں قانون یہ تھا کہ جس شخص کا جھوٹ معلوم ہو اور وہ اپنے کلام پر کوئی شہادت پیش نہ کر سکے تو اس کو قتل کر دیا جاتا، حضرت یونس علیہ السلام کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دے کر قتل کر دیا جائے گا یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر گناہ و معصیت سے معصوم ہیں مگر انسانی فطرت و طبیعت سے جدا نہیں اس وقت یونس علیہ السلام کو طبعی طور پر ملال ہوا کہ میں نے بحکم الٰہی اعلان کیا تھا اور اب میں اعلان کی وجہ سے جھوٹا قرار دیا جاؤں گا اپنی جگہ واپس جاؤں تو کس منہ سے جاؤں اور قوم کے قانون کے مطابق گردن زدنی ہوا اس رنج و غم اور پریشانی کے عالم میں شہر سے نکلنے کا ارادہ کر کے چل دئے یہاں تک کہ بحر روم کے کنارے پر پہنچ گئے وہاں ایک کشتی دیکھی جس پر لوگ سوار ہو رہے تھے یونس علیہ السلام کو ان لوگوں نے پہچان لیا اور کشتی پر سوار کر لیا بیچ سمندر میں کشتی پہنچی تو ٹھہر گئی نہ آگے جا رہی ہے نہ پیچھے تو ملاح نے کہا کہ میری کشتی میں کوئی شخص اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے اس لئے وہ اتر جائے تاکہ کشتی ڈوبنے سے بچ جائے حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ میں ہی اپنے آقا سے (اللہ) سے بھاگ کر آیا ہوں لوگوں نے اعتبار نہیں کیا پھر قرعہ اندازی ہوئی اور قرعہ میں آپ ہی کا نام نکلا لوگوں نے کئی بار قرعہ اندازی کی لیکن ہر بار آپ کا نام نکلا پھر آپ سمندر میں کود پڑے جہاں ایک مچھلی منہ کھولے تیار کھڑی تھی ان کو نگل گئی، خداوند قدوس نے پہلے حکم دے دیا تھا کہ یونس علیہ السلام کا جسم جو تیرے پیٹ کے اندر رکھا جائے گا یہ تیری غذا نہیں بلکہ ہم نے تیرے پیٹ کو ان کا مسکن بنایا ہے چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک رہے اور وہاں مچھلی کے پیٹ کی تاریکی سمندر کی تاریکی جو بہت سی

تاریکیوں سے بڑھ کر تھی اللہ کا ذکر و ثناء کرتے رہے اور تسبیح پڑھتے رہے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اور باہر نکلنے کی دعا کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی مچھلی نے دریا کے کنارے پر لا کر ڈال دیا مچھلی کے پیٹ کی گرمی کی وجہ سے ان کے بدن پر کوئی بال نہ رہا اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ایک کدو کی بیل اگادی جس کے پتوں کا سایہ حاصل تھا اور ایک جنگلی بکری کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا وہ صبح و شام دودھ پلانے آیا کرے جب تندرست ہوگئے تو اپنی قوم کے پاس گئے۔

اس واقعہ میں کدو کا ذکر آیا کدو ایک عمدہ اور لذیذ سبزی ہے جو سب لوگ جانتے اور پہچانتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ کو کدو بہت پسند تھا اور اکثر سالنوں میں آپ کدو تلاش کر کے نوش فرماتے تھے اس لئے ہم سب کو بھی کدو ضرور پسند کرنا چاہئے، اطباء نے اس کے بے شمار فوائد لکھے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسور کی دال اور کدو غمگین دل کو راحت بخشتے ہیں، مسور کی دال کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ستر انبیاء علیہم السلام نے اس کو نوش فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد اور ان کی مہمان نوازی کا تذکرہ کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْا سَلٰمًا۔ اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اولاد کی خوشخبری دینے کے لئے بھیجا اور یہ بھی بتلادیا کہ اس پیدا ہونے والے اولاد کا نام اسحاق ہوگا اور ایک پڑ پوتا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا اور دونوں رسول و پیغمبر ہوں گے۔ یہ فرشتے چونکہ بشکل انسانی آئے تھے اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے انسان سمجھ کر ان کی مہمان نوازی

شروع کردی بھونا ہوا گوشت لا کر سامنے رکھ دیا مگر وہ تو فرشتے تھے جو کھانے پینے سے پاک اس لئے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے چنانچہ دوسری جگہ صراحتاً ہے اِنَّا مِنْکُمْ وَجِلُوْنَ (ہم کو تم سے ڈر ہو رہا ہے) تو ان فرشتوں نے واضح کردیا کہ ڈرو نہیں ہم تو فرشتے ہیں آپ کی بیوی کو بیٹے کی بشارت دینے اور قوم پر عذاب بھیجنے کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں اتنا سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ جو پردے میں تھیں سامنے آگئیں کیونکہ معلوم ہوگیا کہ یہ فرشتے ہیں انسان نہیں لہٰذا پردہ کرنے کی ضرورت نہیں اور تعجب سے کہا کہ میں بڑھیا ہو کر بچہ جنوں گی اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہوچکے ہیں تو فرشتوں نے کہا کہ تم خاندان نبوت سے ہو، پھر تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت سے؟

الغرض فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی پیدائش کی بشارت سنائی پھر قوم لوط پر عذاب لے کر گئے ان کی پوری بستی تہ و بالا کردی گئی جو بحر میت (مردہ دریا) کے پاس آباد تھی ارشاد ربانی ہے وَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا ہم نے اس بستی کے اوپر کو نیچے کردیا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ اور اس پر نشان زدہ کنکر اور پتھر کی بارش ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے ہم کو مہمان نوازی کا درس عظیم ملتا ہے کہ انہوں نے اجنبی مہمانوں کی خاطر جو حقیقت میں فرشتے تھے ایک بچھڑے کا گوشت بھون کر پیش کردیا اور ہمارا حال تو یہ ہے کہ مہمان کو دیکھ کر چھپتے ہیں، تواضع سے بھاگتے ہیں روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان نوازی کی رسم جاری کی ان کا معمول تھا کہ کبھی کھانا تنہا نوش نہ فرماتے بلکہ کھانے کے وقت تلاش کرتے تھے کہ کوئی مہمان مل جائے تو اس کے ساتھ کھانا کھالیں ہم کو بھی چاہئے کہ مہمان

نوازی کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں اور ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ مہمان نوازی سے کمی آجائے گی کیوں کہ مہمان ہمیشہ اپنی روزی کھاتا ہے۔

مہمان روزی بخود می آورد — پس گناہ میزباں رامی برد

مہمان روزی اپنے ساتھ لاتا ہے پھر میزبان کے گناہ کو دور کرتا ہے پہلے زمانے کے لوگ مہمان آنے پر خوش ہوجاتے تھے اور جب مہمان جاتا تھا تو میزبان اور اس کے گھر والے روتے تھے اور آج اس کے برعکس ہے جب مہمان آتا ہے تو روتے ہیں اور جب مہمان جاتا ہے تو خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اندر مہمان نوازی کی صفت پیدا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حضرت یوسف علیہ السلام
نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

”جب کہا یوسفؑ نے اپنے باپ سے، ابا (مرے!)
خواب میں دیکھا ہے میں نے، رات کو سجدے کئے
چاند نے، سورج نے اور گیارہ ستاروں نے مجھے“

عشق کے ہیں معجزات سلطنت وفقر ودیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحبِ تاج ونگیں
عشق کے مکان ومکیں، عشق زمان وزمیں
عشق سراپا یقیں، اور یقیں فتحِ باب

محترم سامعین عظام! آج آپ نے نماز تراویح میں سورۂ یوسف ساعت فرمائی ہے اللہ رب العزت نے اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ تفصیل اور ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔

قرآن مجید میں دو ہی پیغمبروں کے قصہ کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو۔ آج آپ لوگوں کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن کی روشنی میں عرض کرتا ہوں، یوں تو اس سلسلہ میں بہت سی اسرائیلی روایتیں اور قصے نقل کئے گئے ہیں، لیکن میں صرف قرآن اور تفسیر سے ثابت شدہ باتیں آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ایک لطیفہ

چونکہ سورۃ یوسف ایک طویل سورۃ ہے اسلئے علماء کرام اور مفسرین عظام نے بڑی وضاحت سے اس کی تفسیر بیان کی ہے بعض مفسرین نے ایک ایک سال اور بعض نے کئی کئی ماہ تک اپنے علم اور صلاحیت کے اعتبار سے طویل تفاسیر کا ریکارڈ بنایا ہے۔ کہتے ہیں ایک مفسر سے کسی نے درخواست کی کہ سورۃ یوسف کی تفسیر مختصراً بیان کریں تو انہوں نے فرمایا، اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک بیٹا باپ سے بچھڑ گیا اور تیس سال کے بعد مل گیا۔ یہ اس سورۃ کی نہایت مختصر تفسیر ہے۔

شان نزول

مفسرین نے اس سورت کے شان نزول میں کئی روایتیں نقل کی ہیں، سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعہ آپ ﷺ سے امتحاناً یہ سوال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ملک شام میں رہتی تھی۔ پھر بنی اسرائیل مصر میں کیسے پہنچ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ تو یہ سورت نازل ہوئی، تاکہ پوچھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کے شام سے مصر آنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہوا پھر وہیں ان کی نسل پھیلتی اور بڑھتی رہی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آ کر بنی اسرائیل کو فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے نجات دلائی۔

نسب نامہ

حضرت یوسف علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو اولاد تھیں ایک اسماعیل علیہ السلام دوسرے اسحاق علیہ السلام، یوں تو روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اور بھی اولاد تھیں، چنانچہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے بارہ بیٹے تھے، دس ایک بیوی سے، دو دوسری بیوی سے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بن یامین دو سگے بھائی تھے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ یہ خود نبی ان کے باپ نبی انکے دادا نبی ان کے پڑدادا نبی چار نسلوں تک نبوت ورسالت کا سلسلہ چلتا رہا بخاری میں ہے: اَلْکَرِیْمُ بْنُ الْکَرِیْمِ بْنِ الْکَرِیْمِ بْنِ الْکَرِیْمِ یُوْسُفُ بْنُ یَعْقُوْبَ بْنِ

اِسۡحٰقَ بۡنِ اِبۡرَاھِیۡمَ ۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی شریف، والد محترم بھی شریف، دادا بھی شریف، پڑدادا بھی شریف ظاہر ہے نبوت و رسالت سے بڑھ کر اور کون سی فضیلت و شرافت ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بلند مرتبہ عطا ہوا جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوا ان کے بعد جتنے بھی نبی آئے سب انہیں کی نسل سے ہوئے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے سلسلہ سے تمام انبیائے بنی اسرائیل ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے نبی آخر الزماں آقائے نامدار حضور محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ کچھ انبیاء و رسل ایسے مبعوث ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت و رسالت کے ساتھ تاج خلافت سے بھی آراستہ اور پیراستہ کیا انہیں میں سے حضرت یوسف علیہ السلام بھی ہیں۔

احسن قصص

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ویسے یہ واقعہ تو کتب تاریخ اور بائبل میں پہلے سے مذکور تھا مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا قرآن کریم نے اس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و مؤثر انداز میں بیان فرمایا جس نے نہ صرف پہلے تذکرہ نویسوں کی کوتاہیوں پر مطلع کیا بلکہ موقع بہ موقع نہایت ہی اعلیٰ نتائج کی طرف رہنمائی کی اور اس قصہ کو احسن قصص نام دیا گیا۔

حضرت یوسف کا خواب

قصہ کا آغاز اس طرح کیا گیا اِذۡ قَالَ یُوۡسُفُ لِاَبِیۡہِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَاَیۡتُھُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ ۔ وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد محترم سے عرض کیا اے ابا جان میں نے خواب میں گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو اپنے واسطے سجدہ

کرتے ہوئے دیکھا، گیارہ ستارے چاند اور سورج میرے سامنے جھک رہے ہیں یہ خواب لڑکپن میں دیکھا تھا، سچ ہے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب یہ خواب سنا تو فوراً سمجھ گئے کہ میرے بیٹے کی آئندہ ایک عظیم شان ہوگی اور خواب کی تعبیر اتنی ظاہر و باہر تھی کہ خاندان نبوت کے کسی فرد کے لئے اس کا سمجھنا مشکل نہ تھا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو تنبیہ کر دی کہ بھائیوں سے یہ خواب ہرگز ذکر نہ کرنا قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ کَیۡدًا اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ (حضرت یعقوب علیہ السلام نے) کہا اے میرے بیٹے! اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری ایذاء کے لئے کوئی چال چل کر رہیں گے۔ بیشک شیطان تو انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراست نبوت سے یہ پہچان لیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کے علاتی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں اب اگر یہ خواب سنیں گے تو شیطان ان کے دل میں حسد کی آگ اور بھڑکا دے گا، اور جوش حسد میں آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کر گذریں جو یوسف کی اذیت اور خود ان کی رسوائی اور بد انجامی کا موجب ہو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا کہ اپنا خواب بھائیوں پر ظاہر نہ کریں۔ یوسف علیہ السلام کا ایک حقیقی بھائی "بنیامین" بھی تھا۔ اس کے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہ دی اگرچہ اس سے کوئی لڑائی کا اندیشہ نہ تھا لیکن ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کر دے اور اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہو جائے۔

یوسف علیہ السلام و بنیامین سے محبت کی وجہ

حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے بے پناہ محبت دیگر بھائیوں سے دیکھی نہ گئی قَالُوْا لَیُوْسُفُ وَاَخُوْہُ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا بھائیوں نے کہا بیشک یوسف اوران کے حقیقی بھائی ہمارے باپ کوہم سے کہیں زیادہ پیارے ہیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف اوران کے حقیقی بھائی بنیامین سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے علاتی بھائیوں سے چھوٹے تھے والدہ کاانتقال ہو چکا تھااور خاص حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت اپنے نورفراست یاالہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ ان کا مستقبل نہایت درخشاں ہےاور نبوت کا خاندانی سلسلہ ان کی ذات سے وابستہ ہونے والا ہے خود یوسف علیہ السلام کا حسن صورت وسیرت اورکمال ظاہری اور باطنی پدر بزرگوار کی محبت خصوصی کو اپنی طرف جذب کرتا تھا دوسرے بھائیوں کو یہی چیز ناگوارتھی۔وہ کہا کرتے تھے کہ وقت پرکام آنے والے توہم ہیں ہماراایک طاقتور جتھا ہے جو باپ کی ضعیفی میں کام آسکتا ہے ان چھوٹے لڑکوں سے کیاامید ہوسکتی ہے۔

بھائیوں کا حسد

رشک وحسد کی آگ بھائیوں میں اندر ہی اندر سلگتی رہی، آخرکار آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت وتوجہ ہماری طرف ہواس لئے یوسف کا قصہ ہی ختم کردینا چاہئے خواہ قتل کردو یا دوردراز ملک کی طرف پھینک دو،اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْہُ اَرْضًا یَّخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۔یوسف کوقتل کرڈالویااس کوکسی سرزمین پرڈال آؤتوتمہارے لئے تمہارے باپ کارخ خالص ہوجائے گااوراس

کے بعدتمہارے سب کام بن جائیں گےآپ اندازہ لگائیے کہ انسان دشمنی کے عالم میں کتنی دور جاسکتا ہےاور بدخواہی کی کن حدود کوپہنچ سکتا ہے وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۔کی ایک تفسیر تو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ قتل کردینے یاکسی جگہ ڈال دینے کے بعدتمہارے سب کام بن جائیں گے یعنی والدصاحب صرف ہمیں لوگوں سے محبت کریں گےاوردوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ بعد میں توبہ کرکے بھلے آدمی بن جائیں گے اکثرمفسرین نے اسی پہلوکواختیارکیا ہے۔

الغرض بھائیوں نے اپنی یہ تجویز رکھی لیکن انہیں بھائیوں میں سے ایک کانام یہوداتھااس نے کہا کہ ہمارامقصودتوقتل کے بغیر بھی حاصل ہوسکتا ہےاسی کوفرمایاقَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ لَاتَقْتُلُوْایُوْسُفَ وَاَلْقُوْہُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْہُ بَعْضُ السَّیَّارَۃِ. ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کوقتل مت کرواوران کوگمنام کنویں میں ڈال دوکوئی مسافران کواٹھالے گا۔

الغرض یہی رائے طے پائی پھروالدمحترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اورعرض کیا کہ اے ہمارے اباجان آپ کو یہ کیا ہوا ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارااعتبارنہیں کرتے جب کہ ہم اس کے بڑے ہی خیرخواہ ہیں، ہمارے ساتھ کل ان کوبھیج دیجئے کھائیں گے، کھیلیں گے،جی بہلائیں گےاورہم ان کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ مجھے رنج ہوگا کہ اس کولے کرجاؤ، پھریہ بھی ڈرہے کہ تم لوگ غافل رہواوربھیڑیا آکراس کوکھالے۔

بھائیوں نے کہا کہ ہم لوگ ایک مضبوط اورطاقتورجماعت ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم لوگوں کی موجودگی میں کوئی بھیڑیا کھالے پھرتوہم کسی کام کےنہیں رہے کسی طرح سے باپ کوراضی کرلیا اور یوسف علیہ السلام کولے جاکرکنویں میں ڈال دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں

مولانا عبد الماجد دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ نے توریت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یوسف اپنے بھائیوں کے پاس آیا تو انہوں نے اس کے جبہ کو یعنی بوقلمون جبہ کو جو پہنے تھا اتار کر اسے ننگا کیا اور اسے پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا وہ کنواں اندھا تھا اس میں ایک بوند پانی نہ تھا۔ صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک تعویذ پہن رکھا تھا جو درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کرتہ تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو ورثہ میں ملا تھا جب کنواں میں ڈال دیا گیا تو یوسف علیہ السلام کنویں میں بنے ہوئے ایک طاقچہ میں بیٹھ گئے جیسا کہ غیبت الجب کے لفظ سے معلوم ہو رہا ہے کیونکہ غیبت الجب کے معنی اس طاقچہ کے ہیں جو کنویں اور باؤلی میں سطح پانی سے ذرا اوپر بنا ہوتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے وہ کرتہ انہیں پہنا دیا جو تعویذ کی شکل میں تھا۔

بھائیوں کی من گھڑت کہانی

یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال کر باپ کے پاس رات کے وقت روتے ہوئے گئے وَجَآءُوْ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۔ اور رات کے وقت اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے اور کہا اے ہمارے ابّا جان ہم سارے بھائی گئے اور دوڑ میں مقابلہ کیا اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا پھر کسی بھیڑئے نے آ کر اس کو کھا لیا اور آپ کو ہماری باتوں پر یقین تو آئے گا نہیں اگرچہ ہم سچے ہیں پھر یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیش کیا جو پہلے سے ایک سازش کے تحت ایک جانور کو ذبح کر کے اس کا خون کرتہ میں مل دیا تھا۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۔ اور ان کے کرتے پر جھوٹ کا خون بھی لگا لائے۔ یعقوب علیہ السلام خدا کے نبی تھے، کیا ان کو اتنا نہیں معلوم تھا

کہ یوسف کا خون ہے یا کسی جانور کا، قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا بلکہ تم لوگوں نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۔ تو صبر ہی اچھا ہے بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے کہا بیٹو! بھیڑیا تو بڑا ہوشیار تھا کہ یوسف کو تو کھا گیا مگر کرتہ صحیح وسالم چھوڑ گیا۔ سچ کہا ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد، جھوٹ بولنے والے کا حافظہ صحیح نہیں رہتا۔

يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ

حضرت یوسف علیہ السلام جس کنوئیں میں تھے اس طرف سے ایک قافلہ گذرا تو قافلہ والوں نے ایک آدمی کو پانی لینے کے لئے بھیجا جب اس نے ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول میں بیٹھ گئے تو اس آدمی نے خوشی میں پکارا یہ لو ایک لڑکا نکل آیا وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً. اور اس کو سامان تجارت سمجھ کر چھپا لیا۔

اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چند کوڑیوں میں قافلہ والوں کو بیچ دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں

پھر اہل قافلہ نے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نیلام کیا تو ''عزیز مصر'' جس کا نام ولید بن ریان تھا اس نے خریدا وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۔ اور جس نے اسے مصر میں خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے یا ہم اس کو بیٹا ہی بنالیں اس طریقہ سے حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے یہاں رہنے لگے اور عزیز مصر نے بڑے ہی عیش و آرام سے رکھا۔

آزمائش کا دور

حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن سے جوانی عزیزِ مصر کے یہاں گذاری عزیزِ مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال پر فدا ہوگئی دلکش وہو، شرمائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو ان کے قابو سے باہر کردے ایک طرف عیش و نشاط کے سامان، نفسیانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا اس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی میں خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بے باکانہ اظہار کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، طاقت وقوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی یہ سب اسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا۔

مگر خدا نے جسے محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا کیا مجال تھی کہ اس پر شیطان کا مکر چل جاتا جب زلیخا نے اپنی طرف بلایا تو یوسف علیہ السلام کے ایک لفظ معاذ اللہ نے ساری شیطانی چالوں کو توڑ دیا وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا ۔ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھنسانا چاہا اور یوسف علیہ السلام نے سوچا کہ اس کا دباؤ چلنے نہ پائے پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پکڑنا چاہا اس طرح دونوں دروازے کی طرف بھاگے تو یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا، آگے زلیخا کا شوہر کھڑا تھا زلیخا نے دیکھتے ہی شکایت کر دی کہ دیکھو تمہارے گھر میں رہتے ہوئے تمہاری بیوی کے ساتھ غلط ارادہ کر لیا اس لئے اس کی سزا ہے کہ اس کو جیل میں ڈالدو۔

شیر خوار بچے کی گواہی

زلیخا نے جب یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا تو ایک دودھ پیتے بچے نے فیصلہ کیا کہ اگر کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو زلیخا جھوٹی یوسف سچے اور اگر کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو یوسف جھوٹے زلیخا سچی، جب کرتہ دیکھا گیا تو کرتہ پیچھے سے پھٹا تھا، تو عزیزِ مصر نے کہا، زلیخا تو ہی غلطی پر ہے۔

زنانِ مصر کے طعنے

جب مصر کی عورتوں نے سنا کہ عزیزِ مصر کی بیوی ایک غلام پر فریفتہ ہوگئی تو طعنے دینے شروع کر دئے کہ ملکہ ہوتے ہوئے ایک غلام پر عاشق ہوگئی تو زلیخا نے زنانِ مصر کی پارٹی بلائی اور وہاں کے دستور کے مطابق دسترخوان پر بیٹھتے وقت سب کے ہاتھوں میں چاقو دے دیئے کہ جب میں کہوں گی تو پھل کاٹ کاٹ کر کھانا ان عورتوں نے چاقو اپنے ہاتھ میں پکڑے اور ادھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا تو بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ۔ اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا، تو زلیخا نے کہا کہ مجھے تم سب ملامت کر رہی تھیں اور ایک ہی نظر میں اپنے ہاتھوں کو کاٹ لیا حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ سب دیکھا تو دعا کی کہ اے اللہ قید خانہ میرے لئے اس سے بہتر ہے جس کی طرف یہ مجھ کو بلا رہی ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام پر ایک اور آزمائش

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور قید خانہ میں گئے اور ان کے ساتھ دو اور قیدی بھی گئے جن میں ایک بادشاہ کا ساقی اور ایک بادشاہ کا باورچی تھا

ایک مرتبہ ان دونوں نے خواب دیکھا، ساقی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں، باورچی نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا ٹوکرا رکھا ہوا ہے اور پرندے اس سے نکال کر کھا رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کو تعبیر بتلائی، ساقی کو کہا کہ تو رہا ہوجائے گا اور اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور باورچی کو کہا کہ تو سولی پر چڑھا دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب ساقی رہا ہو کر جانے لگا تو اس سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اپنے آقا سے جا کر میرا تذکرہ کرنا مگر وہ بھول گیا۔ پھر ایک زمانہ کے بعد بادشاہ نے ایک خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں اور ان کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز بالیاں اور سات سوکھی بالیاں ہیں دربار کے لوگوں سے کہا کہ اس کی تعبیر بتلاؤ تو درباریوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو پریشان خواب ہیں لیکن وہ ساقی جو رہا ہو کر آیا تھا اس نے کہا کہ میں آپ کو ٹھیک ٹھیک تعبیر سناؤں گا، چنانچہ یوسف علیہ السلام کے پاس بھاگا ہوا گیا اور صورتحال سے آگاہ کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ خواب کی تعبیر بتلائی بلکہ تدبیر بھی بیان فرمائی کہ سات سال خوشحالی کے آئیں گے پھر سات سال تنگی کے پھر سات سال خوشحالی کے آئیں گے اس لئے شروع کے سات سال خوشحالی کے آئیں تو ان میں خوب غلہ کی پیداوار کرانا اور جتنے غلوں کی ضروت ہوگی بالیوں سے اتنا ہی نکالنا باقی غلوں کو بالیوں میں چھوڑ دینا تاکہ تنگی کے زمانہ میں کام آویں اور ان میں کیڑا نہ لگے۔

پیغمبر کی غیرت

جب ساقی نے بادشاہ کو آکر خبر دی تو اس سے بہت متاثر ہوا اور یہ فرمایا کہ ایسے شخص کو بلا کر لاؤ جب قاصد بلانے کے لئے آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی غیرت

نے اجازت نہ دی کہ بلا صفائی کے جیل سے نکلیں چنانچہ قاصد سے کہلا بھیجا کہ پہلے ان سے معلوم کر کے آؤ کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے؟ بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا تو عورتوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا اور عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ حق بات یہی ہے کہ میں نے ہی یوسف کو پھسلایا تھا مگر وہ تو پاک وصاف نکلا۔

حضرت یوسف علیہ السلام شاہی دربار میں بحیثیت مشیر

جب بادشاہ نے دیکھا کہ یوسف علیہ السلام اتنی خوبیوں کے مالک ہیں تو اس نے اپنا مشیر بنالیا فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔ پھر جب بات چیت کی تو ان سے (عزیز مصر) کہا کہ تم آج سے ہمارے پاس با اقتدار ہو امانت دار ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک مصر کے سفید و سیاہ کا مالک بنا دیا مکمل طور پر با اقتدار و با اختیار بنا دیا یعنی بادشاہ بنا دیا پھر وہ دور بھی آیا جو بادشاہ نے خواب دیکھا تھا۔

قحط سالی

پہلے خوشحالی کے سات سال آئے پھر تنگی اور قحط کے جب سات سال آئے تو پورے علاقہ اور دور دراز کے لوگ پریشان پھر رہے تھے اور ادھر حضرت یوسف علیہ السلام لوگوں کو خوب غلہ بانٹ رہے تھے قحط سالی حضرت یعقوب علیہ السلام کے ملک کنعان میں بھی تھی اور عزیز مصر کی سخاوت کا ہر سو چرچا بھی تھا اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ تم بھی مصر جا کر غلہ لے کر آؤ۔

برادران یوسف مصر میں

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ اور یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے پھر ان کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا جبکہ

وہ لوگ انہیں نہ پہچان سکے۔کیوں کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے چہرے کو نقاب سے یعنی رومال سے چھپائے رکھتے تھے، پھر مزید یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں سے گھر کے احوال پورے کے پورے معلوم کر لئے جیسا کہ بادشاہ معلوم کرلیا کرتے ہیں مگر بادشاہ سے پوچھنے کی ہر ایک کو جرأت نہیں ہوتی جب انہوں نے بتایا کہ ہمارا ایک چھوٹا بھائی ہے جس کا نام بنیامین ہے۔تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اگلی بار اس کو بھی لے کر آؤ اگر اس کو لے کر نہیں آؤ گے تو تم لوگوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

پھر جب ان لوگوں کا غلہ لدوادیا تو ان کی پونجیاں بھی سامان میں رکھوادیں تاکہ یہ لوگ پھر دوبارہ لوٹ کر آئیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دوبارہ غلہ لانے کے لئے کوئی پونجی نہ ہو تو آنے میں شرم محسوس کریں۔الغرض یہ لوگ غلہ لے کر کنعان پہنچے پھر سارا ماجرا والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا اور یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کے لے جانے کی درخواست کی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا اس بارے میں میں تمہارے اوپر ایسے ہی اعتبار کرلوں جیسا کہ اس سے قبل اسکے بھائی کے بارے میں کیا تھا۔پھر مزید یہ کہا کہ میں ہرگز تمہارے ساتھ بنیامین کو نہیں بھیجوں گا تاوقتیکہ تم پختہ عہد و پیمان نہ کرو کہ اس کو لے کر آؤ گے ہاں اگر تقدیر الٰہی سے کوئی حادثہ پیش آجائے تو وہ الگ چیز ہے، جب بھائیوں نے پختہ عہد و پیمان دیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اللہ ہی ہماری باتوں پر نگہبان ہے۔

مصر کا دوسرا سفر

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ. اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے مت

داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔چونکہ خوبصورت اور طاقتور رہے ہوں گے تو ہوسکتا ہے کہ نظر لگ جائے اس لئے فرمایا کہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔

برادران یوسف باپ کی نصیحت کے مطابق ملک مصر میں داخل ہوئے مگر جو چیز اللہ کی طرف سے مقدر ہوچکی تھی اس کو تو ہونا ہی تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے بنیامین سے کہہ دیا کہ میں ہی تیرا بھائی ہوں راستے میں جو کچھ بھائیوں نے ستایا اس کا غم نہ کر، اور ان کو روکنے کی ایک تدبیر کی جب سب سامان تیار کر کے اونٹ پر لاد دیا تو اپنے سگے بھائی بنیامین کے سامان میں ایک پیالہ رکھ دیا جب سارے لوگ روانہ ہوئے تو دربار کے ایک شخص نے آکر آواز دی کہ اے قافلہ والو! تم سب چور ہو بادشاہ کا پیالہ گم ہوگیا ہے تو سارے بھائی چیخ اٹھے اور کہا کہ ہم لوگ نبی کی اولاد ہیں اس ملک میں فساد کرنے کے لئے نہیں آئے ،تو اس شخص نے کہا کہ اگر تم میں کوئی چور نکل آئے تو اس کی کیا سزا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ جس نے چوری کی ہوگی اس کو روک لیا جائے گا۔جب تلاشی لی گئی تو بنیامین کے سامان میں وہ پیالہ مل گیا پھر بنیامین کو روک لیا گیا تو بڑا بھائی جو یہودا تھا اس نے کہا کہ میں ابا کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ ہم پختہ عہد و پیمان دے کر آئے ہیں۔

جب نو بھائیوں پر مشتمل یہ معمولی سا قافلہ کنعان پہنچا اور روداد سنائی گئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام اور بھی غم سے نڈھال ہوگئے اس طرح سے تین لڑکے ان سے جدا ہوگئے اور غم کی وجہ سے اور رو رو کر ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں۔

مصر کا تیسرا سفر

حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہوئے بلکہ فرمایا کہ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ . اے

میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کے فیض سے مایوس مت ہو۔ چنانچہ برادران یوسف نے جا کر یہ عرض کیا کہ اے عزیز ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی اور یہ نکمی پونجی لے کر آئے ہیں سو آپ ہمیں غلہ پورا ناپ کر دیجئے اور ہمارے ساتھ رعایت کیجئے تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تم کو معلوم ہے جو کچھ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تو ان لوگوں نے بڑے تعجب سے کہا آپ یوسف ہیں تو کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے میرے اوپر بڑا احسان کیا تو بھائیوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور معافی تلافی کی۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا کرتہ ایک بھائی کو دے کر بھیجا کہ جاؤ ابا جان کے چہرے پر ڈالدو بینائی لوٹ آئے گی اور پورے گھرانے کو لے کر مصر آؤ جب قافلہ کرتہ لے کر کنعان روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہچان لیا اور فرمایا کہ مجھے یوسف کے کرتے کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے چنانچہ قافلہ کنعان پہنچا اور کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا گیا تو بینائی لوٹ آئی پھر بیٹوں نے اپنے باپ سے درخواست کی کہ ان کے لئے اللہ سے معافی طلب کریں۔

آل یعقوب علیہ السلام مصر میں

پھر حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کا خاندان ملک مصر پہنچا گیارہ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کیا، یہ آپ کے خواب کی تعبیر تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کو تخت پر بیٹھایا واضح ہو کہ حضرت یعقوب کی شریعت میں سجدۂ تعظیمی جائز تھا (لیکن حضور ﷺ کی شریعت میں اس طرح کے سجود کو حرام قرار دیا گیا ہے) حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا انعام واکرام کیا کہ قید خانہ سے نکالا

اور تم سب کو دیہات سے شہر مصر پہونچایا اور شیطان نے میرے اور بھائیوں کے درمیان نزاع پیدا کر دیا۔ پھر آخر میں دعا کی کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے نبوت عطا کی اور ملک عطا کیا، اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا دوست ہے دنیا وآخرت میں، تو مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دے اور نیکوں کے ساتھ ملا دے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر حالت میں اپنے شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

ہر حال میں صبر اور شکر مومن کی خصوصیت

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّابَعْدُ.
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ .صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

''اور دیا تھا جب تمہارے رب نے یہ تم کو جتا
اور بھی دوں گا، جو تم احسان مانو گے مِرا
کی جو ناشکری تو پھر ہے سخت تر میری سزا''

کھول آنکھ، زمین دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوۂ بے پردہ کو پردوں میں چھپا دیکھ
ایامِ جدائی کے ستم دیکھ، جفا دیکھ

نعمتوں کی دو قسمیں

بزرگان محترم نوجوانان اسلام! آج نماز تراویح میں آپ نے سورہ ابراہیم سماعت فرمائی اسی میں سے ایک آیت پاک میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار مادی اور روحانی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ کچھ نعمتیں ایسے ہیں جو انسان کے ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور کچھ نعمتیں ایسی ہیں جو انسان کے باطن سے تعلق رکھتی ہیں۔

ظاہری نعمتیں وہ ہیں جو دیکھنے میں آسکیں آدمی ان نعمتوں کا مشاہدہ کر سکے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے صحت وتندرسی عطا فرمائی ہے اچھی شکل و صورت سے نوازا ہے بیش بہا مال و دولت عطا فرمایا ہے یہ سب ظاہری نعمتیں کہلاتی ہیں۔ اور باطنی نعمتیں وہ ہیں جو مشاہدے اور دیکھنے میں نہ آسکیں ایک آدمی کو ذہنی طور پر سکون واطمینان حاصل ہے، یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ آج راحت و آرام کی خاطر کتنی محنت کی جاتی ہے، کس قدر مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں طرح طرح کی سہولیات مہیا کی جاتی ہیں مگر نہ راحت و آرام نصیب ہوتا ہے نہ سکون واطمینان، ایک عالم سے کوئی اہم اور پیچیدہ مسئلہ دریافت کیا جائے جس کی خاطر وہ بڑی محنت اور کوشش کرتا ہے، کہ اچانک کسی کتاب میں وہ مسئلہ مل جاتا ہے، تو اس کی خوشی و مسرت کا اندازہ کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا ہے۔ اس کو وہ مسئلہ مل جانے کی وجہ سے اتنی خوشی حاصل ہوتی ہے جیسے کوئی بڑا ملک فتح کر لیا ہو یہ باطنی اور معنوی نعمت ہے۔

آدمی کی شناخت ہوتی ہے اس کے اندرونی اخلاق سے

ظاہری اعتبار سے ایک سے ایک شخص بہت پڑھا لکھا ہے لیکن اس کے اخلاق اطوار اور سیرت و کرار صحیح نہیں تو معاشرے میں اس کو اچھا آدمی نہیں سمجھا جائے گا۔ ایک آدمی کوئی بڑا عالم نہیں کسی مدرسے اور جامعہ کا فارغ التحصیل نہیں لیکن اس کے اخلاق بڑے عمدہ ہیں خندہ پیشانی کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہے تو لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لوگوں کی نگاہوں میں اس کی وقعت اور اہمیت ہوتی ہے حضور اکرم ﷺ کا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہے کہ تَبَسُّمُکَ وَجْهُ اَخِیْکَ صَدَقَةٌ. تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا بھی صدقہ ہے اپنے ظاہری اخلاق کو بھی درست کریں لیکن آج ہمارا حال یہ ہے کہ نہ ظاہری اخلاق صحیح ہیں نہ باطنی کردار صحیح ہیں غیروں نے آج ہم سے عمدہ اخلاق حاصل کر کے دنیوی فوائد حاصل کئے اور ہم غیروں کی کاسہ لیسی کر رہے ہیں اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے آمین اللہ کے رسول ﷺ اپنے دشمنوں اور کٹر مخالفوں سے بھی عمدہ اخلاق سے پیش آتے جب کہ بذریعہ وحی آپ ﷺ کو یہ بتا دیا گیا کہ کون مخلص ہے اور کون نہیں ہے اور فرمایا کرتے کہ وہ آدمی بہت برا ہے جس کے اخلاق کی وجہ سے لوگ اس سے دور رہیں۔

شکر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے

ہر وقت انسان پر اللہ کی نعمتیں اور رحمتیں برستی رہتی ہیں، سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نعمتوں پر شکر کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمادیں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ۔ اے آل داؤد شکر ادا کرو کیونکہ میرے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔ جب آدمی شکر ادا

کراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر مزید انعام واکرام کی بارش فرماتے رہتے ہیں لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ. اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ شکر کے ذریعہ آدمی اللہ کا محبوب اور مقرب بندہ بن جاتا ہے اور جس آدمی کو مقام شکر حاصل ہوتا ہے اس کو بہت ساری نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

(۱) اس نے اللہ کی نعمت کا شکر ادا کیا یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ (۲) نعمت کا شکر ادا ہو رہا ہے تو یہ اللہ کا ایک فریضہ اور حکم ادا ہو رہا ہے۔ (۳) شکر ادا کرنا زیادتی نعمت کا سبب ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی اور خوش ہو جاتے ہیں۔

ایک عابد کا واقعہ

ایک عابد کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے پچاس سال تک اللہ کی عبادت کی اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گئے۔ اور بذریعہ الہام اس کی اطلاع دی کہ ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور اپنے فضل و کرم سے تیری مغفرت کر دی تو اس نے کہا کہ اے اللہ میں نے تو اتنی ساری عبادت کی پھر بھی آپ کے فضل و کرم سے میری مغفرت ہو رہی ہے میں نے تو پچاس سال تک عبادت کی اس لئے میری عبادتوں کے طفیل میری بخشش اور مغفرت ہونی چاہئے تو اللہ تعالیٰ نے اس عابد کو سبق سکھایا اس کی گردن میں ایک رگ کو حکم دیا کہ درد پیدا کرو، چنانچہ جب درد شروع ہوا تو اس کو بے چینی بڑھ گئی نہ دن میں چین نہ رات میں سکون حتیٰ کی عبادتوں سے بھی مجبور ہو گیا، صرف ہائے ہائے کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو بھیجا اس کا حال دریافت کرنے کے لئے اس آدمی نے کہا کہ بڑی تکلیف ہے شدید درد ہے بڑی بے قراری ہے فرشتے نے کہا کہ

اگر تم اس کو دور کرنے کے لئے ڈاکٹر یا حکیم کو پچاس سال کی عبادت بھی دیدو تو وہ بھی وہ دور نہیں کرسکتا۔ اللہ اکبر!

ہر حال میں خدا کا شکر گذار بندہ

دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے استاذ گذرے ہیں شکر گذار خدا رسیدہ بڑے ہی صابر و قانع تھے، حضرت مولانا اصغر صاحب ؒ ایک مرتبہ ان کو اتنا شدید بخار تھا کہ غشی پر غشی طاری ہو رہی ہے، کچھ ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا اب کیا حال ہے فرمایا الحمدللہ بہت اچھا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے دماغ بالکل اچھا دل بہت اچھا ہے ہوش وحواس درست ہیں دل اور گردے اپنی جگہ کام کر رہے ہیں بس تھوڑا سا بخار ہے یہ ہے شکر گذاری کہ اللہ کی ساری نعمتیں گنوا دیں پھر بعد میں کہا تھوڑا سا بخار ہے۔ اور ہمارا یہ حال ہے کہ تھوڑا سا سر میں درد پیدا ہو جائے تو واویلا کرتے پھرتے ہیں اور اللہ کی ساری ہی نعمتیں بھول جاتے ہیں۔

بیمار و تندرست بندہ پر اللہ کی نعمتیں

حضرت عمر فاروق ؓ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ جا رہے تھے آپ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ آنکھوں سے اندھا ہے، پاؤں سے لنگڑا ہے، کانوں سے بہرہ ہے، زبان سے گونگا ہے، بدن پر زخم ہیں کیڑے چل رہے ہیں، قربان جائیے حضرت عمر ؓ پر لوگوں سے پوچھا کہ بتائیے کہ اللہ کی کون سی نعمت اس کے پاس ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت اس کے پاس کونسی نعمت ہوسکتی ہے بول نہیں سکتا سن نہیں سکتا چل نہیں سکتا ہے دیکھ نہیں سکتا بدن پر زخم کی وجہ سے کیڑے چل رہے ہیں کوئی آدمی پاس جانے کو تیار نہیں ہر شخص اس سے نفرت کرتا ہے اس کے پاس تو کوئی

بھی نعمت نہیں ہے۔ تو حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص کھاتا پیتا نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ کھاتا پیتا ضرور ہے، فرمایا اس کا ہضم ہونا بھی ایک نعمت ہے، پھر اس کا پیشاب پاخانہ آنا یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، انسان کتنا ہی صحت مند ہو اگر پیشاب کا بند لگ جائے یا جلاّب لگ جائیں تو طرح طرح کی دوائیں استعمال کرنی پڑتی ہیں تو پیشاب پاخانہ کے راستے کا صحیح ہونا یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ ان سب کے علاوہ ایک اور بڑی نعمت اس کے پاس ہے وہ ہے سانس، اندر بھی جا رہا ہے باہر بھی آ رہا ہے یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اگر سانس بند ہو جائے تو انسان فوراً مر جائے۔ حضرت عمر ؓ نے ایک ایسے معذور کے پاس کتنی ڈھیر ساری نعمتیں شمار کرا دیں ہمارے اور آپ کے پاس اور بھی بہت ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ ہمیں ان نعمتوں کا استحضار اور ادراک ہونا چاہئے اس کا احساس ہونا چاہئے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

ہر حال میں اللہ کا شکر

حضرت ہارون ؒ ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطار نے ان کے احوال و کردار بیان کئے ہیں ان کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک آدمی کے یہاں چوری ہوگئی تو حضرت ؒ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آدمی کے گھر گئے تاکہ اس کو تسلی دیں۔ اس آدمی نے حضرت کا استقبال کیا کہ حضرت کیوں تشریف لائے کہا کہ حضرت آپ کے یہاں چوری ہوگئی اس نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے، تو لوگوں نے کہا کہ عجیب آدمی ہیں کہ چوری ہوگئی اور اس پر یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے تو انہوں نے کہا کہ بھئی میں نے کسی کا مال نہیں چرایا ہے بلکہ

چور نے میرا مال چرایا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر اس پر ادا کر رہا ہوں کہ چور میں نہیں ہوں پھر حدیث میں آتا ہے کہ جس آدمی کے گھر چوری ہو جائے اس کے گھر میں برکت ہوتی ہے۔اس لئے میرے مال میں برکت آئے گی، مزید انہوں نے یہ کہا کہ میرا دل اس مال پر اٹکا ہوا نہیں تھا، جو مال چلا گیا میں سمجھتا ہوں کہ وہ مال میرا نہیں تھا۔اور پھر کہا کہ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مال تو چوری ہو گیا مگر ایمان تو محفوظ اور سلامت ہے۔سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گذرے ہیں ان کے یہاں چوری ہوگئی لوگ تسلی دینے کے لئے ان کے گھر پہنچے کہ حضرت بڑا نقصان ہو گیا، فرمایا اللہ کا شکر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت اللہ کا شکر ادا کر رہے ہیں جب کہ آپ کے گھر چوری ہو گئی۔ فرمایا کہ شکر اس لئے کر رہا ہوں کہ ابھی آدھا مال میرے پاس ہے اگر سارا لے جاتا تو کیا ہوتا۔اور پھر فرمایا کہ مال ہی تو گیا ہے جان تو نہیں گئی۔یہ بھی اللہ کا شکر ہے اور پھر فرمایا کہ یہ جان بھی محفوظ ہے اور ایمان بھی محفوظ ہے۔ایک مومن کی سوچ ہمیشہ یہ ہونی چاہئے کہ جو کچھ ہمیں نعمت مل رہی ہے وہ سب اللہ کی طرف سے ہے اگر وہ نعمت زائل ہو رہی ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت اور مصلحت ہوا کرتی ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔(غالباً اصفہان کی جامع مسجد کا واقعہ ہے) میں جمعہ کی نماز پڑھنے کیلئے گیا اور میرے پیر میں جوتے نہیں اور نہ ہی جیب میں پیسے تھے۔کہ جوتا خرید لوں زندگی میں ایسی غربت وافلاس کی نوبت اس سے پہلے کبھی نہ آئی تھی۔مجھے ننگے پاؤں مسجد جاتے ہوئے بہت شرم آرہی تھی، خیر کسی طرح جا کر نماز ادا کی جب نماز پڑھکر مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک فقیر باہر ہے

جس کے پاؤں ہی نہیں تو میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ یا اللہ اگرچہ میرے پاس چپل جوتا نہیں لیکن پاؤں تو ہیں جن سے چل سکوں۔

نعمت کی قدر کب ہوتی ہے

آدمی اللہ کی نعمتوں کی قدر اسی وقت کرسکتا ہے جب کہ ہمیشہ اپنے سے چھوٹے پر نگاہ رکھے۔ایک شخص کے پاس بنگلہ ہے اور گھومنے پھرنے کے لئے ایک ماروتی ہے یہ شخص اگر ایسے آدمی سے دوستی کر لیتا ہے جس کے عمدہ عمدہ بنگلے اور دکانیں اور کئی ایک کاریں ہیں تو ہرگز ہرگز اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرسکتا کیونکہ اس کی نگاہ تو ہمیشہ اپنے مالدار دوست کی طرف ہے شکر کی کبھی توفیق نہیں ہوسکتی؟ آدمی کو خیر کے کاموں میں ایک دوسرے سے مسابقہ اور مقابلہ کرنا چاہئے ایک حدیث میں ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے نیک اعمال میں سبقت کرنے کو پسند کرتے ہیں۔لہٰذا تم سب اپنے اعمال اللہ تعالیٰ کو دکھاؤ۔کتنی محبت ہے اللہ کو اپنے بندوں سے کہ ان کی ایسی مسابقت اور اعمال خیر میں مقابلہ کرنے کو پسند کرتے ہیں، آپ اندازہ لگائیے کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہونی چاہئے اور نعمتوں پر شکر ادا کرنا محبت ہی کی ایک شاخ ہے، جب آدمی کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے تو ہر چیز اچھی یا بری، صحت یا مرض، فقیری یا مالداری اللہ ہی کی طرف سے سمجھتا ہے اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔

آزمائشوں پر صبر کا انوکھا واقعہ

ایک بزرگ کے تعلق سے آتا ہے کہ ان کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، پال پوس کر بڑا کیا پھر وہ مرگیا دوسرا لڑکا پیدا ہوا کچھ عرصہ بعد وہ بھی انتقال کر گیا اسی طریقے

سے یکے بعد دیگرے دس لڑکے پیدا ہوئے اور سب کے سب وفات پاگئے۔آپ خود غور فرمائیں کہ جس آدمی کے دس جوان بیٹے مرجائیں اس کے دل پر کیا گذری ہوگی ہماری کوئی اولاد مرجائے تو چیخنا چلانا اور واویلا مچانا شروع کردیتے ہیں۔میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولاد کے مرنے پر یا کسی عزیز وقریب کے مرنے پر رونا جائز نہیں بلکہ رونا تو حدیث سے ثابت ہے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا تو آپ ﷺ کی آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو رحمت ہے رونا کوئی برا نہیں ہے لیکن بہت زیادہ چیخنا چلانا گلا پھاڑنا یہ سب برا ہے۔خیر میں ان بزرگ صاحب کا قصہ سنا رہا تھا کہ ان کے دس لڑکے انتقال کرگئے لیکن وہ روئے چلائے نہیں لوگوں نے کہا کہ کتنا سخت دل آدمی ہے دس لڑکے انتقال کرگئے اور رویا نہیں ایسا لگتا ہے کہ کچھ غم اور فکر ہی لاحق نہیں ہے؟ انہوں نے کہا بھئی یہ لڑکے آئے تھے کہاں سے تو لوگوں نے کہا کہ اللہ کی طرف سے تو انہوں نے کہا کہ پھر اللہ کے پاس واپس چلے گئے تو جس کی امانت تھی اس کے پاس پہنچ گئی ،اس میں رونے کی کیا بات ہے انسان کو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ اللہ کا کوئی بھی کام حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا ہے ایک عورت کے یکے بعد دیگرے بیس بچے پیدا ہوئے اور سب مرگئے ایک مرتبہ رات میں یہ عورت سجدے میں گرگئی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور بہت روئی جب سوگئی تو خواب میں کیا دیکھتی ہے جنت میں اس کے لئے محل بنا ہوا ہے جو بڑا ہی عالیشان اور عمدہ ہے اس کو بتایا گیا کہ یہ مکان تیرا ہی ہے لیکن تو کاہل اور سست عورت عبادت و ریاضت کے ذریعہ اس مکان کو حاصل نہیں کرسکتی اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے آزمائش میں ڈال کر اس بلند مقام کا حق دار اور مستحق بنایا تو اس عورت

نے کہا کہ یا اللہ یہ بچے میری نظروں سے غائب ہوگئے مگر تیری نظروں کے سامنے ہیں کیا ہماری عورتیں اس طرح کے صبر وشکر کا مظاہرہ کرسکتی ہیں۔

عورتوں کی ناشکری

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بکثرت عورتوں کو دوزخ میں دیکھا کیونکہ یہ بڑی ناشکری ہوتی ہیں۔زندگی بھر ان کی خواہشوں اور فرمائشوں کا خیال کرتے رہو اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی ایک فرمائش پوری نہ کرسکے تو زندگی بھر کی محنت پر پانی پھیر دیتی ہیں اور صاف انکار کردیتی ہیں کہ جب سے اس گھر میں داخل ہوئی ہوں چین وسکون نصیب نہیں ہوا اور معمولی سی کوئی تکلیف پیش آگئی تو اس کا چرچا اور تذکرہ کرتی رہیں گی۔اور ایسی باتیں کہیں گی جس سے دل کو تکلیف ہو نہ شوہروں کے راحت وآرام کا خیال کریں گی نہ اس کی خوشی وناخوشی کا خیال کریں گی۔ جب کہ حدیث میں آتا ہے اَیُّمَا اِمْرَءَۃٌ مَاتَتْ زَوْجُھَا عَنْھَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ. جس عورت کا انتقال اس حال میں ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔جب شادی ہوتی ہے تو میاں بیوی میں بڑی محبت ہوتی ہے مگر جیسے جیسے ایام گذرتے جاتے ہیں اور شادی سے بعد ہوتا جاتا ہے محبت میں کمی آتی رہتی ہے پھر لڑائی جھگڑے ناچاقی اور عدم اتفاقی سب کچھ ہوتا ہے اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ. ساری دنیا ہی سامان ہے دنیا میں سب سے زیادہ فائدہ مند سامان نیک بیوی ہے۔

ایک عورت کو اسی طرح ہونا چاہئے کہ جب شوہر اسے دیکھے تو خوش ہوجائے اس کو اگر کوئی غم اور فکر لاحق ہو تو اس کی مسکراہٹ سے سارے غم کافور ہوجائیں۔آدمی

چاہے کتنا ہی مال و دولت جمع کر لے لیکن اگر اس کی بیوی اس کے غم اور خوشی میں شریک نہیں تو کثرت مال و دولت اسے کچھ بھی سکون نہیں پہنچا سکتے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں نیک اور صالحہ بیویاں مل گئیں جو ہمیشہ اس کی رضا و خوشنودی کی فکر میں رہتی ہیں۔ اللہ ہر ایک کو نیک بیوی عطا فرمائے رابعہ بصریہ جیسا تقویٰ صحابیات جیسے اخلاق و سیرت اور شوہروں کی فرمانبردار اور اطاعت شعار بیویاں عطا فرمائے۔ آمین ایک چھوٹا سا واقعہ سنا کر اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔

رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا جب سویا کرتی تھیں تو اپنے سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتی تھیں۔ کسی نے کہا اماجی آپ کے لئے ایک تکیہ بنا دیں تا کہ آرام سے سولیا کریں۔ انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اچھا دماغ اچھی صحت و تندرستی عطا فرمائی۔ اگر تکیہ نہیں تو کوئی بات نہیں بغیر تکیہ کے بھی سو جاتی ہوں یاد رکھو۔ جب انسان کے جسم سے جان نکل جاتی ہے اور اس کو قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو وہاں نہ تکیہ ہو گا نہ بستر اس لئے چاہئے کہ مرنے کے بعد والی زندگی کی تیاری کریں اور اللہ کی تمام نعمتوں پر شکر ادا کریں۔ اللہ ہم سب کو نعمت کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حضور ﷺ کے ارشادات

احکاماتِ الٰہی کا عکس ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ہ

"یارب اس میدان میں، کھیتی نہیں ہوتی جہاں
میں نے کچھ اولاد کو اپنی بسایا ہے یہاں

تیرے حرمت والے گھر (اس خانۂ کعبہ) کے پاس
تا یہاں قائم کریں اپنی نمازیں (حق شناس)
لوگوں کے دل کردے مائل ان کی جانب اے خدا
اور انہیں میوے کھلا، شاید کریں یہ شکر ادا''

یٰسین اور طٰہٰ خدا نے جسے کہا
قرآن میں جسکا کتنی کتنی جگہ تذکرہ ہوا
جس نے ہر انقلاب جہاں میں بپا کیا
جس نے نظامِ کون ومکاں کو بدل دیا
ہر کام جس کا دین کی توقیر بن گیا
جو کچھ زباں سے نکلا وہ تفسیر بن گیا

محترم سامعین حضرات اساتذۂ کرام اور طلبائے عزیز!

آج آپ نے نماز تراویح میں کئی ایک سورتیں ،سورۂ یوسف،سورۂ رعد،اورسورۂ ابراہیم سماعت فرمائی ہیں۔سورۂ یوسف کے متعلق کل کچھ باتیں گذرچکی ہیں سورۂ رعداورسورۂ ابراہیم میں بھی انسانوں کی فلاح و بہبودی کے لئے بہت سی چیزیں ذکر کی گئی ہیں،ان پر عمل پیراہونے سے انسانی زندگی میں سدھار پیدا ہوتا ہے اللہ کا قرب اور حضور نبی کریم ﷺ سے عشق ومحبت حاصل ہوتی ہے۔یوں تو بہت سی تعلیمات بیان کی گئی ہیں مثلاً حدیث رسول بھی قرآن کی طرح حجت ہے،توحید ورسالت اور مبدأومعاد کا تذکرہ،ہرقوم میں نبی کا آنا،قرآن کریم کی تلاوت مستقل مقصداورقرب خداوندی کا ذریعہ(خواہ سمجھ کر پڑھے یابلا سمجھے)،ہررسول کا اپنی قوم

کی زبان میں مبعوث ہونا،شکرو ناشکری کے نتائج،قوموں کا اپنے نبیوں سے بحث و مباحثہ اور تکرار اور پھر ماننے والوں کے لئے دنیوی و اخروی کامیابی اور نافرمانوں کے لئے دارین میں ذلت ورسوائی وغیرہ وغیرہ، پھرآخر میں ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ، کچھ آیتوں کی انشاءاللہ اجمالی تفسیر اور خلاصہ پیش کروں گا پھر اخیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر ذکرخیر کرکے اپنی بات ختم کروں گا۔

وحی کی مختلف صورتیں

سورۂ رعد کی پہلی آیت ہے:الٓمٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ. اس میں قرآن کریم کے کلام الٰہی اورحق ہونے کا بیان ہے۔کتاب سے مرادقرآن کریم اور وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ سے وہ وحی جو قرآن کے علاوہ ہے۔کیونکہ آپ ﷺ پروحی کانزول صرف قرآن کریم ہی کے اندر منحصر نہیں ہے بلکہ قرآن کے علاوہ اور وحی بھی آپ ﷺ پرنازل ہوئی تھی،سورۂ نجم میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آپ ﷺ خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ ایک وحی ہے جوآپ کوبھیجی جاتی ہے یعنی آپؐ کے ارشادات احکاماتِ الٰہی کا عکس ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے علاوہ بھی جواحکام آپ ﷺ پروارد ہوئے ہیں وہ سب منزل من اللہ ہیں۔

بس فرق یہ ہے کہ قرآن متلوہے یعنی اس کی تلاوت کی جاتی ہے اوراحادیث کی تلاوت نہیں کی جاتی مگر ہیں دونوں حُجَّتُ اللّٰہِ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ میں اللہ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔آسمان وزمین کا پیدا کرنا

اور پہاڑوں کواس میں بطور میخ قائم کرنا جیسا کہ سورۂ نبا میں ذکر کیا گیاوَ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا اور کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائیں تا کہ انسان ان سے فائدہ حاصل کرے اور منعم حقیقی کو نہ بھول جائے بلکہ اسی پر ایمان لائے اور اسی کی پرستش کرے۔

شروع آیت میں توحید کا تذکرہ کیا ہےوَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ سے معاذ کا تذکرہ اس طرح کیا گیا کہ کفار جو دوبارہ پیدا کئے جانے کے شبہ میں تھے بلکہ منکر تھے اس کا رد کیا گیا اور ان شکوک وشبہات کا جواب دیا گیا اسی طرح کفار مکہ رسالت کے منکر تھے تو رسالت کے مضمون کو بھی ذکر کیا گیا اور یہی تینوں چیزیں قرآن کے مقاصد عظمیٰ ہیں۔ **الله يعلم ماتحمل.**

اللہ تعالیٰ کی گرفت نہایت سخت ہے

ماؤں کے شکم میں کیا ہے؟ اللہ کو سب چیزوں کا علم ہے کوئی بھی چیز اللہ کے دست قدرت سے باہر نہیں اور اللہ نے کائنات کو چلانے کے لئے اتنا مضبوط و مستحکم نظام قائم کر رکھا ہے کہ معمولی معمولی چیزوں کی خبر رکھتا ہے اور اس کو محفوظ کر لیا جاتا ہے، البتہ دنیا دار الامتحان ہے دار الجزاء نہیں اس لئے ہر کسی کو اس کے جرم کی پاداش میں پوری سزا نہیں دی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے چھوٹ دے رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ پکڑنے پر آئیں تو زمین پر کسی چلنے والے کو نہیں چھوڑیں، سورۂ نحل میں ہے وَلٰـكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى سب کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے مہلت دے رکھی ہے قُلۡ مَنۡ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ کچھ دور تک توحید کا بیان ہے اور مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا حق یعنی توحید کا غالب و منصور اور باطل کا مغلوب اور محو ہونا ذکر کیا

گیا۔وَلَوۡ اَنَّ قُرۡاٰنًا سُيِّرَتۡ بِهِ الۡجِبَالُ اَوۡ قُطِّعَتۡ بِهِ الۡاَرۡضُ اَوۡ كُلِّمَ بِهِ الۡمَوۡتٰى. کفار کی عناد اور بے جاہٹ دھرمی کو بیان کیا گیا، وہ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے یا زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی اس کے ذریعہ کسی کو مردوں سے باتیں کرا دی جاتی تو ہم ایمان لاتے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہوتا یعنی وہ لوگ تو کبھی ایمان نہیں لاتے بَلۡ لِّلّٰهِ الۡاَمۡرُ جَمِيۡعًا سارا اختیار تو اللہ کے ہاتھوں میں ہے جس کو وہ ہدایت دے اسی کو صرف ہدایت مل سکتی ہے

اللہ تعالیٰ کو ساری دنیا کے لوگوں کو مسلمان اور صاحب ایمان بنانا مقصود نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اچھے برے کی تمیز اور نیکی و بدی کے راستہ پر چلنے کے اختیارات دے رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیج کر **عهد الست** کا بھولا ہوا وعدہ یاد دلایا جنہوں نے استہزاء کیا مذاق اڑایا ان کے لئے دائمی عذاب اور جنہوں نے نبیوں پر ایمان لا کر راہ حق اور صراط مستقیم کو اختیار کر لیا ان کے لئے دنیا میں بھی راحت اور مرنے کے بعد عیش و آرام کی جنت ہے جہاں نہ کسی کا ڈر اور نہ خوف اور نہ کسی طرح کا رنج و غم۔

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد
کسے را با کسے کارے نہ باشد

اہل عرب سے محبت کرو

سورۂ ابراہیم کی پہلی آیت ہےالٓرٰ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ. اس آیت میں بتایا گیا کہ تمام انسانوں کو برائیوں اور اندھیریوں سے نکالنے اور تباہی و بربادی سے بچانے کا واحد راستہ قرآن کریم ہے

اوراس کا طریق یہ ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات و ہدایات کو بکثرت پھیلایا اور عام کیا جائے اس کی تلاوت کی جائے اور معانی میں تدبر اور غور وفکر کیا جائے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلٰثٍ لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِیٌّ وَکَلَامُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَرَبِیٌّ تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو اس لئے کہ میں عربی ہوں اور قرآن عربی ہے اور اہل جنت کا کلام اور بات چیت بھی عربی میں ہوگی۔ آگے بیان کیا گیا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ ہم نے ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا اگر نبی کی زبان الگ ہو اور قوم کی زبان الگ ہو تو کما حقہ نبی سے استفادہ نہیں ہو پائے گا وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اگر تم نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو تمہاری نعمتوں میں اضافہ کریں گے اور اگر ناشکری کرو گے تو جان لو کہ میرا عذاب بڑا سخت ہے اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ گذشتہ اقوام کے قصہ کو بیان کیا گیا کہ کس طرح وہ اپنے نبیوں کے ساتھ پیش آئے پھر جن لوگوں نے نبیوں کو جھٹلایا ان کے مرنے کے بعد طرح طرح کے عذاب اور ماننے والوں کے لئے دنیا میں بھی سرخروئی اور آخرت میں بھی کامیابی ہے، یہ قصہ بیان کر کے امت محمدیہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم راہِ محمدی پر مضبوطی سے جمے رہو اس میں کاہلی اور سستی کو پاس نہ آنے دو۔

اہلِ کفر کی بے انتہا مایوسی

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ جب سب فیصلہ ہو جائے گا دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور موت کو بھی موت آجائے گی تو دوزخی شیطان کے پاس آئیں گے اور شیطان کو ملامت کریں گے تو شیطان ان سے کہے

گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جھوٹا وعدہ کیا تھا اور میرا کوئی زور تم پر تھوڑے تھا میں نے کہا تم نے مان لیا تو خود اپنی ملامت کرو نہ کہ میری، یہاں نہ میں تمہارے کام آسکتا ہوں اور نہ تم میرے کام آسکتے ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل دوزخ کو اپنے معبودان باطلہ سے مایوسی ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کلمۂ ایمان و توحید اور کفر و شرک کی مثال بیان فرمائی کھجور اور حنظل کے درخت سے کہ کلمۂ ایمان کی مثال کھجور کے مضبوط اور پائندار درخت کے مانند ہے جس کی جڑ زمین کی گہرائی میں گڑی ہوتی ہے اور اس کی شاخیں آسمان کی طرف پھیلی ہوتی ہیں اسی طرح ایمان و اعتقاد مومن کے دل میں مضبوط اور پختہ ہوتا ہے اور اعمال صالحہ اس کو ترقی دیتے ہیں اور کفر و شرک کی مثال حنظل نامی درخت کے مانند ہے جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جاتا ہے اس کے لئے زمین میں کوئی قرار اور ثبات نہیں ہوتا یہی حال کفر و شرک کا ہے درخت حنظل کے مانند بالکل ہی کمزور اور غیر پائدار ہوتا ہے یعنی ایمان کے مقابلہ میں بالکل ہی مضمحل اور کمزور ہوتا ہے اور مومن کے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کو مانتا ہے اور کافر باغی اور سرکش ہوتا ہے اس لئے اللہ کی مدد اس کے ساتھ نہیں رہتی ہے۔

یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ. اللہ ایمان والوں کو پکی بات یعنی کلمۂ طیبہ سے دنیوی زندگی میں اور آخرت میں مضبوط کرتا ہے اور ظالموں کو یعنی کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔ کفار کا تذکرہ کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنے اور ایمان لانے کے بجائے کفر و ناشکری کی اور اپنی قوم کو جہنم میں ڈھکیل دیا قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ کتنی مسرت اور خوشی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنا بندہ قرار دے رہے

ہیں پھر حکم دیا جارہا ہے نماز قائم کرنے زکوٰۃ دینے کا تا کہ یہ اعمال صالحہ اس دن کام آئیں جس دن نہ کوئی دوستی کام آئے گی نہ خرید وفروخت ہوگی۔

تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ قدرت خداوندی کی بڑی بڑی نشانیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کیا جارہا ہے، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مختصر سا تذکرہ آپ کے سامنے عرض کئے دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو ہم حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام کہتے اور پکارتے ہیں یعنی اللہ کے دوست، بہت سے پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے خطاب اور القاب سے نوازا ہے جس سے اس پیغمبر کو خصوصی امتیاز حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ یعنی اللہ سے بات کرنے والا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ یعنی بے باپ کے نفخہ جبرئیل سے پیدا کئے گئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ یعنی اللہ کے لئے ذبح کئے گئے، حضرت آدم کو صفی اللہ کہا گیا اور جناب نبی اکرم ﷺ کو حبیب اللہ یعنی اللہ کا دوست قرار دیا گیا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کا لقب عطا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کسی کے بال سفید نہیں ہوئے تھے سب سے پہلے انہیں کے بال سفید ہوئے تھے اور اسی کے ذریعہ باپ بیٹے میں امتیاز ہوا کرتا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ڈاڑھی کے بال سفید دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے پوچھا یا اللہ یہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نور اور وقار ہے تو انہوں نے درخواست کی کہ اللہ اس وقار کو اور بھی بڑھادے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داڑھی سفید کردی گئی تو ان کو خلیل اللہ اور ان کے صاحبزادے کو ذبیح اللہ کہہ کر پکارا جانے لگا اور قیامت میں صرف حضرت آدم علیہ السلام

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داڑھی سفید رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا برگزیدہ بنایا، اپنا دوست بنایا اور بیت اللہ کی تعمیر ان کے ہاتھوں کرائی۔

اب رہی یہ بات کہ کعبہ کی پہلی تعمیر کس نے کی اور کس وقت کی تو اس سلسلہ میں کوئی صحیح اور قوی روایت حدیث کی منقول نہیں ہے اہل کتاب کی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس کی تعمیر آدم علیہ السلام کے اس دنیا میں آنے سے بھی پہلے فرشتوں نے کی تھی پھر آدم علیہ السلام نے اس کی تجدید فرمائی یہ طوفان نوح تک باقی رہی طوفان نوح میں منہدم ہوجانے کے بعد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک ایک ٹیلہ کی صورت میں باقی رہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے از سرنو اس کی تعمیر فرمائی۔ پھر آنحضرت ﷺ کے بعثت سے قبل قریش مکہ نے اس کو منہدم کر کے از سرنو تعمیر کیا جس کی تعمیر میں آنحضرت ﷺ نے بھی شرکت فرمائی (معارف القرآن ج ۱ص ۲۶۳)، باپ بیٹے دونوں نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ آیت کریمہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کعبہ کی تعمیر پہلے بھی ہوئی تھی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اصل معمار حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور حضرت اسمٰعیل معین و مددگار کے طور پر تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے بڑے برگزیدہ بندے تھے اس لئے ان کو بڑے بڑے امتحانات اور آزمائشوں سے گذرنا پڑا پہلے پارے کے اخیر میں کسی قدر ذکر کیا گیا ہے۔

تب تو اللہ ہم کو ضائع نہ کرے گا

تفسیر ابن کثیر میں ائمہ تفسیر حضرت مجاہد وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام میں مقیم تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شیر خوار بچے تھے جس وقت حق تعالیٰ

کا ان کو یہ حکم ملا کہ ہم خانۂ کعبہ کی جگہ آپ کو بتلاتے ہیں۔ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرَاهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ آپ اس کو پاک وصاف کر کے طواف ونماز سے آباد رکھیں اس حکم کی تعمیل کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام براق لے کر حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام واسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام سب عازم سفر ہوئے، جب کسی بستی پر نظر پڑتی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے کیا مجھ کو یہاں اترنے کا حکم ہوا ہے تو جبرئیل امین فرماتے ابھی اور دور ہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کی جگہ سامنے آئی، جس میں کانٹے دار جھاڑیاں اور ببول کے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ بیت اللہ اسوقت ٹیلہ کی شکل میں تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس جگہ پہنچ کر جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ ہماری منزل یہی ہے تو فرمایا ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مع اپنے صاحبزادے اور حضرت ہاجرہ کے یہاں اترے اور بیت اللہ کے پاس سب کو ٹھہرا دیا ان کے پاس ایک توشہ دان میں کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزے میں پانی رکھ دیا چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس وقت یہاں ٹھہرنے کا حکم نہ تھا اس لئے بیوی بچے کو خدا کے سپرد کر کے واپس ہونے لگے تو حضرت ہاجرہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس لق ودق میدان میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں جس میں نہ کوئی مونس وغمخوار ہے نہ زندگی کی ضروریات، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا اور چلنے لگے حضرت ہاجرہ نے بار بار سوال کیا پھر دل میں بات آئی کہ اللہ کا خلیل ایسا تو خود سے نہیں کر سکتا ہے اس لئے پوچھا کہ کیا اللہ نے یہی حکم دیا ہے تو فرمایا کہ ہاں یہ سن کر حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ تب شوق سے جائیے! اللہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم خداوندی میں چل کھڑے ہوئے مگر بیوی اور شیر خوار بچے کا بار بار دل میں خیال آرہا تھا اس لئے راستہ کے موڑ پر پہاڑ کی اوٹ سے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

نظر آرہے تھے یہ دعا کی رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ. اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائیے۔ پھر یہ دعا کی رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ. یعنی اے میرے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے محترم گھر کے پاس ایک میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں ہے آباد کرتا ہوں، اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز کا اہتمام کریں تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے اور ان کو پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ شکر ادا کریں۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی یادگار کو اللہ نے باقی رکھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام روانہ ہو گئے ادھر ہاجرہ علیہا السلام کا کچھ وقت توشہ اور پانی سے کٹ گیا لیکن جب پانی اور کھجور ختم ہو گئے تو خود بھی بے چین اور شیر خوار بچہ بھی بے چین اس وقت پانی کی تلاش میں ان کا نکلنا اور کبھی کوہ صفا کی طرف تو کبھی کوہ مروہ پر چڑھنا اور ان دونوں کے درمیان جانا تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آنکھوں کے سامنے آجائیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا اپنے بچہ کے لئے پانی تلاش کرنے کی خاطر دوڑنا اللہ نے آج بھی باقی رکھا جو حاجی حج کے دوران سعی کرتے ہیں اور شیر خوار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑی کی رگڑ سے اللہ نے ایسا کنواں جاری کر دیا جس سے پوری دنیا آج سیراب ہو رہی ہے۔ میں ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ . اے ہمارے پروردگار میں نے تیرے بیت محترم کے پاس اس لئے ٹھہرایا ہے تاکہ یہ نماز قائم کریں اس لئے کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کی روزی عطا کر تاکہ تیرا شکر ادا کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لق ودق میدان میں یہ دعائیں نہیں کیں کہ یا اللہ اس زمین کو سرسبز شاداب بنادے ورنہ کوئی مشکل نہ تھا کہ مکہ کی ساری پہاڑی اور وادی سرسبز اور ہری بھری ہوجاتی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے نماز قائم کرنے کی اللہ سے دعا کی پتہ چلا سب سے اہم چیز یہی ہے دوسری چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ عربی سے جو حضرات واقف ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ افئدۃ یہاں نکرہ ہے اور اس کے ساتھ من لایا گیا جو تبعیض و تقلیل کیلئے ہے تو مطلب یہ ہوا کہ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردے۔ امام تفسیر حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر اس دعا میں یہ تبعیض و تقلیل نہ ہوتی بلکہ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاس ہوتا تو ساری دنیا کے مسلم و غیر مسلم یہود و نصاریٰ اور مشرق و مغرب کے سب آدمی ٹوٹ پڑتے جو ان کے لئے باعث اذیت ہوتا اس حقیقت کے پیش نظر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کردے تیسری چیز روزی فرمایا کہ ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما اس دعا کا آج مشاہدہ ہے کہ خاص مکہ میں کھجور بھی پیدا نہیں ہوتی مگر مکہ مکرمہ ایک ایسا شہر ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تقریباً چھوٹے بڑے کل تین سو پہاڑ تھے اب تقریباً ڈیڑھ پونے دوسو کے قریب نئی عمارات بنانے کے لئے پہاڑوں کو زمین بوس کیا جا چکا ہے آج مکہ میں ساری دنیا کی نعمتیں موجود ہیں۔

دنیا کا کوئی پھل ایسا نہیں جو وہاں نہ ہو دنیا کا کوئی اناج ایسا نہیں جو وہاں نہ ہو دنیا کا کوئی کپڑا ایسا نہیں جو وہاں نہ ہو دنیا کا کوئی میوہ ایسا نہیں جو وہاں نہ ہو دنیا بھر کی

نعمتیں اس وقت وہاں موجود ہیں آج امریکہ روس فرانس میں ایسی بلڈنگیں نہیں ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مکے میں بنوائی ہے آج ساری دنیا حیرت زدہ ہے اتنی بڑی بڑی بلڈنگیں جن کی کوئی نظیر نہیں۔

ابھی جو سب سے بڑی عمارت بن رہی ہے کعبۃ اللہ کے سامنے وہ ۸۵ منزلہ ہے اس میں بیس ٹاور ہیں بیس عمارتیں ہیں ان میں بیس مسجدیں ہیں اور اس بلڈنگ کے اوپر ہیلی پیڈ بنائے گئے ہیں کبھی کوئی ایمرجنسی واقعہ ہو تو اس پر ہیلی کاپٹر اتر سکتے ہیں اتنی بڑی اور عظیم الشان عمارتیں اللہ نے بنوادی ہیں اور اس میں جو لفٹ لگی ہے اگر کسی کو ۸۵ ویں منزل سے اترنا ہو وہ تین منٹ میں اتر کر حرم شریف میں پہنچ جائے گا صرف تین منٹ میں یعنی اتنی تیز رفتار، امریکہ کے ماہرین تعمیرات نے کہا ہے کہ جو بلڈنگیں مکے میں بنی ہیں ویسی دنیا کے کسی شہر میں نہیں ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری دولت کو سمیٹ کر وہاں رکھ دیا اور پھر وہ زمین جس کو ساری دنیا بے کار سمجھ رہی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو سونے سے بھر دیا پلاٹینم سے بھر دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے پٹرول کے خزانے بھر دئے اتنے خزانے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادیئے کہ آج ساری دنیا اسی کی طرف دیکھ رہی ہے تو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے اللہ تعالیٰ نے ایسا شہر آباد فرمایا کہ آج دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت خلیل علیہ السلام نے صرف اپنی اولاد کے لئے دعا نہیں مانگی بلکہ فرمایا کہ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل ہوجائیں کہ لوگ مشرق و مغرب سے یہاں آکر آباد ہوجائیں اور مکہ مکرمہ خوش حال ہوجائے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا ایسے بے سروسامانی کے عالم میں انہوں نے اپنی بیوی اور بچوں کو وہاں چھوڑا پھر اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ کی دعا کی برکت سے پورے علاقے کو خوش حال بنادیا۔

واقعہ بہت طویل کئی گھنٹے بلکہ کئی دلوں اور کئی ہفتوں اور کئی مہینوں بھی بیان کیا جائے تو بھی پورا نہیں ہوسکتا ہے اس لئے یہیں پر ختم کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور بار بار زیارت حرمین شریفین سے سرفراز فرمائے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی شریعت مطہرہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا. وَاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا. وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَہٗ بِالْخَیْرِ وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

”رہبری کرتا ہے یہ قرآن (صرف) اُس راہ کی
جو ہے سیدھی (اور ہے جس میں راستی ہی راستی)
مومنوں کو جو ہیں نیک اعمال (اور صالح بڑے)
مژدہ دیتا ہے کہ ہے اجرِ عظیم اُن کے لئے

اور روزِ آخرت پر جو نہیں رکھتے یقیں
ہے عذابِ دردناک اُن کے لئے (کچھ شک نہیں)
بہتری کی آدمی جس طرح کرتا ہے دعا
ہے برائی بھی اُسی انداز سے یہ مانگتا
ہے بہت ہی جلد باز انسان (عجلت آشنا)"

بزرگوں اور دوستو! میں نے جو آیتیں تلاوت کی ہیں آج آپ نے نماز تراویح میں سماعت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"قرآن یہ بتلاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو عمل کرتے ہیں اچھے کہ ان کے لئے ہے ثواب بڑا اور یہ کہ جو نہیں مانتے آخرت کو ان کیلئے تیار کیا ہے ہم نے عذاب درناک اور مانگتا ہے آدمی بُرائی جیسے مانگتا ہے بھلائی اور ہے انسان جلد باز"۔

شروع سورت میں معجزۂ معراج سے رسول کریم ﷺ کی شان رسالت کا بیان تھا ان آیات میں معجزہ قرآن سے اس کا اثبات ہے۔

بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے یعنی اسلام اس طریقہ کے ماننے اور نہ ماننے والوں کی جزاء وسزاء بھی بتلاتا ہے کہ ان ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور (بعض) انسان (جیسے کفار ہیں) برائی یعنی عذاب کی ایسی دعا کرتے ہیں جس طرح بھلائی کی دعاء کی جاتی ہے اور انسان کچھ طبعاً ہی جلد باز ہوتا ہے۔

قرآن کتاب ہدایت ہے

دوستو بزرگو! قرآن جس طریقہ کی ہدایت کرتا ہے اس کو اقوام کہا گیا ہے اقوام کی تفسیر یہ ہے کہ وہ راستہ جو منزل مقصود تک پہونچانے میں قریب بھی ہو۔ آسان بھی ہو۔ خطرات سے خالی بھی ہو۔ (قرطبی) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم انسانی زندگی کے لئے جو احکام دیتا ہے وہ ان تینوں اوصاف کے جامع ہیں اگر چہ انسان اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے بعض اوقات اس راستہ کو دشوار یا پُر خطر سمجھنے لگے لیکن رب العالمین جو کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا علم رکھتا ہے اور ماضی و مستقبل اس کے سامنے یکساں ہے وہ ہی اس حقیقت کو جان سکتا ہے کہ انسان کا نفع کس کام اور کس صورت میں زیادہ ہے اور خود انسان چونکہ مجموعی حالات سے واقف نہیں وہ اپنے بھلے بُرے کو بھی پوری طرح نہیں پہچان سکتا۔ شاید اسی مناسبت سے مذکورہ آیات میں سے آخری آیت میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ انسان تو بعض اوقات جلد بازی میں اپنے لئے ایسی دعا مانگ لیتا ہے جو اس کے لئے تباہی و بربادی کا سبب ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کی ایسی دعا کو قبول فرمالیں تو یہ برباد ہو جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اکثر ایسی دعاؤں کو فوراً قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ خود انسان سمجھ لیتا ہے کہ میری یہ درخواست غلط اور میرے لئے سخت مضر تھی اور آیت کے آخری جملہ میں انسان کی ایک طبعی کمزوری کو بطور ضابطہ کے بھی ذکر فرمایا کہ انسان اپنی طبیعت سے ہی جلد باز واقع ہوا ہے سرسری نفع نقصان پر نظر رکھتا ہے انجام بینی اور عاقبت اندیشی میں کوتاہی کرتا ہے فوری راحت چاہے تھوڑی ہو اس کو بڑی اور دائمی راحت پر ترجیح دینے لگتا ہے خلاصہ یہ کہ اس آیت میں عام انسانوں کی ایک طبعی کمزوری کا بیان ہے۔

انسان غفلت میں غلط دعا نہ کرے

اور بعض ائمہ تفسیر نے اس آیت کو ایک خاص واقعہ کے متعلق قرار دیا ہے وہ یہ کہ نضر بن حارث نے اسلام کی مخالفت میں ایک مرتبہ یہ دعاء کرڈالی: ''اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَامْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ'' یعنی اے اللہ اگر آپ کے نزدیک یہ اسلام ہی حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج دے۔ اس صورت میں انسان سے یہ خاص انسان یا جو اس کے ہم طبع ہوں مراد ہوں گے۔

ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے: وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَۃَ اللَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَۃَ النَّھَارِ مُبْصِرَۃً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰہُ تَفْصِیْلاً، وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰباً یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا، اِقْرَاْ کِتٰبَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْباً. مَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلاً.

''دیکھو ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے، رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا، اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور ماہ وسال کا حساب معلوم کر سکو، اسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ ممیز کر کے رکھا ہے۔ ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے، اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کے لئے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا نامۂ

اعمال، آج اپنا حساب لگانے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔ جو کوئی راہِ راست اختیار کرے اس کی راست روی اس کے اپنے ہی لئے مفید ہے، اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ (لوگوں کو حق و باطل کا فرق سمجھانے کیلئے) ایک پیغامبر نہ بھیج دیں''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی (یعنی خود رات) کو ہم نے دھندلا بنا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا کہ اس میں سب چیزیں بے تکلف دکھائی دیں تا کہ دن میں اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور رات اور دن کی آمد ورفت اور دونوں کے رنگ میں امتیاز کہ ایک روشن دوسرا اندھیرا ہے اور دونوں کی مقداروں میں اختلاف ہے برسوں کا شمار اور دوسرے چھوٹے چھوٹے حساب معلوم کرلو (جیسا کہ سورۂ یونس کے پہلے رکوع میں بیان ہوا ہے) اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے (لوح محفوظ میں تو تمام کائنات کی مکمل تفصیل بغیر کسی استثناء کے ہے اور قرآن کریم میں تفصیل بقدر ضرورت ہے اس لئے یہ بیان دونوں کی طرف منسوب ہوسکتا ہے) اور ہم نے ہر عمل کرنے والے انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے (یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم وملازم ہے اور پھر قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ اس کے (دیکھنے کے) واسطے نکال کر سامنے کر دیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا اور اس سے کہا جاوے گا کہ لے اپنا اعمال نامہ (خود) پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب جانچنے کے لئے کافی ہے یعنی اس کی ضرورت نہیں کہ تیرے اعمال کو کوئی دوسرا آدمی گنا دے بلکہ تو خود ہی اپنا نامہ اعمال پڑھتا جا اور حساب لگاتا جا کہ تجھے کتنی سزا اور کتنی

جزاء ملنی چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر چہ ابھی عذاب سامنے نہیں آیا مگر وہ ٹلنے والا نہیں ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ انسان اپنے سب اعمال کو کھلی آنکھوں دیکھ لے گا۔ اور عذاب کی حجت اس پر قائم ہو جائے گی اور جو شخص دنیا میں سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے چلتا ہے اور جو شخص بے راہی اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے وہ اس وقت اس کا خمیازہ بھگتے گا کسی دوسرے کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور جس کسی کو کوئی سزا دی جاتی ہے وہ اس پر حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو ان کی ہدایت کے لئے نہیں بھیج لیتے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام اسی لے بھیجے جاتے تھے کہ اس کے بندوں کو نیکی اور بھلائی کی دعوت دیں، پسندیدہ اعمال واخلاق اور ہر طرح کے اعمال خیر کی طرف ان کی رہنمائی کریں اور ہر نوع کی برائیوں سے ان کو روکنے اور بچانے کی کوشش کریں تا کہ دنیا وآخرت میں وہ اللہ کی رحمت اور رضا کے مستحق ہوں اور اس کے غضب وعذاب سے محفوظ رہیں۔ اسی کا جامع عنوان ''دعوت الی الخیر' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر '' ہے۔

جب خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا تو قیامت تک کے لئے اس پیغمبرانہ کام کی پوری ذمہ داری اس امت کے سپرد کر دی گئی۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. ''اور لازم ہے کہ تم میں ایک ایسی امت ہو جو لوگوں کو دعوت دے خیر اور بھلائی کی اور حکم کرے اچھی باتوں کا اور روکے ہر طرح کی برائیوں سے اور وہی بندے فلاح یاب ہوں گے جو یہ فریضہ ادا کریں گے''۔ پھر آگے والی آیتوں میں اسی سورت کے اندر فرمایا گیا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ...... الخ ''اے شیدائیان محمد ﷺ! تم تمام امتوں میں بہترین امت ہو جو لوگوں کو اصلاح وہدایت کیلئے ظہور میں لائی گئی ہے تمہارا کام (اور تمہاری ذمہ داری) نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور ایمان والی زندگی گذارتے ہو''۔

امت محمدیہ کی ذمہ داری

بہر حال سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد اس پیغمبرانہ کام کی پوری ذمہ داری ہمیشہ کیلئے امت محمدیہ پر عائد کر دی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں وضاحت فرمائی ہے کہ آپ ﷺ کے جو امتی اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے کیسے عظیم انعامات کے مستحق ہوں گے اور جو اس میں کوتاہی کریں گے وہ اپنے نفسوں پر کتنا بڑا ظلم کریں گے، اور ان کا انجام اور حشر کیا ہوگا۔ اس تمہید کے بعد حضور ﷺ کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں جس میں ہدایت وارشاد اور دعوت الی الخیر کے اجر وثواب کو بیان فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِىْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِىْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ. (مسلم)

’’حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نیک کام کی طرف (کسی بندے کی) رہنمائی کی تو اس کو اس نیک کام کے کرنے والے بندے کے اجر برابر ہی اجر ملے گا‘‘۔

داعی کو اللہ تعالیٰ کا انعام واکرام

اس حدیث کا مطلب ومدعا اس مثال سے اچھی طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ مثلاً ایک شخص نماز کا عادی نہیں تھا، آپ کی دعوت وترغیب اور محنت کے نتیجہ میں وہ پابندی سے نماز پڑھنے لگا، وہ قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر اللہ سے غافل تھا، آپ کی دعوت اور کوشش کے نتیجہ میں وہ قرآن پاک کی روزانہ تلاوت کرنے لگا، ذکر وتسبیح کا بھی عادی ہوگیا، وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا، آپ کی مخلصانہ دعوت وتبلیغ کے اثر سے وہ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگا، اسی طرح اور بھی اعمال صالحہ کا پابند ہوگیا۔ تو اس کو عمر بھر کی نمازوں، ذکر وتلاوت، زکوٰۃ وصدقات اور دیگر اعمال صالحہ کا جتنا اجر وثواب آخرت میں ملے گا (اس حدیث کی بشارت کے مطابق) اللہ تعالیٰ اتنا ہی اجر وثواب آخرت میں بطور انعام اپنے لامحدود خزانۂ کرم سے داعی الی الخیر بندے کو بھی عطا فرمائیں گے جس کی دعوت وتبلیغ نے اس کو ان اعمال صالحہ پر آمادہ کیا اور عادی بنایا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس راستہ سے جتنا اجر وثواب اور آخرت میں جو درجہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ کسی دوسرے راستہ سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ بزرگان دین کی اصطلاح میں یہ ’’طریق نبوت‘‘ کا سلوک ہے بشرطیکہ خالصاً لوجہ اللہ اور صرف رضائے الٰہی کی طلب میں ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین اسلام کا مخلصانہ داعیانہ کردار عطا فرمائے آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تذکرہ حضرت عیسیٰ ومریم علیہما السلام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّانَبِيَّ بَعْدَهٗ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا اِذْنَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

’’(اے پیمبر) ہے یہ اس رحمت کا ذکرِ (واقعی)
جو خدا نے اپنے بندے (یعنی) زکریا پہ کی
جب پکارا رب کو اپنے (اک) دبی آواز سے
اور کہا، اے رب ہوئے اب استخواں بوڑھے مرے‘‘

اے لا الہ کے وارث! باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھو گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ
خرد مند سے کیا پوچھوں کہ میری ابتداء کیا ہے
کہ میں اسی فکر میں رہتا ہوں میری انتہا کیا ہے

بزرگان محترم! آج آپ نے نماز تراویح میں سورۂ مریم سماعت فرمائی ہے یہ قرآن مجید کی بڑی اہم سورتوں میں سے ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا اہم اس معنیٰ کر کہ پورے قرآن کی ایک سو چودہ سورتوں میں کوئی بھی سورت کسی عورت کے نام کے ساتھ موسوم نہیں ہے سوائے اس سورہ یعنی سورہ مریم کے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کا تذکرہ کیا یہ بات میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ قرآن مجید کوئی قصہ کہانی کی کتاب نہیں ہے کہ اس کے قصہ کو مکمل اور ہر ہر جز کو بالترتیب بیان کیا جائے بلکہ قرآن تو نصیحت کی کتاب ہے ارشاد ربانی ہے انھا تذکرۃ قرآن کریم ایک نصیحت کی کتاب ہے اس لئے واقعہ کے جس جز سے کوئی نصیحت مقصود ہوتی ہے صرف اسی جز کو بیان کیا جاتا ہے اور اس میں ترتیب بھی ملحوظ نہیں ہوتی ہے الحاصل قرآن کریم میں کئی سورتیں ایسی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے نام سے موسوم ہیں تو ان سورتوں میں ان نبیوں کا تذکرہ کیا گیا یا جس نام سے بھی سورت موسوم ہوتی ہے اس نام کا تذکرہ اس سورت میں ضرور ہوتا ہے البتہ قرآن کریم میں دو سورتیں ایسی ہیں کہ ان دو سورتوں میں ان ناموں کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے ایک سورۂ فاتحہ ایک سورۂ اخلاص یہ سورۂ مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کی طرف منسوب ہے۔

قرآن میں حضور کے اہل خانہ کے ناموں سے کوئی سورۃ نہیں

قرآن کریم میں حضرت مریم کا تذکرہ کیوں کیا گیا جب کہ قرآن کا نزول ہوا حضور محمد الرسول اللہ ﷺ پر، اس میں تو تذکرہ ہونا چاہئے تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا کیونکہ اسلام کی خاطر انہوں نے بڑی قربانیاں دیں یہ قریش کی ایک بہت ہی مالدار اور حسین وجمیل خاتون تھیں جب انہوں نے آپ ﷺ سے نکاح کیا تو سارا مال آپ ﷺ پر قربان کر دیا اور جب آپ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو عورتوں میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئیں ان کا سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ ہوا آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مرضی سے ان کا مال اشاعت دین واسلام کے لئے خوب خرچ کیا اس لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام سے کوئی سورت آنی چاہئے تھی یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہونا چاہئے تھا اور ان کے نام سے کوئی سورت ہونی چاہئے تھی کیونکہ آپ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بے حد محبت تھی اور آپ ﷺ نے ان کو جنت کی عورتوں کا سردار بتایا مگر ان کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی ان کے نام سے کوئی سورت ہی منسوب ہے۔

آپ ﷺ کی سب سے چہیتی بیوی اور ہم سب کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگائی گئی تو اللہ رب العزت نے قرآن کریم کی کئی آیتیں نازل فرمائیں اور رہتی دنیا تک کے لوگوں کو یہ بتایا گیا کہ نبی کی بیوی پاک ہیں عفیفہ ہیں اگر آج کوئی شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بدگمانی کرتا ہے تو وہ شخص کافر اور خارج اسلام ہے کیونکہ اس نے قرآن کریم کی کئی آیتوں کا گویا انکار کر دیا جب کہ قرآن کی ایک آیت کا منکر بھی کافر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک موقوف روایت ہے مَابَغَتْ اِمْرَأَۃُ نَبِیِّ قَطُّ. (کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی) میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت مریم کا تذکرہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن کریم میں بڑی تفصیل سے کیا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں اتنی تفصیل سے نہیں کیا گیا اس لئے حضرت مریم کا تذکرہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا کہ امت محمدیہ کو آخر زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کام کرنا ہے اس لئے ان کی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) پہچان اور علامات کے بیان کرنے کا قرآن میں سب انبیاء سے زیادہ کیا گیا ہے (معارف القرآن ج ۲)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو لوگوں نے ان کی ماں پر تہمت لگائی اس لئے ان کی صفائی کے طور پر حضرت مریم علیہا السلام کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے ایک نکتہ کی طرف آپ کا ذہن مبذول کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بلا سبب کے بھی انسان کے پیدا کرنے پر قادر ہیں اور اللہ نے پیدا بھی کیا حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور باپ کے پیدا کیا حضرت حواء کو بغیر ماں کے پیدا کیا اور ایک چوتھی شکل جو رائج ہے کہ مرد و عورت کے ملاپ سے اولاد کا تولد، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تولد چونکہ عام طریقہ کے خلاف قدرت خداوندی کا مظہر تھا اور ان کو عظیم الشان نبی اور رسول بنانا تھا پھر آسمان پر اٹھا کر زندہ رکھنا اور قرب قیامت میں امت محمدیہ کی مقتدائیت اور پیشوائی کا سہرہ ان کے سر رکھنا تھا اس لئے بڑی تفصیل سے ان کا ذکر کیا گیا تا کہ لوگ ان کے پہچاننے میں دھوکہ نہ کھائیں اور مغالطہ نہ ہو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کا ہی تذکرہ نہیں کیا بلکہ ان کے نانا اور نانی کا بھی تذکرہ کیا اور پوری سورۂ آل عمران ہی نازل فرمادی اس میں حضرت مریم کی پیدائش کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی ماں حضرت حنا نے حالت حمل میں یہ منت

مان لی کہ یا اللہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اس کو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ. میں نے اس بچہ کی نذر مانی جو میرے پیٹ میں ہے تو اس کو میری طرف سے قبول فرما لیکن جب بچی پیدا ہوئی تو بڑے رنج و ملال کے ساتھ اللہ سے عرض کیا رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُھَا اُنْثٰی. اے میرے پروردگار میں نے مؤنث جنا اور دستور لڑکے کو بیت المقدس کی خدمت میں وقف کرنے کا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس لڑکے کی تم نے منت مانی تھی وہ اس لڑکی کی طرح نہیں ہوسکتا ہے اسی کو فرمایا: وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی۔

کرامت کا ثبوت قرآن سے

فَتَقَبَّلَھَا رَبُّھَا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو قبول فرمایا یعنی مریم کی والدہ کی نذر کو اس لڑکی کی شکل میں اللہ نے قبول کر لیا اور بیت المقدس کی خدمت کے لئے لڑکی کو قبول کرنا ساری تاریخ میں ایک نئی بات تھی مسیحی نوشتوں کے موجب حضرت مریم تین سال کی عمر میں بیت المقدس کی خادمہ کی حیثیت سے قبول کر لی گئی تھیں اور معبد کے چھوٹے بڑے سب خادم اس کمسن بچی کو دیکھ کر خوب خوش ہوتے تھے حضرت مریم کو دیکھ کر بیت المقدس کے خدام کیوں خوش ہوئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم کے والد محترم عمران بیت المقدس کے امام تھے جو بیوی کے ایام حمل میں وفات پا چکے تھے اس لئے بیت المقدس کے مجاورین اور خادمین حضرت مریم کو لینے کی خواہش رکھتے تھے کیونکہ ان کے امام صاحب کی بیٹی تھی حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ میرے گھر میں اس کی خالہ ہے اس لئے بچی میرے پاس ہی رہے گی مگر دیگر خدام راضی نہیں ہوئے اس لئے قرعہ اندازی کی نوبت آئی جس کی شکل یہ ہوئی کہ وہ قلم جو

تورات لکھنے کے لئے ہوتے تھے ان سے توریت شریف کے کچھ کلمات لکھ کر دریائے مروان میں ڈال دیا گیا اور یہ طے پایا کہ جس کا قلم دریا کے بہاؤ کے خلاف جائے گا وہی شخص لڑکی کی سرپرستی کا حقدار اور مستحق ہوگا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کامیاب ہوئے اور لڑکی ان ہی کی سرپرستی میں رہی حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک روایت کے کے مطابق ایک انا کو نوکر رکھ کر دودھ پلوایا اور بعض روایات میں ہے کہ دودھ پینے کی ان کو حاجت ہی نہیں ہوئی غرض وہ خود اٹھنے بیٹھنے لگیں ان کو مسجد کے متعلق ایک کمرے میں لاکر رکھا جب کہیں جاتے تو اس کو قفل لگا کر جاتے پھر جب آکر کھولتے تو دیکھتے طرح طرح کا رزق ان کے پاس ہے اسی کا تذکرہ ہے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ. جب کبھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس کمرے میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے پینے کی چیزیں پاتے تو یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں (جب کہ کمرہ مقفل اور بند ہے آنے جانے کا کوئی امکان نہیں) وہ کہتیں اللہ کے پاس سے آئیں ہیں۔ اس سے حضرت مریم کی ولایت اور کرامت کا پتہ چلتا ہے کہ ابتداء ہی سے اللہ کی خاص رحمت وعنایت ان کے ساتھ رہی ان سے کرامت کا ثبوت ملتا ہے آج کچھ لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کرامت کوئی چیز نہیں ہے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اولیاء کی کرامت حق ہے شرح عقائد کی عبارت ہے كَرَامَاتُ الْاَوْلِيَاءِ حَقٌّ۔ اولیاء کی کرامت حق ہے کرامت نام ہے عادت کے خلاف کسی اچھی چیز کا صادر ہونا اگر کسی غیر مسلم سے عادت کے خلاف کوئی چیز صادر ہو رہی ہے جیسا کہ بعض سادھو سنت سے ہو جاتی ہے تو یہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو ڈھیل دی ہے تاکہ اپنے غلط مذہب کو حق

سمجھ کر مزید گمراہی میں ترقی کرتا چلا جائے اور اگر کسی مسلمان ولی سے خلاف عادت کوئی چیز صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں اور اگر کسی ایسے شخص سے صادر ہوں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں اور اگر دعوۂ نبوت سے پہلے صادر ہوں اور بعد میں نبی بنایا گیا ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ کرامت کا ثبوت قرآن و حدیث سے اور بزرگوں کے واقعات سے ہے اس لئے اس کا انکار صحیح نہیں ہے۔

ولادتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ جواب تک میں نے آپ کے سامنے مختصراً پیش کیا اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ سورہ مریم میں ہے حضور نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ کتاب میں یعنی قرآن مجید میں حضرت مریم کا تذکرہ کیجئے ارشاد ربانی ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا. حضرت مریم جب جوان ہوئیں تو اپنے غسل کرنے کے لئے گھر والوں سے الگ ایک مشرقی مکان میں گئیں اور پردہ ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیجا وہ انسانی شکل میں حضرت مریم کے سامنے حاضر ہوئے حضرت مریم علیہا السلام نے انسان سمجھ کر یہ کہا کہ میں رحمٰن کی پناہ چاہتی ہوں تجھ سے اگر تو خداترس ہے یعنی اگر تو کچھ بھی خوف خدا رکھتا ہے تو میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ تیرا یہاں کیا کام؟ یہ آپ نے اس طرح گھبرا کر فرمایا جس طرح ہر اجنبی خاتون کسی اجنبی مرد کو اپنے خلوت خانہ میں آنے پر کہتی ہے بعض روایت میں ہے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ کلمہ سنا تو اللہ کے نام کی تعظیم کی خاطر کچھ پیچھے ہٹ گئے پھر ظاہر کر دیا کہ میں انسان

نہیں بلکہ فرشتہ ہوں اللہ کی طرف سے تم کو بشارت دینے آیا ہوں حضرت مریم علیہا السلام نے کہا کہ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَکُ بَغِیًّا. مجھے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جب کہ مجھے کسی انسان نے چھوا نہیں (نکاح نہیں ہوا) اور نہ ہی میں بدچلن ہوں قَالَ کَذٰلِکَ قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ درست ہے ایسا ہی ہے مگر لڑکا دینا اللہ کے لئے معمولی چیز ہے اور مقصد یہ ہے کہ اپنی قدرت کی نشانیاں لوگوں کو دکھائے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے لڑکا دینے کا فیصلہ فرما لیا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک پھونک ماری جس سے وہ حاملہ ہوگئیں اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا جاتا ہے جب حاملہ ہوگئیں اور دردزہ شروع ہوا تو کھجور کے تنے کے نیچے آگئیں۔ فَاَجَآءَھَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا. دردزہ ان کو کھجور کے تنے کے نیچے لے کر آیا تو انہوں نے کہا کہ اے کاش یہ وقت آنے سے پہلے میں مرگئی ہوتی اور بھولی بسری کہانی بن گئی ہوتی۔ کیونکہ لوگ بدنام کریں گے قوم کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گی میری بات تو کوئی مانے گا نہیں اسی فکر میں تھی ان کو ایک فرشتہ نے پکارا فَنَادٰھَا مِنْ تَحْتِھَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّکِ تَحْتَکِ سَرِیًّا. ایک فرشتہ نے ان کو نیچے سے پکارا کہ تم غمزدہ نہ ہو جہاں تم بیٹھی ہو وہاں پاؤں کے نیچے تمہارے رب نے چشمہ جاری کردیا ہے وَھُزِّیْٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَبًا جَنِیًّا. اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ اور پکی ہوئی کھجوریں گریں گی عورت کو زچگی کے بعد بے انتہا کمزوری ہوجاتی ہے اور کھجور کا کھانا بڑا مفید اور طاقتور ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سوکھے کھجور کا درخت ہرا بھرا اور پھلدار بنادیا اور فرمایا فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْنًا. کھجور کھاؤ

صاف وشفاف پانی پیو اور (بچے کو دیکھ کر) اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا. چونکہ ہمیشہ اسی جگہ نہیں رہیں گی جہاں زچگی ہوئی ہے بلکہ قوم کے پاس جائیں گی اس لئے ہر کوئی حیرت واعتراض کی نظر سے دیکھے گا اس لئے حضرت مریم علیہا السلام کو یہ ہدایت کی گئی کہ تم سوال وجواب میں نہ پڑنا بلکہ یہ کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی منت مان رکھی ہے اس لئے ہرگز کسی انسان سے بات نہیں کروں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر لائیں اپنی قوم کے پاس، تو لوگوں نے کہا اے مریم تو نے یہ بڑی غضب کی حرکت کی اے ہارون کی بہن تیرے باپ برے نہ تھے اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی حضرت مریم علیہا السلام نے ہدایت ربانی کے مطابق کچھ جواب دینے کے بجائے بچہ کی طرف اشارہ کیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم اس گود کے بچہ سے کیسے بات کریں گے؟

شیرخوارگی میں عقلمندوں جیسا کلام

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پی رہے تھے دودھ چھوڑ کر سہارا لے کر بیٹھ گئے اور فرمایا اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا. میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عنایت کی اور مجھے نبی بنایا اور مجھے بابرکت بنایا جہاں کہیں رہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا تاکیدی حکم دیا جب تک زندہ رہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شیرخوارگی کے عالم میں اس طرح کلام کررہے تھے جس طرح ادھیڑ عمر کا آدمی کلام کرتا ہے یعنی عقلمندوں والی بات تین بچے ایسے ہیں جنہوں نے شیرخوارگی کے عالم میں

گفتگو کی ان میں سب سے ممتاز اور لائق حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ یہ نبی اور رسول بھی تھے اور یہ بہت بڑا معجزہ ہے دودھ پیتا بچہ بڑوں جیسی باتیں کرے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام گود میں بات کریں گے۔ ایک اہم بات کی طرف اس آیت میں بھی اشارہ کیا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور دوبارہ دنیا میں تشریف لانے کا کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ادھیڑ عمر سے پہلے ہی دنیا سے اٹھالئے گئے تو ادھیڑ عمر کی حالت میں دنیا میں آئیں گے اور یہودیوں کا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا اور سولی پر چڑھا دیا اسی طرح عیسائیوں کا نظریہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا دیا یہ غلط ہے قرآن کریم صراحۃً اس کی تردید کرتا ہے ارشاد ربانی ہے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. یہودیوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ ہی سولی دی البتہ ان کو اشتباہ ہو گیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ ایک دوسرے شخص کو سولی دی واقعہ یہ پیش آیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن تھے اور انہیں کی حکومت تھی تو بادشاہ کے کان بھر دیئے کہ یہ توریت کو مٹانا چاہتا ہے اس لئے بادشاہ بھی ان کا دشمن ہو گیا انجام کار ان کو سولی پر چڑھانے کے لئے لے کر گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک کمرے میں بند کر کے کچھ مشورہ وغیرہ کرنے لگے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں عیسیٰ کو اکیلے ہی قتل کر دوں گا (نعوذ باللہ) چنانچہ وہ شخص اندر گیا ادھر خدائی انتظام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اسی کو اللہ نے ذکر فرمایا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مصلوب ہوئے نہ مقتول ہوئے بلکہ اللہ نے ان کو اٹھالیا اور جو آدمی قتل کرنے کے لئے آیا تھا اس کی شکل اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کی طرح بنادی چنانچہ کمرہ کھولا تو دیکھا میرا ساتھی ہی غائب ہے حقیقت میں وہی ان کا ساتھی تھا

لیکن شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی اسی لئے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا اور وہ چیختا اور چلاتا بھی رہا کہ میں عیسیٰ نہیں بلکہ تمہارا ساتھی ہوں مگر ان لوگوں نے کہا تو عیسیٰ ہی ہے اور بچنے کے لئے کہہ رہا ہے جب سولی دے دیا تو لوگوں میں اختلاف ہوا کہ اگر عیسیٰ ہیں تو میرا ساتھی کہاں گیا اور اگر میرا ساتھی ہے تو عیسیٰ کہاں گیا کچھ نے کہا کہ شکل تو عیسیٰ کی ہے مگر بقیہ بدن میرے ساتھی کا ہے تو حقیقت میں یہودیوں نے اپنے ہی ایک آدمی کو سولی دی ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ لیکن ان کے لئے معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں تشریف لائیں گے اور حضور ﷺ کے امتی ہونے کی حیثیت سے آئیں گے اور چالیس سال تک ان کی حکومت اور خلافت رہے گی جو بڑے ہی خیر و برکت کا دور ہوگا۔ روایتیں اس سلسلہ میں بڑی کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔

اب حضرت زکریا علیہ السلام کا مختصر سا تذکرہ کر کے بات ختم کرتا ہوں سورہ مریم کا آغاز ہی حضرت زکریا علیہ السلام کے تذکرے سے ہو رہا ہے سورہ آل عمران میں بھی حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا گیا ہے جب حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے بند کمرے میں فروٹ آرہے ہیں تو اللہ مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے۔ یہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے بال بالکل سفید ہو چکے تھے ہڈیاں کمزور ہو چکی تھیں بیوی بانجھ تھیں بظاہر اولاد ہونے کے مواقع نظر نہیں آرہے تھے لیکن اللہ کے نبی تھے اس لئے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ رحمت خداوندی سے مایوس ہو جائیں چنانچہ بڑی آہ وزاری کے ساتھ اللہ سے دعا کی قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا. عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں بوسیدہ اور کمزور ہو چکی ہیں میرے سر کے بالوں میں سفیدی

پھیل چکی لیکن میں تجھ سے مانگ کر کبھی نامراد و ناکام نہیں رہا ایک لڑکا عطا فرما جو دین کے معاملہ میں میرا اور خاندان یعقوب کا وارث بنے چنانچہ اسی وقت بیٹے کی بشارت آ گئی فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى اور نام بھی بتا دیا گیا کہ یحییٰ ہوگا اور نبی ہونے اور سردار ہونے اور نیک وصالح ہونے کی بھی بشارت سنا دی گئی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو وعدۂ خداوندی پر مکمل یقین اور اعتماد تھا مگر صرف شکل دریافت کی کہ یا اللہ کیسے ہوگا، آیا میں جوان ہو جاؤں گا یا میری بیوی جوان ہوگی کیونکہ بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں بیوی بانجھ ہو چکی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے ہی ہوگا حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اس کی کوئی نشانی مرحمت فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم تندرست ہونے کے باوجود تین دن لوگوں سے بات چیت نہیں کر سکو گے ذکر و اذکار اور نماز پڑھ سکو گے پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے یہ ایسا نام تھا کہ ان سے پہلے یحییٰ نام کا کوئی بھی نہیں گذرا تھا ارشاد ربانی ہے وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا اور ہم نے یحییٰ سے پہلے کسی کو یحییٰ نام کا نہیں بنایا۔

عزیزان محترم! ان دونوں واقعوں سے ایک اہم سبق ملتا ہے کہ ہم کو اللہ کی رحمت کی ہمیشہ امید اور توقع کرنی چاہئے حالات چاہے کتنی ہی مایوس کن کیوں نہ ہوں لیکن ہمیشہ اللہ کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد ہونا چاہئے اللہ ہم تمام کو اعمال صالحہ اور رب العزت کی ذات پر اعتماد و بھروسہ کرنے اور قرآن مجید سننے اور اس پر عمل کرنے کا سلیقہ پیدا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

قربانی اور ایثار

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

"گوشت اور خون ان کا تو اللہ کو ملتا نہیں
ہاں پہنچتا ہے مگر تقویٰ تمہارا (بالیقین)"

ضمیر لالہ میں روشنی چراغ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہید جستجو کر دے

تیرے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز وسازِ زندگی کہہ دے

معزز حاضرین بزرگو اور بھائیو! آج آپ نے تراویح میں سورۃ الحج سماعت فرمائی انسان کے اندر ایثار وقربانی کا پیدا ہوجانا یہ بڑی فضیلت و برتری کی چیز ہے تمام انبیاء علیہم السلام کو اس عظیم وصف کے ساتھ متصف فرمایا اور یہ چیز بدرجۂ اتم اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر پیدا فرمائی تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ. یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت عطا فرمائی ہے ہمارے پیغمبر نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایثار وقربانی کا اتنا عظیم اور وافر حصہ عطا فرمایا کہ اتنا کسی اور کو نہیں عطا کیا گیا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے بس آپ ہی کی لائی ہوئی شریعت آپ ہی کا لایا ہوا دین رہتی دنیا تک چلے گا اور سب کو کامیابی اسی سے مل سکتی ہے۔

ایثار وقربانی انسانیت کا جوہر

ایثار وقربانی ایک عظیم وصف ہے کہ جس سے دشمن بھی دوست غیر بھی اپنے ہوجاتے ہیں، صحابۂ کرام کی زندگی کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ان کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں، ایک صحابی کے گھر کوئی مہمان آیا اور گھر میں زیادہ کھانا نہیں تھا انہوں نے بیوی سے مشورہ کیا تو نیک طینت اور عمدہ خصلت بیوی نے کہا کہ آپ مہمان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ جائیں میں چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے گل کردوں گی اور آپ منہ چلاتے رہیئے تاکہ مہمان پیٹ بھر کر کھالے چنانچہ ایسا ہی کیا میزبان اور اس کے گھر والے سب بھوکے رہے مگر مہمان

کو شکم سیر کردیا اللہ تعالیٰ کو میزبان کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ. وہ اپنے اوپر دوسروں کو فوقیت دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو دنیا میں ہر مخلوق اپنے بچے کی پرورش اور دیکھ ریکھ کرتی ہے ہر ایک مخلوق کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بچوں کی محبت اور شفقت ڈال دی ہے۔ پرندوں کو دیکھا ہوگا کہ کس طرح اپنے بچوں کے منہ میں اپنی چونچ سے دانے ڈالتے ہیں، اگر انسان میں بھی صرف یہی چیزیں رہ جائیں تو کیا فرق رہ جاتا ہے انسان اور غیر انسان میں مولانا الطاف حسین حالی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

”ہمدردی خیر خواہی انسانیت کا جوہر ہے جس آدمی کے اندر جتنی زیادہ ہمدردی اور خیر خواہی ہوگی اسی قدر لوگوں میں اسکو مقبولیت حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔“

جان اور مال اللہ کی امانت ہے

جب ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تو اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی جد وجہد اور قربانی دینا بھی آسان ہوجاتا ہے چونکہ وہ خیال کرتا ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔ جب کسی آدمی کے پاس کوئی امانت رکھ دی جاتی ہے تو وہ اس امانت کو لوٹا دینا ضروری سمجھتا ہے اسی طرح سے یہ جان یہ مال ہماری اپنی ملکیت نہیں اسی واسطے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنی

جان گنوا بیٹھے خودکشی کرلے کیونکہ جان و مال امانت ہے اللہ تعالیٰ کی، اللہ نے جنت کے بدلہ میں ہماری جان اور مال کو خرید لیا ہے پھر جان اور مال ہمارے پاس بطورِ امانت رکھ دیا ہے، ایک مومن کی یہی شان ہونی چاہئے کہ اپنی جان اور مال کو اللہ کے راستہ میں قربان کرے اگر جان کی ضرورت پڑ جائے تو ہرگز پس وپیش نہ کرے۔

مومن جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے اگر وہ فتح پائے تو غازی اور اگر جان چلی جائے تو شہید اور شہید مرتا نہیں اسی لئے قرآن کریم نے ان کو مردہ کہنے سے منع فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. اور ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو پتہ نہیں چلتا تم کو معلوم نہیں ہوتا۔

عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

ایثار وقربانی انسان کو بڑے مرتبے پر پہنچاتی ہے آدمی دوسروں کا خیال کرے خود پریشانی برداشت کرلے مگر دوسروں کے آرام وراحت کی فکر کرے خود بھوکا رہے دوسروں کو کھانا کھلائے اسی وقت انصاف بھی قائم ہوسکتا ہے جب دوسروں کے حقوق کا لوگ خیال کرے یعنی ہر ایک کو دوسرے کے حق کی فکر ہوگی تو سب کا حق ادا ہوگا کسی کو کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہ ہوگی رعایا سے لے کر حکومت تک جب یہ صورتحال پیدا ہو جائے تو دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور مثالی عدل وانصاف کا دور تھا انہوں نے ایسی حکومت اور خلافت کی کہ آج تک اس کی مثال اور نظیر پیش نہیں کی جاسکی۔

انہوں نے عدل وانصاف سے حکومت کی اپنے کو رعایا کا خادم تصور کیا اپنا کام خود کرتے ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لئے تھوڑا لیٹ سے پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ نے تاخیر کردی تو فرمایا کہ کرتہ دھو کر پھیلایا تھا سوکھنے میں دیر ہوگئی لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ امیر المؤمنین کے پاس ایک ہی کرتہ ہے جب بادشاہ خودغرضی کرے گا تو پوری رعایا پریشان رہے گی اور اگر بادشاہ مخلص ہو یعنی صرف اپنی اولاد وغیرہ کے لئے مال وحکومت کی فکر نہ کرے اور رعایا کا خون نہ چوسے تو پوری رعایا چین وسکون کی زندگی بسر کرے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک ہی تالاب سے شیر اور بکری ایک ساتھ پانی پیتے تھے لیکن جس دن ان کا انتقال ہوا ٹھیک اسی دن ایک بھیڑیئے نے بکری پر حملہ کردیا اسی عدل وانصاف کی وجہ سے ان کو عمر ثانی کہا جاتا ہے، ایک مرتبہ کوئی عورت ان کے گھر آئی تو یہ ڈول سے پانی نکال رہے تھے اس عورت نے سمجھا کوئی خادم ہے اور امیر المؤمنین کی اہلیہ بھی وہیں موجود تھیں کچھ دیر تک یہ عورت بیٹھی رہی پھر کہنے لگی کہ یہ خادم ٹھیک نہیں کیونکہ آپ کو دیکھتا ہے جب کہ آپ اس کے حق میں غیر محرم ہیں تو امیر المؤمنین کی بیوی نے کہا کہ یہی امیر المؤمنین ہیں تو جس سے ملنے کے لئے آئی ہے اس عورت کے حیرت واستعجاب کی انتہا نہ رہی کہ اتنے بڑے خلیفہ ہو کر اپنے گھر کا کام خود کرلیتے ہیں اور بیت المال سے اپنے لئے استعمال کرنا پسند نہیں کرتے ایک مرتبہ اردن کے بادشاہ نے کھجور یا کوئی اور چیز تحفہ میں بھیجی تو آپؓ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پشت پر لاد کر لایا گیا ہے لہٰذا بازار میں لے جاکر بیچ دو اور اس کا چارہ لے کر آؤ تاکہ گھوڑے کھائیں تو ان کے بھتیجے نے اس میں سے کچھ خریدا اور خرید کر امیر المؤمنین کے سامنے تحفہ میں پیش کیا جب آدمی وسروں کا خیال کرتا ہے تو لوگ اس کا خیال کرتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اِرُحَمُوُامَنُ فِیُ الْاَرُضِ یَرُحَمُکُمُ مَنُ فِیُ السَّمَاءِ. تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا کسی اردو شاعر نے کہا ہے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

ابھی صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا

میں قربانی کے تعلق سے عرض کرر ہا تھا انوار الاذکیاء میں شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ منیٰ میں جب حجاج کرام قربانی کرر ہے تھے (آج کل تو قربانی کرنے کا سلسلہ ہی بدل گیا ہے ٹوکن لے کر قربانی ہوجاتی ہے چونکہ لوگوں کی مصروفیات اور تعداد بہت زیادہ ہوگئی پھر حجاج کرام کی کثرت کی وجہ سے اس طرح قربانی کرنا آسان نہیں رہا اس لئے حجاج کرام آسانی کی خاطر بھی ٹوکن لے لیا کرتے ہیں پہلے زمانہ میں لوگ خود ہی اپنے ہاتھ سے قربانی کرلیا کرتے تھے تو اسی وقت کی بات ہے کہ لوگ قربانی کرر ہے تھے، منیٰ میں ایک حاجی تھا اس نے کہا الٰہ العالمین آپ کو تو معلوم ہے کہ میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ میں جانور کی قربانی دے سکوں اس لئے میں اپنی جان ہی کی قربانی دے رہا ہوں چنانچہ اللہ اکبر کہہ کر ایک چیخ ماری قریب جا کر لوگوں نے دیکھا تو روح نکل چکی تھی (یہ ایک منفرد واقعہ ہے سب کو ایسا مقام حاصل نہیں ہوتا) ایثار وقربانی اپنے اکابر میں بھی بہت پائی جاتی ہے بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے، دسمبر جنوری کا مہینہ تھا ٹھنڈی خوب زوروں پر تھی اس دن اور بھی بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے، تو مولانا

گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے سب مہمانوں کو رضائی اور کمبل دئے اور مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایک رضائی دی۔

پھر ایک مہمان رات میں آئے مولانا گنگوہی کو اس کا علم نہ ہوا مولانا نانوتوی نے اپنا لحاف اس مہمان کو دے دیا اور ساری رات ٹھنڈ کے زمانہ میں مسجد میں بیٹھ کر گذار دی یہ تھا جذبۂ قربانی یہ تھا ایثار، آپ ﷺ کو اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تنگدستی اور عسرت کا یہ عالم تھا کہ چکی پیستے پیستے ہتھیلیاں گھس گئیں، اور مشکیزہ میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر داغ پڑ گئے تھے ایک دن انہوں نے پدر بزرگوار سے ایک خادمہ کی خواہش ظاہر کی ارشاد ہوا اے فاطمہ اب تک صفہ کے غریبوں کا انتظام نہیں ہوا ہے تو تمہاری درخواست کیونکر قبول ہو دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: فاطمہ! بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں ایک دفعہ آپ کے پاس چادر نہ تھی ایک صحابیہ نے لا کر پیش کی اسی وقت ایک صاحب نے کہا کہ کتنی اچھی چادر ہے آپ نے فوراً اتار کر ان کی نذر کردی، ایک صحابی کے گھر کوئی تقریب تھی مگر کوئی سامان نہ تھا آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ عائشہ کے پاس جا کر آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ وہ گئے اور جا کر لے آئے حالانکہ آپ کے گھر میں اس آٹے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

یَاابُنُ الذَّبِحَتَیُن

ایثار وقربانی انبیاء علیہم السلام کا خاص وصف تھا اس سلسلہ میں آپ ﷺ کے والد محترم حضرت عبداللہ کا واقعہ بھی بڑا عجیب وغریب ہے کسی نے آپ ﷺ کو کہا یَاابُنُ الذَّبِحَتَیُن. اے دو ذبیحوں کے بیٹے تو صحابہ کرام نے دریافت فرمایا یارسول اللہ دو ذبیح

کون کون ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دوسرے میرے والد محترم ۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا قصہ تو بڑا مشہور ہے اور آپ لوگوں نے بارہا سنا بھی ہوگا، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ خواب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے کا حکم دیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلہ ایک دنبہ جنت سے بھیجا اور وہی قربان کیا گیا۔ مجھے تو اس وقت حضرت عبداللہ کا واقعہ عرض کرنا ہے آپ ﷺ کے دادا خواجہ عبدالمطلب کے دس لڑکے تھے انہوں نے منت مان لی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے عطا کئے تو میں ایک لڑکا اللہ کی راہ میں قربان کروں گا جاہلیت کا دور تھا لوگ اس طرح کی منتیں مانا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو دس لڑکے عطا کردئے سب بیٹے بڑے ہوگئے پھر بعد میں ان کو اپنی وہ منت یاد آئی تو بڑی سوچ اور فکر میں پڑ گئے۔

ایک دن اسی سوچ اور فکر میں بیٹھے ہوئے تھے، کہ کبھی اپنی داڑھی پر ہاتھ لے جاتے کبھی آنکھیں بند کرتے پورا دن گذر گیا پوری رات گذر گئی صبح ہوئی تو چھری نکالی اور تیز کرنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ یہ کیا کررہے ہو تو فرمایا کہ میں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے دس بیٹے عطا کئے تو اس کی راہ میں ایک بیٹا قربان کروں گا۔ گھر والے خاموش ہوگئے کیونکہ ان کا رعب اتنا زیادہ تھا کہ لوگوں کو زیادہ بات کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی خاندان اور قبیلے کے لوگ جمع ہوگئے ، اور کہا کہ کس کی قربانی کروگے کہا کہ رات میں نے دس بیٹوں کا قرعہ نکالا تو اس وقت عبداللہ ہی کا نام آیا ہے (جو نبی اکرم ﷺ کے والد محترم ہیں) اس کو بلا کر لاؤ میں اس کو قربان کروں گا دوسرے بھائی جمع ہوگئے اور کہا کہ جب تک ہم بھائی ذبح نہیں ہوجائیں اس وقت تک آپ عبداللہ کو ذبح نہیں کرسکتے حضرت عبداللہ اپنے دیگر بھائیوں میں حسین و جمیل سلیقہ شعار اور اخلاق مند تھے۔ لوگوں نے سمجھایا مگر یہ نہیں مانے اپنی رائے پر

مصر رہے تو قریش کے ایک معمر شخص نے کہا کہ ایک کاہنہ ہے بڑے بڑے بادشاہ ایران وروم وغیرہ اس سے مشورہ لیا کرتے ہیں چلو اس کے پاس چلیں گے وہ جو مشورہ دے گی اس پر عمل کریں گے، چنانچہ عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو لے کر اس کاہنہ کے پاس پہنچے اس کاہنہ نے کہا کہ ایک طرف دس اونٹ رکھے جائیں ایک طرف عبداللہ کو اور دونوں کا قرعہ نکالا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو بھی قرعہ عبداللہ ہی کے نام نکلا پھر بیس اونٹوں کے مقابلہ میں قرعہ اندازی کی گئی تو بھی عبداللہ ہی کا نام آیا پھر تیس اونٹ پھر چالیس اونٹ اسی طرح جب سو اونٹ کے مقابلہ میں قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام آیا تو سو اونٹوں کو قربان کیا گیا اس طریقہ سے حضرت عبداللہ کے بدلے سو اونٹ قربان کئے گئے۔ اللہ اکبر!

قربانی ہر سال فرض ہے

دوستو! ہم جو قربانی کرتے ہیں اس کا گوشت اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا ارشاد باری تعالیٰ ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ. كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ ۔قربانی کا گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں پہنچتا لیکن تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے ایسے ہی اللہ نے تمہارے بس میں دے دیا ہے تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اسنے رہنمائی فرمائی ہے، قربانی کا خون زمین میں گرنے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما لیتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو توفیق عطا فرمائے جس کے اوپر زکوۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی فرض ہے اور یہ نہیں کہ صرف ایک ہی سال فرض ہے بلکہ ہر سال فرض ہے زکوۃ پر سال کا پورا ہونا ضروری ہے مگر قربانی کے مسائل الگ ہیں۔ (اپنے علماء کرام سے

معلوم کرلیا کریں) اللہ توفیق دے تو اپنے گھر کے ہر ہر فرد کی طرف سے حضور اکرم ﷺ کے لئے قربانی کرے۔لیکن جس کے اوپر واجب ہے وہ تو ضرور کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے کسی سال بھی قربانی ناغہ نہیں فرمائی ہے بلکہ ہر سال قربانی کی ہے اور جس سال آپ ﷺ نے وصال فرمایا اس سال توحجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹوں کی قربانی کی۔

اس لئے جو مالدار طبقہ ہے وہ زیادہ سے زیادہ قربانی کرے قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے اور پہلے دن کرنا افضل ہے اور اگر خود ذبح کرنا نہیں جانتا تو کسی سے کرائے مگر قربانی کے وقت موجود رہے اللہ ہم سب کو قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حضرت سلیمان و دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر خیر

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ حَتّٰٓی اِذَآ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰٓاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

”جمع ہم نے کردیئے (لاکر) سلیمانؑ کے لئے
جن وانساں اور پرندوں کے بھی لشکر (خیر سے)
سامنے ان کے جتھے جن کے بنائے جاتے تھے

(الغرض ترتیب سے لشکر روانہ ہوگیا)
چیونٹیوں کے ایک میداں میں گزر ان کا ہوا‘‘

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے
مکاں فانی، مکیں فانی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہرِ مضمر کا گویا امتحاں تو ہے

بزرگان محترم نوجوانان اسلام! آج آپ نے نماز تراویح میں دو پارے انیس اور بیس سماعت فرمائے انیسویں پارے میں سورۂ شعراء اور سورۂ نمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سورتوں کو الگ الگ ناموں سے نازل فرمایا اور ایک مخصوص مخلوق یعنی چیوٹیوں کا ذکر فرمایا سورۂ شعراء میں بکثرت انبیاء علیہم السلام کا اور ان کی قوم کا ذکر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ہود علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام کی اقوام کا تذکرہ ہے انبیاء علیہم السلام اپنے اپنے وقت پر آئے اور گم گشتۂ راہ بندگان خدا کو خدا کے دین کی طرف بلایا لیکن اکثریت نے مان کر نہیں دیا اور نبیوں سے عذاب کی فرمائش کرنے لگے انبیاء نے قوموں کو ہر طرح سے سمجھایا بہتوں نے اپنی اپنی قوموں کو ان کے فرمائشی معجزات بھی دکھلائے لیکن قوموں کی سرکشی اور عناد بڑھتی گئی بالآخر ان کی ہٹ دھرم اور نافرمان قومیں تباہ و برباد ہوئیں ان کی بستیاں تہہ و بالا اور زیروزبر کردی گئیں آج ان کے کچھ

کھنڈرات باقی رہ گئے ہیں اور کچھ ایسی قومیں گذری ہیں کہ ان کا اور ان کی بستیوں کا نام و نشان بھی تختۂ زمین پر باقی نہ رہا لیکن اسی کے ساتھ جن قوموں نے اپنے نبیوں کے لائے ہوئے احکامات اور ان کے ارشادات و فرمودات کو قبول کیا وہ دنیا و آخرت دونوں جگہ کامیابی سے ہمکنار ہوئے پھر اخیر میں شعراء کا تذکرہ کیا گیا کہ شعراء ایسے ہوتے ہیں ان کی اتباع و پیروی بھکے ہوئے لوگ کرتے ہیں اور وہ تخیّات کی وادی اور جنگل میں بھٹکتے رہتے ہیں جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں لیکن جو ایمان و عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں ان کی باتوں میں اثر ہوتا ہے اور اپنے کہے ہوئے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہ سورۂ شعراء کا خلاصہ اور ماحصل ہے۔

سورۂ نمل

سورۂ نمل میں بھی انبیاء بنی اسرائیل کا تذکرہ کیا گیا ہے مگر اس سورۃ کو حق جل مجدہ نے نمل (چیونٹی) کے نام کے ساتھ مختص فرمایا اتنی بڑی سعادت کہ قرآن کریم میں چیونٹی کا ذکر فرمایا یہ اللہ کے کرشمات میں سے ہے جتنی بھی مخلوق ہیں سب الگ الگ اپنی ایک حیثیت رکھتی ہیں اور چیونٹی بھی اللہ کی مخلوقات میں سے ہے انسان کتنی ہی کوشش کر لے لیکن نہ کوئی چیونٹی بنا سکتا ہے نہ ہی چیونٹی جیسی کوئی معلومات فراہم کر سکتا ہے۔ حضرت امام مقاتل رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ عالم اور محدث گذرے ہیں جس رات امام مقاتل کا انتقال ہوا اسی رات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے ہیں ایک مرتبہ ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ مجھ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے انہوں نے اپنی مجلس میں فرمایا آج جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہو پوچھ لو اس دور میں لوگ بڑے زکی اور ذہین ہوا کرتے تھے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا حضرت میں یہ پوچھنا

چاہتا ہوں، جب حضرت آدم علیہ السلام نے پہلا حج کیا تو اس وقت سر منڈایا تھا یا نہیں؟ اس پر امام خاموش ہو گئے اور فرمایا کہ بھائی مجھے معلوم نہیں، سچ ہے تمام چیزوں کا علم صرف اللہ کو ہی ہے، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا حضرت میں بھی ایک سوال کرنا چاہتا ہوں امام مقاتل نے فرمایا کہ پوچھو عرض کیا حضرت چیونٹی کے اگلے والے حصہ میں اس کی انتڑیاں ہیں یا پیچھے والے میں؟ امام پریشان ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں، چیونٹی بھی اللہ تعالیٰ کی اہم مخلوقات میں سے ہیں یہ بھی انسانوں کی طرح رہتی ہے، چنانچہ علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور نظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور انسانی احوال سے بہت قریب واقع ہوا ہے آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں ان میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول اور نظام حکومت کے ادارے نوع انسانی کے مشابہ پائے جاتے ہیں اگر چینٹیوں کی بستی پر کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے تو اولاً ایک چیونٹی نکل کر آتی ہے اور خطرہ سے آگاہ کرتی ہے جس طرح آدمی ایک مکان بناتا ہے اور اس میں ضروریات کی ساری چیزیں بنواتا ہے مثلاً کچن وغیرہ اسی طرح چیونٹی بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ سہولت کے اعتبار سے گھر بناتی ہیں پھر چیونٹی کی قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) اتنی تیز ہوتی ہے کہ بڑی دور سے معلوم کر لیتی ہے کہ میرا رزق فلاں جگہ پر ہے اور صرف یہی جانور ایسا ہے جو انسانوں کی طرح روزی کا ذخیرہ جمع رکھتا ہے، سورۂ نمل میں چیونٹی کا تذکرہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ شامل ہے اللہ تعالیٰ جسے جو چاہے عطا کرے۔

میرے مطب ''رحیمی شفاخانہ بنگلور'' میں ایک ڈاکٹر علاج کرانے کے لئے آیا کرتے ہیں ان کا نام ہے ڈاکٹر مشتاق احمد، وہ چینٹیوں کے ڈاکٹر ہیں، اس وقت

پوری دنیا میں وہی ایک ''ماہرِ چینوٹی'' ہیں ان کو دنیا کے ہر ملک میں دعوت دی جاتی ہے ان کا کہنا ہے کہ میں چینٹیوں کی آواز سنتا ہوں اور ان کی نقل وحرکت کا مطلب بھی سمجھتا ہوں۔ واللہ اعلم!

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت بھی عطا فرمائی اور بادشاہت بھی، ارشاد ربانی ہے وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ، سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے جانشیں اور خلیفہ ہوئے۔ دوسرے مقام پر ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا. اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) وسلیمان (علیہ السلام) کو احکام وشرائع کا علم دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا وَعُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ اور ہم نے سلیمان کو پرندوں کی بولی سکھائی وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور ہم کو ہر چیز عطا فرمائی، پرندوں کا علم سوائے حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی کو عطا نہیں ہوا چیونٹی بولتی تھی اس کو بھی سمجھتے تھے کوا کیا بول رہا ہے اس کو بھی سمجھتے تھے۔ ایک واقعہ علامہ کمال الدین دمیری نے لکھا ہے عام طور سے لوگ شادیوں کے متعلق بہت جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ ہمارا بیٹا بہت ساری خوبیوں کا مالک ہے تا کہ اچھے سے اچھا رشتہ آئے یہ بات پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے اسی طرح بعض جانوروں میں بھی ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے گھر میں رہنے والے ایک نر چڑیا کو بلایا اس کو ہاتھ پر بٹھایا اور فرمایا تو نے یہ گستاخی کیوں کی؟ دراصل نر چڑیا ایک مادا چڑیا سے کہہ رہا تھا کہ میں تجھ پر اتنا عاشق ہوں کہ اگر تو مجھے یہ کہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت الٹ دے تو میں ان کا تخت بھی الٹ دوں لیکن تو مجھ سے شادی کر لے سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تیری ہمت کیسے ہوئی؟ چڑیے نے کہا کہ حضرت معاف کیجئے محبت کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ جوش وجذبہ میں کہہ دیا ورنہ مجھ میں ایسی طاقت کہاں؟۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ

تعالیٰ نے عجیب وغریب علم سے نوازا تھا جانور جنات شیاطین اور ہوائیں سب ان کے تابع کردی گئی تھیں ہر ایک کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ اور شیاطین کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا جو ان کے لئے غوطہ خوری کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی کام کیا کرتے تھے وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ اور ہم نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا جس کی صبح کی مسافت ایک مہینہ کی اور شام کی مسافت ایک مہینہ کی تھی، ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کو لے کر اس مقام پر جاتی تھی جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم ہوتا تھا ان کا تخت اتنا چھوٹا نہیں تھا کہ صرف دو چار آدمی ہی بیٹھ سکیں روایت میں آتا ہے کہ تین فرسخ کا ان کا تخت تھا آج کے حساب سے آٹھ کیلو میٹر ہوگا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت آٹھ کیلو میٹر کا تھا اس پر تین ہزار کرسیاں بچھی رہتی تھیں۔ پہلے سلیمان علیہ السلام کا ممبر تھا اس کے سامنے ایک ہزار کرسیاں علماء کے لئے، اس کے بعد پھر وزراء کی، اس کے بعد پھر امراء اور معزز لوگوں کی۔ آج بڑے سے بڑا ہوائی جہاز جو امریکہ میں بنا ہے اس میں بارہ سو آدمی بیٹھ سکتے ہیں اس میں بھی دنیا بھر کے خطرات، کچھ پتہ نہیں کہاں گر جائے، کہاں ڈوب جائے، کہاں فنا ہو جائے۔ لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت عجیب وغریب تھا نہ اس میں پٹرول کی ضرورت تھی نہ اس میں پائلٹ کی ضرورت، حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا کو حکم دیتے تخت اڑنا شروع ہو جاتا۔

دوستو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑا مقام عطا فرمایا حیوٰۃ الحیوان میں علامہ دمیریؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہم اصحاب کہف کا مقام دیکھنا چاہتے ہیں وہ کہاں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دور دراز کا سفر نہیں کر سکتے چلو میں اللہ تعالیٰ کے

حکم سے وہاں پہنچا دیتا ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک بچھائی اور اس پر ان حضرات کو بٹھایا اور چادر کو حکم دیا کہ اڑ جا، علامہ کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ چادر اڑی اور اصحاب کہف کے مقام پر پہنچی ان حضرات نے اصحاب کہف کا مقام دیکھا پھر وہ چادر دوبارہ اڑی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر پہنچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ ایک واقعہ جو بڑا ہی اہم ہے سنا کر اپنی بات ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ. اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکروں کی تعداد بہت زیادہ تھی اسی لئے جب کہیں وہ سفر کرتے تھے تو لشکروں کو جمع کیا جاتا اور ان کی ٹولیاں اور جماعتیں بنالی جاتی تھیں کہیں وہ ایک دوسرے کے ساتھ گڈ مڈ نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمتیں

ایک مرتبہ کا وقعہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تمام لشکروں جنات انسانوں اور پرندوں کو لے کر جا رہے تھے کہ چیونٹی کی ایک بستی پر پہنچے تو ایک لنگڑی چیونٹی جو چینٹیوں کی ملکہ اور رانی تھی اس نے کہا کہ اے چیونٹیو تم سب کے سب اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم کو غفلت میں مسل ڈالے اس زمانہ کی چیونٹی آج کی طرح نہیں تھی حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ مرغی کے برابر ہوا کرتی تھی اور آدمی بھی اتنے ڈیل ڈول والے کہ مرغی کے برابر چیونٹی آدمی کے پاؤں میں آتی تھی اور آدمی کو پتہ نہیں چلتا تھا جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی گفتگو سن لی تو ہنس پڑے اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوئے کہ یا اللہ مجھے توفیق عطا فرما کہ تیری نعمت کا ہمیشہ شکر ادا کرتا رہوں بیان کیا جاتا ہے کہ اس

چیونٹی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ایک بیر بطور ہدیہ پیش کیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے قبول کیا اور اس لنگڑی چیونٹی کو اپنی ہتھیلی پر بٹھالیا اور پوچھا کہ تو بڑی ہے یا میں؟ تو چیونٹی نے کہا میں بڑی ہوں حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو کیسے بڑی ہے؟ اس نے کہا کہ آپ تخت پر بیٹھے ہیں اور میں آپ کے ہاتھ پر بیٹھی ہوں اس لئے میں بڑی ہوں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں کسی قدر شعور رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے چھوٹے چھوٹے جانوروں سے بھی کام لے لیتے ہیں جیسے ابابیل کے ذریعہ بڑے لشکر کو تباہ و برباد اور نیست و نابود کر دیا۔ ایک چھوٹا سا معمولی جانور ہے جو خاص کر برسات میں بڑی زور سے آواز کرتا ہے جس کو جھینگر کہا جاتا ہے اور رات کے اندھیرے میں اس کی آواز کی کرختگی بہت تیز ہوا کرتی ہے ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام نے اس کی آواز سن کر کہا کہ یا اللہ آپ نے اس کو کیوں پیدا کر دیا بہت دماغ کھا رہا ہے وحی نازل ہوئی، اے داؤد یہ جھینگر بھی یہی کہتا ہے کہ اے اللہ تو نے داؤد کو کیوں پیدا کر دیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے تعلق سے خوب جانتے ہیں کہ کون سی مخلوق کس کام کی ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبا میں خصوصیت کے ساتھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پوری سلطنت اور نظام سلطنت کا ذکر فرمایا، کس طرح جنات سے کام لیا کرتے تھے اور سورہ نمل میں ہے کہ ملکہ سبا کو ایک خط بھیجا ہدہد پرندے کے ذریعہ پھر اس نے ایمان قبول کیا اور پوری سلطنت کو امن و امان کا گہوارہ بنا دیا ایسی حکومت و سلطنت اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد کسی اور کو عطا نہیں فرمائی حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی تھی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ. حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی حکومت و سلطنت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو ایسی حکومت و سلطنت میسر نہ ہو عبرت انگیز اور

نصیحت آمیز واقعات تو بہت ہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور دیگر مخلوقات کے ساتھ بھی رحم و کرم کے معاملہ کی توفیق عطا فرمائے۔ روایات میں ہے کہ جس نے ایک چیونٹی کو بلاوجہ مسل دیا تو اس نے گویا ایک قتل کر دیا اس لئے بلا ضرورت کسی چیونٹی کو بھی مارنا نہیں چاہئے۔ ایک چیونٹی کی وجہ سے پکڑ بھی ہوسکتی ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

قارون اورنافرمان قوموں کا انجام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

”قوم موسیٰ ہی میں سے (اک شخص) تھا قارون (بھی)
اور اپنی قوم سے کرنے لگا وہ سرکشی
اورہم نے اس کو تھے اتنے خزانے دے رکھے
کنجیاں جس کی اٹھانے سے قویٰ تھک جاتے تھے

قوم والوں نے کہا اس سے نہ اِترا (اس قدر)
ناپسند اِترانے والوں کو ہے کرتا داد گر“

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر

بزرگان محترم نوجوانانِ اسلام! آج آپ نے نمازتراویح سورۂ قصص سماعت فرمائی ہے یہ سورہ مکی سورتوں میں سب سے آخری سورت ہے اس سورہ کا آغاز حضرت موسیٰ علیہ السلام اورفرعون کے قصے سے کیا گیا جن کوتفصیل سے بیان کیا گیا ہے اسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریبی اورمنافق رشتہ دارقارون کا ذکرکیا گیا ہے پھرنبی آخر الزماں حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کا ذکرکیا گیا اس کے بعد سورۂ عنکبوت میں والدین کے حقوق، حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر،حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر، حضرت لوط علیہ السلام اوران کی قوم پرعذاب کا ذکرشعیب علیہ السلام اوران کی قوم پرعذاب کا ذکر۔ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اورفرعون کا تذکرہ آپ حضرات بارہاسن چکے ہیں اس لئے قارون کے متعلق عرض کرتاہوں۔

قارون کا غرور

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں ان کا چچازاد بھائی قارون تھا یہ فرعون کے دربار میں رہتا تھا، جیسا کہ ظالم حکومتوں کا دستور ہے کہ قوم کا خون چوسنے کے لئے انہیں میں سے بعض افراد کو اپنا آلہ کار بنالیتے ہیں، اسی طرح فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کوچن لیا تھا، قارون نے اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے

خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر حکم آئے اور فرعونی سارے کے سارے غرق ہوگئے، تو قارون کی مالی ترقی کے ذرائع مسدود اور بند ہوگئے اور اس کی سرداری جاتی رہی۔ اس حسد وغضب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دل میں خلش رکھنے لگا لیکن ظاہر میں دوست بنا ہوا تھا توریت بہت پڑھتا تھا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا مگر دل صاف نہ تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کی خداداد عزت اور وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ میں بھی آخر انہیں کے چچا کا بیٹا ہوں کیا وجہ ہے کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سرداد بن جائیں مجھے کچھ بھی نہ ملے؟ کبھی مایوس ہوکر شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا میرے پاس مال ودولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کے پاس نہیں۔

احکام شرعیہ سے انحراف

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے لیکن کیا یہ بھی برداشت کروگے کہ ہمارا مال بھی وصول کرلیں جو اسی کی طرح دنیادار تھے انہوں نے اس کی موافقت کی اور کہا کہ ہرگز ہم برداشت نہ کریں گے۔ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَاتَنْسَ نَصِيْبَکَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْکَ وَلَاتَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۔تجھ کو جتنا خدا نے دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ فراموش مت کر جس طرح خدا نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔

جب آدمی کے ذہن و دماغ میں کبروغرور اور عجب وخود بینی پیدا ہوتی ہے تو احکام شرعیہ سے انحراف اور روگردانی اختیار کرتا ہے اس قسم کی سرکشی پر اتر آتا ہے، اللہ رب العزت نے قارون کو بے پناہ مال وزر سے نوازا تھا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے لَتَنُوْٓءُ ا بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ ۔قارون کے خزانوں کی چابیاں ایک طاقتور جماعت کو تھکا دیتی تھیں آپ اندازہ لگائیے کہ آخر اس کا خزانہ کتنا زیادہ رہا ہوگا آج بڑے مالدار ہیں لیکن یہ سننے میں کبھی نہ آیا ہوگا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ اس کو اٹھانے سے ایک طاقتور جماعت تھک جائے لیکن وہ مال کس کام کا جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے جب قارون سے کہا کہ اللہ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے اللہ کے بندوں پر خرچ کر تو اس نے کہا کہ میں نے یہ مال اپنے ہنر سے حاصل کیا میں ہنر جانتا تھا کمانے کا سلیقہ رکھتا تھا اپنی لیاقت وقابلیت یا کسی خاص مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی یوں ہی بیٹھے بٹھائے بے محنت نہیں ملی کہ موسیٰ کے حکم اور تمہارے مشورے کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَکَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَکْثَرُ جَمْعًا. کیا قارون کو پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی ایسی جماعتوں کو ہلاک کردیا، جو اس سے زیادہ طاقتور تھیں اور اس سے زیادہ مال ودولت کو جمع کرنے والی تھیں۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَآءُ

اللہ تعالیٰ کسی کو ہلاک کرنے پر آئے تو اسے کون روک سکتا ہے بڑے بڑے حکمرانوں کو بھی فقیر اور کنگال بنا سکتا ہے اور در در کی ٹھوکریں کھلا سکتا ہے مال ودولت کا انبار دے کر اس کو ہلاک اور تباہ وبرباد کر سکتا ہے قارون کو مال کا انبار دے کر منٹوں

میں اکارت کردیا فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖ ۔قارون ایک مرتبہ اپنی قوم کے سامنے ٹھاٹھ سے نکلا تو وہ لوگ جن کے اندر دنیا کی محبت تھی تمنا اور آرزو کرنے لگے کہ اے کاش ہمارے پاس بھی قارون کی طرح مال و زر کی بہتات ہوتی قارون کتنا نصیب والا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا زیادہ مال و دولت عطا فرمایا لیکن سمجھدار اور ذی علم لوگوں نے کہا کہ نادانو! اس فانی چمک دمک میں کیا رکھا ہے جو رتجھے جارہے ہو مؤمنین کو جو اللہ کے یہاں دولت ملنے والی ہے اس کے سامنے یہ ٹیپ ٹاپ محض ہیچ اور لایعنی ہے اتنی بھی نسبت نہیں جو ذرہ کو آفتاب سے ہے، دنیا سے آخرت کو بہتر وہی لوگ سمجھتے ہیں جن سے محنت نہیں ہوتی دوسروں کی خوشامد کرکے چاپلوسی کرکے اپنی دولت بڑھانے میں لگے رہتے ہیں، حالانکہ یہ مال دولت نجات کا ذریعہ نہیں۔

روزی کا تعلق عقل سے نہیں

اللہ تعالیٰ نے جس طرح قارون کو کثیر مال و دولت عطا کیا اسی طرح یہ بھی بتلا دیا کہ مال و دولت کی زیادتی اور کثرت آدمی کی عزت اور وجاہت کا سبب نہیں۔اور فقر و فاقہ ذلت کا سبب نہیں۔ بلکہ یہ تو آزمائش ہے اگر مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے غریبوں کی مدد کرتا ہے محتاجوں کی دیکھ ریکھ کرتا ہے تو یقیناً یہ مال اس کی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے۔اگر اس کے خلاف کرتا ہے تو اس کا وہی انجام ہوگا جو قارون کا ہوا تھا، جب اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑا اس کے پیغمبر کے بتائے ہوئے طریقوں سے روگردانی اختیار کی اور پیغمبر پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے صرف اس کو ہی نہیں بلکہ اس کے سارے اموال کو بھی زمین میں دھنسا دیا فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ. ہم

نے قارون کو اور اس کے گھر کو زمین کے اندر دھنسا دیا، کوئی جماعت نہ تھی جو اس کی مدد کرتی اللہ کے علاوہ، وہ لوگ جو کل تک قارون کے مال و دولت کو دیکھ کر اس کی تمنا اور آرزو کر رہے تھے جب اس کے انجام دیکھ لیا تو کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے، اب ان کو احساس ہوا کہ ایسی دولت حقیقت میں ایک خوبصورت سانپ ہے جس کے اندر مہلک زہر بھرا ہوا ہے کسی کی دنیوی ترقی دیکھ کر ہرگز فیصلہ نہ کرنا چاہئے کہ اللہ کے یہاں وہ بڑی عزت رکھتا ہے مال و دولت کسی کے مقبول و مردود ہونے کی دلیل نہیں اللہ کی حکمت ہے جس کو چاہتا ہے جتنی چاہتا ہے روزی عطا کرتا ہے۔

شیخ سعدی نے کیا خوب کہا ؎

اگر روزی بدانش در فزودے
زناداں تنگ روزی تر نبودے

اگر عقل و خرد سے روزی بڑھتی تو بیوقوف سے زیادہ پریشان حال اور تنگ روزی والا کوئی نہ ہوتا قارون کے واقعہ سے ہم کو یہ نصیحت ملتی ہے کہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کریں اور مال کو اخروی ترقی کا ذریعہ اور سبب بنائیں۔

وطن کی محبت ایمان ہے

اسی سورۃ کے اخیر میں حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کا واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ جا رہے تھے تو مکہ مکرمہ کو مخاطب کرکے فرمایا تو کتنا پیارا شہر ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھ کو نہ چھوڑتا پھر دوران سفر یہ آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ. نازل ہوئی جس خدا نے آپ پر قرآن کے احکام فرض فرمائے وہ آپ کو پہلی جگہ یعنی مکہ

مکرمہ واپس لائے گا بعض مفسرین نے معاد سے مراد موت لی ہے بعض نے آخرت بعض نے جنت بعض نے شام جہاں آپ ﷺ ایک مرتبہ شب معراج میں تشریف لے گئے تھے لیکن زیادہ تر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ معاد سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے پلے بڑھے اور دعوت وتبلیغ شروع کی وحی کا نزول ہوا تو کیونکر مکہ مکرمہ کی یاد نہ آئے پھر سب سے بڑی فضیلت والا خانۂ کعبہ اسی شہر میں ہے اس کو بلدالامین یعنی امن و سکون والا شہر کہا گیا، اسی بنیاد پر تو حب وطن کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، آپ ﷺ ترپین سال تک مکہ مکرمہ میں رہے جب کفار نے وہاں رہنا دوبھر کر دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے تو مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرمائی، اس کے بعد سورۂ عنکبوت میں والدین کے حقوق اور چند انبیاء علیہم السلام کی دعوت وتبلیغ اور ان کی قوموں کی عناد وسرکشی اور مبتلائے عذاب کا تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا کہ کس کو کس طرح کے عذاب سے ہلاک ونیست ونابود کیا گیا۔

سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا گیا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۔ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم میں رہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کو چالیس سال میں نبوت ملی اور ساڑھے نوسو سال تک اپنی قوم کو دعوت وتبلیغ کرتے رہے پھر طوفان آیا اس کے بعد ساٹھ سال تک حیات رہے آج کی پوری دنیا ان کے تین بیٹوں سے آباد ہے حام، شام، یافث۔ اسی لئے ان کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

میرے ہاتھوں سے تراشے

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور یہ بھی بتایا کہ جن بتوں کی تم عبادت کر رہے ہو یہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان وہ بھی کمزور ہیں اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ تم میں سے ہر ایک کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا اور رستے پر لانے کی کوشش کی لیکن ان کی پوری قوم حتیٰ کہ باپ بھی دشمن ہو گیا اور بادشاہ وقت بھی دشمن ہو گیا آپ کو آگ میں ڈالا گیا مگر خدا جسے رکھے اسے کون چکھے اللہ تعالی نے آگ کو گلزار بنا دیا اور اپنے خلیل کو صحیح وسالم بچا کر یہ واضح کر دیا کہ سارے عالم کے لوگ بھی اگر کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور اللہ اسے نقصان پہنچانا نہ چاہے تو اس کا بال بیکا نہیں ہو سکتا اور اگر سارے عالم کے لوگ کسی کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہیں اور اللہ اسے فائدہ نہ پہنچانا چاہیں تو کوئی اس کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ جسے چاہے عذاب دے سکتا ہے اور جس پر چاہے رحم کر سکتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ اگر اللہ پاک ساتوں آسمان والوں اور ساتوں زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی ظلم نہیں۔

زمین والوں اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے مغلوب نہیں سکتا بلکہ سب پر وہی غالب ہے اس سورۃ میں دوزخ والوں کے خصائل کی طرف اشارہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آیت الٰہی کا انکار کیا اس کی کتابوں اس کے پیغمبروں کو جھٹلایا اس لئے رحمت الٰہی یعنی جنت سے محروم ہو گئے ان کے لئے عذاب الیم تیار کیا گیا ہے

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر کیا گیا، کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ کی ساری قوم میں سے صرف حضرت لوط ایمان لائے اور پیغمبر ہوئے عورتوں میں حضرت سارہ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا اِنِّیْ مُھَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ. میں ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جاتا ہوں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے اخلاق بڑے گندے تھے ایسے کاموں کے وہ مؤجد بنے اور مرتکب ہوئے کہ جن کاموں کو دنیا میں کسی نے ان سے پہلے نہیں کیا تھا، اس کے علاوہ چوری ڈکیتی مسافروں کو چھیڑنا اور پریشان کرنا بھی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔

ظالم قوموں کا انجام

آگے اللہ تعالیٰ نے عاد و ثمود قارون و فرعون اور ہامان کی ہلاکت و بربادی کا ذکر کیا کہ کس کس نوع کا اللہ تعالیٰ نے عذاب دیا ہے فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑا قوم عاد کو پتھراؤ کر کے ہلاک کیا قوم ثمود کو سخت زلزلہ سے ہلاک کیا قارون کو زمین میں دھنسا کر ہلاک کیا اور فرعون کو دریا میں ڈبو کر ہلاک کر دیا اسی کو فرمایا فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۔ سو ان میں سے بعضوں پر ہم نے پتھراؤ کیا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ۔ اور بعض کو سخت آواز نے دبالیا وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا آگے بتوں کی انتہائی کمزوری کو بیان کر کے توحید کو بیان کیا گیا ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ جو لوگ اللہ کے سوا کارساز بناتے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے ایک گھر بنایا، تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ اے

کاش وہ جانتے کہ کیسی غلطی میں ہیں، اللہ رب العزت اس طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھ عطا فرمائے اور تا حیات ایمان و اسلام پر استقامت عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اللہ کا ذکر سب سے بڑی دولت ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتَصْنَعُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

جو کتاب اتری ہے تم پر (اے رسولِ پاکباز)
تم کرو اس کی تلاوت اور رکھو قائم نماز
بے حیائی اور بُری باتوں سے یہ ہے روکتی
اور اک یادِ خدا ہی، چیز ہے سب سے بڑی
تم جو کچھ کرتے ہو اس کی ہے خدا کو آگہی"

خشک صحرا میں ترے نام کی خاموشی ہے
اور رونق ہے تیرے کام کی بازاروں میں
نہیں تسبیح میں مصروف فقط غنچہ وگل
اے خدا ذکر ہوتا ہے تیرا خاروں میں
یہ لہلاتے ہوئے پودوں میں تری شادابی
اور خشکی ہے تری سوکھے ہوئے خاروں میں
دودھ پیتے بچے بھی نہیں ہیں خاموش
تری معصوم ثنا خوانی ہے گہواروں میں

بزرگان محترم نوجوانان اسلام! آج آپ نے اکیسواں پارہ سماعت فرمایا جس میں کئی سورتیں ہیں سورہ عنکبوت کا کچھ حصہ سورہ روم سورہ لقمان وغیرہ ترتیب وار کچھ آیتوں کی تفسیر اور حضرت لقمان علیہ السلام کا تذکرہ آپ کے سامنے انشاء اللہ عرض کروں گا۔ پہلی آیت ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَرُ۔ جو کتاب آپ پر وحی کی گئی اس کو پڑھا کیجیے نماز کی پابندی رکھیے بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت بہت اہم ہے اس سے دل کا زنگ دور ہوتا ہے۔ اسی طرح نماز پڑھنے اور ذکر کرنے سے بھی دل کا زنگ دور ہوتا ہے۔

آیت کریمہ میں فرمایا گیا: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ۔ کہ نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے مطلب یہ کہ اقامت صلٰوۃ میں تاثیر ہے جو اس کو ادا کرتا ہے اس سے گناہ چھوٹ جاتے ہیں شرط یہ ہے کہ نہ

صرف نماز پڑھتا ہو بلکہ اقامت صلوٰۃ بھی ہو قرآن کریم میں جہاں جہاں نماز کا حکم ہے وہاں صرف نماز پڑھنے کا نہیں بلکہ اقامت صلوٰۃ کا حکم ہے۔ اقامت کے معنی سیدھا کھڑا ہونے کے ہیں جس میں کسی طرف جھکاؤ نہ ہو نماز کے تمام ظاہری و باطنی افعال اس طرح ادا کرے جس طرح رسول اکرم ﷺ نے عملی طور پر ادا کر کے بتلایا ہے عمر بھر زبانی تلقین بھی فرماتے رہے کہ بدن کپڑے اور جائے نماز کی مکمل طہارت ہو نماز باجماعت کا پورا اہتمام ہو اور نماز کے تمام اعمال کو سنت کے مطابق ادا کرنا بھی ضروری ہے اسی طرح نماز خشوع و خضوع سے پڑھے، اللہ کے سامنے ایسے کھڑا ہو گویا حق تعالیٰ سے عرض و معروض کر رہا ہے جو شخص اس طرح نماز پڑھے گا اس کو منجانب اللہ گناہوں سے بچنے اور اعمال صالحہ کی توفیق مل جائے گی ایک صحابی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. اس کا کیا مطلب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا مَنْ لَّمْ تَنْھَهُ صَلَاتُهٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ فَلَا صَلٰوۃَ لَهٗ۔ جس شخص کو اس کی نماز نے فواحشات اور منکرات سے نہ روکا تو اس کی نماز نماز نہیں۔ ابن کثیر نے یہ عمران بن حصین کا قول قرار دیا ہے نہ کہ حدیث مرفوع بعض آدمی یہ کہہ دیتے ہیں کہ فلاں آدمی نماز بھی پڑھتا ہے لیکن وہ شراب بھی پیتا ہے چوری بھی کرتا ہے دھوکہ بھی دیتا ہے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ نماز ہی نہ پڑھتا لیکن ایسی بات نہیں کہنی چاہئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں آدمی رات میں تہجد پڑھتا ہے اور جب صبح ہو جاتی ہے تو چوری کرتا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب نماز اس کو چوری سے روک دے گی۔ بعض روایت میں ہے کہ یہ شخص حضور علیہ السلام کے ارشاد کے بعد گناہوں سے پاک ہو گیا

یعنی اس نے چوری سے توبہ کر لی، یہ نماز کی برکت ہے کہ آدمی بہت سے گناہوں سے بچ جاتا ہے اس لئے اگر ایک آدمی بہت سے گناہوں میں مبتلا ہے مثلاً ڈاڑھی بھی منڈواتا ہے، چوری بھی کرتا ہے، اور نماز بھی پڑھتا ہے، تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز کی برکت سے اسے بہت سارے گناہوں سے نجات عطا فرما دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ نماز دین کا ستون ہے اور نماز اللہ کا بہت بڑا ذکر ہے وَلَذِکْرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ. نماز کو ذکر کے ساتھ تشبیہ دی گئی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا صحابہ کرام نے اس آیت کا مطلب دریافت کیا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں اللہ کا ذکر کرتا ہے حمد و ثناء کرتا ہے تو اللہ بھی اسے یاد کرتا ہے یعنی اپنی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرماتا ہے اور اس کو اپنا مقرب اور محبوب بندہ بنا لیتا ہے۔

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے

آگے آیت کریمہ ہے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ۔ اس آیت کریمہ میں ہجرت کا تذکرہ ہے اور دیگر آیتوں میں بھی ہجرت کا ذکر کیا گیا ہے جب صحابہ کرام پر مکہ کی زمین تنگ ہونے لگی اور آزادی کے ساتھ اپنے دین و مذہب پر عمل کرنا دشوار معلوم ہونے لگا اور طرح طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے اور ترک وطن کی اجازت مرحمت فرما دی آدمی جب ترک وطن کرے یعنی اللہ کے دین کی خاطر اپنا ملک اور وطن چھوڑے تو اس کو دو چیزوں کا خطرہ ہوتا ہے۔ (۱) ایک تو اپنی جان کا کہ جو لوگ ہمارے وطن میں دین پر عمل کرنے نہیں

دیتے وہ ہوسکتا ہے کہ وطن چھوڑنے پر جان سے بھی مار ڈالیں تو اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اس سے کسی کو فرار نہیں دوسرا اندیشہ ہوتا ہے کھانے پینے اور معاشی حالت کا کہ آدمی پردیس میں جا کر کہاں کھائے گا کسی سے کوئی رشتہ ناطہ نہیں تو اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُهَا ۔ زمین پر جتنے بھی چلنے والے جاندار ہیں سب کی روزی اللہ ہی کے ذمہ ہے چنانچہ صحابہ کرام نے دین وایمان کی بقاء اور اس کی حفاظت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تب جا کر دین صحیح وسالم ہم تک پہنچا ہے۔

اہل قبور آواز سنتے ہیں

اس کے بعد دوسری سورۂ روم ہے اس میں ایک آیت ہے اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ۔ بیشک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ ہی بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۔ اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت پر لا سکتے ہیں اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی آپ تو صرف ایسے لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان لائیں اور اطاعت قبول کریں انسان جب دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن اس کے اچھے اور برے اعمال کی جزا وسزا مرنے کے بعد ہی شروع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ مردہ سنتا بھی ہے اس کی تائید غزوۂ بدر کے واقعہ سے ہوتی ہے کہ جب کفار ومشرکین کی شکست ہوئی اور ان کے بڑے بڑے سرکردہ لیڈران جہنم رسید ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کی لاشوں کو ایک کنویں میں ڈلوا دیا اور مسلمانوں کی لاشوں کو عزت واحترام کے ساتھ دفنایا گیا

حضور ﷺ نے کنویں کے کنارے کفار ومشرکین کی لاشوں کو مخاطب کر کے فرمایا یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذلت ورسوائی کا وعدہ جو تم سے کیا تھا اس کو اللہ نے پورا کر دیا، اللہ نے حضور علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ ان کے سامنے بیان کریں کہ تمہاری بڑائی اور غرور نے تم کو ہلاک کر دیا اور تم دوزخ میں پہنچ گئے، صحابہ نے آپ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا کفار ومشرکین جو لاشوں میں تبدیل ہو گئے ہیں وہ آپ ﷺ کی باتیں سن رہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے جتنا کہ یہ لوگ سنتے ہیں یعنی تمہاری ہی طرح یہ لوگ بھی سنتے ہیں لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ ایک واقعہ میری نظر سے گذرا ہے کہ ایک صالح نوجوان آیا کرتا تھا اپنی ماں کے قبر کے پاس فاتحہ پڑھنے کے لئے، ایک مرتبہ اس کی ماں نے خواب میں کہا کہ بیٹے جب تم آیا کرو تو آتے ہی فوراً قرآن شریف پڑھنا شروع مت کیا کرو بلکہ پہلے سلام کیا کرو اور چند منٹ خاموش رہا کرو تاکہ میں تمہاری صورت دیکھ لوں تم آتے ہی السلام علیکم کہتے ہو اور قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیتے ہو قرآن کے انوار میرے اور تیرے درمیان حائل ہو جاتے ہیں اور میں تمہاری صورت نہیں دیکھ پاتی ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مردہ صرف سنتا ہی نہیں بلکہ صورت بھی دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی روح کو اس کے پاس لوٹا دیتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مردہ چپل اور جوتوں کی آواز بھی سنتا ہے اور آیت کریمہ میں ہے کہ آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے اس سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو مومن اور مسلمان نہیں بنا سکتے اپنے اختیار سے، بلکہ اللہ جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے اسلئے کہ انکے اندر قبول کرنے کی استعداد وصلاحیت ہی نہیں ہے اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ۔ قبول وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور کافر تو سنتے ہی نہیں ہیں تو قبول کہاں سے کر سکتے ہیں۔

شرک کی مذمت

تیسری سورۃ سورۂ لقمان ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذْقَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۔اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا (کیونکہ) شرک بہت بڑا گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اسکے علاوہ تمام گناہوں کو معاف کرسکتا ہے شرک کی دو قسمیں ہیں شرک جلی اور شرک خفی خدا کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا یہ شرک جلی ہے یعنی خدا کے سواء کسی اور کی عبادت کرنا یا کسی سے اولاد مانگنا جیسا کہ لوگ اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر مرادیں مانگتے ہیں اولادیں مانگتے ہیں قبروں پر جا کر سجدہ کرتے ہیں اور انہیں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں یہ سب شرک جلی ہے۔ اور دکھانے کیلئے کوئی کام کرنا مثلاً نماز پڑھے اطمینان سے اور قرأتیں بھی لمبی پڑھے تاکہ لوگ سمجھیں کہ بڑا متقی اور پرہیزگار ہے یہ شرک خفی ہے کوئی بھی کام کرے اخلاص للّٰہیت سے کرے، آج کل عجیب صورتحال پیدا ہوگئی ہے شرک خفی کا تو ذکر کیا، لوگ شرک جلی میں مبتلا ہیں۔ میں بنگلور میں دیکھتا ہوں کہ مسلم عورتیں درگاہوں اور مزاروں پر جا کر طرح طرح کی خرافات کرتی ہیں۔ حالانکہ عورتوں کو تو مسجدوں میں بھی جانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور ان کیلئے گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا بہتر بتلایا گیا تو بتایئے کہ درگاہوں اور مزاروں پر جانے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے؟ یہ سب باتیں گناہ کبیرہ ہیں۔قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ

بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ عموماً جہاں جہاں اللہ کی عبادت اور شرک کی مذمت بیان کی گئی ہے وہاں وہاں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اسی سورت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ. ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ (اچھا سلوک کرنے کا تاکیدی) حکم دیا اس کی ماں نے اس کو ضعف پر ضعف برداشت کر کے پیٹ میں رکھا اور دو برس تک اپنی چھاتی سے لگا کر دودھ پلایا، میری شکرگذاری کر اور اپنے والدین کی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

ہر حال میں والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا خاص طور سے ماں کا ذکر کیا گیا کیونکہ ماں زیادہ تکلیفیں برداشت کرتی ہے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ حقدار ہے یعنی ماں یا باپ؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا تیری ماں پھر پوچھا اس کے بعد، آپ علیہ السلام نے فرمایا تیری ماں، پھر تیسری بار دریافت کیا اس کے بعد، پھر فرمایا کہ تیری ماں، پھر چوتھی مرتبہ بھی دریافت کیا تو فرمایا تیرا باپ، اس کے علاوہ متعدد روایتیں ہیں جن میں ماں کے ساتھ بکثرت حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رِضَى الرَّبِّ فِيْ رِضَا الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِيْ سَخَطِ الْوَالِدِ۔ والد کی رضامندی و خوشنودی میں رب کی رضامندی ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے اس لئے والدین کی ناراضگی سے بچنا چاہئے اور ان کی قدر کرنا چاہئے جب وہ انتقال کر جائیں تو ان کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہئے۔

حضرت لقمان علیہ السلام

اس سورت کا نام سورۂ لقمان ہے، لقمان کون ہیں، کہاں کے رہنے والے تھے، کس زمانہ میں پیدا ہوئے اس کا تعین نہیں، اکثر کا قول ہے کہ حبشی تھے۔ اور

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، بعضوں نے کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے بعضوں نے کہا کہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں قاضی تھے بعضوں نے کہا کہ چرواہے تھے بعضوں نے کہا کہ بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑا عالم اور حکیم بنایا حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لقمان کو حکمت اور نبوت دونوں پیش کی گئیں اور یہ اختیار دیا گیا کہ جو چاہو ان میں سے اختیار کر لو تو انہوں نے حکمت کو ترجیح دی لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیوں ایسا کیا؟ تو کہا کہ اگر میں اپنے اختیار سے نبوت لے لیتا اور کار نبوت صحیح طور سے انجام نہیں دے پاتا تو مجھے شرمندگی ہوتی اور اللہ کا عتاب ہوتا اسلئے اگر اللہ تعالیٰ خود سے عطا فرماتے تو میں قبول کر لیتا۔ میرے شیخ حضرت مولانا مصطفیٰ کامل صاحب رشیدی (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) فرمایا کرتے تھے کہ حضرت لقمان صرف حکیموں کے نبی تھے (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ)

حضرت لقمان علیہ السلام بہت معمولی انسان معلوم ہوتے تھے۔ حالانکہ بڑے خاندان کے فرد تھے اور زیادہ خوبصورت بھی نہیں تھے ایک شخص نے کہا کہ تو فلاں شخص کا غلام نہیں تھا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں، پھر اس نے کہا کہ کیا تو بکریوں کا چرواہا نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں پھر اس نے کہا کیا تو سیاہ رنگ کا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، سیاہ رنگ کا ہوں، بتاؤ کیا پوچھنا چاہتے ہو دریافت کیا، کیا وجہ ہے کہ تمہارے دروازے پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے اور بکثرت تمہاری مجلس میں لوگ آتے ہیں تمہارے اندر کونسی ایسی صفت پائی جاتی ہے؟ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو بھی لوگ چاہیں تو وہ صفات اپناؤ جو میں نے اختیار کی ہے۔ زبان کو بری باتوں سے روکے رکھو، آنکھ بری چیزوں کے دیکھنے سے بند کر لو، حلال کھایا کرو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور وعدہ کو پورا کیا کرو اور مہمانوں کی عزت و تواضع کیا کرو اور پڑوسی کا حق

ادا کرو اور بے فائدہ کام کو چھوڑ دو، مخلوق خدا سے سچی ہمدردی رکھو، انہیں صفات کی وجہ سے مجھے اللہ نے بزرگی عطا فرمائی یہ ساری باتیں میں نے اختیار کی ہیں سچ ہے کہ انسان کو اس کے بلند اخلاق اونچا کر دیتے ہیں۔ حسب و نسب کی کوئی اہمیت نہیں کالے گورے کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ اچھے اوصاف اور عمدہ صفات کی قدر لوگوں کی نگاہوں میں ہے ہم سب کو اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کرنے چاہئیں اللہ تعالیٰ ہمارے اندر اچھے اوصاف پیدا فرمائے آمین۔ سورۂ لقمان کے اخیر میں مفاتیح غیب کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں مختصراً انہیں کو ذکر کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ وَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًاوَمَاتَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ. اس آیت کریمہ میں پانچ چیزیں ذکر کی گئی ہیں (۱) قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، حدیث جبرئیل میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ۔ یعنی جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا پھر علامات قیامت کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ معمولی معمولی آدمی حکومت و سرداری کریں گے لوگ بطور فخر لمبی لمبی عمارتیں بنائیں گے۔ آج ان علامات میں سے بہت سی ظاہر ہیں۔

دوستو! قیامت آنے والی ہے اور ہمیشہ ہمیش والی زندگی تو عقبیٰ والی زندگی ہے، اس کی تیاری کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی بندگی میں رہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ. وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

”بے حیائی اور بُری باتوں سے یہ ہے روکتی
خیر کی جانب بلائے، حکم نیکی کا کرے
اور بُرے کاموں سے روکے تم کو (از روئے کتاب)“

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

بزرگانِ محترم حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلباء! آج آپ نے اکیسواں پارہ نماز تراویح میں سماعت کیا ہے اس پارے کا آغاز ہی اس بات سے ہوا ہے کہ اے نبی ﷺ آپ کی طرف جس چیز کی وحی کی جارہی ہے اس کو پڑھ کر سنایئے، پھر بطور خاص نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے قرآن کریم میں ہر جگہ نماز قائم کرنے کا ہی حکم دیا گیا ہے اقامۃ الصلوۃ یہی نہیں کہ آدمی اکیلا نماز پڑھ لے بلکہ سب مل کر نماز پڑھیں اجتماعیت اور یکسانیت کا مظاہرہ ہو جس کے لئے مسجد کا قیام امام و مؤذن کا تقرر، ان کے رہنے سہنے کا نظم واچ مین کا تقرر یہ سب اقامۃ الصلوٰۃ میں داخل ہے اور اقامۃ الصلوۃ ہی سے مسلمانوں کی شان ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دے گا نماز ایک ایسی عبادت ہے جو ہوش و حواس باقی رہنے تک معاف نہیں اس کے لئے مرد و عورت کی کوئی قید نہ غریب و امیر کی کوئی شرط بلکہ ہر ایک پر ضروری ہے بادشاہ ہو یا رعایا آقا ہو یا غلام فوجی ہو یا امیر قاضی ہو یا گواہ ہر ایک پر فرض ہے اور کسی کے لئے کوئی امتیاز بھی نہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا۔ ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

غیر مسلموں کے یہاں مندروں میں ہر کوئی نہیں جاسکتا دلت اور نیچی ذات کے ہندو، برہمنوں کے مندر میں عبادت نہیں کر سکتے ہیں لیکن اسلام میں ایسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں، ایک واقعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں ہے کہ ایک نواب صاحب جو بڑے دیندار تھے نماز پڑھ رہے تھے ایک غریب آدمی نواب صاحب کے برابر میں آکر کھڑا ہو گیا مگر اس بیچارے کی حالت خراب ہو گئی اور نواب صاحب سے

ڈرنے لگا کہ کہیں میرا کپڑا یا بدن نواب صاحب کو نہ لگ جائے اور نماز کے بعد میری گوشمالی ہو اس لئے دور ہٹنے لگا اور نواب صاحب قریب ہونے لگے کیونکہ نماز میں تھے جیسے ہی نماز ختم ہوئی وہ شخص بھاگا نواب صاحب نے اطمینان سے اپنے معمولات مکمل کئے پھر اس غریب کو بلوایا وہ سمجھا کہ میری شامت آگئی کیونکہ نواب صاحب نے بلوالیا ہے لوگوں نے اسے سمجھا دیا کہ ڈرنا نہیں بے جھجک جواب دینا چنانچہ یہ نواب صاحب کے پاس پہنچا تو نواب صاحب نے اس سے کہا کہ تو اپنے کپڑوں کو سمیٹ رہا تھا اور دور ہٹ رہا تھا نماز میں بھی تو مجھ سے ڈرتا ہے اس نے کہا میں کیوں آپ سے ڈروں میں تو اس لئے اپنے کپڑوں کو سمیٹ رہا تھا کہ کہیں آپ کی دنیاداری میرے ساتھ نہ لگ جائے تو نواب صاحب نے کہا کہ دیکھو کتنا نیک آدمی ہے اس کی تنخواہ مقرر کردینی چاہئے بہرحال نماز میں سب برابر ہیں۔

چین وسکون نماز ہی میں مل سکتا ہے

نماز کے فوائد تو بے شمار ہیں نماز ہی سے آدمی کو فلاح ملتی ہے لوگ روپئے پیسے کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہے آپ کے پاس خطیر رقم ہو اور بے آب و گیاہ میدان میں چلے جائیے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ مگر یہ روپئے پیسے آپ کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے اسی طرح کھانا پانی بھی مقصود بالذات نہیں کیونکہ بعض دفعہ کھانے سے بھی ہیضہ ہوجاتا ہے جو موت و ہلاکت کا سبب بنتا ہے بلکہ اصل مقصود راحت و آرام ہے جو نماز ہی سے حاصل ہوسکتا ہے لیکن جس طرح ہر ایک چیز کے لئے کورس اور میعاد ہوتی ہے اسی طرح نماز ہے جب اس کو ایک طویل زمانہ تک پڑھیں گے تبھی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے وہ ہے راحت وسکون اس لئے آج ساری دنیا

کوشش کررہی ہے، سامان عیش وراحت تو بہت جمع ہورہے ہیں مگر آرام وسکون کا نام بھی نہیں، بہت سے احمقوں نے سامان عیش و آرام کو راحت وسکون سمجھ لیا ہے حالانکہ تجربہ کرکے دیکھ لو سکون و آرام صرف انہیں لوگوں کو حاصل ہے جن کی زندگیوں میں دین ہے بغیر دین کے سکون نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ نماز بے حیائی اور نامعقول کاموں سے روکتی ہے تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جو آدمی نماز کا پابند ہوتا ہے وہ بے نمازی کے مقابلہ میں گناہوں کا مرتکب کم ہوتا ہے اگر تمام ارکان و شرائط کے ساتھ واجبات وسنن ومستحبات اور آداب کا لحاظ کرتے ہوئے نماز پڑھے تو صغائر یا کبائر گناہوں سے بہت حد تک بچ سکتا ہے اس لئے مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اگر نماز گناہوں سے نہ روکے تو وہ نماز ہی کیا یعنی اس طرح نماز پڑھنی چاہئے کہ اس کو بے حیائی اور برے کاموں سے روک دے اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے تو نماز پڑھنا چھوڑ دے بلکہ نماز پڑھتا رہے، حضور ﷺ سے کسی صحابی کے بارے میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ فلاں شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی کرتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب اس کی نماز اس کو چوری سے روک دیگی اسی واسطے قرآن کریم میں بیشتر مقامات پر نماز کا ذکر ہے اور مرنے کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال ہوگا کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

محشر کا دن جان کو پگھلا دینے والا ہوگا سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشین گوئی

یہ سورۂ عنکبوت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ روم کا ذکر فرمایا ہے چونکہ ہر ہر آیت کے تعلق سے عرض کرنا مقصد نہیں ہے اس لئے کسی آیت کے متعلق کچھ باتیں عرض کردی جاتی ہیں، کیوں کہ تراویح کے بعد تھکن ہو جاتی ہے، سحر میں اٹھنا ہے اور صبح اپنے کاموں میں لگنا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الٓمّٓ o غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ اہل روم قریب کے موقع میں مغلوب ہو گئے اور مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آجائیں گے۔ اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ روم اور ایران جو اس وقت کی سپر پاور حکومتیں تھیں روم کو قیصر اور ایران کو کسریٰ کہا جاتا تھا، ان دونوں ملکوں کی آپس میں جنگ چل رہی تھی رومی اہل کتاب نصرانی تھے جو مسلمانوں سے نسبتاً قریب تھے اور ایرانی مجوسی تھے، جو آگ کی پرستش کرتے تھے تو مشرک نسبتاً ان سے قریب تھے اس لئے مکہ کے مشرک یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہوں اور رومی مغلوب ہوں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کی یہ جنگ ملکِ شام کے مقام اذرعات اور بصریٰ کے درمیان ہو رہی تھی الغرض لڑائی ہوئی اور اس میں ایرانیوں کا غلبہ ہوا، رومی مغلوب ہوئے ، یہاں تک کہ قسطنطنیہ کو بھی فتح کرلیا، اور اپنی عبادت کے آتش کدے بھی تعمیر کئے اور یہ فتح کسریٰ پرویز کی آخری فتح تھی اس کے بعد اس کا زوال شروع ہوا اور پھر مسلمانوں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوا۔

اس واقعہ پر مشرکین مکہ نے خوشیاں منائیں اور مسلمانوں کو عار دلائی کہ جس کو تم چاہتے تھے، وہ ہار گئے، اور جس طرح رومی اہل کتاب ایرانی آتش پرستوں کے

مقابلہ میں شکست کھا گئے اسی طرح ہمارے مقابلہ میں تم کو شکست ہوگی، اس سے مسلمانوں کو رنج ہوا قرآن کریم کی ابتدائی آیتیں اسی واقعہ کے تعلق سے نازل ہوئیں جن میں یہ پیشین گوئی اور بشارت دی گئی کہ چند سال بعد ہی روم فارس پر غالب آجائے گا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب آیتیں سنیں تو مشرکین کے مجمعوں اور بازاروں میں اعلان کردیا کہ تم کو زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے تین سال کے بعد رومی پھر غالب آجائیں گے۔

مشرکین مکہ میں سے ابی بن خلف نے مقابلہ کیا اور کہا تم جھوٹ بولتے ہو ایسا ہرگز نہیں ہوگا، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دشمن خدا تو ہی جھوٹا ہے اور میں تو اس پر شرط لگانے کے لئے تیار ہوں کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں پر غالب نہ آجائیں تو میں دس اونٹنیاں تجھے دوں گا، ابی بن خلف نے یہ شرط منظور کرلی پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو تین سال نہیں کہا تم جاؤ اور اس طرح کہو کہ ۹ سال میں اگر رومی ایرانیوں پر غالب نہ آئے تو میں بجائے دس اونٹنیاں دینے کے سو اونٹنیاں دوں گا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گئے اور ابی بن خلف سے کہا تو ابی بن خلف نے اس شرط کو قبول کرلیا اور بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پیشتر پیش آیا اور سات سال پورا ہونے پر روم فارس پر غالب آگئے۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غزوۂ بدر میں مشرکین پر عظیم الشان فتح نصیب فرمائی اس وقت ابی بن خلف مر چکا تھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے وارثوں سے شرط کے مطابق سو اونٹنیاں لیں اور نبی اکرم ﷺ کے پاس لے گئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان اونٹنیوں کو صدقہ کردو۔ هٰذَا السُّحْتُ تَصَدَّقَ بِهٖ ۔ یہ تو حرام ہے اس کو صدقہ کردو۔

ایک شبہ کا ازالہ

آج کل بعض موقعوں پر دوطرفہ مقابلہ کرتے ہیں اور شرطیں لگاتے ہیں یہ جوا ہے جو بنصِ قرآنی جائز نہیں یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔لوگ آپ سے جوے اور شراب کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ تھوڑا بہت نفع ہے وَاِثْمُهُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا۔اوران دونوں کا گناہ نفع سے بڑھا ہوا ہے حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو معاملہ کیا آخر وہ بھی تو قمار اور جوے کی ایک شکل تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تک یہ شکل حرام نہیں تھی۔اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے صدقہ کا حکم فرمایا وہ اس بنیاد پر کہ ان کے بلند مرتبے کے مناسب اور شایان شان یہ چیز نہیں تھی کہ جس طرح شراب کے حرام ہونے سے پہلے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب نہیں پی اسی طرح ناجائز لقمہ بھی نہیں کھایا، اس سورۃ کے اندر اللہ تعالیٰ نے بہت سی اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں اسی طرح یہ بھی ذکر کیا گیا کہ دنیا میں جو بڑی بڑی آفتیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ انسان کی بداعمالیوں اور کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ ، خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہوگیا لوگوں کے اعمال کی وجہ سے دنیا میں جو فسادات ہوتے ہیں انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کا اثر صرف اسی کی حد تک نہیں رہتا بلکہ اس کے اثرات دیگر انسانوں حتی کہ جانوروں اور سمندروں کی مخلوقات تک پہنچتے ہیں اس لئے یہ سب قیامت کے دن دعوے کریں گے۔

شفیق زاہد ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام مال کھاتا ہے صرف ایک آدمی پر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ دیگر انسانوں پر بھی ظلم کرتا ہے کیونکہ معاشرے میں ایک ظلم سے دوسرے ظلم کی بنیاد پڑتی ہے اور یہ سلسلہ ساری انسانیت پر محیط ہوتا ہے دوسرے اس ظلم کی وجہ سے جو آفتیں اور مصیبتیں دنیا میں آتی ہیں اس سے سبھی متاثر ہوتے ہیں۔

سورۂ لقمان

اس سورۃ کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۂ لقمان کا ذکر فرمایا ہے اس میں بھی بہت سی چیزیں ذکر کی گئی ہیں دو تین باتیں آپ لوگوں کے سامنے عرض کرتا ہوں۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور بعض آدمی ایسا بھی ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والی ہیں تاکہ اللہ کی راہ یعنی دین حق سے بے سمجھے گمراہ کردے۔

اس آیت کا شان نزول ایک خاص واقعہ ہے کہ نضر بن حارث مشرکین میں سے ایک بڑا تاجر تھا اور تجارت کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا شاہان عرب وعجم وغیرہ کی قصہ کہانیوں کی کتابیں لاتا اور مشرکین مکہ سے کہتا کہ محمد ﷺ عاد وثمود وغیرہ کے واقعات سناتے ہیں میں تمہیں ان سے بہتر رستم اور اسفندیار اور دوسرے شاہان فارس کے قصے سناتا ہوں یہ لوگ اس کے قصے کو بڑے ہی شوق اور رغبت کے ساتھ سنتے کیونکہ ان قصوں میں کوئی عمل کی چیز تو تھی نہیں جس کی محنت اٹھانی پڑتی اس لئے بہت سے مشرکین جو قرآن کریم کو چوری چھپے سنا کرتے تھے ان کو قرآن سے اعتراض کا ایک بہانہ ہاتھ آگیا۔اور بعض روایتوں میں ہے کہ حارث ایک لونڈی لایا جو لوگ

قرآن سننے کا ارادہ رکھتے ان کے پاس یہ لونڈی بھیجتا اور کہتا کہ محمد ﷺ تم کو قرآن سناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز پڑھو وغیرہ وغیرہ آؤ میں تم کو گانا سنواتا ہوں۔ اس وقت قرآن کریم کی یہ سورۃ نازل ہوئی۔

ہر لہو ولعب باطل ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی ایسے کام کرتا ہے جو نماز روزے سے غافل کردے اور اللہ کے راستے سے ہٹادے وہ سب لہوالحدیث میں داخل ہیں اور از روئے شریعت ناجائز ہے چنانچہ مفسرین نے بیان کیا لہوالحدیث میں وہ تمام امور شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور یاد سے غفلت میں ڈالیں اس میں غناء مزامیر بھی داخل ہیں اور بیہودہ قصے کہانیاں بھی۔

ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کُلُّ شَيءٍ مِّنَ اللَّهُوِ الدُّنُیَا بَاطِلٌ اِلَّاثَلاثٌ اِنُتَضالَکَ بِقَوُسِکَ وَتَاُدِیُبَکَ لِفَرُسِکَ وَمُلاعِبَتِکَ لِاَهُلِکَ فَاِنَّهُنَّ مِنَ الُحَقِّ، دنیا کا ہر لہو باطل ہے مگر تین چیزیں ایک یہ کہ تم تیر کمان سے کھیلو دوسرے اپنے گھوڑے کو سدھارنے کے لئے کھیلو تیسرے اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کرو جو کام حقیقۃً ہوں یعنی نہ دینی فائدہ ہو نہ دینیوی فائدے ہوں وہ سب مذموم اور برے ہیں اس لئے ان سب چیزوں سے خود بھی بچیں اور اپنے بچوں کو بھی بچائیں تا کہ آنے والی نسل خراب نہ ہو۔

حضرت لقمان علیہ السلام نبی تھے یا نہیں

اس سورۃ میں حضرت لقمان علیہ السلام کی نصیحتیں اور حکمتیں بھی ذکر کی گئی ہیں، ایک یہ بھی بحث ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نبی تھی یا نہیں تو اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ

حضرت لقمان حکیم اور ولی تھے نبی نہیں تھے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں شرعی مسئلے بھی بتایا کرتے تھے مگر جب حضرت داؤد علیہ السلام نبی بنائے گئے تو انہوں نے فتوے دینے چھوڑ دئے اور یہ فرمایا کہ اب میری ضرورت نہیں رہی ان کے تعلق سے ایک عجیب وغریب روایت یہ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت اور حکمت پیش کی اور اختیار دیا جس کو چاہیں قبول کرلیں! حضرت لقمان علیہ السلام نے حکمت کو اختیار کیا لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو اختیار دیا گیا تھا تو آپ نے کیوں نبوت کو اختیار نہیں کیا؟ فرمایا کہ نبوت بہت بڑا منصب ہے اس کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اگر میں خود سے اختیار کرتا تو مجھے خود ہی ذمہ داریاں نبھانی پڑتیں، نبوت اختیاری نہیں ہے بلکہ نبوت من جانب اللہ عطا ہوتی ہے اور حضرت لقمان نے اپنے بیٹوں کو بڑی عجیب عجیب نصیحتیں فرمائی ہیں ایمان وتوحید کو مضبوطی سے پکڑے رہنے اور شرک وبت پرستی سے بچتے رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

پانچ چیزوں کا علم

اس سورت کی اخیر آیت میں مفاتیح غیب کا تذکرہ کیا گیا ہے اِنَّ اللّٰہَ عِنُدَہٗ عِلُمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الُغَيُثَ وَيَعُلَمُ مَافِى الُاَرُحَامِ وَمَاتَدُرِیُ نَفُسٌ مَّاذَا تَكُسِبُ غَدًاوَمَاتَدُرِیُ نَفُسٌ بِاَيِّ اَرُضٍ تَمُوُتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيُمٌ خَبِيُرٌ ۔ بلاشبہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اللہ ہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹوں میں ہے اور کسی نفس کو نہیں معلوم کہ کل وہ کیا عمل کرے گا اور کسی نفس کو نہیں معلوم کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی خبر رکھنے والے ہیں۔

مطلب اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور نبیوں کو بھی نہیں دیا ہے جس طرح جنت، دوزخ اور حشر ونشر کے متعلق بہت سی

مغیبات کا علم مکمل طور پر اللہ تعالی کو ہے جو ساری ہی مخلوق کو حاوی ہے اور حالات و واقعات کے ہر ہر جز سے اللہ تعالیٰ واقف ہے اب یہ شبہ کہ بعض دفعہ کوئی ولی اور نیک انسان یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں دن بارش ہے اور ہو جاتی ہے یہ کرامت ہے اسی طرح نجومی بھی بعض دفعہ خبر دیتے ہیں ان کی باتوں پر بھروسہ نہ کریں کیوں کہ یہ لوگ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں۔اور آج کل الٹرا ساؤنڈ کے ذریعہ یہ بتایا دیا جاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی یہ بھی علم ہے اور جدید سہولیات کے مطابق جدید آلات کے ذریعہ اندر کا عکس کمپیوٹر اور اسکیننگ سے معلوم ہو جاتا ہے یہ فنون سے تعلق رکھتے ہیں کہ آثار اور شواہدات کی بنیاد پر مشین یا کمپیوٹر کچھ بتا دیتا ہے اس لئے ان سب باتوں کو لے کر آیت کریمہ پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ الٹرا ساؤنڈ زیادہ سے زیادہ یہ بتا سکتا ہے کہ پیٹ میں لڑکی ہے یا لڑکا لیکن یہ نہیں بتا سکتا کہ پیدا ہونے والا کس صفت پر ہوگا اس کے اخلاق کیسے ہوں گے اس کی عمر کتنی ہوگی یہ سب علم اللہ ہی کو ہے واقعہ کے کسی ایک جز کو کسی آلہ اور وسیلے کے ذریعے جان لینے کا نام علم غیب نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن فہمی عطا فرمائے شرک سے حفاظت فرمائے آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

موت برحق ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَقَالَ تَعَالٰی اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَایَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَایَسْتَقْدِمُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

''موت کا ہر نفس کو چکھنا ہے اکدن ذائقہ
حشر میں پورا دیا جائے گا اجر اعمال کا''

''آ پہنچتا ہے جب ان کا وقت، تو پھر وقت سے
اک گھڑی بھی آگے پیچھے وہ نہ ہونے پائیں گے''

لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے   اپنی خوشی آئے تھے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے   پر کیا کریں، جو بے دل لگی چلی چلے

معزز حاضرین کرام! آج آپ نے تراویح میں سورہ یونس بھی سماعت فرمائی جس میں سے ایک آیت آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہے۔ دوستو! دنیا میں اگر کسی چیز پر مکمل اتفاق ہے تو اس پر کہ موت کا آنا برحق ہے کوئی بھی انسان ایسا نہیں ملے گا جو اس سے اختلاف رکھے، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم، جب موت پر سب کا اتفاق ہے تو غور کرنے کی ضرورت ہے کہ موت کے بعد آنے والی زندگی کا کیا حال ہوگا، کیا انسانوں کو یوں ہی پیدا کر دیا گیا اس کا کوئی مقصد نہیں؟ اتنا بڑا کارخانۂ عالم یوں ہی پیدا کر دیا گیا، زمین وآسمان چاند سورج آخر کیوں پیدا کئے گئے؟ جتنے بھی ذی روح ہیں ہر ایک کو موت کا مزہ چکھنا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ اور کتنا ہی بڑا انسان کیوں نہ ہو، موت سے کسی کو مفر نہیں اور ایک منٹ کی مہلت بھی نہیں فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ تو جس وقت ان کی میعاد معین آجائے گی، نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کبھی مرتا نہیں، اس دنیا میں آنے سے پہلے عالم ارواح میں پھر عالم دنیا میں پھر عالم برزخ میں پھر عالم آخرت میں، جنتی ہے تو جنت میں، دوزخی ہے تو دوزخ میں، تو انسان کی منزلیں اور اس کی جگہیں منتقل ہوتی رہتی ہیں انسان کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا نائب اور خلیفہ بنایا ہے اور اس کے اندر بڑے جوہر رکھے اور بار امانت اسی کے سپرد کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ ہم نے بار امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو سب نے

اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا، اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان نے اٹھا لیا بلاشبہ انسان بڑا ہی ظالم اور نادان ہے، ایک دوسرے موقع پر قرآن کی عظمت کو اس طرح بیان کیا گیا لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ اگر قرآن کو ہم پہاڑ پر اتارتے تو پہاڑ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اس قرآن کا حامل انسان کو بنایا گیا، لیکن انسان پر شہوات ونفسانیت کا غلبہ ہے اس لئے اس پر اتنا تاثر نہیں ہوتا۔

غیبت کے نقصانات

میں موت کے تعلق سے عرض کر رہا ہوں کہ موت کا آنا برحق ہے جس میں کسی کو ریب اور شک کی گنجائش نہیں اگر دنیا میں کسی کو رہنے کا حق تھا تو وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شخصیات تھیں، لیکن موت سے ان کو بھی رستگاری نہیں کیونکہ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے، عقلمند وہ شخص ہے جو دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرلے اور ایسے کارنامے انجام دے کہ مرنے کے بعد بھی لوگ اس کو یاد کریں اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے یہ بھی بتاتا چلوں کہ آدمی میں برائیاں بھی ہوتی ہیں اور اچھائیاں بھی، لیکن جو آدمی دنیا سے چلا گیا اس کی صرف خوبیاں ہی بیان کرنی چاہئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے اَلْغِيْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَاءِ۔ غیبت زنا سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ زنا کرنے کے بعد آدمی اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ معاف کریں گے مگر غیبت کرنے والے کی توبہ اسی وقت قبول ہوگی جب کہ وہی شخص معاف کرے جس کی غیبت کی گئی ہے اور جو شخص مرگیا اس سے کیسے معافی مانگ سکتے ہیں؟ حدیث میں غیبت کی تعریف یہ کی گئی ہے اَلْغِيْبَةُ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ.

غیبت اسے کہتے ہیں کہ تم اپنے بھائی کی ایسی بات کا ذکر کرو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے یعنی اس کے کسی عیب کو بیان کرو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر ہم ایسی بات بیان کریں جو اس میں موجود ہے تو کیا یہ بھی غیبت ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہی تو غیبت ہے، اگر اس میں وہ برائی ہے ہی نہیں جو تم نے بیان کی ہے تو یہ تہمت اور بہتان ہے جو اس پر تم نے باندھا۔

قرآن کریم میں غیبت کرنے والے کو مردار خور سے تعبیر کیا گیا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. اور تم میں کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ. کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تم خود ہی اس کو ناپسند کروگے۔ اس لئے کسی کی غیبت نہیں کرنی چاہئے جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کا تو فائدہ ہی فائدہ ہے کیونکہ جتنی اس کی غیبت کی جاتی ہے اتنے ہی اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور غیبت کرنے والے کا نامۂ اعمال سیاہ اور کالا ہو جاتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پڑوسی تھا جو امام صاحب کو بہت برا بھلا کہا کرتا تھا اور امام صاحب اس کو تحفہ دیا کرتے تھے، اس کو شرم آئی کہ میں تو گالیاں دیتا ہوں اور یہ مجھے تحفے دے رہے ہیں، چنانچہ اس نے گالیاں دینی بند کر دیں، تو حضرت امام صاحب نے اسے تحفہ دینا بند کر دیا، اس نے کہا کہ حضرت جب میں آپ کو گالی دیا کرتا تھا تو آپ تحفے دیتے تھے جب گالی دینی بند کر دیں تو آپ نے تحفے دینا بند کر دیئے؟ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تو مجھے گالیاں دے رہا تھا تو مجھے نیکیاں مل رہی تھیں اسلئے میں تجھے تحفہ پیش کر رہا تھا، جب تو نے نیکیاں بند کر دی تو میں نے بھی تحفہ بھی دینا بند کر دیا۔

موت کی جگہ اور وقت کا کسی کو علم نہیں

دوستو! دنیا میں جو شخص اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلتا ہے مرنے کے بعد اسی کے لئے کامیابی مقدر ہے۔ میں چھوٹا تھا تو میری بستی چرتھاول میں ایک حاجی عبدالمجید تھے، سرکاری ملازمت کرتے تھے، ریٹائرڈ ہو کر بستی میں آگئے، میں مدرسے سے جب گھر جایا کرتا تھا تو حاجی صاحب میری دعوت کیا کرتے تھے میں بہت چھوٹا تھا بمشکل دس گیارہ سال عمر رہی ہوگی۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی محبت سے پیش آتے تھے، میرے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ یہ بچہ ہے کیوں زحمت کرتے ہیں؟ جب ان کا انتقال ہوا میں گنگوہ میں زیر تعلیم تھا والد صاحب نے خط لکھا کہ حاجی عبدالمجید صاحب کا انتقال ہوگیا مجھے بہت افسوس ہوا۔ خیر حاجی صاحب کے لئے ایصال ثواب کیا۔

چند دن گذرے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کالی شیروانی اور پگڑی جو زندگی میں پہنا کرتے تھے اسی لباس میں آرہے ہیں سلام دعا کے بعد میں نے کہا کہ حاجی صاحب آپ کا تو انتقال ہوگیا یہاں کیسے آگئے؟ تو حاجی صاحب نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں سبحان اللہ! موت کا کسی کو علم نہیں کہ کب آجائے اور نہ معلوم کہ کون کس جگہ مرے گا۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ. ''اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ وہ کس سرزمین میں مرے گا۔''

راستہ میں چلتے چلتے کوئی گاڑی آگئی اس سے ٹکرا کر مرگیا۔ ہارٹ اٹیک ہوا اور مرگیا اور آج کل تو اور بھی زیادہ اسباب اموات بڑھتے چلے جارہے ہیں۔

حاجی عبدالباسط مرحوم کا تذکرہ

عرصہ ہوا مجھے بنگلور آئے ہوئے پھر یہاں دارالعلوم محمدیہ قائم ہوا اور ہمارے الحاج عبدالباسط مرحوم اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ انسان کے اندر اچھائی بھی ہوتی ہے اور برائی بھی اسی کا نام انسان ہے اگر انسان سے برائی نہ ہو تو وہ انسان ہی نہیں، بلکہ فرشتہ ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ خَطَاءٌ وَخَیْرُ الْخَطَّائِیْنَ التَّوَّابُوْنَ. سارے ہی انسان گنہگار ہیں اور بہترین خطاوار وہ ہے جو خطا ہونے کے بعد توبہ کرلے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر تم سے گناہ اور خطا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائیں گے جو غلطی کریں گے۔ اور توبہ کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے خالص توبہ کرو۔ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ. اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کیں اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہوؤ، خیر میں الحاج عبدالباسط صاحب مرحوم بہترین انسان تھے جب ان کا انتقال ہوا تو میں یہاں موجود نہیں تھا دہلی میں تھا تقریباً سترہ اٹھارہ دن کے بعد میں بنگلور آیا رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا تھا فجر کے بعد دارالعلوم محمدیہ کے احاطہ میں ایک کمرہ تھا میں وہاں سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ حاجی عبدالباسط لال رومال اوڑھے ہوئے اور اپنے مخصوص لباس میں آرہے ہیں، اور قدیم مسجد کا جو برآمدہ تھا اس میں آکر بیٹھ گئے میں نے کہا کہ حاجی صاحب آپ کا تو انتقال ہو گیا آپ کیسے آگئے تو انہوں نے کہا کہ میں یہ دیکھنے کے لئے آیا ہوں کہ آپ لوگوں نے مدرسہ کا چندہ کیا ہے یا نہیں؟ انسان دین کے کام میں لگتا ہے تو اللہ

تعالیٰ مرنے کے بعد بھی اس کے مقام کو اتنا بلند کرتا ہے کہ دین کی فکر لگی رہتی ہے میں نے خواب ہی میں نواب صاحب سے کہا کہ نواب بھائی بتائیے کہ ہم لوگوں نے کتنا چندہ جمع کیا ہے ابھی وہ بتا رہے تھے کہ اسلم بھائی آگئے اور کہا کہ حضرت نو بج گئے اور ابھی تک آپ اٹھے ہی نہیں۔

ایک خواب اور بھی ذکر کئے دیتا ہوں کہ ہمارے ایک بڑے خاص آدمی تھے قریب ہی میں ان کا گھر ہے مدرسہ میں آکر اکثر بیٹھا کرتے تھے، ان کا نام الحاج ناصر تالو میمن تھا بڑے مالدار اور صاحب ثروت آدمی تھے مجھے جب کبھی پیسے کی ضرورت پیش آتی تو انہیں سے قرض لیا کرتا تھا، ایک مرتبہ میں نے ان سے بڑی رقم لے لی اور اس کے کچھ دنوں بعد ان کا انتقال ہو گیا تو میں نے ان کے گھر والوں سے کہا کہ ناصر بھائی کی اتنی رقم میرے پاس ہے جب انتظام ہو جائے گا تو میں ادا کردوں گا پھر میں کسی کام سے دہلی چلا گیا تو ایک رات خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ ناصر بھائی آرہے ہیں، میں نے ناصر بھائی سے کہا کہ آپ کا تو انتقال ہو گیا پھر کیسے آگئے؟ تو انہوں نے کہا کہ میری رقم جو آپ کے پاس ہے اسکی میرے فرزند ناہید کو سخت ضرورت ہے آپ برائے مہربانی ادا کریں میں نے کہا کہ جلد ہی ادا کردوں گا پھر صبح ہی میرے بڑے فرزند ڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی سلمہ، کا فون آیا کہ رات ناصر صاحب کے صاحبزادے آئے تھے اور پیسوں کے لئے کہہ رہے تھیں سبحان اللہ کیسا سچا خواب تھا۔

اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے

مومن جب دنیا سے جاتا ہے، اس کے پڑوسی جو اس سے پہلے جا چکے ہوتے ہیں وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے گھر والوں کا کیا حال ہے ہمارا لڑکا کیا کاروبار

کررہا ہے؟ اوراصل زندگی تو وہی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا **اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ.** اے اللہ دنیا کا آرام کچھ نہیں اصل عیش وآرام تو آخرت کا ہے، یعنی اصل زندگی اور حقیقی جینا تو آخرت ہی کا جینا ہے میرے پیرومرشد حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو درجات عالیہ مرحمت فرمائے نماز پڑھ رہے تھے آخری رکعت کے آخری سجدے میں حضرت کا وصال ہوا میں اس وقت افریقہ میں تھا حافظ عبدالباری حبانی صاحب کا فون گیا کہ حضرت کا انتقال ہوگیا، بڑا غم ہوا کہ جنازے میں بھی شرکت نہ کرسکا اخیر وقت میں دیدار بھی نہیں ہوسکا پھر جب ہندوستان آیا تو بڑی خواہش تھی کہ حضرت کو خواب میں دیکھ لوں کیا حال ہے؟

چنانچہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضرت بالکل جوان ہیں حالانکہ بوڑھاپے میں انتقال ہوا تھا میں دوڑا ہوا آیا اور عرض کیا حضرت آپ کا تو انتقال ہوگیا تھا آپ کیسے تشریف لائے؟ تو فرمایا کہ تم بار بار یاد کررہے تھے، میں نے عرض کیا حضرت مجھے یہ بتائیے کہ آپ کہاں رہتے ہیں اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا تو حضرت نے فرمایا میرے پیچھے پیچھے آتے رہو حضرت ایک جگہ پر لے گئے وہاں ایک بڑا خوبصورت فرش لگا ہوا تھا تو حضرت نے صندوق کی طرح کوئی چیز اٹھائی اور کہا کہ اس میں جھانک کر دیکھو میں نے جھانک کر دیکھا تو بہت عالیشان محل نظر آیا میں نے کہا کہ حضرت یہ تو بہت ہی شاندار محل ہے اس میں آپ رہتے ہیں؟ فرمایا کہ نہیں اس میں میرے دادا مفتی بشیر صاحب رہتے ہیں میں نے عرض کیا حضرت آپ کہاں رہتے ہیں؟ فرمایا آؤ، میں چلا پھر ایسے ہی زمین سے ایک ڈھکن اٹھایا میں نے کہا کہ حضرت یہ بھی بہت عالیشان محل ہے یہ کس کا ہے؟ فرمایا یہ میرے والد مولانا عبد الباری صاحب کا ہے میں نے کہا کہ حضرت میں تو آپ کی جگہ دیکھنا چاہتا ہوں پھر

یکا یک منظر بدل جاتا ہے اور حضرت حاذق الامتؒ خانقاہ رشیدیہ گنگوہ میں پہنچ جاتے ہیں جہاں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھا کرتے تھے، وہاں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مجھے یہاں بھیج دیا گیا ہے کہ تم یہاں رہو اس وقت پتہ چلا کہ حضرت کو امام ربانی کا مقام ومرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے محبت کی، آدمی دنیا میں جیسے لوگوں کے ساتھ محبت کرے گا آخرت میں انہیں جیسے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ فارسی کا مقولہ ہے ''تاثیر صحبت لازم است'' کہ صحبت کا اثر لازم اور ضروری ہے کسی فارسی شاعر نے کہا ہے۔ ''صحبتِ صالح ترا صالح کند، صحبتِ طالح ترا طالح کند''۔ اچھوں کی صحبت اور ہم نشینی تجھے اچھا کردے گی، اور بروں کی صحبت تجھے برا بنادے گی۔

ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں جنت میں پہنچ کر بھی کیا کروں گا جب آپ کا دیدار اور زیارت ہی نہ ہوسکے گی کیونکہ آپ کا مقام ومرتبہ تو بہت بلند ہے حضور ﷺ نے فرمایا آخرت میں اسی کے ساتھ حشر ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی۔ اور آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ. وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا.** جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے تو یہ انہیں لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ اور یہ لوگ کیسے اچھے رفیق ہیں۔

روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو جادوگر مقابلہ کرنے کے لئے گئے تھے ان کا ظاہر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تھا، یعنی ان کا لباس وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے محض لباس کی شباہت کی بدولت ان سب کو ایمان کی دولت سے نواز دیا۔

آخر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اندر کیا چیز تھی کہ بعد میں آنے والے چاہے کتنے ہی بڑے ہی متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو جائیں کتنا مال راہ خدا میں خرچ کیوں نہ کردیں مگر صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ کو ہرگز نہیں پا سکتے یہ حضور ﷺ کی صحبت اور عشق و محبت کا نتیجہ تھا جو اونٹوں کو چرایا کرتے تھے اور ایسی قوم کے افراد تھے کہ ان پر کوئی حاکم بننا نہیں پسند کرتا تھا، یعنی اتنے جھگڑالو تھے مگر جب ان کو ایمان کی دولت ملی اور حضور اکرم ﷺ کی برکت اور صحبت سے مشرف ہوئے تو ساری دنیا کی سرداری اور حکومت ان کے ہاتھوں میں آگئی۔

اور ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سینکڑوں ہزاروں عجمیوں کو سدھار دیا اور اپنی ایک ایسی تاریخ رقم کردی کہ جس کی نظیر نہیں کسی شاعر نے کتنی اچھی منظر کشی کی ہے۔

جو نہ تھے خود راہ پر اوروں کے رہبر گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

یہ صرف اور صرف صحبت ہی کا اثر اور نتیجہ تھا۔ دوستو! بہرحال موت سر پر تیار ہے آخرت کی تیاری کرلو تا کہ اس فانی دنیا میں رہنا بھی کامیاب ہو اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو۔ اللہ ہم سب کو نیک لوگوں کی صحبت عطا فرمائے آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

شریعت کی نظر میں مرد و عورت کا مقام

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

"بالیقیں مردانِ مسلم اور مسلماں عورتیں
مرد ایماندار اور ایماں دار (بہتر) عورتیں،

اور وہ (سب) مرد جو ہیں کرنے والے بندگی
عورتیں وہ، بندگی کرتی ہیں جو (اللہ کی)
اور سچے مرد، (صادق) اور سچی عورتیں
مرد جو صابر ہیں، اور صابر ہیں جتنی عورتیں،
عورتیں اور مرد جو ڈرتے ہیں (رب سے سربسر)
اور مخیرّ عورتیں اور مرد، (عقبیٰ در نظر)
روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں (ہر دور میں)
شرمگاہوں کے محافظ جو ہیں مرد اور عورتیں
اور خدا کو یاد کرنے والے مرد اور عورتیں،
(وہ بھی) کثرت سے (تو پیغمبر یہ مژدہ دو انہیں)
رکھی ہے تیار حق نے مغفرت ان کے لئے
(اور علاوہ اس کے) وہ اجرِ گراں تر پائیں گے"

ایک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور　　کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں لہو سرد
نے پردہ، نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی　　نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

حضرات گرامی! آج آپ حضرات نے نماز تراویح میں سورۂ احزاب سماعت فرمائی ہے اس سورۂ میں غزوۂ احزاب کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اس غزوہ کا ایک نام غزوۂ خندق بھی ہے غزوہ کہتے ہیں کفار کے خلاف مسلمانوں کی وہ لڑائی جس میں نبی کریم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی ہو۔ ۵ھ میں کفار مکہ اور آس پاس

کے قبائل نے مل کر دس ہزار کا ایک لشکر جرار لے کر مسلمانوں کے استیصال کے لئے مدینہ پر چڑھائی کی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے ایک بڑی خندق کھودی گئی کچھ کم وبیش ایک مہینہ تک محاصرہ رہا قاعدہ جنگ کی نوبت نہیں آئی اور کفار بے نیل ومرام واپس لوٹے اس کے بعد کفار کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت و ہمت نہیں ہوئی اس سورۃ کے اندر مسلمانوں اور منافقوں کی حالت کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے اور بنو قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اس کا بھی تذکرہ ہے اسی طرح یہ ذکر ہے کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں تو اہل بیت سے ازواج مطہرات مراد ہیں اس میں حضرت فاطمہ وحسنین وعلی رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں جیسا کہ حدیث میں اس کی صراحت ہے اور حضرت زید اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح وطلاق کا تذکرہ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ختم نبوت کا تذکرہ ہے پھر آگے چل کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعدد ازواج کا بیان اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح جائز نہیں کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قبر میں حیات ہیں اور ازواج مطہرات قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی مائیں ہیں، پھر پردے کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ میں نے اس سورت میں سے ایک ایسی آیت کا انتخاب کیا ہے جو اپنی نوعیت کی ایک ہی آیت ہے قرآن کریم میں ہر جگہ احکام میں عورتوں کو مردوں کے تابع کر دیا گیا ہے ہاں اگر ان کا مخصوص کوئی حکم ہے تو اس حکم کو الگ ذکر کیا گیا اور قرآن میں سوائے حضرت مریم کے کسی اور عورت کا صراحتاً ذکر نہیں کیا گیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کسی باپ کی طرف نہیں ہے اس لئے صراحتاً ماں کا ذکر کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم پر لوگوں نے بہتان باندھا تھا کہ بغیر باپ کے بیٹا کیسے پیدا ہو گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگی اور عفت کو بیان

کرنے کیلئے پوری ایک سورۃ مریم نازل فرمائی، حالانکہ عورتوں کا ذکر اگر ہوتا تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہوتا لیکن قرآن مجید کی یہ خصوصیت ہے کہ خاص وجوہات کی بنا پر کسی کا تذکرہ آیا ہے جیسے منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات کے ذریعے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا اظہار فرما دیا۔

فضیلت وبرتری اعمالِ صالحہ کی بنیاد پر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جمیع الطبع بنایا ہے یعنی تنہائی کی زندگی اسے پسند نہیں وحشت ہوتی ہے انسان کا کوئی مونس وغمخوار بھی ہونا چاہئے سکون قلب کیلئے کسی ایک کا ساتھ میں رہنا بھی ضروری ہے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور جنت میں تنہا رہنے لگے تو ان کی خواہش اور تمنا ہوئی کہ کوئی انسان مل جائے بات چیت کرے سکون قلب حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ نے انکی بائیں پسلی سے حضرت اماں حواء کو پیدا فرما دیا۔ انہیں دونوں سے نسل شروع ہوئی کل روئے زمین پر جتنے بھی انسان بستے ہیں سب آدم و حواء علیہما السلام ہی کے بیٹے بیٹی ہیں ارشاد ربانی ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى۔ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا۔ میں نے شروع میں جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اس میں مردوں اور عورتوں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں فضیلت وبرتری ''مذکر ومؤنث مرد وعورت'' ہونے کی بنیاد پر نہیں بلکہ اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہے۔ کتب حدیث میں اسکا شان نزول یہ ذکر کیا گیا ہے کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں ہی کا ہر جگہ قرآن کریم میں ذکر فرماتے ہیں انہیں کو مخاطب کرتے

ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ہم عورتوں میں کوئی خیر ہی نہیں ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عبادات بھی قبول نہ ہو؟ تو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی دلجوئی کی خاطر یہ آیت نازل فرمائی جس میں دس اوصاف ذکر کئے گئے ہیں انہی اوصاف کے متعلق قدرے گفتگو کرتا ہوں۔

جو حکم مردوں کو وہی حکم عورتوں کو

یوں تو قرآن کریم میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ ہے وہیں حضرت حواء کا ذکر آیا جہاں حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ آیا وہیں ان کی بیوی کا ذکر ہے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر آیا وہیں ان کی بیوی کو ''وامرأۃ لوط'' کہہ کر ذکر کیا گیا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا اسی جگہ ان کی ماں کا ام موسیٰ کہہ کر صراحتاً ذکر آیا جہاں فرعون کا تذکرہ وہیں حضرت آسیہ کا تذکرہ کیا گیا لیکن جب نمبر آتا ہے احکام کا مثلاً نماز روزہ حج وغیرہ تو عورتوں کو مردوں کے تابع کر کے ذکر کیا گیا قرآن کریم میں احکام سے متعلق کل پانچ سو آیتیں ہیں اور احادیث کل تین ہزار ہیں جن میں احکام کا تذکرہ کیا گیا ہے جو حکم مردوں کو دیا گیا وہی حکم عورتوں کے لئے بھی ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. اے ایمان والو! قُوْمُوْا کھڑے ہو جاؤ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ. نماز قائم کرو۔ لیکن اس آیت میں عورتوں کا بھی مردوں کے ساتھ ذکر کیا گیا اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ اسلام کے کام کرنے والے مرد اسلام کے کام کرنے والی عورتیں وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ایماندار مرد ایماندار عورتیں۔ پتہ چلا کہ جس طرح مرد مسلمان ہو سکتا ہے اسی طرح عورتیں بھی مسلمان ہو سکتی ہیں۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو عورتوں میں بھی سب سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْقٰنِتٰتِ جس طرح

عبادت گذار اور اطاعت شعار مرد ہو سکتا ہے اسی طرح عورت بھی ہو سکتی ہے مردوں میں اگر حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا نام زہد و عبادت میں مشہور ہے تو عورتوں میں حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا ان سے کم نہیں، محدثین کرام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بڑی کثرت سے روایات نقل کرتے ہیں تو وہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایتیں نقل فرماتے ہیں۔ پتہ چلا کہ صرف ابو ہریرہ محدث نہیں بلکہ حضرت عائشہ بھی محدثہ ہیں قرآن کریم کے حافظ جس طرح صحابہ کرام تھے اسی طرح صحابیات بھی تھیں آگے فرمایا وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ راست باز مرد اور راست باز عورتیں اس سے صرف زبان کا سچا ہونا مراد نہیں ہے بلکہ عمل کا بھی سچا ہونا مراد ہے جس طرح مرد کے اندر یہ اوصاف پائے جاسکتے ہیں اسی طرح عورت کے اندر بھی یہ اوصاف پائے جاسکتے ہیں وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اگر مردوں میں حاتم طائی کا نام سخاوت کی دنیا میں لیا جاتا ہے تو عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے اپنا پورا مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام کے لئے نچھاور کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فقیروں اور مسکینوں میں خرچ کیا وَالصَّآئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ روزے دار مرد اور روزے دار عورتیں بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ عورتیں ہی مردوں سے زیادہ روزہ رکھتی ہیں اکثر سنن و نوافل کے روزے عورتیں ہی رکھتی ہیں وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں جو اذکار مفروضہ کے علاوہ اذکار نافلہ کو بھی ادا کرتے ہیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا

اللہ نے ان سب مرد و عورت کیلئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے صرف ایک منصب ہے کہ عورت کو جمہور علماء کے مذہب پر حاصل نہیں ہو سکتا اور وہ ہے منصب نبوت ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ نبوت و رسالت کے منصب عظمیٰ پر مردوں کو ہی فائز کیا گیا۔ یوں تو جھوٹا دعویٰ کرنے والے جس طرح مرد ہوئے اسی طرح عورتوں نے بھی دعویٰ کیا۔ اگر مسلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو طلیحہ نامی ایک عورت نے بھی دعویٰ نبوت کیا، مطلب یہ ہے کہ عورت اگرچہ نبی و رسول نہیں بن سکتی لیکن پھر بھی عورت عمل میں مرد سے پیچھے نہیں اگر حضرات حسنین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطِمَةُ الزَّهْرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا۔

عورت کی فضیلت

وہ ملک ترقی نہیں کر سکتا جس نے اپنی باگ ڈور کسی عورت کے سپرد کی البتہ دنیا کے اندر اسلامی نقطۂ نظر سے عورت کسی ملک کی سربراہ اور ملکہ بن سکتی ہے، پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے

والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والے مرد اور بکثرت خدا کو یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ یہ پوری آیت کریمہ کا ترجمہ ہوا۔

اگر ہم حقیقت کی طرف جائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اگر عورت تعلیم یافتہ ہو تو ایک قوم اور ایک خاندان سدھر سکتا ہے اور اگر ایک عورت تعلیم یافتہ نہیں تو اس سے پیدا ہونے والی نسل بھی اپنی ماں کا اثر قبول کرے گی آج کل لڑکوں پر بڑی توجہ دی جاتی ہے لیکن لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کی درسگاہ اور مکتب ماں کی گود ہے باپ چاہے کتنا ہی پڑھا لکھا کیوں نہ ہو مگر ایک طویل عرصہ تک ماں ہی تن تنہا اس کی پرورش اور دیکھ ریکھ کر سکتی ہے اور بچہ پیٹ ہی سے ماں کے اچھے برے اثرات قبول کرنا شروع کر دیتا ہے۔

بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

آپ حضرات نے بوعلی شاہ قلندر کا نام سنا ہوگا انکے والد کوئی خاص تعلیم یافتہ نہیں تھے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور مرید تھے۔ ایک مرتبہ شیخ زکریا ملتانی نے اپنے گھر میں تذکرہ کیا کہ فلاں آدمی جو ہماری مجلس میں آتا ہے وہ بڑا نیک ہے کوئی اور خاص بات تو اسکے اندر نہیں ہے کوئی کاروبار نہیں روپیہ پیسہ بھی نہیں البتہ امانت دار آدمی ہے کیا ہی اچھا ہوتا میری لڑکی کا رشتہ اس سے لگ جاتا بیوی نے سنا تو ناراض ہو کر بیٹھ گئی کہنے لگی کہ اس کی عمر بھی دیکھی ہے ہماری لڑکی کی عمر دیکھو دونوں میں کتنا فرق ہے بات تو معقول تھی بیوی نے سوچا ہوگا کہ میری ناراضگی سے دو چار روز بعد اپنی عقل پر زور ڈالیں اور کسی دوسرے لڑکے کا انتخاب کرلیں مگر شیخ تو اپنی

بات پر اڑے رہے کچھ دنوں بعد بیوی نے پوچھا، کیا سوچا؟ شیخ نے کہا کہ جو سوچا تھا ایک ہی مرتبہ سوچا تھا میں اس وقت بھی اپنی بات پر اٹل ہوں اور آئندہ بھی اٹل رہوں گا۔ کچھ دنوں بعد پھر پوچھا اب کیا ارادہ ہے شیخ نے کہا اب بھی وہی ارادہ ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شادی ہوگئی، کچھ دنوں بعد ایک لڑکا تولد ہوا قلندر نام کا، لڑکی تو تعلیم یافتہ حافظ قرآن اور عالم دین تھی، بچہ نے پیدا ہوتے ہی رونا شروع کر دیا، ایک مہینہ گذر گیا مگر لڑکے کا رونا بند نہیں ہوا لوگ مبارک باد دینے کیلئے آتے کہ لڑکا مبارک ہو تو بوعلی شاہ قلندر کے والد صاحب کو غصہ آجاتا کہ تم مجھے مبارک بادی دینے کیلئے آتے ہو حالانکہ جس دن سے لڑکا پیدا ہوا ہے آج تک رونا بند نہیں کیا یہ تو میرے لئے رحمت کیا سامان زحمت بن گیا، ہر طرف کا علاج کر کے دیکھ لیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا کسی نے ان کو مشورہ دیا کہ دہلی میں ایک بزرگ رہتے ہیں، وہاں چلے جاؤ انہوں نے کچھ دم کر دیا تو تمہارا بچہ ٹھیک ہوسکتا ہے اب والد صاحب نے پانی پت سے دہلی ستر کلومیٹر پیدل سفر کیا اور ان بزرگ کے پاس پہنچے مہمان نوازی اور خاطر مدارات کرنے کے بعد پوچھا کس غرض سے آئے ہو تو انہوں نے اپنا مدعا پیش کیا کہ جس روز سے بچہ پیدا ہوا ہے اس روز سے برابر روتا ہی ہے، بزرگ نے بچہ کے کان میں کچھ پڑھ دیا بچہ خاموش ہوگیا۔

اب وہ گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد آرام کر کے چلنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ آپ تو جا رہے ہیں آپ اللہ کے نیک بندے ہیں ہوسکتا ہے بچہ پھر رونے لگے۔ بوعلی شاہ قلندر کے والد صاحب نے کہا کہ آپ نے کوئی دعا پڑھی ہے وہ دعا مجھے بھی بتا دیجئے پڑھ کر پھونک دیا کروں گا بزرگ نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بچہ کی والدہ حافظ قرآن ہے اور جس وقت یہ بچہ ماں کے پیٹ میں تھا ماں قرآن کریم کی تلاوت کرتی تھی اب ولادت کی وجہ سے ماں ناپاکی کی حالت میں ہے قرآن کی تلاوت نہیں کرسکتی تو بچہ کو روحانی

غذا نہیں مل رہی ہے اسلئے بچہ رو رہا ہے میں نے اس بچہ کے کان میں سورہ اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ پڑھی تھی۔اس سے اندازہ لگائے کہ ماں کے تعلیم یافتہ ہونے سے بچہ پر کتنا اثر پڑتا ہے اب جس بچہ کی غذا قرآن کریم کی سماعت رہی ہو اس کو کسی اور چیز سے سکون کہاں حاصل ہوسکتا ہے؟ اور اسکی بھوک سماعت قرآن کے بغیر کیسے مٹ سکتی ہے؟ ماں کے اخلاق واطوار جس طرح ہوں گے بچہ میں اسی طرح کے اخلاق پیدا ہوں گے۔اکبرالہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

طفل میں خو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ہے ڈبہ کا تعلیم ہے سرکار کی

اگر کسی دودھ پیتے کو اس کی والدہ کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ اور ڈاکٹر سے کہو کہ بچہ کو جلاّب آرہے ہیں، تو سب سے پہلے ڈاکٹر یہ پوچھتا ہے کہ اس کی ماں نے کیا کھایا ہے مسور کی دال کھائی ہوگی، انڈا کھایا ہوگا، مچھلی یا کوئی گرم چیز کھائی ہوگی، اسی کا یہ اثر ہے۔آپ کہیں گے کہ ماں تو ہٹی کٹی ہے اس کو تو کوئی بیماری نہیں اور نہ کوئی پریشانی، پریشانی تو صرف بچہ کو ہے۔ڈاکٹر کہتا ہے کہ ماں کے دودھ کا اثر بچہ میں آجاتا ہے، ماں اگر گرم چیز کھاتی ہے تو بچہ کے اندر خودبخود اس کا اثر آجاتا ہے۔تو اسی طرح ماں جب نمازی ہوگی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی ہوگی تو بچے کیوں اثر قبول نہیں کریں گے اور کیوں ولی کامل نہیں ہوں گے، آج کل بچوں کی عادتیں خراب ہو رہی ہیں وہ دراصل اس وجہ سے ہے کہ ماں باپ کی تربیت صحیح نہیں نہ تعلیم یافتہ ہیں، نہ تربیت یافتہ، اسلئے ضروری ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم اور تربیت پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے، تا کہ خاندان و معاشرے کی بہتر سے بہتر اصلاح ہوسکے اللہ تعالیٰ تمام مردوں و عورتوں کو ان اوصاف حمیدہ سے مالا مال فرمائے۔آمین! وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ☆

حضور ﷺ کے احسانات کائناتِ انسانی پر

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَهٗ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا.

’’بے شک اللہ اور فرشتے اس کے (پڑھ پڑھ کر درود
بھیجتے رہتے ہیں (سب کے سب) پیمبر پر درود
مومنو (تم بھی) درود (اب) ان پہ بھیجو اور سلام‘‘

مرا منھ اور سرکار مدینہؐ کی ثنا خوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی

هزار بار بشویم دهن زمشک وگلاب

هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

بیشک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو!تم بھی حضور ﷺ پر رحمت وسلام بھیجو۔

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اورعزیزطلباء! آج آپ نے نمازتراویح میں سورہ احزاب سماعت فرمائی جس کی ایک آیت پاک میں نے آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہے،جب سے دنیاوجودمیں آئی ہے اس وقت سے اب تک بہت سے لوگ آئے اور چلے گئے،دنیااوردنیا کی ہر چیز فانی ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بہت سے انسان تھے،کہ جن کی زندگیاں بڑی مقدس و پاکیزہ تھیں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام لیکن کسی کے لئے دنیا میں ہمیشہ رہنا اللہ تعالیٰ کومنظور نہیں۔

اپنے اپنے وقت پر یہ برگزیدہ ہستیاں آئیں اوراپنا فریضہ اداکر کے وقت موعود کے مطابق چلی گئیں،ان پیغمبروں کی صحیح تعداد کیا تھی اللہ ہی کومعلوم ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ. اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجاان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ سے بیان کردئے اوربعض کے احوال بیان نہیں کئے۔ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلاَّ خَلاَ فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔کوئی قوم نہیں جس میں (کوئی انسانوں کو) ہوشیار کرنے والا نہ گذرا ہو۔

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۔اور ہر قوم کے لئے ایک رہنما ہے۔روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزارانبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے۔صحیح حقیقت تو اللہ ہی کومعلوم ہے بہرحال انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوکرآقا ومولا سیدنا محمد

عربی ﷺ پر تمام ہوتا ہے۔آج روئے زمین کے جس حصہ اورجس گوشے میں بھی نیکی کا نوراوراچھائی کی روشنی نظرآتی ہے وہ انہیں برگزیدہ ہستیوں کی تعلیم و ہدایت کا نتیجہ ہے،اس لئے تمام انسانوں پران محترم اورمعزز شخصیتوں کا احسان سب سے زیادہ ہے۔اوران کی شکرگذاری کا اظہارواجب اورضروری ہے،اسی کا نام اسلام کی زبان میں صلوٰۃ وسلام ہے جوانبیاء علیہم السلام کے نام نامی کے ساتھ ہمیشہ لگا ہوا ہے یہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ احسان سب کے بعدآنے والے پیغمبر خدا کے حبیب حضرت محمدعربی ﷺ کا ہے۔

اس لئے حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ پر سب سے زیادہ درودوسلام کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے،آج ہم لوگوں سے اس سلسلے میں بڑی کوتاہیاں ہورہی ہیں ضروری ہے کہ درودشریف کی فضیلت سے متعلق کچھ باتیں قرآن حدیث،صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے واقعات سے عرض کروں اللہ تبارک وتعالیٰ کاارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً ۔بیشک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر،اے ایمان والو!تم بھی نبی ﷺ پر رحمت بھیجا کرواورخوب سلام بھیجا کرو۔غورکرنے کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں تو ہم پر کتنا ضروری ہے کہ حضور ﷺ پر درودوسلام بھیجیں۔

اللہ تعالیٰ مومنین کوحکم دیتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر درودوسلام بھیجو،اور درود وسلام پڑھنے پر ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلٰوةٍ. جس نے میرے اوپر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس بندے پردس رحمتیں نازل فرماتے ہیں درودشریف تو بہت ہیں مسلمان کوجودرود بھی یاد ہو،معمول بنا کرپڑھتے رہنا چاہئے۔اس کے لئے نہ کسی وقت کی

قیدنہ وضو کی شرط بلکہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت زبان سے ادا کرسکتا ہے، اور اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کرسکتا ہے اس لئے ہر مسلمان کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کثرت سے درود کا نذرانہ پیش کرنا چاہئے۔ (سب لوگ ایک بار درود شریف پڑھ لیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ.

حضور ﷺ کا احسان تمام کائنات پر

دوستو! حضور ﷺ کے امت پر اتنے احسان ہیں خدا کی قسم اگر ہماری کھال اتار کر اور اس کی جوتیاں بنا کر حضور ﷺ کو پہنا دی جائیں، تو بھی ان کا احسان ادا نہیں ہوسکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرا نام جس کے سامنے آئے اور درود نہ بھیجے یعنی ﷺ نہ کہے وہ بخیل ہے کنجوس ہے۔ تو ہماری عادت ہونی چاہئے جب حضور اکرم ﷺ کا نام آئے تو ہماری زبان سے بے ساختہ درود شریف ﷺ ادا ہونا چاہئے۔

علماء نے فرمایا کہ ایک مجلس میں ایک بار ﷺ کہنا واجب ہے اور بار بار حضور اکرم ﷺ کا نام آئے تو بار بار ﷺ کہنا یہ اللہ کو محبوب ہے، ایک آدمی کے تعلق سے آتا ہے کہ نہایت ہی گنہگار انسان تھا ایک عالم دین کا وعظ ہو رہا تھا یہ بھی کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں کیا ہو رہا ہے جب نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی آیا تو مجمع نے پڑھا ﷺ (اس لئے آپ بھی کہئے ﷺ) تو اس آدمی نے بھی پڑھ دیا ﷺ، جب انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے پاس کوئی نیکی نہیں لیکن ہاں یہ ایک مرتبہ ایسی مجلس سے گذرا جہاں ہمارے محبوب ﷺ کا ذکر ہو رہا تھا، وہاں لوگوں نے درود پڑھا تو اس نے بھی پڑھا تھا، آج میں اس درود شریف کے طفیل اس کی مغفرت کرتا ہوں۔ اللہ اکبر! اس

لئے ضروری ہے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجیں، ﷺ اتنی زور سے کہیں کہ جو آپ کے برابر میں ہے اس کے کان میں آواز پہنچے اس کو توفیق ہو جائے تو اس کا ثواب بھی آپ کو ملے گا آج جہاں مسلم معاشرہ میں بہت ساری خامیاں پیدا ہوگئی ہیں بہت سارے اعمال چھوٹ گئے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آقا مدنی ﷺ پر درود شریف بھیجیں، مسلمان کو اس کا عادی ہونا چاہئے کہ وہ ذات پاک جس کے طفیل ساتوں زمین، آسمان کو بنایا گیا، سدرۃ المنتہٰی وہ مقام ہے کہ جبرئیل اس سے آگے چلے جائیں تو ان کے پر جل جائیں، آقا مدنی ﷺ کو بلایا گیا کہ آجا میرے محبوب، میرے عرش پر اپنے جوتوں کے ساتھ، معراج میں حضور صل ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب سے عرش کو بنایا ہے اس کو قرار نہیں ہے یہ ہل رہا ہے میرے محبوب جب تیرے قدم اس عرش پر پڑیں گے تو اس کو قرار آجائے گا۔

حضور ﷺ پر درود نہ بھیجنا اپنی ہی بدبختی ہے

ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر خاتم النبین ﷺ پر درود نہ بھیجیں تو اس سے زیادہ بدبختی کی بات اور کیا ہوسکتی ہے صرف سننا کافی نہیں، دوستو اس پر عمل بھی کرنا ہے اور ﷺ کہنے پر کچھ خرچ بھی نہیں ہو رہا ہے اور نہ ہی زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ بلکہ یہ تو آخرت کے دفتر میں جمع ہو رہا ہے۔

دوستو! قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو پکاریں گے قُمْ یَا مُحَمَّدُ، اے محمد (ﷺ) کھڑے ہو جاؤ! تو حضور ﷺ کھڑے ہوں گے ہزاروں لاکھوں جن کے نام محمد ہوں گے وہ بھی کھڑے ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے محبوب ﷺ کو پکارا تھا تم لوگوں کو نہیں، میرے محبوب کے ساتھ تم بھی کھڑے

ہو گئے تو جنت میں بغیر حساب وکتاب کے داخل ہو جا۔ ایسی ذات اقدس کا نام نامی آئے تو ﷺ کہنا واجب ہے۔

ایک کاتب کے بارے میں آتا ہے کہ جب محمد ﷺ کا نام آتا تھا تو صرف محمد صلعم لکھ دیتے تھے، پورا ﷺ نہیں لکھتے تھے، اس لئے ان کے ہاتھ شل ہو گئے فالج پڑ گیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوئی عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ سوکھ گیا ہے فرمایا کہ تو نے گستاخی کی ہے پورا درود شریف میرے نام کے ساتھ نہیں لکھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیرے ہاتھوں کو شل کر دیا، کہ لکھنے کے قابل نہ رہے۔ کبھی کبھی زبان سے ایسی بات نکل جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ انسان کی زبان بند کر دیتے ہیں فالج لگا دیتے ہیں کوئی اور بیماری آجاتی ہے، زبان بولنے سے قاصر ومجبور ہو جاتی ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتا ہے تو ہماری زبان سے ﷺ نہیں نکلتا۔ خدارا اس کی عادت ڈالئے کوئی ذرا سا احسان کر دے تو تعریف کرتے ہیں سر! سر! آپ تو ایسے ہیں اور ویسے ہیں آپ کے کیا کہنے آپ کا بس ذکر ہی ذکر ہو رہا ہے، لیکن محبوب رب العلمین کا ذکر آئے اور ﷺ ہماری زبان سے ادا نہ ہو یہ کتنی بدبختی کی بات ہے؟

شیخ شرف الدین مصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم گذرے ہیں انہوں نے حضور ﷺ کی شان میں دوسو اشعار لکھے، اور کسی کو نہیں سنائے ارادہ تھا کہ مدینہ جا کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر پڑھوں گا۔ بیمار ہو گئے اٹھارہ سال بیمار پلنگ پر پڑے رہے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا وعظ ونصیحت کا سلسلہ بند ہو گیا، ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے، بہت سارے دوست بھول بھی گئے کہ شیخ مصری کون ہیں جب آدمی بیمار ہوتا ہے تو اچھے اچھے لوگ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

اچھے اچھوں کو تو سبھی چاہتے ہیں
بروں کے ہیں خریدار مدینے والے

اچھے وقت میں سب دوست اور برا وقت آتا ہے تو کوئی دوست نہیں رہتا، یہ صفت نبی کریم ﷺ کی ہے کہ خراب سے خراب شخص کو بھی اپنا لیتے ہیں یہ نبی کی صفت ہے یہ اللہ کے محبوب ﷺ کی صفت ہے۔

درود شریف کی برکت

۱۹۹۰ء کی بات ہے میں بنگلور سے دہلی کے لئے سوار ہوا، کرناٹکا ایکسپریس سے، میری سیٹ کے برابر ایک بہت سیدھے سادھے آدمی جن کی چھوٹی چھوٹی داڑھی تھی، وہ تسبیح پڑھ رہے تھے، ان کی تسبیح جاری تھی کچھ بات نہیں کرتے تھے کھانے کا وقت آیا تو میں نے کہا کہ مولانا کھانا کھا لیجئے تو کھانا کھا لیا، اور پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ دوسرے دن صبح کو نماز کے بعد میں نے کہا مولانا، میں کل سے دیکھ رہا ہوں کہ تسبیح کے علاوہ دوسری مشغولیت نہیں، اور نہ کسی سے بات چیت کر رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ میرا یہ معمول اٹھارہ سال سے ہے کہ میں حضور ﷺ پر درود شریف بھیجتا ہوں روزانہ ایک ہزار مرتبہ ایک مہینے میں تیس ہزار مرتبہ اور بارہ مہینے میں تین لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ درود بھیجتا ہوں اس کے طفیل سے کوئی نہ کوئی بندہ میرے پاس آکر کہتا ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے خواب میں حکم دیا ہے کہ میرے فلاں عاشق کو حج کرا دو یا حج کے لئے پیسے دے دو یہ میرے پاس آئے گا بس راز یہی ہے اور جب میں سفر میں ہوتا ہوں تو اس موقع کو غنیمت جانتا ہوں اور ایک مہینے کا یا دو مہینے کا درود پورا کر لیتا ہوں۔ سبحان اللہ!

تین طالب علموں کا واقعہ

جامعہ ازہر عالم اسلام کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے جو مصر میں ہے جہاں ایک لاکھ طالب علم ہیں اور دس ہزار اساتذۂ کرام پڑھانے والے، سب سے پہلے تعلیم حاصل کرنے والے تین طالب علم تھے ان میں سے دو طالب علم سبق پڑھتے اور تیسرا طالب علم مزدوری کرتا، شام کو یہ دو طالب علم تیسرے طالب علم کو سبق پڑھاتے اسی طرح پڑھتے رہے، کچھ دنوں کے بعد کام ملنا بند ہو گیا تو فاقے پر فاقے ہونے لگے لیکن تعلیم نہیں چھوڑی یہاں تک کہ جب آٹھواں دن شروع ہو گیا تو تینوں طالب علم بے ہوش ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اپنا لعاب دہن طلباء کے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ تمہاری بھوک سے مجھے تکلیف پہنچی ہے تم یہاں حدیث پڑھنے کے لئے آئے ہو۔ تم بادشاہ کے پاس جا کر کہو نبی کریم ﷺ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور کہنا کہ روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود بھیجتے ہو اس کو حضور ﷺ نے پسند کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہماری کفالت کرو۔ اگر اس نے پوچھا ثبوت کیا ہے تو کہنا کہ چار دن سے تم نے درود شریف نہیں پڑھا حضور ﷺ تم کو یاد کر رہے ہیں طلباء نے بادشاہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہونچایا بادشاہ رونے لگا اور پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں اتنا درود پڑھتا ہوں؟ طلباء نے بتایا حضور ﷺ نے فرمایا ہے، آپ نے چار دن سے درود شریف نہیں بھیجا بادشاہ نے کہا سچ ہے تم بھی سچے ہو اور تمہارا خواب بھی سچا ہے۔ اور بادشاہ نے اشرفیوں کا ایک تھیلا پیش کیا اور کہا کہ یہ لے جاؤ جب ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا میں وہاں خود پہنچا دوں گا۔ یہ وہ تین خوش نصیب طلباء تھے جن کے طفیل درسگاہ جامعہ ازہر بنی۔ آج دنیا میں اس کا فیض پہونچ رہا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ شیخ شرف الدین مصریؒ اٹھارہ سال تک پلنگ پر بیمار پڑے رہے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے دو سو اشعار کہے تھے اٹھارہ سال کے بعد حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا کہ شیخ کیا حال ہے؟

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہاتھ اور پیروں سے معذور ہو چکا ہوں اور زبان سے کچھ کہنے سے قاصر ہوں فرمایا تم نے تو ہماری شان میں دو سو درود شریف بطور اشعار لکھے ہیں۔ فرمایا اپنا منھ کھولو انہوں نے منھ کھولا آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی زبان پر لگا دیا ان کے پورے جسم پر ہاتھ پھیرا تو سارا جسم صحیح و سالم ہو گیا فرمایا شرف الدین اب وہ شعر سناؤ جو تم نے کہے تھے۔ تو خواب میں ہی انہوں نے دو سو اشعار سنائے، حضور ﷺ اتنے خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک اتار کر شیخ مصری پر ڈال دی، اور فرمایا کہ لو یہ میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہے، تبرک ہے۔ جب آنکھ کھلی تو حضور ﷺ کی چادر مبارک ان کے اوپر تھی، آج بھی بہت ساری کتابوں میں وہ قصیدہ ملتا ہے جس کو قصیدہ بردہ کہا جاتا ہے۔ بردہ کے معنی ہیں چادر، چادر والا قصیدہ۔

سیدنا حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی جس کو دلائل الخیرات کہتے ہیں جس میں ہزاروں درود شریف جمع کر دئے ہیں۔

مراکش کے قبرستان ریاض الفردوس میں حضرت کی قبر ہے آٹھ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں آج بھی ان کی قبر سے مشک اور عنبر کی خوشبو آتی ہے درود شریف کی فضیلت نے ان کو کتنا بڑا بنا دیا ان کی قبر کی مٹی سے بھی خوشبو آنے لگی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا کتنا بابرکت ہے۔ ﷺ

حضور اکرم ﷺ کے پسینے کی خوشبو

حضور اکرم ﷺ کے پسینہ مبارک میں اتنی خوشبو تھی کہ مشک وعنبر میں بھی نہیں۔حضرت ام ایمن اور بہت ساری صحابیات حضور اکرم ﷺ کے سر مبارک، سینۂ مبارک اور داڑھی مبارک سے پسینہ لے کر شیشی میں بند کرلیا کرتی تھیں، جمع کر لیتی تھیں۔ایک صحابیہ فرماتی ہیں کہ میری بیٹی کی شادی ہونے والی تھی میرے پاس خوشبو نہیں تھی میں حضور ﷺ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئی حضور ﷺ سو رہے تھے جسم اطہر سے پسینہ بہہ رہا تھا، صحابیہ نے پسینہ کو اپنی شیشی لے رہی تھی حضور ﷺ نیند سے بیدار ہوئے فرمایا کہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا آقا میرے پاس خوشبو نہیں اور میری بچی کی شادی ہے اس لئے آپ کا پسینہ لینے آئی ہوں حضور اکرم ﷺ مسکرا کر خاموش سو گئے ان صحابیہ نے جس دن اپنی بیٹی کو دلہن بنایا اسکے سینے پر نبی کریم ﷺ کا پسینہ مل دیا تو سات پشتوں تک اس کے جسم سے نبی پاک ﷺ کے پسینہ کی خوشبو آتی رہی یہ تھا محبت کا عالم اور یہ تھے عاشق رسول اور ان کو تھی اللہ کے نبی ﷺ سے محبت۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی کریم ﷺ سے محبت نصیب فرمائے۔آمین

روایت میں ہے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے آئے تو چلتے چلتے کچھ پھول توڑ لئے جو آپ کی مٹھی میں تھے۔سیدنا ابوالبشرؑ کی مٹھی بھی کوئی چھوٹی مٹھی نہیں تھی۔یہ شرف ہمارے اس جنوبی ہند کو حاصل ہے، مؤرخین نے لکھا ہے کہ جنوبی ہند میں پھولوں کی کاشت زیادہ ہے آدم علیہ السلام جو پھول لائے تھے وہ زمین پر بکھر گئے تھے اس لئے ہندوستان کے دیگر علاقوں کے مقابلے یہاں زیادہ پھول پیدا ہوتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ گلاب کے پھول میں خوشبو نہیں تھی، کسی عاشق رسول نے گلاب کے

پودے میں حضور اکرم ﷺ کا پسینہ ملا دیا اس کے بعد سے گلاب میں خوشبو آ گئی حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے لئے چھوٹی سی بات بھی بڑی ہوتی ہے اور جس کو دلچسپی نہ ہو اس کے لئے ہزاروں کتابیں اور واقعات بھی بیکار ہیں، کسی نے دیکھا مجنوں کتے کو پیار کر رہا ہے تو کہا کیسا بیوقوف ہے، کتا بھی کوئی پیار کرنے کی چیز ہے؟ مجنوں نے کہا آہ تجھے کیا معلوم! میں نے اس لئے پیار کیا کہ یہ لیلیٰ کی گلی میں رہتا ہے، جب آقا سے محبت ہوتی ہے تو آقا کے غلاموں سے بھی محبت ہو جاتی ہے۔آج بات طویل ہو گئی ایک واقعہ بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے چہیتے مرید تھے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ۔بہت بڑے شاعر تھے۔آپ نے کتابوں میں ان کو پڑھا ہوگا یا سنا ہوگا، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ جو میری قبر پر فاتحہ پڑھنے آئے وہ پہلے خسرو کی قبر پر جائے پھر میرے پاس آئے اتنا چاہتے تھے، امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں دو کتابیں لکھیں اور محبوب الٰہی کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کیا آپ کے خادم امیر خسرو نے گلستان، بوستاں کے مقابلے میں یہ کتابیں لکھی ہیں۔فرمایا کس نے کہہ دیا تجھ کو ایسا کرنے کے لئے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہاں اور تو کہاں؟ ارے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام پر تو مجھے بھی رسائی نہیں، حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی چادر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر ڈال دی منظر بدل جاتا ہے دیکھتے ہیں بہت بڑا مجمع ہے حضور اکرم ﷺ اسٹیج پر رونق افروز ہیں، امیر خسرو اور محبوب الٰہی کو مجمع کے آخر میں جگہ ملی جہاں حاضرین نے جوتے نکال کر رکھے تھے

(اس کو مکاشفہ کہتے ہیں) دیکھا کہ ایک بڑے میاں حضور ﷺ کو پیچھے سے پنکھا جھل رہے ہیں حضور ﷺ مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں سعدی! تم نے کیا شعر کہا تھا ذرا کہو تو سہی تو پنکھا جھلتے ہوئے بڑے میاں کہتے ہیں۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

پہنچے بلندی پر اپنے کمال سے کھول دیا اندھیروں کو اپنے جمال سے اچھی ہیں آپ کی تمام عادتیں درود پڑھو آپ پر اور آپ کی اولاد پر۔ حضور اکرم ﷺ خوش ہو کر فرماتے ہیں واہ تم نے کیا خوب کہا سعدی۔ بار بار حضور اکرم ﷺ داد دے رہے ہیں محبوب الٰہی نے وہ چادر ہٹادی فرمایا دیکھا خسروی؟ یہ شعر کہنے والا حضور کے دربار میں ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کہا تو اللہ کے نبی کو اتنا پسند آیا کہ مستقل حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ دوستو ہمیں بھی اپنی مجلسوں میں درود کی کثرت کرتے رہنا چاہئے اور جب محمد ﷺ کا اسم گرامی آئے تو ﷺ کہنا چاہئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

حضور ﷺ نورانی ہیں اور ملائکہ نوری

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ وَکَفٰی عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰسٓ. وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ. عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

”یٰسین ہے قسم قرآن کی، جس میں ہیں حکمت (کے اصول)
(اے محمدؐ) ہو رسولوں میں سے تم بھی اک رسول“

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز کیا ہے
عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز کیا ہے
تا سرِ عرش بھی انسان کی تگ وتاز ہے کیا!
آ گئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا!

بزرگان محترم! حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلباء آپ حضرات نے کئی سورتیں نماز تراویح میں سماعت فرمائی ہیں۔ان میں ایک سورۂ یٰسین ہے،آج اسی کے متعلق سے کچھ فضائل آپ حضرات سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یٰسٓ قرآن کریم کا دل ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے تو اس کی موت آسان ہو جاتی ہے۔

یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو سورۂ یٰسٓ پڑھ لے وہ شام تک خوشی اور آرام سے رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے تو صبح تک خوشی میں رہے گا اور فرمایا کہ مجھے یہ بات ایسے شخص نے بتلائی ہے جس نے اس کا تجربہ کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۂ یٰسٓ میرے امتی میں سے ہر شخص کے دل میں ہونی چاہئے۔بعض روایتوں میں اس کا نام مدافعہ آیا ہے، یعنی اپنے پڑھنے والوں سے بلاؤں کو دفع کرتی ہے۔اور اس کی بہت سی فضیلتیں اور خصوصیتیں حدیث میں بیان کی گئی ہیں، دشمنوں سے ڈر اور خوف کے وقت بھی یہ سورت بڑی معین و مددگار ثابت ہوتی ہے۔اس کا اندازہ واقعہ ہجرت سے لگایا جاسکتا ہے۔جب کفار مکہ نے کمزور مسلمانوں پر مکہ کی زمین تنگ کرنی شروع کر دی تو نبی کریم ﷺ نے ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی، جس کے نتیجے میں آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گھرانے کے علاوہ سبھی لوگوں نے ہجرت کر لی، حضور نبی کریم ﷺ حکم الٰہی کے منتظر تھے،اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں ہجرت کیلئے پال رکھی تھی اور سرکار دو عالم ﷺ سے بار بار اجازت طلب فرماتے تھے تو آپ ﷺ فرماتے جب اللہ کا حکم ہوگا تب ہجرت کریں گے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت شریفہ تھی کہ رات کے وقت ہمارے گھر تشریف لاتے یا صبح کے وقت ،ایک دفعہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے تو میرے والد سمجھ گئے کہ آج کوئی خاص بات ہے، میں اور میری بہن اسماء دونوں گھر میں موجود تھیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشارہ سے فرمایا کہ ان دو بچیوں کو الگ کر دو مجھے کچھ راز و نیاز کی باتیں کرنی ہیں۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ ان سے گھبرانے اور فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے، یہ تو میری بیٹیاں ہیں، ہمارا راز فاش نہیں کریں گی۔تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اب ہجرت کا حکم ہوگیا آج کی رات میں ہجرت کرنی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی سے تیار تھے،ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہجرت کے متعلق سن کر ابّا جان کے خوشی کی وجہ سے آنسو جاری ہو گئے،اس دن مجھے معلوم ہوا کہ انسان غم میں ہی نہیں بلکہ خوشی میں بھی روتا ہے۔

ائمۃ الکفر کی ناپاک سازشیں اور گندے عزائم

سردارانِ قریش نے ایک میٹنگ بلوائی جس کا مقصد اسلام کی بڑھتی طاقت بلکہ اسلام ہی کو ختم کرنا تھا۔جس کے لئے نعوذ باللہ حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کو ہی راستے سے ہٹانا تھا، اس کیلئے لوگوں نے مختلف مشورے دیئے ،کسی نے کہا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نعوذ باللہ قید میں ڈال دو، کسی نے کہا ان کو ملک بدر کر دو،لیکن اس امت کے فرعون یعنی ابوجہل نے مشورہ دیا کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کو قتل کر ڈالو ابلیس لعین نے اس رائے کی تصویب کی اور یہ طے پایا کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی تلوار لے کر آج ہی رات میں سب مل کر ایک بارگی محمد ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کر ڈالیں، بنی ہاشم سب کا مقابلہ تو کر

نہیں سکتے معاملہ دیت اور خون بہا پر ٹھہرے گا تو سب لوگ چندہ کرکے ادا کردیں گے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ. اور یاد کیجئے اس وقت کو جب کفار آپ کے متعلق تدبیریں کررہے تھے۔ کہ آپ کو قید کردیں یا قتل کرڈالیں یا آپ کو ملک بدر کریں وہ لوگ تدبیریں کررہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کررہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

کفار مکہ اپنے اس غلط منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اپنے اپنے گھروں سے تلوار لے کر نبی کریم ﷺ کے دولت خانہ پر پہونچے ادھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر سلادیا اور فرمایا یہ کفار مکہ کی امانتیں ہیں، ان کو واپس کرکے تم بھی ہجرت کرکے مدینہ چلے آنا اور سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہوئے حضور ﷺ دشمنوں کے نرغہ سے نکل آئے کسی کو ہوا تک نہ لگی۔ اس سے پتہ چلا کہ اگر دشمن کا خوف ہو تو اس سورت کو پڑھنا بڑا مفید اور کارآمد ہے، اگر بھوک کی حالت میں پڑھے بھوک کو دور کرنے کی نیت سے، تو اس کی بھوک مٹ جاتی ہے اگر حافظہ کمزور ہے تو اس کی بکثرت تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا حافظہ تیز کردیتے ہیں اگر گناہوں میں ڈوبا ہے اور اس کو پڑھکر اللہ سے مغفرت طلب کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ اس سورت کی بے شمار خیر و برکت ہیں۔

مسلمان کا حال غیروں سے بھی بدتر

جو شخص سورۂ یٰسٓ کے ذریعہ اپنے بیوپار کا آغاز کرتا ہے یعنی سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے پھر تجارت شروع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تجارت میں ترقی اور نفع دیتے ہیں۔

لیکن مسلمانوں کا حال غیروں سے بھی گیا گذرا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی غیر مسلم کے یہاں اگر کوئی شخص دس ہزار روپئے کی خریداری کرنے کیلئے اس کی دکان پر آجائے تو جب تک وہ اپنی پوجا پاٹ سے فارغ نہ ہوجائے اس وقت تک وہ رقم نہیں لے سکتا۔ جب اپنے معمول سے فارغ ہوجائے گا اسی وقت گاہک کی طرف متوجہ ہوگا۔ مگر مسلمان کی حالت یہ ہے کہ ابھی دکان کھول کر سامان ترتیب سے لگایا بھی نہیں صفائی ستھرائی بھی نہیں کی لیکن اگر کوئی سو روپئے کا گاہک آئے تو اتنی فرصت نہیں کہ کوئی چھوٹی سی سورت ہی پڑھ لیں۔ سب سے پہلے بزنس اور تجارت ہی شروع ہو جاتی ہے خرو برکت کہاں سے آئے اور سورۂ یٰسٓ کوئی لمبی چوڑی سورت نہیں بلکہ ایک متوسط سورت ہے جس کے پڑھنے میں زیادہ سے زیادہ پانچ چھ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ اگر ایک مرتبہ اس سورت کو پڑھ لے تو گویا اس نے دس قرآن کریم پڑھے یعنی دس قرآن پڑھنے کا ثواب اسے مل گیا۔ الغرض یہ سورۃ بڑی بابرکت ہے اس سورۃ کا پہلا لفظ ہے یٰسٓ اس کے متعلق مشہور کہ یہ حروف مقطعات میں سے ہے یعنی اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہے۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے یٰسٓ یا کے معنیٰ اے اور س کے معنیٰ انسان، جس کے معنی ہیں اے انسان اور مراد انسان سے نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آگے فرمایا گیا اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں تو ظاہر ہے کہ امت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی رسول نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی آخری نبی اور رسول ہیں قرآن وحدیث اس سلسلہ میں منصوص اور متواتر ہیں۔

سورۂ یٰسٓ کا خلاصہ

اس سورۃ ابتداء میں رسالت، انذار وتبشیر پھر اہل انطاکیہ کا تذکرہ اور بطور خاص حبیب نجار کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر آگے مبداء ومعاد مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔ اسی طرح کفار مکہ کی بے جاہٹ دھرمی اور عناد کو بیان کیا گیا کہ جو بھی نشانی اپنے پاس آتی ہے یہ اس کا انکار کرتے ہیں اور قیامت کی بار بار فرمائش اور درخواست کرتے ہیں لیکن اس کیلئے تو ایک وعدہ مقررہ ہے اس سے نہ ایک منٹ پہلے آسکتی ہے نہ بعد میں وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ. سے نفخۂ ثانیہ کی منظرکشی کی گئی ہے، پھر اچھوں کو ان کی اچھائی اور بروں کو ان کی برائی کا بدلہ مل کر رہیگا، پھر سورت کے اخیر میں بھی مبدأ ومعاد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ آپ حضرات کی خدمت میں کچھ باتیں اجمالاً عرض کروں گا۔

قریہ کی تحقیق اور اہل قریہ کی ہٹ دھرمی

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلاً اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْجَآءَ هَاالْمُرْسَلُوْنَ. اور اے نبی ﷺ آپ ان کے سامنے اصحاب قریہ کا حال بیان کرو جس دن اللہ کے فرستادے ان کے پاس پہونچے۔ قریہ کے معنی بستی اور گاؤں کے ہیں۔ اور شہر پر بھی قریہ کا اطلاق ہوتا ہے لَوْلاَ نُزِّلَ هٰذَاالْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٌ۔ اس آیت کریمہ میں قریتین (دوگاؤں) سے مراد مکہ اور طائف ہے اور یہ اس وقت بھی شہر ہی تھا اب قریہ سے کونسا قریہ مراد ہے تو قرآن کریم نے اس سلسلہ میں کوئی صراحت نہیں کی، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ شہر انطاکیہ ہے، اور جمہور مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

اس بستی میں تین رسول آئے پہلے دو رسول آئے جب قوم نے ان دونوں کی تکذیب کردی اور جھٹلا دیا تو تیسرے کو ان کی تائید وتقویت کیلئے بھیجا گیا۔ لیکن اہل انطاکیہ نے تینوں کو ہی جھٹلا دیا۔ بعض مفسرین کی رائے ہے رسول اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہاں قاصد کے معنی میں ہے الغرض قریہ والوں یعنی اہل انطاکیہ نے ان کو جھٹلا دیا۔ انطاکیہ ملک شام میں ایک شہر ہے اس بستی میں ایک شخص تھا جو اس بستی کے کونے پر رہا کرتا تھا، تاریخ میں اس کا نام حبیب آتا ہے وہ بڑھئی کا کام کیا کرتا تھا، جب رسول انطاکیہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے اسی سے ملاقات ہوئی تو رسولوں نے دعوت وتبلیغ شروع کردی۔ اس نے کہا، تمہارے پاس کوئی معجزہ ہے کوئی پروف اور سند ہے کہ تم اللہ کے نبی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں، ہم برص کا مرض ٹھیک کردیتے ہیں اللہ کے حکم سے، چنانچہ وہ بھی برص اور کوڑھ کا مریض تھا ان رسولوں نے اللہ کے حکم سے ٹھیک کردیا، وہ بھی وعدے کا پابند تھا فوراً مشرف باسلام ہوگیا اور جب اس کی قوم نے رسولوں کو جھٹلانا شروع کیا تو رسولوں کی چاہت میں اپنی قوم کے پاس آیا اور نصیحت کرنی شروع کی يَاقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ. اے میری قوم رسولوں کی اتباع کرو اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ. ان لوگوں کی اتباع وپیروی کرو جو کچھ اجرت نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں، وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ اس معبود کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ اِنِّیٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. مجھے کیا ہوگیا ہے کہ اس معبود کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا خدا کو چھوڑ کر بتوں کو معبود قرار دوں، حالانکہ خدائے

رحمٰن اگر مجھ کو کچھ تکلیف پہونچانا چاہے تو ان معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے گی۔اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں گے اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا۔ حبیب نجار نے اپنی قوم کے لوگوں کو جو بت پرستی میں مبتلا تھے بے لوث نصیحت کی مگر قوم نے اس کی بات کو تسلیم نہیں کیا بلکہ رسولوں کی حمایت اور دعوت توحید ورسالت کی پاداش میں اس کو بھی شہید کردیا۔

حبیب نجار کی روح جنت میں

حبیب نجار کے اس واقعہ سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ ہم بھی احکام الٰہیہ کی بجا آوری اور اس پر عمل پیرا ہونے کا ایسا جذبہ اور شوق اپنے اندر رکھیں کہ ہر طرح کی قربانی اور ہر قسم کے مصائب ومشکلات سے ٹکرانے کے لئے تیار رہیں۔حق وباطل کی لڑائی تو ہمیشہ سے چل رہی ہے لیکن ایک مردمومن اور بندۂ خدا کا یہ کام ہے کہ خدا کو راضی کرنے کیلئے کوشاں رہے، حالات ہر طرح کے آتے ہیں ان سے گھبرانے اور واویلا کرنے کے بجائے عزائم کو بلند رکھے، پست ہمتی اور بزدلی کو پاس پھٹکنے نہ دے۔حق بات کہنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے نہ ہی کسی کا خوف اور ڈر پیدا ہونے دے کیونکہ مومن اگر راہ خدا میں لڑکر فتح یاب ہو تو غازی کہلائیگا۔ وفات پا گیا تو شہید کہلائے گا، پھر شہید کی روح تو جنت میں جہاں چاہتی ہے سیر وتفریح کرتی پھرتی ہے حبیب نجار کی روح کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ سیدھے جنت میں داخل ہوجاؤ وَقَالَ یٰلَیۡتَ قَوۡمِیۡ یَعۡلَمُوۡنَ. بِمَاغَفَرَلِیۡ رَبِّیۡ وَجَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُکۡرَمِیۡنَ. اس کی روح کہنے لگی میری قوم کو کیا ہوا قوم گمراہی میں پڑی ہوئی ہے، اللہ جل شانہ نے مجھے بخش دیا اگر میرے اندر یہ طاقت ہوتی تو قوم کے پاس جا کر یہ بتا دیتا کہ اللہ نے میرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا کہ میں سیدھا جنت میں داخل ہوگیا۔

بہر حال واقعہ تو بڑا طویل ہے مختصر یہ کہ ان لوگوں نے دو چیزیں ان کے سامنے رکھدیں سب سے پہلی بات یہ تھی۔قَالُوۡا مَآ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا .سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ہمارے جیسے انسانوں کی طرح بن ہی نہیں سکتے تم بشر ہو اور بشر رسول نہیں ہوسکتا یہ ان کی ایسی سوچ تھی کہ اس قوم پر عذاب خداوندی نازل ہوا۔اِنۡ کَانَتۡ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً کہ کیسی بری خواہش کہ ان میں سب کے سب ہلاک ہوگئے، پوری سٹی پورا شہر ویران ہوگیا آج بھی کچھ لوگوں کی سوچ یہی ہے کہ نبی بشر نہیں ہوتا اور حضور اکرم ﷺ تو نعوذ باللہ بشر تھے ہی نہیں بلکہ آپ تو نوری ہیں اس بات کو لیکر اہل سنت والجماعتمیں دو جماعتیں ہوگئیں ایک نے کہا حضور اکرم ﷺ صرف بشر تھے۔اور دوسری جماعت نے کہا کہ آپ صرف نور تھے، بشر نہیں۔

فرشتوں کا نسب نہیں

اس سلسلے میں ایک چھوٹی سی بات آپ کے سامنے عرض کردوں اللہ جل شانہ نے تمام فرشتوں کو نور سے پیدا فرمایا تمام کے تمام فرشتے نوری کہلاتے ہیں۔لیکن نوری کے تعلق سے بات بھی یاد رکھیں جبرئیل علیہ السلام بھی نوری ہیں ان کا کوئی سلسلۂ نسب نہیں! کسی فرشتے کا کسی بھی نوری کا کوئی سلسلہ نسب نہیں ملتا اگر کسی سے معلوم کریں جبرئیل کے والد کا نام کیا ہے والدہ کا نام کیا ہے دادا پردادا کا نام کیا ہے چلو جبرئیل کا معلوم نہیں میکائیل کا معلوم ہوگا عزرائیل کا معلوم ہوگا، ہاروت ماروت کا علم ہوگا، بہت سارے فرشتے ہیں کسی فرشتے کا سلسلہ نسب کا بیان کرو کوئی نہیں کرسکتا۔ لیکن جو بشر ہوگا اس کا سلسلہ نسب ہوگا تمام کے تمام رسول تمام کے تمام نبی بشر تھے ان کا سلسلہ نسب ملتا ہے۔

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ حضور ﷺ کے والد کا نام کیا ہے تو بتائیں گے کہ حضرت عبداللہ تھا، دادا کا نام عبدالمطلب تھا، والدہ کا نام آمنہ تھا، آپ کے چچاؤں کے نام کیا تھے ابولہب تھا، ابوطالب تھا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ تھے، آپ ﷺ کا تو سلسلہ نسب آج تک جاری ہے اور قیامت تک رہے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔ جب کہ زمین پر کوئی آباد نہ تھا پھر نور کے تین ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑے سے محفوظ کو بنایا گیا۔ ایک ٹکڑے سے عرش وکرسی کو پیدا کیا گیا اور ایک ٹکڑا تمام مخلوقات میں تقسیم کر دیا گیا۔ لہٰذا ہر مخلوق میں جو نور ہے وہ آپ ﷺ کے نور کا پرتو اور عکس ہے لیکن کسی مخلوق کو بھی نوری نہیں کہا جاتا ہے، جیسے بہت سی چیزیں کرنٹ سے تیار ہوتی اور چلتی ہیں مگر ہر ایک کو کرنٹ اور بجلی نہیں کہا جاتا ہے۔ مثلاً پنکھا، ٹیوب لائٹ، بلب اور بہت سی بے شمار چیزیں کرنٹ سے چلتی ہیں مگر کسی کو بھی بجلی اور کرنٹ نہیں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بنی کریم ﷺ کو نوری کیسے کہا جائے گا؟ اگرچہ آپ ﷺ میں نوری صفت بھی ہے اور بشر بھی ہیں مگر افضل البشر ہیں، سید البشر ہیں، پتھر کئی قسم کے ہوتے ہیں بعض یاقوت ہیں بعض وہ پتھر ہوتے ہیں جن کی قیمت ہزاروں اور لاکھوں کروڑوں روپئے ہوتی ہے بعض پتھر روڈوں اور سڑکوں پر پڑے ہوتے ہیں، اسی طرح حضور ﷺ اور دیگر انسانوں میں بلکہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَنَا سَیِّدُ وَلَدُ آدَمِ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت پیدا ہوا اور نبی بنایا گیا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان ہی تھے، یعنی انکا پتلا بھی تیار نہیں ہوا تھا خلاصہ یہ ہے کہ انسان انسان سب برابر نہیں ہوتے بلکہ ان میں فرق مراتب ہوا کرتے ہیں۔ جیسے

بادشاہ یا صدر بھی بشر ہوتا ہے۔ منسٹر بھی بشر ہوتا ہے اور عوام بھی بشر ہیں لیکن ساری دنیا ہر ایک کو ایک ہی جیسا نہیں سمجھتی۔

حضور ﷺ افضل البشر ہیں

خلاصہ یہ کہ آپ علیہ السلام نوری نہیں بلکہ افضل البشر اور نورانی ہیں۔ حدیث پاک کے اندر آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جسدِ مبارک میں چار مرتبہ نور بھرا گیا ایک مرتبہ بچپن میں چار یا پانچ سال کی عمر میں جب کہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں آپ علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے، دو فرشتے آئے اور آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کر کے اس میں نور وحکمت بھر گئے، آپ ﷺ کے جو دودھ شریک بھائی تھے وہ بھاگے ہوئے اپنی ماں حلیمہ سعدیہ کے پاس آئے اور کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے قتل کر ڈالا، حلیمہ سعدیہ دوڑی ہوئی آئیں اور پوچھا کیا ہوا حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو شخص آئے میرے سینہ چیر کر کچھ نکالا اور کچھ ڈالا۔

دوسری مرتبہ اس وقت ہوا جب کہ آپ ﷺ کی عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ اور تیسری مرتبہ اس وقت چاک کیا گیا جب حضور ﷺ کی عمر شریف چالیس برس تھی۔ تاکہ آپ قرآن کریم کے بوجھ کو برداشت کرسکیں اور چوتھی مرتبہ جب آپ معراج کو تشریف لے جانے لگے تاکہ خدائی دیدار کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ تو آپ ﷺ کے اندر نور تو بھر دیا گیا مگر نوری نہیں بن گئے بلکہ اس نور کی وجہ سے نورانی بن گئے حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب انسان زیادہ سے زیادہ عبادت کرتا ہے ہو بہو آئینے کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کا دل نور سے منور ہو جاتا ہے تو وہ بھی نوری نہیں بنتا لیکن نورانی ضرور بن جاتا ہے۔

بہر حال یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس کی وجہ سے دو فرقوں میں کبھی کبھی زبردست تناؤ پیدا ہو جاتا ہے حالانکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی پکڑ فرمائیں گے اور نہ قبر کے اندر اس کی باز پرس ہوگی، قبر میں صرف تین سوال ہوں گے۔ مَنْ رَّبُّکَ تمہارا پروردگار کون ہے؟ وہ جواب دے گا ربی اللہ میرا پروردگار تو اللہ ہے۔ پھر دوسرا سوال ہوگا مَا دِیْنُکَ تمہارا دین کیا ہے؟ اب وہ جواب دے گا۔ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ میرا دین تو اسلام ہے پھر حضور اکرم ﷺ کی صورتِ پاک دکھا کر پوچھا جائے گا یہ کون شخص ہے؟ تو جواب دیگا ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یعنی حضور اکرم ﷺ کے بارے میں یہ نہیں سوال ہوگا آپ نور ہیں یا بشر، ہاں یہ سوال ہوگا کہ کون تھے، اگر اتنا بتا دیا کہ نبی و رسول ہیں اس امت کے تو بس کافی ہے۔

بہر حال کفار مکہ نے تو یہی کہا تھا کہ محمد ﷺ بشر ہیں۔ لہٰذا ان کو نبوت و رسالت نہیں مل سکتی لیکن یہ اسلام کے منافی ہے۔ سورہ یٰسٓ کے اندر اللہ جل شانہٗ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اللہ جل شانہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

موت کو بار بار یاد کریں

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ النَّبِیّٖنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَمَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً تَاْخُذُھُمْ وَھُمْ یَخِصِّمُوْنَ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

”(اے پیمبر) منتظر ہیں یہ تو اک چنگھاڑ کے
جو پکڑ لے گی انہیں، جب ہوں گے جھگڑے میں پڑے“

لائی حیات آئی قضا، لے چلی چلے — اپنی خوشی آئے تھے نہ اپنی خوشی چلے
بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے — پر کیا کریں، جو بے دل لگی چلی چلے

بزرگان محترم نوجونان اسلام اور عزیز طلباء آج نماز تراتح کے بعد میں نے جس آیت کریمہ کا انتخاب کیا ہے اس میں قیامت کا منظر بیان کیا گیا ہے قرآن کریم میں کئی مقامات پر قیامت کی ہولنا کیوں کا ذکر ہے ایک دفعہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں دیکھ رہا ہوں کہ دن بدن آپ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود سورۂ واقعہ اور اسی جیسی دیگر سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ان سورتوں میں قیامت کے ہولناک مناظر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ انشقاق، سورۂ انفطار، سورۂ تکویر میں بھی قیامت کی منظرکشی کی گئی ہے اِذَاالسَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَتَخَلَّتْ. جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی اور اپنے اندر کی چیز باہر اگل دے اور خالی ہوجائیگی اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ. جب آسمان پھٹ جائیگا اور جب ستارے گر پڑیں گے اور جب سب دریا بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لیگا اَلْقَارِعَةُ مَاالْقَارِعَةُ وَمَآ اَدْرٰكَ مَاالْقَارِعَةُ. کھڑکھڑانے والی، آپ کو کیا معلوم کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ. یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم جھگڑ رہے ہوں گے نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جائیں گے وہ ایک ایسی سخت اور بھیانک آواز ہوگی کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

دنیا میں بڑے بڑے بم بلاسٹ ہوتے ہیں امریکہ اور دوسرے ملکوں نے بڑے بڑے بم بنائے ہیں جس کی دہشت سے لوگ کانپ رہے ہیں، جاپان کے دو شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکہ نے ایٹم بم برسائے جس سے پوری دنیا دہل گئی، ایسی تیز گرمی تھی کہ کئی کلومیٹر تک کوئی ذی روح مخلوق زندہ نہیں بچ سکی سمندر کے پانی میں ایسی شدت کی گرمی تھی کہ لوگ جان بچانے کیلئے اس میں کود گئے مگر وہ بھی نہ بچ سکے بم باری کرنے کے کچھ دیر بعد ایک خطرناک بارش ہوئی وہ جس آدمی کے اوپر پڑی یا تو ہلاک ہوگیا یا کسی شدید بیماری میں مبتلا ہوگیا اور اس طرح دسیوں لاکھ انسان ہولناک طور پر تباہ ہوگئے۔

بزرگو اور دوستو! قیامت کے سامنے ایٹم بم کی کوئی اہمیت نہیں وہ اس طرح آئے گی کہ ایک آدمی کپڑا بیچنے والا ہوگا دوسرا خریدنے والا اس کو ابھی لپیٹ بھی نہیں سکا ہوگا کہ قیامت آجائیگی ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوھ رہا ہوگا دوہنے کے بعد ابھی گھر جا کر پی نہ سکے گا کہ قیامت آجائے گی ایک شخص نے لقمہ اپنے منہ میں لے جا کر ابھی چبایا بھی نہ ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔

انسان اپنی قیمت نہیں پہچانتا

حدیث پاک میں ہے کہ جمعہ ہی کے دن قیامت آئے گی اسی لئے دنیا کی ہر چیز جمعہ کے دن روتی ہے کہ نہ معلوم آج قیامت آجائے، آج یہ وقت جو مجھ پر اور آپ گذر رہا ہے یہ وقت قیامت تک کبھی دوبارہ نہیں آ سکتا اس لئے وقت کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو یہ رات انسانوں کو پکارتی ہے کہ اے اللہ کے بندے میری ظلمت اور تاریکی میں جتنی چاہو

نیکیاں کرلو، جتنی چاہو عبادت کرلو میں پھر دوبارہ لوٹ کر نہیں آؤں گی، اسی طرح دن بھی پکارتا ہے کہ اے انسانوں آج جتنی چاہو عبادت کرلو جس قدر چاہو نیکی کرلو پھر دوبارہ لوٹ کر نہیں آؤنگا ایک عربی کا مقولہ ہے اَلْوَقْتُ اَثْمَنُ مِنَ الذَّهَبْ. وقت سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

آج انسان کو وقت کی قدر و قیمت معلوم نہیں لوگ جو کچھ بول رہے ہیں جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے آج زندگی کی قیمت کا احساس نہیں ہو رہا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْ آدَمَ. اور ہم نے نبی آدم کو فضیلت عطا فرمائی۔ یہی انسان جو چاہے اپنے لئے تیار کرلے اللہ تعالیٰ نے جنت دوزخ بنادی اور انسانوں کو اختیار دیا کہ گناہ کرے یا نیکی، گناہ پر اس کی گرفت ہوگی اور جہنم میں ڈالا جائے گا اور نیکی کرے گا تو اسے جنت ملے گی۔

یہ دنیا یوں ہی نہیں بنائی گئی

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً. بڑی ہی عظمت والی ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں کون اچھا عمل کرنے والا ہے یہ دنیا کا کارخانہ اللہ رب العزت نے تیار کیا، زندگی اور موت کا ایک سلسلہ قائم فرمایا ہے یہ بلاوجہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک بڑا مقصد ہے مرنے کے بعد ایک ایسی کائنات وجود میں آنیوالی ہے وہاں اس دینوی زندگی کی قدر و قیمت معلوم ہوگی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے وہ اسی لئے کہ دیکھیں کون کیسا عمل ساتھ لاتا ہے یہ دنیا

دھوکے کی جگہ ہے اس کی دلفریبیوں اور خوشنمائیوں پر آدمی کو ہرگز فریفتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اصل زندگی تو مرنے کے بعد شروع ہونے والی ہے جس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب! وہاں صرف جزا و سزا ہی ہے وہاں عمل کا موقع نہیں ملے گا عمل کی جگہ تو یہ دنیا ہے یہاں جو کچھ کریں گے وہی کام آئے گا جس طرح آج کل وڈیو فلم بنا کر خوش ہوتے ہیں اور دوست واحباب کو دکھلاتے ہیں کہ بیٹے کی شادی ہوئی بیٹی کی شادی ہوئی جس طرح وڈیو بنا کر سب چیزیں محفوظ کرلی جاتی ہیں، اسی طرح انسان کا ایک ایک عمل اسکی ایک ایک حرکت محفوظ کرلی جاتی ہے، جب قیامت قائم ہوگی تو ہر ایک عمل کا دفتر کھول کر رکھا جائیگا اور مجرمین دیکھیں گے کہ اس میں سب کیا دھرا محفوظ ہے تو کہیں گے مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً. اس کاغذ کو کیا ہوگیا ہے نہ کسی چھوٹے گناہ کو چھوڑا نہ کسی بڑے گناہ کو اِلَّآ اَحْصٰهَا. ہر ایک کو محفوظ کر رکھا ہے لیکن افسوس وندامت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

جب پہلا سور پھونکا جائے گا

جب پہلا سور پھونکا جائیگا تو قرآن کریم نے اسکی منظر کشی کرتے ہوئے بیان کیا يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبْ. وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے (سورۂ حج) کے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے بڑے ہولناک منظر کا ذکر کیا ہے يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِيْمٌ. اے لوگو اپنے رب سے ڈرو بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُم بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ . جس دن تم لوگ اس کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانیوالیاں اپنے دودھ پلانے والے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل ڈالدیں گی اور لوگوں کو نشہ کی حالت میں دیکھو گے۔ حالانکہ لوگ نشہ میں نہ ہونگے لیکن اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز ہے، اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا . جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلادی جائیگی اور زمین اپنے بوجھ کو باہر نکال پھینکے گی اور آدمی کہے گا اس کو کیا ہو گیا اس روز زمین اپنی سب چیزیں بیان کرنے لگے گی اس وجہ سے کہ آپ کے رب کا اسکو یہی حکم ہوگا قرآن کریم نے جابجا قیامت کا تذکرہ کیا ہے اور حضور ﷺ نے اسکی پیشن گوئی بھی فرمائی ہیں، سارے مذاہب کے لوگوں کا بھی عقیدہ ہے کہ قیامت آئے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو سب سے پہلے میری قبر کھل جائیگی اور میں اٹھ کھڑا ہونگا فرشتہ عرض کرے گا اے محبوب رب العالمین ﷺ آج قیامت کا فیصلہ کردیا گیا اور قیامت آگئی ہے سب انسانوں کو اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔

انسانوں کا کس طریقہ سے پورا ڈھانچہ تیار کیا جائے گا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ جب انسان مرکر مٹی ہو جائیں گے اور جسم کیڑوں مکوڑوں کی غذا بن جائیں گے تو کس طریقہ سے لوگوں کو جمع کیا جائیگا؟ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں شبہ تھا بلکہ وہ یہ پوچھنا چاہتی تھیں کہ کس طریقہ

سے انسان کا پورا ڈھانچہ تیار کیا جائیگا حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان کی جو ریڑھ کی ہڈی ہے اس کے آخر میں سرین کے پاس ایک چھوٹا سا حصہ رہ جائیگا اس کو مٹی نہیں کھاتی وہ محفوظ رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ انسان کا پورا ڈھانچہ تیار کریں گے۔ (یہ صرف انسان کو سمجھانے کے لئے) حضور ﷺ نے فرمایا اسے عائشہ وہ دن بڑا ہولناک ہوگا جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور اللہ کے دربار میں پیش ہونگے، لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں شرابور اور غرق ہونگے کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی ناف تک کوئی ناک تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور ہر شخص غیر مختون ہوگا اللہ تعالیٰ اس ٹکڑے کو بھی جوڑیں گے جو ختنہ میں نکال دیا گیا تھا اور ہر آدمی کی عمر ۳۳ تینتیس سال ہوگی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا کہ مرد و عورت دونوں ننگے ہونگے تو کہنے لگیں: ہائے اللہ! وہ وقت کیسا ہوگا کیا لوگوں کو شرم نہیں آئیگی حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! وہ وقت ایسا ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی کسی کو اپنے بغل والے کی خبر نہ ہوگی۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ . اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے بھاگے گا ان میں سے ہر ایک کیلئے اس دن ایک ایسی حالت ہوگی جو دوسروں سے بے نیاز کردے گی۔ قبر سے جب سب اٹھیں گے تو برہنہ ہوں گے تو ان کو لباس کب پہنایا جائے گا؟

شرعی لباس پہننا چاہئے

میں رات کو مطالعہ کررہا تھا مجھے خیال آیا حشر کے دن لباس کے متعلق بھی حضور ﷺ نے ضرور رہنمائی فرمائی ہے چنانچہ ایک حدیث مبارک ملی جس کو جلال الدین

سیوطیؒ نے نقل کیا ہے اس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس لباس کو پہنے ہوئے انسان کو موت آتی ہے وہی لباس اس کو روز محشر میں پہنایا جائے گا۔ انسان دنیا میں مرتا ہے تو مرتے وقت جو لباس اس کے جسم پر رہتا ہے وہی لباس اس کو قیامت کے دن میدان حشر میں پہنایا جائے گا، اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ اچھا لباس ستر والا لباس جس میں اعضاء پورے پورے چھپے ہوئے ہوں ایسا لباس زیب تن کرنا چاہیے اور اگر ہو سکے تو ایسا لباس جو ظاہری اور معنوی طور پر بے انتہا مقبول ہو یعنی حلال بھی ہو پھر شریعت کے موافق بھی ہو اور پاک وصاف بھی ہو کسی قسم کی گندگی لگی ہوئی نہ ہو ایسا لباس پہننا چاہئے تاکہ قیامت کے دن اسی لباس کو پہن کر وہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو۔

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہادت سے قبل ایک پاجامہ منگوایا عرب کے لوگ اس زمانے میں لنگی پہنتے تھے حضرت نے پہلے سے پاجامہ سلوار کھا تھا، پاجامہ پہنا اور فرمایا کہ مبادا لوگ حملہ کر دیں اور میرا ستر کھل جائے میں پاجامہ پہننا چاہتا ہوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے پاجامہ پہن لیا اس کے بعد لوگوں نے حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

نبی ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اتنا زیادہ احترام اور اتنا زیادہ خیال فرماتے تھے کہ آپ کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان تم غزوہ بدر میں مت جاؤ اپنی بیوی کی تیمارداری کرو ان کی دوا دارو اور مزاج پرسی میں مشغول رہو جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت سے برابر کا حصہ دیا جب ایک بیٹی کا انتقال ہو گیا تو دوسری بیٹی سے نکاح کر دیا اور جب دوسری بیٹی کا بھی انتقال ہو گیا تو فرمایا کہ افسوس میرے پاس اور کوئی بیٹی نہیں، میرے پاس مزید بیٹیاں ہوتیں تو یکے بعد دیگرے میں عثمان کے نکاح میں

دیدیتا، عثمان اچھے آدمی ہیں جنتی آدمی ہیں۔ ذوالنورین ہیں دونور والے ہیں۔ دوستو! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے داماد ہیں، امیر المؤمنین ہیں اور جود وسخا میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ اللہ اکبر!

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نمبر بھی آپ کے بعد آتا ہے حضور اکرم ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اکرام فرماتے ایک مرتبہ حضور ﷺ پاؤں پھیلا کے بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ کی لنگی مبارک پنڈلی سے اوپر اٹھی ہوئی ہے سامنے حضرت عثمان غنی آتے دکھائی دیئے آپ ﷺ نے پاؤں سکوڑ لئے اور لنگی سے پنڈلی چھپالی فرمایا عثمان آرہے ہیں اگر میری پنڈلی کھلی ہوئی دیکھ لی تو شرم کی وجہ سے واپس چلے جائیں گے۔ عثمان غنی کبھی آسمان کے نیچے تو بڑی بات ہے چھت والے حمام میں بھی کبھی برہنہ ہو کر غسل نہیں کیا اتنی شرم وحیاء تھی عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں، ایسے صحابی جن کی فضیلت خود حضور اکرم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے موت سے پہلے پاجامہ زیب تن کر لیا تھا۔

آدمی لباس سے پہچانا جاتا ہے

دوستو! آج مسلمان لباس کے بارے میں اتنے زیادہ لاپرواہ ہو چکے ہیں کہ لباس کو کچھ سمجھتے ہی نہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَلنَّاسُ بِاللِّبَاسِ۔ انسان لباس سے ہے آج دنیا میں جیسا لباس پہنیں گے قیامت کے دن ویسا ہی لباس پہنایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ ہمارے بہت سے بھائی ایسے ہیں جو پینٹ اور شرٹ پہنتے ہیں جو انگریز کا لباس ہے اس کو پہن کر موت آتی ہے تو قیامت کے دن یہی لباس روز محشر میں بھی پہنایا جائیگا اور جب نبی کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہوں گے تو کس منہ سے یہ کہہ سکیں گے کہ اے ہمارے محبوب، اے ہمارے آقا ﷺ، میں

اکثر کہا کرتا ہوں کہ یہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کا یہ بڑے لیڈروں اور نیتاؤں کا لباس ہے یہ بڑے بڑے حکمرانوں کا لباس ہے یہ دشمنانِ خدا اور دشمنانِ رسول کا لباس ہے۔ دوستو! قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ کیسا لباس ہے میں تو یہ کہتا ہوں معاف کرنا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائے یہ آگ والا لباس ہے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر شرمندہ نہ ہونا پڑے، ایسا لباس ترک کر دیں۔

خانہ کعبہ کی سفارش

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھیں گے اس وقت کعبۃ اللہ شریف کو آپ کے قریب کر دیا جائے گا، بیت اللہ آپ کو سلام کرے گا۔ السلام علیکم یا نبی اللہ! حضور ﷺ جواب دیں گے وعلیکم السلام یا بیت اللہ! حضور اکرم ﷺ اس سے دریافت کریں گے کہ آج کیا ہوگا وہ عرض کرے گا یا رسول اللہ ﷺ جن لوگوں نے میرا حج کیا ہے میں ان کی شفاعت کروں گا جن لوگوں نے میرا عمرہ کیا ہے طواف کیا ہے اس کی بھی میں شفاعت کروگا اور جن لوگوں نے میرے پاس آ کر نماز پڑھی ہے ان کی بھی شفاعت کروں گا اور جن لوگوں نے مجھے صرف دیکھا ہے نماز نہیں پڑھی طواف نہیں کیا میں ان کی بھی شفاعت کروں گا اور بیت اللہ عرض کرے گا یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ میرے قرب وجوار میں رہتے تھے ان کی بھی شفاعت کروں گا اور پھر کہے گا یا رسول اللہ ﷺ جو لوگ میری طرف آ رہے تھے اور راستے ہی میں ان کا انتقال ہو گیا چاہے وہ حج کی نیت سے آ رہے ہوں یا عمرہ کی یا زیارت کے لئے آ رہے ہوں ان کی بھی شفاعت کروں گا وہ عرض کریگا یا رسول اللہ ﷺ باقی لوگوں کی آپ شفاعت کریں مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے حج بیت اللہ کیا ہے اللہ تعالیٰ سب کو بار بار حج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حاجی کا مرتبہ اور فضیلت

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حج کر لیتا ہے پھر اس کے بعد پوری ایمانداری اور تقوے کے ساتھ زندگی گذارتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین سو ساٹھ آدمیوں کی اس کی شفارش سے مغفرت فرمائیں گے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک سے سب سے پہلے اٹھیں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اتنا لمبا راستہ کہ ساری زمین کو اللہ تعالیٰ چمڑے کی طرح پھیلا دیں گے کھینچ کر بڑی کر دیں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۔اور قیامت کے دن زمین چاندی کی ہوگی اور آسمان سونے کا ہوگا اور سورج گنہگار لوگوں کے بہت قریب ہوگا اور نیک لوگوں سے بہت دور ہوگا حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو قدم سے زیادہ کسی آدمی کو جگہ نہیں ملے گی، اتنے لوگ میدان حشر میں ہوں گے بے حد تھکے ہوئے ہوں گے بے انتہا پیاس لگی ہوئی ہوگی کبھی وہ دنیا میں اتنے بھوکے پیاسے نہیں ہوں گے حضرت انسؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اتنا لمبا راستہ کیسے طے ہوگا فرمایا کہ جو اللہ والے ہوں گے اللہ کے نیک بندے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو سواریاں عطا فرمائیں گے ارشاد فرمایا کہ میں سب سے پہلے اپنی قبر سے اٹھوں گا تو اللہ تعالیٰ میرے لئے سواری کا انتظام فرمائیں گے اور میں سواری پر سوار ہو کر میدان حشر میں پہنچوں گا اور تمام پیغمبروں کی قبروں کے پاس سواری پہونچا دی جائیں گی اور انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تو سواری پر سوار ہو جائیں گے ہمارا کیا ہوگا؟ دوستو! آج دنیا میں سڑکوں پر بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے کو

بے بس اور مجبور محسوس کرتے ہیں کوئی بس سے کوئی کار سے کوئی اسکوٹر سے جارہا ہے کوئی سائیکل پر جارہا ہے لیکن کوئی آدمی ایسا بھی ہوتا ہے جس کے پاس سواری نہیں رہتی وہ انتظار میں رہتا ہے کوئی سواری ملے گی تو جائیں گے قیامت کے دن بھی لوگوں کا ایسا ہی حال ہوگا۔

سب سے بہتر رفیق

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا. دنیا میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمالے اپنے انبیاء میں اپنے صدیقین میں اپنے شہداء میں اپنے سچے بندوں میں اپنے متقی وپرہیزگار بندوں میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو ایک ایک سواری پر جائیں گے لیکن باقی لوگ اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق سوار ہوں گے ان میں سے کچھ لوگ دو دو سواریوں پر اور کچھ لوگ تین تین سوار ہوں گے یہاں تک کہ ایک ایک سواری پر دس دس آدمی سوار ہوکر اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں تقویٰ اختیار کیا پرہیزگاری اختیار کی اور ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ پیدل چلے آرہے ہوں گے اور کچھ ایسے ہوں گے جن کو منہ کے بل فرشتے گھسیٹ کرلائیں گے کچھ لوگ منہ کے بل چل کر میدان حشر میں پہونچیں گے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ انسان منہ کے بل کیسے چلے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ انسان کو پاؤں کے بل چلانا جانتے ہیں کیا وہ منہ کے بل نہیں چلاسکتے؟ اللہ تعالیٰ منہ سے بھی چلاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے گھسیٹ لاوان لوگوں کو یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں کفر وشرک کیا کرتے تھے،

اور ان کو جہنم میں ڈال دوان سے کوئی حساب کتاب نہیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موت کو دن میں کم ازکم ستر مرتبہ یاد کرلیا کرو جب انسان موت کو یاد کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوگی اور وہ اللہ کے دربار میں سرخروئی کے ساتھ حاضر ہوسکے گا دعا فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو اور دنیا کے سارے مسلمانوں کو نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے ہولناک منظر سے بچا کر اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

قیامت کا دن

اور جنتی و جہنمی لوگوں کے حالات

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْدُ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰی جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰی وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَی الْكٰفِرِيْنَ. قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَكَبِّرِيْنَ. وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَی الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا

خٰلِدِيْنَ. وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ. وَتَرَی الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِیَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ o

کفر جو کرتے رہے ہیں وہ بنا کر ٹولیاں
ہانکے جائیں گے جہنم کی طرف (سب ناگہاں)
(پھر) یہاں تک کہ وہ جب دوزخ کے پاس آجائیں گے
اس کے (سب) دروازے کھولے جائیں گے (ان کیلئے)
اور کہیں گے ان سے دوزخ کے مؤکل (بالیقیں)
کیا تمہارے پاس تم میں سے نبی پہنچے نہیں؟
جو خدا کی آیتیں پڑھ کر سناتے تھے تمہیں
اور پیش آنے سے اِس دن کے ڈراتے تھے تمہیں
وہ کہیں گے ہاں مگر وعدہ عذابِ (حشر) کا
(ہوبہو ہم) منکروں پر (آج) پورا ہوگیا
حکم ہوگا، داخل اب دوزخ کے دروازوں میں ہو
اور ہمیشہ اس جہنم میں (پڑے جلتے) رہو
کیا برا مسکن ہے مغروروں کا اب (خود دیکھ لو)

”وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تھا جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہونچے گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے کارندے ان سے کہیں گے ”کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے ایسے

رسول نہیں آئے تھے جنہوں نے تم کو تمہارے رب کی آیات سنائی ہوں اور تمہیں اس بات سے ڈرایا ہو کہ ایک وقت تمہیں یہ دن بھی دیکھنا ہوں''؟ وہ جواب دیں گے ''ہاں! آئے تھے، مگر عذاب فیصلہ کافروں پر چپک گیا'' کہا جائے گا ''داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، یہاں اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے، بڑا ہی برا ٹھکانا ہے یہ متکبروں کے لئے۔ اور جو لوگ اپنے رب کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے انہیں گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہونچے گے اور اس کے دروازے پہلے ہی کھولے جا چکے ہوں گے، تو اس کے منتظمین ان سے کہیں گے ''سلام ہو تم پر، بہت اچھے رہے، داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ کے لئے''۔ اور وہ کہیں گے ''شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا، اب ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں''۔ پس بہترین اجر ہے عمل کرنے والوں کے لئے۔ اور تم دیکھو گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کر رہے ہوں گے، اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ چکا دیا جائے گا، اور پکار دیا جائے گا کہ حمد ہے اللہ رب العالمین کے لئے''۔

سورۃ الزمر کی آیات آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں جو آج کی نماز تراویح کا حصہ ہیں ان آیات میں اللہ تعالیٰ روز قیامت میں اور صور پھونکنے کا ذکر فرمایا۔

دوستو، بزرگو! قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جائیگی جس سے تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے (پھر زندہ تو مر جائیں گے اور مردوں کی روحیں بیہوش ہو جائیں گی) مگر جس کو خدا چاہے وہ اس بے ہوشی اور موت سے محفوظ رہے گا پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائیگی تو دفعۃً سب کے سب ہوش میں آکر ارواح کا تعلق ابدان سے ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہو جائیں گے۔ اور

چاروں طرف دیکھنے لگیں گے جیسا کہ حادثہ غریبہ کے وقوع کے وقت عادت طبعی ہے اور پھر حق تعالیٰ حساب کے لئے زمین پر اپنی شان کے مناسب نزول و تجلی فرما دیں گے اور زمین اپنے رب کے نور بے کیف سے روشن ہو جائیگی اور سب کا نامۂ اعمال ہر ایک کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے۔ گواہ کا مفہوم عام ہے جس میں پیغمبر بھی داخل ہیں اور فرشتے بھی اور امت محمدیہ بھی اور اعضاء و جوارح بھی، جس کی تفصیل آگے معارف کے ضمن میں آتی ہے اور سب مکلفین میں حسب اعمال ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا کہ کوئی ایک عمل جو بشرائط واقع ہوا ہو چھپا لیا جائے یا کوئی بد عمل بڑھا دیا جائے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اعمال نیک میں بدلہ کے پورا ہونے سے مقصود نفی کی کمی ہے اور اعمال بد میں پورا ہونے سے مقصود زیادتی کی نفی ہے اور وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے پس اس کو ہر ایک کے موافق جزا دینا کچھ مشکل نہیں جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر دھکے دے کر ذلت و خواری کے ساتھ ہانکے جائیں گے گروہ گروہ اس لئے کہ اقسام و مراتب کفر کے جدا جدا ہیں۔ پس ایک ایک طرح کے کفار کا ایک ایک گروہ ہوگا یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو اس وقت اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان سے دوزخ کے محافظ فرشتے بطور ملامت کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں سے جن سے استفادہ تمہارے لئے مشکل نہ تھا پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی باتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے وہ کافر کہیں گے وہاں رسول بھی آئے تھے اور انہوں نے ڈرایا بھی لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر جن میں ہم بھی داخل ہیں پورا ہو کر رہا یہ اعتذار نہیں بلکہ اعتراف ہے کہ باوجود ابلاغ کے ہم نے کفر کیا اور کافروں کے لئے جو

عذاب موعود تھا وہ ہمارے سامنے آیا واقعی ہم مجرم ہیں، پھر ان سے کہا جائے گا یعنی وہ فرشتے کہیں گے کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو اور ہمیشہ اس میں رہا کرو غرض خدا کے احکام سے تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے پھر اس کے بعد وہ جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور دروازے بند کر دئے جائیں گے۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی عَلَیۡهِمۡ نَارٌ مُّؤۡصَدَةٌ یہ تو کفار کا حال ہوا اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے جس کا ابتدائی مرتبہ ایمان ہے پھر آگے اس کے مختلف درجات ہیں وہ گروہ گروہ ہو کر کہ جس مرتبہ کا تقویٰ ہوگا اس مرتبہ کے متقی ایک جگہ کر دئے جائیں گے اور جنت کی طرف شوق دلا کر جلدی روانہ کئے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس جنت کے پاس پہونچیں گے اور اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے تا کہ ذرا بھی دیر نہ لگے اور نیز اہل اکرام کیلئے ایسا ہی ہوتا ہے جیسا مہمان کے لئے عادت ہے کہ پہلے سے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

کَمَا قَالَ تَعَالٰی مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ اور وہاں کے محافظ (فرشتے) ان سے (بطور اکرام وثناء کے) کہیں گے کہ السلام علیکم تم مزہ میں رہو سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کے لے داخل ہو جاؤ اس وقت اس میں داخل ہو جاویں گے اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم کو اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں یعنی ہر شخص کو خوب فراغت کی جگہ ملی ہے خوب کھل کھیل کر چلیں پھریں، بیٹھیں اٹھیں قیام کے طور پر تو اپنی ہی جگہ میں اور سیر کے طور پر دوسرے جنتی کے درجہ میں بھی غرض نیک عمل کرنے والوں کا اچھا بدلا ہے اور آگے اسی مضمون کو مختصر اور پر شوکت الفاظ میں بطور تلخیص فرماتے ہیں۔

آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ نزول اجلاس لِلۡحِسَابِ کے وقت عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہوں گے اور تمام

بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاوے گا اور اس فیصلہ کے ٹھیک ہونے پر ہر طرف سے جوش کے ساتھ یہی خروش ہوگا اور کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے جس نے ایسا عمدہ فیصلہ کیا پھر اس نعرۂ تحسین پر دربار برخاست ہو جائے گا۔

موت کی تفصیلات

فَصَعِقَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ. صَعِقَ کے لفظی معنی بیہوش ہونے کے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اول بیہوش ہو جائیں گے پھر سب مر جائیں گے اور جو پہلے مر چکے ہیں ان کی روحیں بیہوش ہو جائیں گی۔

(کما فی بیان القرآن من سورہ النمل وعند ابن کثیر مثلہ)

اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ. میں درمنثور کی روایات کے مطابق چار فرشتے جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) ہیں اور بعض روایات میں حملۃ العرش بھی اس میں داخل ہیں ان کے استفسار کا مطلب یہ ہے کہ نفخ صور کے اثر سے ان کو موت نہیں آئے گی مگر اس کے بعد ان کو بھی موت آجائے گی اور سوائے ایک ذات حق سبحانہ تعالیٰ کے کوئی اس وقت زندہ نہیں رہے گا۔ ابن کثیر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان سب میں بھی سب سے آخر میں ملک الموت کو موت آئے گی۔ سورۂ نمل میں بھی ایک آیت اسی کے مثل گذری ہے اس میں صَعِقَ کے بجائے فَزِعَ کا لفظ آیا ہے وہاں بھی اس کی کچھ تفصیل گذری ہے۔

وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ. مراد یہ ہے کہ میدانِ حشر میں حساب وکتاب کے وقت سب انبیاء بھی موجود ہوں گے اور دوسرے سب گواہ بھی حاضر ہوں گے۔ ان گواہوں میں خود انبیاء علیہم السلام بھی ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔

وَجِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ. اور فرشتے بھی گواہوں میں ہوں گے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے مَعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيدٌ. اور حقائق اور شہید سے مراد فرشتے ہونا۔ تفسیر درمنشور، سورہ ق میں مذکور ہے اور ان گواہوں میں امت محمدیہ بھی ہوگی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور ان گواہوں میں خود انسان کے اعضاء وجوارح بھی ہوں گے قرآن کریم میں ہے۔ تُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ .

نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت کے لئے اپنے اپنے مکانات محلات اور باغات تو ہوں گے ہی ان کو یہ اختیار بھی دیا جائے گا کہ دوسرے اہل جنت کے پاس ملاقات وتفریح کے لئے جایا کریں۔

طبرانی اور ابونعیم اور ضیاء نے سند حسن کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے اتنی محبت ہے کہ اپنے گھر بھی جاتا ہوں تو آپ ہی کو یاد کرتا رہتا ہوں اور جب تک پھر حاضر خدمت نہ ہو جاؤں مجھے صبر نہیں آتا۔ مگر جب میں اپنی موت کو یاد کرتا ہوں اور آپ کی وفات کو یاد کرتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کے مقامات عالیہ میں ہوں گے اور میں اگر جنت میں پہنچ بھی گیا تو کسی نیچے کے درجے میں ہوں گا مجھے فکر یہ ہے کہ میں آپ کو کیسے دیکھوں گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سن کر کچھ جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا. اس آیت میں بتلادیا کہ اللہ ورسول کی اطاعت کرتے رہنا کہ مسلمان انبیاء وصدیقین

وغیرہ کے ساتھ ہی ہوں گے۔ آیت مذکورہ میں اس کی تشریح ہوگئی کہ ان کو مقامات عالیہ میں بھی جانے کی اجازت ہوگی۔ اَلْحَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِهِمْ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ۔

صور کی حقیقت

میرے بزرگو اور دوستو! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا: ''جب اللہ تبارک وتعالیٰ زمین وآسمان تخلیق فرما چکے تو صور پیدا فرما کر حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے منہ سے لگا رکھا ہے اور وہ اپنی نگاہیں عرش پر جمائے اس انتظار میں ہیں کہ کب حکم ملے اور میں صور پھونکوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! صور کی حقیقت کیا ہے؟ فرمایا صور ایک سینگ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ کیسا سینگ ہے؟ فرمایا وہ بہت بڑا سینگ ہے، اس کے سوراخ کی وسعت آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر ہے۔ اس میں تین مرتبہ پھونکا جائے گا: پہلی پھونک (نفخہ) گھبراہٹ کے لئے ہوگی، دوسری موت کے لئے اور تیسری اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو پہلے نفخہ کا حکم دے کر فرمائیں گے کہ گھبراہٹ کا نفخہ پھونکو! اس نفخے سے سب آسمانوں اور زمین والے گھبرائیں گے سوائے ان کے جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اسرائیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ اس نفخہ کو طویل کردو چنانچہ وہ اسے طویل کردیں گے اور کوئی وقفہ نہیں کریں گے۔

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ'' (ص:۱۵) ''اور یہ لوگ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چنگھاڑ کی، جو بیچ میں دم نہ لے گی''۔

پس پہاڑ بادلوں کی طرح چلیں گے حتیٰ کہ سراب ہوجائیں گے، اور زمین اپنے رہنے والوں سمیت خوب ہلے گی اور سمندر کے بھنور میں گھری کشتی کی مانند ہوجائے گی جو موجوں کے تھپیڑوں کی زد میں ہو اور اپنے سواروں سمیت گھوم رہی ہو۔ یا پھر چھت سے لٹکی ہوئی قندیل کی مانند ہوجائے گی جو ہوا سے ہلتی رہتی ہو۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”یَوۡمَ تَرۡجُفُ الرَّاجِفَةُ. تَتۡبَعُهَا الرَّادِفَةُ“ (نازعات:۶،۷) ”جس روز ہلا مارے گا زلزلے کا جھٹکا اور اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا پڑے گا“۔

جب زمین اپنی پشت پر موجود لوگوں سمیت گھومے گی تو دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں سے غافل ہوجائیں گی اور حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے، بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور شیاطین گھبراہٹ کے مارے بھاگتے پھریں گے، حتیٰ کہ جب زمین کے کونوں پر پہنچیں گے تو سامنے فرشتے کھڑے ہوں گے جو ان کے چہروں پر ماریں گے، جس کے سبب یہ دوبارہ پیچھے کو بھاگیں گے۔ اور لوگ بھی ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے دوڑیں گے اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”یَوۡمَ التَّنَادِ. یَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ مُدۡبِرِیۡنَ“ (مومن:۳۲:۳۳) ”دن ہانک پکار کا، جس دن بھاگو گے پیٹھ پھیر کر“۔

لوگ اسی حالت میں ہوں گے کہ زمین پھٹ جائے گی اور اس کا ایک حصہ دوسرے میں دھنس جائے گا، لوگ اس امر عظیم کو دیکھیں گے، پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح دکھائی دے گا، پھر آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے ستارے جھڑ جائیں گے اور اس کے چاند اور سورج بے نور ہوجائیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس دن مردے اس قسم کے حالات کو بالکل نہیں جانتے ہوں گے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ”اِلَّا مَنۡ

شَآءَ اللّٰهُ“، میں اللہ تعالیٰ نے کس کو مستثنیٰ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد شہداء ہیں۔ یہ گھبراہٹ تو صرف ان لوگوں کو ہوگی جو اس وقت دنیا میں زندہ ہوں گے جب کہ شہداء تو اللہ کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھیں گے۔ یہ ایک عذاب ہوگا جسے اللہ اپنی مخلوق کے شریر لوگوں پر مسلط کریں گے۔ اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قیامت کی ہولناکی

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ اِنَّ زَلۡزَلَةَ السَّاعَةِ شَىۡءٌ عَظِيۡمٌ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمۡ بِسُكٰرٰى وَلٰـكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيۡدٌ.

(الحج:۱:۲) ”اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے، بھونچال قیامت کا ایک بڑی چیز ہے، جس دن اس کو دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلانے والے کو، اور ڈال دے گی ہر پیٹ والی اپنا پیٹ، اور تو دیکھے لوگوں پر نشہ اور ان پر نشہ نہیں، پر آفت اللہ کی سخت ہے“۔

ملک الموت سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوں گے

اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے لوگ اس عذاب میں مبتلا رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے تو وہ موت کا نفخہ پھونکیں گے، جس سے آسمانوں اور زمین والے سب مر جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جن کی موت اللہ تعالیٰ نہیں چاہیں گے، جب وہ مر چکیں گے تو ملک الموت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے: یا اللہ! آسمانوں اور زمین والے سب مر گئے ہیں سوائے

ان کے جنہیں آپ نے نہیں مارنا چاہا، اللہ تعالیٰ استفسار فرمائیں گے جب کہ انہیں بخوبی علم ہوگا کہ کون باقی بچا ہے؟ حضرت اسرافیل علیہ السلام عرض کریں گے یا اللہ! آپ تو ہیں ہی باقی رہنے والے، آپ تو حی وقیوم ہیں، جسے کبھی موت نہیں آتی، اے اللہ! عرش اٹھانے والے فرشتے باقی ہیں، جبرائیل علیہ السلام باقی ہے، میکائیل علیہ السلام باقی ہے، اور میں باقی ہوں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام بھی مرجائیں تو وہ بھی مرجائیں گے، پھر ملک الموت اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کریں گے: جبرئیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام بھی مرچکے، اللہ تعالیٰ استفسار فرمائیں گے کہ کون باقی ہے؟ حالاں کہ وہ سب کچھ جانتے ہیں۔

ملک الموت عرض کریں گے اے اللہ! آپ تو ہیں ہی باقی رہنے والے، عرش اٹھانے والے باقی ہیں اور میں باقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے بھی مرجائیں تو وہ بھی مرجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دیں گے کہ اسرافیل علیہ السلام سے صور لے لے۔ پھر ملک الموت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوکر عرض کریں گے یا اللہ! عرش اٹھانے والے بھی مرگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے جب کہ وہ خوب جانتے ہوں گے اب کون باقی بچا ہے؟ ملک الموت عرض کریں گے: آپ حی وقیوم تو ہی ہی باقی رہنے والے جس کو کبھی موت نہیں آسکتی اور میں باقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو بھی میری مخلوق ہے میں نے جب چاہا تجھے پیدا کیا تو بھی مرجا: چنانچہ حضرت اسرافیل بھی مرجائیں گے۔ جب اللہ واحد کے سوا کوئی بھی باقی نہیں رہے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان اور زمین کو ایسے لپیٹ لیں گے جیسے لکھا ہوا کاغذ لپیٹ لیا جاتا ہے اور ارشاد فرمائیں گے: میں جبار ہوں: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (مومن:۱۶) ''کس کا راج ہے اس دن؟''

آج کس کی حکومت ہے؟ تین مرتبہ یہی ارشاد فرمائیں گے، جب اس کا جواب کوئی نہ دے گا تو خود ہی جواب ارشاد فرمائیں گے: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ''اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا''۔ (مومن:۱۶) اللہ واحد وقہار کی حکومت ہے۔

زمین وآسمان کی دوبارہ پیدائش

اور اس زمین وآسمان کو دوسری زمین سے بدل کر چمڑے کی طرح بچھادیا جائے گا: لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (طٰہٰ:۱۰۷) ''نہ دیکھے تو اس میں موڑ اور ٹیلہ''۔

پھر اللہ تعالیٰ مخلوقات کو ایک جھڑکی دیں گے تو یہ سب بدلی ہوئی زمین پر اس طرح منتقل ہوجائیں گے جس طرح پہلی زمین پر تھے جو اس کے پیٹ میں ہوں گے وہ پیٹ میں اور جو اس کی پشت پر ہوں گے وہ پشت پر منتقل ہوجائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ان پر پانی نازل فرمائیں گے اور پھر آسمان کو حکم ہوگا کہ بارش برسائے، آسمان چالیس دن تک بارش برساتا رہے گا، حتی کہ پانی لوگوں سے دس گز اونچا ہوجائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اجسام کو پیدا ہونے کا حکم دیں گے تو وہ اس طرح پیدا ہوں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، حتی کہ جب ان کے اجسام مکمل پیدا ہوجائیں گے اور ایسے ہوجائیں گے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کی درخواست کریں گے مگر وہ انکار کردیں گے اور کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں۔

سرکار دوعالم ﷺ شفاعت فرمائیں گے

پھر لوگ ایک ایک کرکے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے، وہ جس نبی کے پاس بھی جائیں گے وہ نبی انکار فرمادیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: حتی کہ لوگ میرے پاس آئیں گے میں شفاعت کے لئے ان کے ساتھ چل پڑوں گا

حتی کہ مقام فحص پر آکر سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مقام فحص کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عرش کے سامنے کے مقام کو فحص کہتے ہیں، حتی کہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجیں گے جو میرا بازو پکڑ کر کہے گا اے محمد ﷺ! میں عرض کروں گا لبیک یا رب! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا بات ہے؟ حالانکہ وہ بہتر جانتے ہوں گے۔ میں عرض کروں گا یا اللہ! آپ نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا تھا اور اپنی مخلوق کے بارہ میں شفاعت کا حق دیا تھا، پس اے اللہ! آپ لوگوں کے مابین فیصلہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے آپ کی شفاعت قبول کی۔ میں لوگوں کے درمیان فیصلہ شروع کر دیتا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کہ پھر میں لوٹ کر لوگوں کے پاس آ ٹھہروں گا، دریں اثناء ہمیں اچانک آسمان سے ایک سخت آواز سنائی دے گی اور پہلے آسمان والے فرشتے زمین پر جنات اور انسانوں کے پاس نازل ہوں گے۔ جب وہ زمین کے قریب پہنچیں گے تو زمین ان کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ یہ فرشتے زمین پر اتر کر صف باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم ان سے پوچھیں گے کیا ہمارا رب تم میں موجود ہے؟ وہ کہیں گے نہیں! وہ ابھی تشریف لاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میدان حشر میں جلوہ افروز ہوں گے

پھر ہر آسمان کے فرشتے دوگنے ہو کر یونہی زمین پر اترتے رہیں گے۔ حتی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بادلوں کے سائے میں اور فرشتوں کے درمیان اتریں گے: وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (حاقہ:۱۷) ''اور اٹھائیں گے تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ فرشتے''۔

جب کہ عرش اٹھانے والے فرشتے ابھی چار ہیں ان کے قدم زیریں زمین کی جڑ پر ہیں اور زمین و آسمان ان کی کمر پر ہیں اور عرش ان کے کندھوں پر ہے، حاملین عرش بلند آواز سے تسبیح ادا کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں: سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ، سُبْحَانَ الَّذِیْ يُمِيْتُ الْخَلَائِقِ وَلَا يَمُوْتُ، سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ، سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحُ سُبْحَانَ رَبِّنَا الْاَعْلٰى الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلَاقِ وَلَا يَمُوْتُ. پھر اللہ تعالیٰ جہاں چاہیں گے اپنی کرسی بچھائیں گے، پھر بآواز بلند ارشاد فرمائیں گے ''اے گروہ جن وانس! میں نے جس دن تمہیں پیدا کیا ہے اس دن سے آج تک تمہاری خاطر خاموش رہا، تمہاری باتیں سنتا رہا اور تمہارے اعمال دیکھتا رہا، اب میری بات خاموشی سے سنو! یہ تمہارے اعمال اور صحیفے ہیں انہیں تم خود ہی پڑھو! جو ان میں خیر پائے اللہ کا شکر ادا کرے اور جسے خیر نہ ملے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے''۔

پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دیں گے تو اس سے ایک بلند آواز اور تاریک گردن نکلے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ حکم دیں گے: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ. اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ (یس:۶۰-۵۹) ''اور تم الگ ہو جاؤ آج اے گنہگارو! میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو، اے بنی آدم شیطان کو مت پوجنا''۔

پس اللہ تعالیٰ مجرمین کو الگ کر دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ جن وانسان کے علاوہ اپنی مخلوق کے مابین فیصلہ کریں گے۔ پس وحشی جانوروں اور بہائم میں فیصلہ کریں گے حتی کہ بے سینگ والے جانوروں کا بدلہ سینگ والے جانوروں سے دلوائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ یہ فرما چکیں گے اور ان جانوروں کا تصفیہ باقی نہ رہے گا اس وقت اللہ تعالیٰ انہیں حکم فرمائیں گے کہ مٹی ہو جاؤ! اس وقت کافر تمنا کرے گا۔

یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (النساء:۴۰)

میرے بھائیوں اور بزرگو! زندگی نہایت مختصر ہے اور اعمال کا حساب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے۔آخرت کی دائمی زندگی کے لئے تیاری کریں اور اس کے لئے زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ کریں رمضان المبارک بھی آخرت کی تیاری کا بہترین مہینہ ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو فکرِ آخرت عطا فرمائے اور ہر قسم کے عذاب بچا کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

عمل سے ہی زندگی بنتی ہے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّابَعْدُ. فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًاوَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

”اس سے بہتر ہوسکتی ہے کس کی (مومنو)
جو بُلائے حق کی جانب اور نیکو
اور کہے میں ہوں مسلماں، (اے مسلمانو سنو)“

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام عزیز طلباء آج نماز تراویح میں سورۂ حٰم سجدہ آپ حضرات نے سماعت فرمائی اس سورۃ کی ابتدائی آیتوں میں یہ ذکر کیا گیا کہ مکہ مکرمہ کے لوگو! قرآن تمہاری خاطر عربی میں آتارا گیا تاکہ اس کو سمجھ سکو، یہ ماننے والوں کو خوشخبری سناتا ہے نہ ماننے والوں کو ڈراتا ہے مگر کفار مکہ نے ماننا اور تسلیم کرنا تو درکنار اس کو سننا بھی گوارا نہ کیا قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ. کفار مکہ نے کہا کہ جس کی طرف آپ بلا رہے ہیں ہمارے دل اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے اور ہمارے تمہارے درمیان حجاب ہے لہذا آپ اپنا کام کیجئے ہم اپنا کام کررہے ہیں، اس کے بعد حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کو بیان کیا جارہا ہے، قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ. آپ فرمادیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے تو اسی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو سیدھے رہو اور اسی سے گناہ بخشواؤ اور خرابی ہے شرک کرنے والوں کیلئے۔

کفار مکہ کی طرف سے پیش کش

قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت اس کی شیرینی وحلاوت اور اس کا معجزانہ کلام اور مسحور کردینے والا اثر دلوں کی دنیا زیروزبر کردینے والا مضبوط ومستحکم بیان لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے نکالنے لگا وہ بت پرستی کو چھوڑ کر ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی بندگی اور عبادت کی طرف آنے لگے تو سرداران کفار ومشرکین کے دلوں میں کھلبلی مچ گئی اور اس آواز کو دبانے کیلئے طرح طرح کی سازشیں رچنے لگے کہ کسی

طرح اپنے مذہب کو بچائیں اور قرآن کا بول بالا نہ ہونے دیں اس کیلئے وہ ہرقسم کی سازش کے لئے تیار تھے چنانچہ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا بڑا سردار مانا جاتا تھا ایک دن قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا ہوا تھا دوسری طرف رسول اللہ ﷺ مسجد کے ایک گوشہ میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے، عتبہ نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر آپ لوگوں کی رائے ہو تو میں محمد ﷺ سے گفتگو کروں اور ان کے سامنے کچھ ترغیب کی چیزیں پیش کروں اگر وہ ان میں سے کسی کو قبول کرلیں تو ہم وہ چیزیں انہیں دے دیں تاکہ وہ ہمارے دین ومذہب کے خلاف تبلیغ کرنا چھوڑیں یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہو چکے تھے، اس لئے کفاران قریش اور بھی چراغ پا ہو گئے تھے اس لئے سوچا کہ لالچ وغیرہ کے ذریعہ ہی کسی طرح نجات مل جائے، قریش نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ابوالولید (عتبہ کی کنیت ہے) تم ہی یہ کام کرسکتے ہو۔

چنانچہ عتبہ بن ربیعہ آپ ﷺ کے پاس اٹھ کر آیا اور کہا بھتیجے تمہارا خاندان بڑا باعزت ہے تم سب بڑے مکرم ومحترم ہو لیکن ایک نئے مذہب کی تبلیغ واشاعت تم نے شروع کردی ہے جس سے پوری قوم مصیبت میں پھنس گئی، میں آپ کو کچھ باتیں پیش کرتا ہوں اگر ان میں سے کسی کو آپ قبول کرلیں تو ہم اس کو ضرور پورا کریں تاکہ یہ مصیبت ٹل جائے، آپ ﷺ نے فرمایا پیش کیجئے کیا لے کر آئے ہیں؟ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ میرے بھتیجے اگر اس دعوت وتبلیغ سے آپ کا مقصد مال جمع کرنا ہو تو ہم آپ کے لئے اتنا مال اکٹھا کردیتے ہیں کہ تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے اور اگر بادشاہ بننا چاہتے ہو تو ہم سب آپ کو بادشاہ مانتے ہیں اور اگر کسی لڑکی سے شادی کرنی ہے تو جس لڑکی اور جتنی لڑکیوں سے چاہو ہم شادی کردیں گے، اور اگر ان میں سے

کوئی بات نہیں ہے بلکہ جنون کیوجہ سے ایسا ہے تو ہم پیسہ جمع کر کے کسی بڑے معالج سے آپ کا علاج کرا دیتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ آپ اپنی بات کہہ چکے؟ عتبہ نے کہا کہ ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا کہ اب میری بات سنو! عتبہ نے کہا کہ ضرور سنوں گا فرمایئے، آپ ﷺ نے سورۂ حٰم سجدہ کی تلاوت شروع فرمادی جب سجدہ کی آیت پر پہونچے تو حضور ﷺ نے سجدہ کر کے عتبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا! آپ کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔

پھر عتبہ اٹھ کر اپنی مجلس کی طرف چلا آیا جب اس کی قوم نے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ عتبہ کا چہرہ تو متغیر ہو گیا ہے جب قریب آیا تو پوچھا کیا خبر لے کر آئے؟ عتبہ نے کہا میری خبر یہ ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ وہ کسی آدمی کا کلام نہیں ہوسکتا، نہ شعر ہے نہ جادو نہ کہانت میری رائے ہے کہ تم محمد ﷺ کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر دیگر عرب نے ان کا کام تمام کر دیا تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر یہ کامیاب ہوا ور غالب رہے تو ان کا غلبہ تمہارا غلبہ ہے کیونکہ تمہاری قوم کے آدمی ہیں۔ تو سرداران قوم نے کہا کہ محمد ﷺ نے اپنی زبان سے تم پر جادو کر دیا ہے عتبہ نے کہا کہ میری یہ رائے ہے آگے تم جانو۔ یہ قرآن ہے یہ اللہ کا کلام یہ متقیوں کے لئے ہدایت و رہنمائی ہے جس نے اپنے تو اپنے غیروں سے بھی لوہا منوایا اور رہتی دنیا تک کیلئے چیلنج ہے۔

تخلیق ارض وسما اور تعین ایام

آگے چل کر آسمان وزمین کی تخلیق اور تیعین ایام کا تذکرہ کیا گیا ہے قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا۔

آپ ﷺ فرمادیجئے کیا تم لوگ اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم سب اس کیلئے شریک ٹھہراتے ہو اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دو دنوں میں زمین پیدا کی گئی اور دو دن میں پہاڑ قائم کیئے، زمین میں حیوانوں کی غذائیں بھی تجویز فرمائیں اور دو دن میں آسمان بنایا گیا جیسا کہ اگلی آیتوں میں ذکر کیا گیا پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان وزمین سے کہا کہ آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے قرآن کریم کے بیشتر مقامات پر آسمان وزمین کی تخلیق کا تذکرہ کیا گیا ہے مگر اس کی ترتیب کہیں بھی ذکر نہیں کی گئی ہے اس لئے قطعی اور یقینی بات نہیں کہی جاسکتی ہے مفسرین کرام نے بیان کیا ہے کہ پہلے صرف زمین کا مادہ بنایا گیا تھا پھر اسی حالت میں آسمان کا مادہ بنا جو دخان یعنی دھوئیں کی شکل میں تھا پھر زمین کو پھیلا دیا گیا جیسا کہ آج موجود ہے پھر آسمان کو بنایا گیا جیسا کہ آج نظر آرہا ہے، عام طور پر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں تو آسمانی رنگ کی پھیلی ہوی چادر یا نیلا نیلا نظر آتا ہے۔ حقیقتاً یہ آسمان نہیں ہے بلکہ انسانی نظر کی حد ہے یا یہ کہیئے کہ انسان کی نظر کا رنگ ہے ورنہ آسمان تو اتنی دور ہیکہ آدمی کی آنکھ آسمان کو نہیں دیکھ سکتی، تمثیلاً کہہ دیتے ہیں کہ نیلا نیلا نظر جو آرہا ہے آسمان ہے۔

قوم عاد وثمود پر عذابِ الٰہی

بہت سی قوموں نے اللہ کی فرنبرداری اور اس کے رسول کی اطاعت شعاری کی جس کے نتیجہ میں ہمیشگی کی سرخروئی اور کامیابی انھیں حاصل ہوئی، اور بہت سی قوموں نے خدا اور رسول کا انکار کیا جس کے نتیجہ میں دنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہوئی اور آخرت میں بھی دائمی عذاب کی مستحق ہوئی، اللہ تعالیٰ نے بعض قوموں کے احوال ان کے عذاب کی داستان بیان فرمادی ہیں تا کہ آنیوالی قومیں ان سے نصیحت حاصل

کریں انہیں میں قوم عاد اور قوم ثمود کی طرف حضرت صالح ؑ کو بھیجا گیا ان پیغمبروں نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ کی طرف بلایا اور اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا ہنر اور کاریگری بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی پہاڑوں کو تراش تراش کر اونچی اونچی بلڈنگیں بنایا کرتے تھے قد وقامت کے اعتبار سے بھی بڑے مضبوط اور طاقتور تھے ارشاد باری تعالیٰ ہے لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ قوم عاد کے مثل ملکوں میں بھی پیدا نہیں کیئے گئے ان کو اپنی طاقت پر بڑا ناز اور گھمنڈ تھا اسی بنیاد پر پیغمبروں کی باتوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً .ناحق دنیا میں تکبر کرنے لگے اور کہا کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو انکی ساری کاریگری اور بے پناہ طاقت وقوت دھری کی دھری رہ گئی بس ایک چیخ نے ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو ایک تیز آندھی سے ہلاک کیا گیا جو مسلسل سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی پھر ان کا حال عجیب غریب ہو گیا یہ لوگ کھجور کے تنے کے مانند مرے پڑے تھے اس واقعہ کی تفصیل میں نہ جا کر صرف اس پر نظر کرنی چاہیئے کہ آخر ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ ظاہر ہے انھوں نے اللہ کی نافرنیاں بہت کیں کفر وشرک سے باز نہیں آئے اس لئے ہم لوگوں کو بھی اس سے بچنا اور دور رہنا چاہیئے اللہ تعالیٰ ہم سب کی کفر وشرک سے حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اعضاء وجوارح کی گواہی

حَتّٰى إِذَا مَا جَآؤُهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا. قَالُوْا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ

الَّذِيْ أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ یہاں تک کہ جب (وہ سب جمع ہو کر) اس دوزخ کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور انکی کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور (اس وقت) وہ لوگ (تعجب کے ساتھ) اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ جواب دیں گے، ہم کو اس قادرِ مطلق نے گویائی دی جس نے ہر چیز کو گویائی دی ہے، آج دنیا میں آدمی جتنا چاہے مزے اڑا لے لیکن جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ہر چیز کا اس سے حساب لیا جائے گا اور سارا کیا دھرا اس کے سامنے آجائیگا اچھوں کو ان کی اچھائی اور بروں کو انکی برائی کا بدلہ مل کر رہیگا اور کوئی چیز وہاں پوشیدہ نہیں رہیگی خود انسان کے اعضاء وجوارح ہی اس کے اعمال کی گواہی دیں گے، حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ اس شخص کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور اس کی زبان کو کہا جائے گا، تو بول، اور اس کے اعمال بیان کر، اسوقت انسان کی زبان اور گوشت، ہڈی سب اس کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

حضرت معقل بن یسار ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آنے والا دن انسان کو ندا دیتا ہے کہ میں نیا دن ہوں اور جو کچھ تو میرے اندر عمل کریگا قیامت میں، میں اس پر گواہی دونگا اسلئے تجھے چاہئے کہ میرے ختم ہونے سے پہلے پہلے کوئی نیکی کرلے کہ میں اس کی گواہی دوں اور اگر میں چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہ پائے گا اسی طرح ہر رات انسان کو ندا دیتی ہے، ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ آج اس نے کیا عمل کیا آیا اس کی نیکیاں برائیوں سے کم ہیں یا زیادہ اگر کم ہیں تو اضافہ کی کوشش کرے اور برائیوں سے توبہ واستغفار کرے تاکہ کل جب منہ پر مہر لگ جائیگی اور اس کے اعضاء وجوارح دیں گے تو اس کو رسوائی اور ندامت کا سامنا نہ کرنا

پڑے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ. آج ہم ان کے منھوں پر مہر لگادیں گے اور ہم سے بات کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں انکے کئے دھرے کی۔

مبلّغین کے لئے مؤثر اصول

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهُ وَلِیٌّ حَمِيْمٌ. اور اس شخص سے اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہوجائیگا جیسا کہ دلی دوست ہوتا ہے آدمی جب کسی چیز کیلئے کمربستہ ہوجاتا ہے تو وہ چیز اس کیلئے آسان ہوجاتی ہے لیکن محنت شرط ہے محنت سے آدمی ترقی کرسکتا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

کسی کام کی دھن اور لگن، محنت کا جذبہ اور شوق ہوجائے تو وہ کام مشکل نہیں ہے۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

آج غیر جو ترقی کررہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ جفاکشی اور قربانی کو اپنا شیوہ بنالیا ہے سستی اور کاہلی کو پاس نہیں آنے دیتے ہیں۔

چیتے کا جگر چاہئے شاہین کا تجسس
دنیا نہیں مردہ جفاکش کیلئے تنگ

محنت اور جفاکشی کا ثمرہ دیر سویر ضرور ظاہر ہوکر رہتا ہے ایک آدمی زراعت اور کاشتکاری پر محنت کرتا ہے تو اچھا کسان بن جاتا ہے ایک استاد اپنے شاگرد پر محنت کرتا ہے تو ماہر علوم، دین کا شیدائی اور فدائی بن جاتا ہے ایک شیخ اپنے مرید کی تربیت کرتا اور توجہ ڈالتا ہے تو اسکے حالات سنور جاتے ہیں. وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. وہ لوگ جو ہمارے لئے مجاہدہ کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستہ کی رہنمائی کریں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے اللہ کسی کی محنت کو ضائع اور رائیگا نہیں کرتے انسان جب دنیا کیلئے محنت کرتا ہے تو اسے دنیا عطا فرماتے ہیں اور دین کیلئے کرتا ہے تو اسے دین عطا فرماتے ہیں لیکن دوستو! یادرکھیں دنیا کیلئے جتنی محنت درکار ہے اس سے کہیں زیادہ دین کیلئے محنت کی ضرورت ہے اس لئے نہیں کہ دین ہماری خدمت کا محتاج ہے بلکہ ہم دین کی خدمت کے محتاج ہیں میں نے جو آیت کریمہ شروع میں پڑھی ہے اس میں تبلیغ کا ایک مؤثر اصول عمدہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ بھلی بات اور بری بات دونوں برابر نہیں ہوسکتی ہیں تبلیغ کرنا ایک اہم اور عمدہ کام ہے جو آدمی فریضہ تبلیغ کا بیڑہ اٹھارہا ہے اس کو مختلف لوگو سے سامنا پڑیگا ان کے مزاج مختلف ہونگے ان کے حالات واطوار مختلف ہوں گے اس لئے تبلیغ کرنے والے کو چاہئے کہ لوگوں کے مزاج کو دیکھ کر ان کے وقت کا خیال کرکے ان کی کڑوی کسیلی سن کر اپنے فریضہ کو ادا کرتا رہے ایک آدمی اگر آپ کے ساتھ سختی سے پیش آرہا ہے تو ہرگز آپ اس کے ساتھ سختی تلخی سے پیش نہ آئیں بلکہ ہمیشہ اس کے سامنے موم بن جائیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ

اس کا بھی دل نرم ہو جائے گا جو آپ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا آپ سے دشمنی کرتا ہے وہ آپ کے اس رویّے سے جگری دوست بن جائے گا۔

ساری نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں

آدمی دین میں ترقی کر لے یا دنیا میں ترقی کر جائے ظاہری اور باطنی نعمت نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں یہ انسان کی خام خیالی اور غلط سوچ ہے کہ یہ خوبی میری ذاتی ہے یہ میری صلاحیت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے یہ فصاحت و بلاغت میں نے پیدا کر لی ہے بلکہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے جس کو جو صلاحیت اور نعمت عطا کرنا چاہتا ہے وہ عطا کر دیتا ہے کسی کو مال و دولت سے نوازتا ہے کسی کو علم و دانش سے آراستہ کرتا ہے کسی کو بادشاہت دیتا ہے کسی کو فقر و فاقہ میں مبتلا کرتا ہے یہ اللہ کی حکمت و مصلحت ہے کسی چیز کا ملنا انسان کی صلاحیت اور خوبی پر منحصر نہیں ہے ہمارے حضرت حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ انسان میں جو خوبی نظر آئے وہ من جانب اللہ ہے۔

ہر چیز اللہ کی توفیق سے ہوتی ہے

آدمی کوئی اچھا کام کرے یہ ہرگز نہ سوچے کہ میں نے اپنی ذاتی استعداد وصلاحیت سے انجام دیا بلکہ سب کچھ اللہ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہوا ہے دعوت و تبلیغ کر رہے ہیں تو یہ ہرگز نہ خیال کریں کہ ہماری محنت کی وجہ سے فلاں فلاں شخص راہِ راست پر آگئے فلاں کو ہدایت نصیب ہوگئی، ہدایت کا دینا صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ. بے شک آپ جس کو چاہیں اس کو ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جس کو

چاہے اس کو ہدایت دیتا ہے۔ اللہ کی قدرت اور اس کی مصلحت کو کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا ہے ایک بندے کا کام یہی ہے کہ حکم الٰہی کے سامنے اپنی گردن جھکا دے اس کی بڑائی اس کی کبریائی کا ہر وقت اور ہمیشہ معترف ہے۔

اللہ کی عظمت دلوں میں کیسے پیدا ہو؟

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا ہمارے دلوں میں اللہ کی عظمت کیسے پیدا ہو جب کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس زمین کو دیکھو آسمان کو دیکھو. اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ . لوگ نہیں دیکھتے اونٹ کی طرف کیسے پیدا کیا گیا؟ اور آسمان کی طرف کیسے بلند کیا گیا؟ اور پہاڑوں کی طرف کیسے نصب کر دیے گئے؟ اور زمین کی طرف کیسے بچھا دی گئی؟ جب آدمی مصنوعات میں غور وفکر کرے گا تو اس کو خالق وصانع کی عظمت و کبریائی حاصل ہوگی، آسمان وزمین چاند سورج ستارے ہوا پانی بادلوں کی گرج بجلی کی چمک ان سب چیزوں کا وجود اور ہر ایک کا اپنے اپنے کام میں لگے رہنا یہ صاف بتلا رہا ہے کہ اس سب چیزوں کو پیدا کرنے والی اور منظم نظام چلانے والی کوئی بڑی ہستی اور عظیم ذات ہے۔

ہر گیا ہے کہ از زمین روید وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

جو بھی گھاس زمین سے اگتی ہے تو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ اللہ کی ذات یکا وتنہا ہے اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں ہے۔ اگر انسان مخلوقات ومصنوعات میں غور کر کے خالق وصانع کی عظمت و بڑائی کو نہ پہچان سکے تو وہ بے وقوف ہے۔

بغیر ایمان سارے اعمال اکارت اور بیکار ہیں

ایمان سارے اعمال کی اساس اور بنیاد ہے اس دولت ایمان پر اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے اعمال صالحہ اس وقت تک کارآمت اور مفید نہیں ہو سکتے جب تک آدمی ایمان کی دولت عظمیٰ سے آراست و پیراستہ نہ ہو جائے جب ایمان کی دولت حاصل ہوتی ہے اور اعمال صالحہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ تو دنیا کی ساری چیزیں ہیچ معمولی معلوم ہوتی ہیں، اور نعمتوں کی قدر و وقعت بھی ہوتی ہے۔

وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

ایک اللہ والے کے پاس ایک شخص پہنچا اور اپنی غربت و افلاس کی شکایت کی تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ نے تجھے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں ہاتھ ناک کان منھ دانت دل گردہ دماغ الغرض انسان کا پورا جسم اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں اسلئے ان نعمتوں کی قدر کر، انسان اگر اپنی ذات میں غور و فکر کرے تو معلوم ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے انسان کی ذات میں کتنی نعمتیں ودیعت کر رکھی ہیں، ابھی کچھ زمانہ پہلے کی بات ہے کہ ایک آدمی کا گردہ خراب ہو گیا اس کو وکٹوریہ ہسپتال میں لایا گیا اور بائیس آدمیوں کو صرف تجربہ کے لئے لایا گیا کہ ان لوگوں گردہ اس کو لگتا ہے یا نہیں؟ اس تجربہ کے لئے ایک آدمی پر پچیس ہزار روپے خرچ ہوئے، ابھی گردہ لگا نہیں صرف چیک اپ ہو رہا ہے بائیس آدمیوں پر پانچ لاکھ پچاس ہزار روپے صرف ہوئے اور گردہ کی قیمت الگ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ. اور تمہاری ذات میں ہی بے شمار نعمتیں ہیں کیا تم لوگ غور نہیں کرتے ہو وَاِنْ تَعُدُّوْا

نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا . اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ . اے جن و انس اپنے رب کی کون کون سی نعمتیں جھٹلاؤ گے۔

انسان خدا کا بڑا ہی ناشکرا ہے

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌ انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلا دیتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں اپنی جان دے دیتا ہے جدھر اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے۔

لیکن انسان ہر وقت اللہ کی بے شمار نعمتیں استعمال کرتا ہے مگر افسوس کہ یہی اللہ کا سب سے بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے ایمان کامل ہوتا ہے

دوستو! آج ہمارے پاس کونسی نعمت نہیں؟ کیا مال کی کمی ہے؟ کیا استعداد وصلاحیت نہیں ہے؟ ہاں ایک چیز کی کمی ہے وہ ہے اللہ کی محبت، اللہ کے رسول کی محبت، دعویٰ تو بہت ہے مگر دوستو! سچ یہ ہے دل حب الٰہی سے خالی ہیں ہر شخص پر اللہ و رسول سے محبت کرنا فرض ہے اس کے بغیر ایمان ناقص اور ادھورا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا یہاں تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سب سے زیادہ محبوب ہیں مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر ابھی تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے قلب کی حالت دیکھی محاسبہ کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب

مجھے آپ سب سے زیادہ حتیٰ کہ جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اب تمہارا ایمان مکمل ہوا۔ جب اللہ اور رسول سے محبت ہوگی تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے مخلوق سے بھی محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق بھی اس سے محبت کرے گی۔

ہر ایک سے محبت اللہ کی وجہ سے

ایک مرتبہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ ابّا جان آپ کو اللہ سے محبت ہے؟ فرمایاہاں بے شک محبت ہے، پھر پوچھا کہ نانا جان سے بھی محبت ہے؟ فرمایاہاں بے شک محبت ہے، پھر پوچھا امی جان سے بھی؟ فرمایاہاں پھر پوچھا بھائی حسن سے؟ فرمایاہاں پھر پوچھا کہ مجھ سے؟ فرمایا ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا ابّا جان آپ کا دل ہے یا بڑا ساڈبہ! کہ اتنے لوگوں کی محبت سما گئی؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو بوسہ دیا اور سمجھایا کہ جان پدر اللہ سے محبت اللہ کو راضی کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے محبت اللہ اور رسول کو راضی کرنے کے لئے تمہاری ماں سے اور تم لوگوں سے محبت بھی اللہ ورسول کو راضی کرنے کے لئے۔ اللہ والوں کی شان یہی ہوتی ہے کہ ساری مخلوق سے بیگانہ بھی ہوتے ہیں اور ہر ایک کا درد بھی اپنے دلوں میں رکھتے ہیں ایک نصیحت آموز واقعہ سنا کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں قدیم زمانے میں انسانوں کے بازار لگتے تھے غلام اور باندیاں فروخت ہوتی تھیں خرید کرلاتے ان سے خدمت لیتے اور ان کی تجارت کرتے ان غلام اور باندیوں میں بہت سے خدارسیدہ اور قطب وابدال بھی ہوا کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں حسب ونسب کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ دلوں کا تقویٰ دیکھا جاتا ہے اسی سلسلۂ بندگی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب دل اللہ والے نے ایک غلام خریدا

پھر اس کا نام پوچھا تو غلام نے کہا کہ جو آپ رکھیں کہ پوچھا تمہیں کونسا کھانا پسند ہے غلام نے کہا جو آپ کھلانا پسند کریں بزرگ نے پوچھا کونسا کام پسند ہے غلام نے کہا جو آپ لینا چاہیں تو اللہ والے رونے لگے فرمایا کہ بندگی اس غلام سے سیکھو کہ چند کوڑیوں پر بک گیا اور غلامی کا حق ادا کردیا اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا محبوب بنالے اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

دعوت وتبلیغ ہرمومن کا نصب العین ہے

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ!قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ

''اس سے بہتر ہوسکتی ہے کس کی (مومنو)
جو بُلائے حق کی جانب اور نیکو
اور کہے میں ہوں مسلماں، (اے مسلمانو سنو)''

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مثلِ بوقید ہے غنچے میں پریشاں ہوجا
درختِ بردوش ہوائے چمنستاں ہوجا
ہے تنک مایہ تو ذرّے سے بیاباں ہوجا
نغمۂ موج سے ہنگامہ طوفاں ہوجا
قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسمِ محمدؐ اجالا کردے

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام عزیز طلباء نماز تراویح میں آپ نے سورہ سماعت فرمائی، جس میں سے ایک آیت کا انتخاب کرکے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنا نائب اور خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ظاہر ہے جس کو نیابت دی جاتی ہے یا جس کو خلیفہ بنایا جاتا ہے اس کے اندر وہ صفات موجود ہوتی ہیں کہ جن کے ذریعے وہ تمام امور انجام دے سکے اللہ کی جتنی مخلوقات ہیں سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح خواں ہیں چاہے آسمانوں کے فرشتے ہوں یا سمندر کی مچھلیاں یا دیگر حشرات الارض، تمام ہی اللہ کی حمد وثنا بیان کرتی ہیں، خواہ ہم ان کی تسبیح کو سمجھیں یا نہ سمجھیں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ . کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح نہ بیان کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کے تسبیح کے طریقہ کو نہیں سمجھتے اور قائم کرو مختلف طریقے میرے ذکر کے لئے ارشاد باری ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ .میں نے انسان اور جنات کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا یعنی انسان کا مقصد حیات اور مقصد زندگی اللہ کا ذکر اور اسکی عبادت ہے باقی چیزیں تو ضروریات کی قبیل سے ہیں لیکن انسان نے بڑی غلطی یہی کی ہے کہ جو اصل مقصد تھا اس کو اہمیت نہ دی اور جو چیزیں ضروریات کے لئے تھیں

ان کو مقصد سمجھ لیا آج روحانیت اسی لئے ختم ہو رہی ہے کہ ذکر کو لوگوں نے چھوڑ دیا اور مکروہات زندگی میں مشغول ہو گئے۔

دین پھیلتا ہے قربانیوں سے

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ .اور اس شخص کی بات سے کس کی بات سے اچھی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ حضور اکرم ﷺ کو جب نبوت ملی اور دعوت و تبلیغ شروع کی تو آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میں اب کیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو میں کرتا ہوں، وہی تم بھی کرو چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے شانہ بشانہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا اور اسلام کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ مقام و مرتبہ عطا کیا جو کسی دوسرے صحابی کو عطا نہیں ہوا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انکا ذکر فرمایا: اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِه. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت قرآن کریم سے ثابت ہے اگر کوئی شخص ان کی صحابیت کا انکار کریگا تو کافر ہو جائیگا کیونکہ ان کی صحابیت کا انکار قرآن کریم کا انکار ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سترہ نمازیں آقا مدنی ﷺ کے مصلیٰ پر پڑھائی ہیں اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد خلیفۃ المسلمین بنائے گئے اور جو کام سرکار دو عالم ﷺ لے کر آئے تھے اس کو انہوں نے

اپنی زندگی کا سب سے بڑا فریضہ بنالیا۔ دنیا میں ہزاروں سلاطین آئے ہزاروں فرماں روا آئے بڑے بڑے مالدار اور سخی آئے بڑے بڑے حسن و جمال کے پیکر آئے لیکن کسی کا نام و نشان باقی نہیں، آج انہیں لوگوں کا نام باقی ہے جنہوں نے دین کو زندہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے ناموں کو زندہ رکھا کیونکہ آدمی بنتا ہے قربانیوں سے، آدمی پہچانا جاتا ہے قربانیوں سے، اور قربانیوں سے ہی قوموں کو زندگی ملتی ہے۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں ملکر گل و گلزار ہوتا ہے

علماء حق کی قربانیاں

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی کہلاتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان کو خواب میں اپنے سامنے کھڑا کیا اور قرآن و حدیث سے متعلق سوالات ارشاد فرمائے اور مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو سوالات کے جواب صحیح صحیح عرض کر دیئے تو زبان نبوت ﷺ نے آپ کو امام ربانی کا خطاب عطا فرمایا، اللہ رب العزت نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو جماعت حق یعنی علمائے دیوبند کا سرخیل اور سردار بنا دیا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے جتنے شاگرد ہوئے سب ہی بڑے تھے کیونکہ بڑے استاد کا شاگرد بھی بڑا ہوتا ہے، بادشاہ کا خادم اور نوکر بھی بڑا ہوتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبٹھوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص مقام عطا فرمایا تھا ایک مرتبہ

مولانا گنگوہی کے پاس یہ سارے حضرات بیٹھے ہوئے تھے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ بتاؤ تم میں سے کوئی نماز پڑھا سکتا ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضرت بحمد اللہ نماز پڑھ سکتا ہوں یعنی حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہوں مگر پڑھا نہیں سکتا تو مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ الحمد اللہ میری جماعت میں ایسے حضرات موجود ہیں جو نماز پڑھ سکتے ہیں اور جو نماز پڑھ سکتے ہیں وہ پڑھا بھی سکتے ہیں۔

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ نماز کے علاوہ میرا کسی چیز میں دل ہی نہیں لگتا تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اللہ آپ سے ایسا اہم کام لیں گے جو قیامت تک جاری رہے گا۔حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد علماء کی یہ جماعت حج کو گئی مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے جو محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانے جاتے ہیں (یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد تھے) یہ مسجد نبوی ﷺ میں اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے عرب کے کسی بزرگ نے حرم مدینہ کے خادم سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جو مسجد نبوی ﷺ میں عبادت کرتے ہیں؟ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ بتایا یہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ان کو مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عرب بزرگ نے فرمایا کہ جب یہ تشریف فرما ہوتے ہیں مسجد نبوی ﷺ کے انوار وبرکات دوگنے ہوجاتے ہیں اس سے معلوم ہوا یہ کوئی غیر معمولی شخصیت ہے۔

اسی زمانہ میں حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے۔حج کے بعد سب حضرات واپس ہونے لگے،مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہندوستان جانے کا نہیں،دوسرے علماء نے اصرار کیا تو مولانا خلیل احمد

صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مولانا کو زیادہ مجبور نہ کرو ان پر محبت رسول کا غلبہ ہے اس وقت ایک خاص حال میں ہیں زیادہ دباؤ مت ڈالو بعد میں یہ خود بخود ہندوستان چلے جائیں گے۔مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان واپس ہوئے تو پوچھا حضرت آپ تو فرمارہے تھے کہ میں ہندوستان نہیں جاؤں گا پھر ہندوستان آنے کی کیا خاص وجہ پیش آئی؟ تو فرمایا کہ مجھے آقائے نامدار ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہندوستان جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے دین کا کام لیں گے اس لئے واپس آ گیا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا میں یہ کام کیسے کروں یہ کام تو مجھ سے نہیں ہوسکتا مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آقا نے کیا فرمایا تھا؟ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضور نے فرمایا الیاس ہندوستان جاؤ تم سے اللہ تعالیٰ کچھ کام لیں گے تو مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ یہ تو نہیں فرمایا کہ جاکر کام کرو کام کرنا تو بڑا ہے مگر آپ سے کام لیں گے تو مولانا کی سمجھ میں بات آگئی کہ واقعی کام تو ہم نہیں کریں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ہم سے کام لیں گے اس کے بعد بنگلے والی مسجد میں جس کو آج مرکز نظام الدین کہتے ہیں،بہت کسمپرسی کے عالم میں آٹھ آٹھ دس دس دن ہوجاتے تھے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ فاقہ سے رہ کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے،حضرت کی دعوت پر کچھ لوگ مرکز نظام الدین آئے حضرت کی بات سنی اور کہا ہم اس کام میں ضرور لگیں گے لیکن آپ جو فاقہ کررہے ہیں وہ ہم سے نہیں ہوگا حضرت نے فرمایا کہ پہلے کام میں تو لگو اللہ تعالیٰ دروازہ کھولیں گے حضرت نے اللہ

تعالیٰ سے دعا کی الٰہ العٰلمین میں بھی ناتواں ضعیف اور کمزور بندہ ہوں لیکن یہ بندے مجھ سے بھی زیادہ ضعیف ہیں زیادہ مجاہدہ اور ریاضت نہیں کر سکتے شام ہوگئی لوگ آپس میں کہنے لگے کہ حضرت تو پانی پی کر سو جائیں گے اور رات میں اٹھ کر تہجد پڑھیں گے مگر ہم سے تو ہو نہیں سکتا تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک صاحب گاڑی میں کھانے سے بھری دیگ لیکر آئے حضرت نے فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کیلئے من اور سلویٰ کا نزول فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بلا کسی محنت کے آپ کیلئے بھیج دیا خود بھی نوش فرمایا اور سب کھلایا اور فرمایا کہ جو کچھ بچ جائے وہ آپ اپنے پاس کے لوگوں کو دے دو آئندہ کیلئے بچا کے مت رکھو۔

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تأثر

حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اپنے بزرگوں میں سے ہیں فن خطابت کے شہسوار گزرے ہیں ان کی تقریر میں خاص تأثر تھا اور اللہ نے آواز بڑی غضب کی عطا کی تھی بارہا ایسا ہوا کہ ان کی تلاوت سے متاثر ہو کر کئی غیر مسلموں نے اسلام قبول کر لیا عشاء کے بعد تقریر شروع کرتے تو صبح کی اذان ہو جاتی بارش زور کی ہوتی مگر مجمع بالکل سکون واطمنان کے ساتھ ان کی تقریر پر ہمہ تن گوش رہتا انگریزوں کو ہندوستان سے مار بھگانے میں حضرت نے بڑا اہم رول ادا کیا جب حضرت کو یہ معلوم ہوا کہ مولانا الیاس نے ایک کام شروع کیا تو فرمایا چلو دیکھیں کہ کیا ہے ظاہری بات ہے ہم عصر کوئی کام شروع کرتا ہے تو اس سے اختلاف بھی ہوتا ہے خیر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرکز نظام الدین پہنچے انہوں نے واپس آکر دیو بند میں یہ بات فرمائی میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کیلئے گیا تو مجھے محسوس

ہوا کہ واقعی حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے ملاقات کی گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں زندہ فرما دیا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بہت سراہا اور آج یہ جماعت ملک گیر نہیں بلکہ عالمگیر ہے پوری دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اس کے فیض کو عام کیا اور مرکزیت کا شرف اور اعزاز ہندوستان کو عطا کیا۔

ماسکو شہر جانے والی جماعت

ابھی چند سالوں پہلے مظفر نگر کے کچھ ساتھی ماسکو گئے وہاں چونکہ کمیونسٹ راج ہے وہاں اتنی سختی اور اتنا تشدد کہ تمام مساجد کو تالے ڈالدیئے گئے تھے تمام مکاتب اور مدارس بند کر دیئے گئے تھے اگر کسی نے اذان دی، یا ''اللہ'' کہہ دیا تو اس کی زبان کاٹ دی جاتی تھی حکومت نے دہریت کو پھیلایا کمیونسٹ نظام کی اشاعت کی ملحدانہ نظریہ کو فروغ دیا کہ دنیا کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے بلکہ سب چیزیں یوں ہی وجود میں آرہی ہیں اور فنا ہو رہی ہیں تقریباً ستر سال بعد ہندوستان سے وہاں تبلیغی جماعت پہنچی انہوں نے بتایا کہ ہم نے دیکھا نام عبدالرحمٰن، عبدالستار، عبدالسلام ہے لیکن کھانا کھاتے ہیں تو اسکے ساتھ سور کا شوربہ پیتے ہیں کھانا کھاتے ہیں تو شراب پیتے ہیں، ان کو بتایا کہ یہ حرام ہے تو کہنے لگے یہاں تو سب مسلمان پیتے ہیں۔ جماعت نے وہاں کام کیا تقریریں کیں لوگوں کو بتایا کہ سور نجس العین ہے اسکا کھانا حرام ہے۔ الغرض جماعت سے اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز کام لیا۔

ملک اسپین

اسپین کو اندلس کہا جاتا ہے مسلمانوں نے وہاں بڑی شان وشوکت کے ساتھ حکومت کی، دنیا کی بڑی مسجد اندلس میں تھی اسکا نام جامع قرطبہ ہے بیک وقت علم فقہ علم فلسفہ تفسیر وحدیث اور مختلف علوم وفنون پڑھائے جاتے تھے وہاں ہزاروں مسجدیں اور مدرسے آباد تھے، مسلمانوں نے اسپین فتح کیا تو عیسائیوں کو امان دیدی لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جب عیسائیوں نے ملک پر قبضہ کا تو مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ وہاں کی دو ہزار مساجد کو ڈائنامیٹ سے اڑادیا، دوسرا بدترین دور بوسینیا کا گزرا ہے، یوگوسلاویہ کا پارلیمنٹ ہاؤس وہاں کی جامع مسجد کے ملبے پر بنایا ہے۔ اور ڈھائی سو مدرسوں کو ڈائنامیٹ سے اڑا کر وہاں پر چرچ تعمیر کیئے۔ کوئی ڈاڑھی والا مسلمان نظر آتا تو اس کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ عیسائی بن جائے عورتوں کو مجبور کیا جاتا تھا وہ عیسائی بن جائیں بچوں کا اغوا کیا جاتا تھا اور ان کے نام بدل کر عیسائیوں کے نام رکھ دیئے جاتے پھر ان کو بائبل پڑھا کر عیسائیت میں تبدیل کردیا جاتا تھا لاکھوں مسلمانوں کو یا تو عیسائی بنالیا گیا یا شہید کردیا گیا۔

۱۹۹۰ء میں پاکستان کی ایک جماعت وہاں پہونچی اور اسلام پیش کیا ایک پرانی مسجد تھی وہاں پر اذان دی تو بوڑھے اور ضعیف العمر لوگ روتے ہوئے آگئے اور کہنے لگے کہ ہم نے کبھی مساجد سے اذان کی آواز نہیں سنی، ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ کا نام اسپین کی سرزمین پر گونج رہا ہے وہاں اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ اسپین کا سینہ چیر کر اسلام داخل ہورہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کام میں بڑی طاقت رکھی ہے جو لوگ جماعت میں لگے ہوئے ہیں وہ قابل مبارک باد ہیں اور جو اس کی تائید کررہے ہیں وہ بھی قابل مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دوستو! یہ کسی کا ذاتی کام نہیں یہ انبیاء علیہم السلام کا کام ہے تمام انبیاء نے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، علماء، صلحا اور اولیاء عظام نے یہ عظیم الشان کام انجام دیا یہ اسی کا سلسلہ ہے ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے ہمارا مال اور جان اس کام میں لگنا چاہئے ہمارے لئے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آج سے پہلا اجتماع نوجوان طلباء کے لئے شروع ہوچکا ہے آپ حضرات اس میں شرکت کریں محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے، دین کی باتیں سننے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر کے اجتماع گاہ پہونچیں اور فائدہ اٹھائیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

دولت مندی اور ناداری کے فتنے

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ. مَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ نَزِدْ لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ وَمَنْ کَانَ یُرِیْدُ حَرْثَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا وَمَا لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ہے خدا بندوں پر اپنے نرم دل (اور مہرباں)
چاہتا ہے جس کو دیتا ہے وہ روزقِ (بیکراں)
ہے وہ غالب اور زور آور (خدائے دو جہاں)
آخرت کی کھیتی کا طالب جو ہم سے ہو کوئی
دینگے برکت اس میں اس کے واسطے ہم (واقعی)

اور جو (ہم سے) ہے کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا
اس کو کر دیتے ہیں ہم (دنیا) کا کچھ حصہ عطا
لیکن اس کا آخرت میں کچھ نہیں حصہ (رہا)

قرآن کریم کا ارشاد ہے ''اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر روزی دیتا ہے جس کو چاہے اور وہی ہے زور آور زبردست جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی زیادہ کریں ہم اس کے واسطے اس کی کھیتی اور جو کوئی چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اس کو دیویں ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لئے نہیں آخرت میں کچھ حصہ''۔

اور یہ لوگ جو دنیا کی ناز ونعمت پر مغرور ہوکر آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں اور یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اگر ہمارا عمل اللہ کی رضا کے خلاف ہوتا تو ہم کو یہ عیش وعشرت کیوں دیتا خوب سمجھ لو کہ یہ ان کی بھول ہے، یہ دنیا کی دولت ونعمت دلیل رضا نہیں بلکہ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے بندوں پر عام طور سے مہربان ہے اسی رحمتِ عامہ کے سبب سب کو روزی دیتا ہے صحت وتندرستی دیتا ہے جس میں مصالح وحکمت کی بنا پر کمی وبیشی بھی ہوتی ہے کہ جس کو جس قدر چاہتا ہے روزی دیتا ہے مگر نفس روزی سب میں مشترک ہے اور دنیا میں اس لطف ومہربانی سے یہ سمجھ لینا کہ ان کا طریقہ حق ہے اور آخرت میں بھی لطف ومہربانی جاری رہے گی سراسر دھوکہ ہے۔ وہاں تو ان کے اعمال بد پر عذاب ہوگا جو کوئی مستبعد نہیں کیونکہ وہ قوت والا زبردست ہے غرض ان کی ساری خرابیوں کی جڑ دنیا پر مغرور ہونا ہے۔ ان کو چاہئے کہ اس سے باز آجائیں اور آخرت کی فکر کریں کیونکہ جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو۔ ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اعمال صالحہ کھیتی اور اس پر ملنے والا ثواب اس کا پھل ہے اور اس کی ترقی یہ ہے کہ ثواب مضاعف ملے گا جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ

دس گنا ملے گا اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو یعنی سارے عمل وسعی کا مقصد دنیا کی متاع ہو آخرت کے لئے کچھ کوشش نہ کرے تو ہم اس کو کچھ دیدینا اگر چاہیں دیدیں اور آخرت میں اس کو کچھ حصہ نہیں کیونکہ اس کی شرط ایمان ہے وہ ان میں ہے نہیں۔

بزرگو اور دوستو! آج آپ نے سورۃ الشوریٰ بھی نماز تراویح میں سماعت کی ہے جس کی آیت نمبر ۱۹ تا ۲۰ میں نے تلاوت کی ہے جس میں ایمان کی فضیلت اور اس کی وقعت کو بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت، مہربانی اور احسان کی وضاحت کی گئی ہے۔ دراصل اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ ۔ لفظ لطیف لغت کے اعتبار سے چند معانی میں استعمال ہوتا ہے، یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا ترجمہ حفی بمعنی مہربان سے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے بارّ یعنی محسن سے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایات اور بخشش

حضرت مقاتل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سبھی بندوں پر مہربان ہے۔ یہاں تک کہ کافر، فاجر پر بھی دنیا میں اس کی نعمتیں برستی ہیں۔ حق تعالیٰ کی عنایات اور لطف وکرم اپنے بندوں پر بیشمار انواع واقسام کے ہیں۔ اسلئے تفسیر قرطبی نے لفظ لطیف کے معنی بھی بہت سے بیان فرمائے ہیں، اور حاصل سب کا لفظ حفی اور بارّ میں شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا رزق تو ساری مخلوق کے لئے عام اور شامل ہے دریا اور خشکی میں رہنے والے وہ جانور جن کو کوئی نہیں جانتا اس کا رزق ان کو بھی پہونچتا ہے۔ اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اس کا حاصل زیادہ واضح وہ ہے جس کو تفسیر مظہری نے اختیار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رزق کی بے شمار اقسام وانواع ہیں۔ بقدرِ ضرورت معاش رزق تو سب کے لئے عام ہے۔ پھر خاص خاص اقسام

رزق کی تقسیم میں اپنی حکمت بالغہ سے مختلف درجات اور پیمانے رکھے ہیں۔ کسی کو مال ودولت کا رزق زیادہ دیدیا۔ کسی کو صحت وقوت کا، کسی کو علم ومعرفت کا کسی کو دوسروں انواع واقسام کا اس طرح ہر انسان دوسرے کا محتاج بھی رہتا ہے اور یہی احتیاج ان کو باہمی تعاون وتناصر پر آمادہ کرتی ہے جس پر تمدن انسانی کی بنیاد ہے۔

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی بندوں پر دوطرح کی ہے اوّل تو یہ کہ ہر ایک ذی روح کو اس کے مناسب حال غذا اور ضروریات عطا فرماتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی کو اس کا پورا رزق عمر بھر کا بیک وقت نہیں دیدیتا ورنہ اوّل تو اس کو حفاظت کرنا مشکل ہوجاتا اور کتنی بھی حفاظت کرتا وہ پھر بھی سڑنے اور خراب ہونے سے نہ بچتا۔ (مظہری ومثلہ فی القرطبی)

ایک مجرب عمل

مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا اور فرمایا کہ بہت مجرب عمل ہے۔ آیت یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ.

حضور ﷺ کی دعاء

عَنْ اَنَسٍ قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ" (البخاری ومسلم)

دوستو، بزرگو! حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح دعا کیا کرتے تھے: ”اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ“ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر سے اور غم سے اور کم ہمتی اور کاہلی و بزدلی سے اور بخیل وکنجوسی اور قرضہ کے بار سے اور لوگوں کے دباؤ سے۔

اس دعا میں جن آٹھ چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی ہے ان میں سے چار فکروغم، قرضہ کا بار، اور مخالفین کا غلبہ ایسی چیزیں ہیں جو حساس وصاحب شعور آدمی کے لئے زندگی کے لطف سے محرومی، سخت روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہیں اور اس کی قوت کار اور صلاحیتوں کو معطل کر کے رکھ دیتی ہیں جس کے نتیجہ میں وہ دنیا اور آخرت کی بہت سی کامیابیوں اور سعادتوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور باقی چار کم ہمتی، کاہلی، کنجوسی، اور بزدلی ایسی کمزوریاں ہیں جن کی وجہ سے آدمی وہ جرأت مندانہ اقدامات اور محنت وقربانی والے وہ اعمال نہیں کرسکتا جن کے بغیر نہ دنیا میں کامرانی حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ آخرت میں فوز وفلاح اور نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا مقام حاصل ہوسکتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے اور اپنے عمل سے امت کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

فتنوں کے اقسام

”عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَالْمَاثَمِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ النَّاسِ وَفِتْنَۃِ النَّارِ وَفِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی وَ مِنْ

شَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحُ الدَّجَّالِ، اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَا یَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرْدِ رَوْنَقِ قَلْبِیْ کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَا یَایَ کَمَا بَا عَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے: ”اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسْلِ تا کَمَا بَا عَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“ اے میرے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں سستی، کاہلی سے اور انتہائی بڑھاپے سے جو آدمی کو بالکل ہی از کار رفتہ کردے اور قرضہ کے بوجھ سے اور ہر گناہ سے - اے میرے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، اور دوزخ کے فتنہ سے اور فتنۂ قبر سے اور عذاب قبر سے اور دولت وثروت کے فتنہ کے شر سے، اور مفلسی ومحتاجی کے فتنہ کے شر سے اور فتنۂ دجال کے شر سے۔ اے میرے اللہ! میرے گناہوں کے اثرات دھوئے اولے اور برف کے پانی سے اور میرے دل کو گندے اعمال واخلاق کی گندگیوں سے اس طرح پاک صاف کردے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور میرے اور گناہوں کے درمیان اتنی دوری پیدا کردے جتنی دوری تو نے مشرق ومغرب کے درمیان کردی ہے۔

معذوری سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی!

اس دعا میں علاوہ اور چیزوں کے ”ہرم“ یعنی انتہائی بڑھاپے سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ عمر کی اس حد تک درازی کہ ہوش وحواس صحیح سالم رہیں اور آخرت کی کمائی کا سلسلہ جاری رہے اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، لیکن ایسا بڑھاپا جو بالکل ہی از کار رفتہ کردے جس کو قرآن پاک میں ”اَرْذَلُ الْعُمُرِ“ فرمایا گیا ہے ایسی ہی چیزیں جس سے اللہ کی پناہ مانگی جائے ”هَرَمَ“ بڑھاپے کا وہی درجہ ہے۔

اس دعا میں ''عذاب نار'' کے ساتھ ''فتنۂ نار'' سے اور ''عذاب قبر'' کے ساتھ ''فتنۂ قبر'' سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ عذاب نار سے مراد بظاہر دوزخ کا وہ عذاب ہے جو ان دوزخیوں کو ہوگا جو کفر وشرک جیسے سنگین جرائم کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ اسی طرح عذاب قبر سے مراد بظاہر قبر کا وہ عذاب ہے جو اسی طرح کے بڑے مجرموں کو قبر میں ہوگا۔ لیکن جو ان سے کم درجہ کے مجرمین ہیں ان کو اگر چہ دوزخیوں کی طرح دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا اور قبر میں بھی ان پر درجۂ اوّل کے ان مجرمین والا وہ سخت عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا لیکن دوزخ اور قبر کی کچھ تکلیفوں سے ان لوگوں کو بھی گزرنا پڑے گا اور بس یہی سزا ان کے لئے کافی ہوگی۔ اس عاجز کے نزدیک ''فتنۂ نار'' اور ''فتنۂ قبر'' سے یہی سزا مراد ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ''عذابِ نار'' اور ''عذاب قبر'' کے ساتھ اس ''فتنۂ نار'' اور ''فتنۂ قبر سے بھی پناہ چاہی اور اپنے عمل سے ہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی ہے۔

دجال کا فتنہ بھی ان عظیم ترین فتنوں میں سے ہے جن سے رسول اللہ ﷺ بکثرت پناہ مانگتے تھے اور اہل ایمان کو اس کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ دجال اکبر کے فتنہ سے جس کی رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے اور ہر دجالی فتنہ سے اپنی پناہ میں رکھے اور مرتے دم تک ایمان واسلام پر ثابت قدم رکھے۔

دولت مندی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

اس دعا میں دولت مندی کے فتنہ سے اور اس کے ساتھ فقر ومحتاجی کے فتنہ سے بھی اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ دولت وثروت بذات خود کوئی بری چیز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اگر اس کا حق ادا کرنے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے کی توفیق

ملے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت ہی سے وہ مقام پایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں اعلان فرمایا کہ: ''عثمان اس کے بعد جیسے بھی عمل کریں ان پر کوئی عتاب نہ ہوگا اور ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ ''مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا مَرَّتَيْنِ'' اسی طرح فقر کے ساتھ اگر صبر وقناعت نصیب ہو تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی کی زندگی پسند فرمائی اور فقر اور اہل فقر کے بڑے فضائل بیان فرمائے۔ لیکن اگر بد قسمتی سے دولت مندی وخوش حالی تکبر وغرور پیدا کرے اور مال ودولت کے صحیح استعمال کی توفیق نہ ملے تو پھر وہ قارونیت ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اسی طرح اگر فقر ومحتاجی کے ساتھ صبر وقناعت نہ ہو اور اس کی وجہ سے آدمی ناکردنی کرنے لگے تو وہ خدا کا ایک عذاب ہے اور اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا'' محتاجی اور مفلسی آدمی کو کفر تک بھی پہونچا سکتی ہے'' اس دعا میں غنا اور فقر دولت مندی اور ناداری کے جس شر وفتنہ سے پناہ مانگی گئی ہے وہ یہی ہے اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ اس سے ہزار بار پناہ مانگی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب اور پوری امت کو ان تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِىَّ بَعْدَهٗ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ. وَقَالَ تَعَالٰى اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

"ہیں محمدؐ اک رسول، اللہ کے بھیجے ہوئے
ان کے ساتھی سخت ہیں کفار کے حق میں بڑے
ہیں مگر وہ رحمدل آپس میں، دیکھو گے انہیں
جستجوئے فضلِ مولا میں، رکوع، وسجدہ میں

وہ رضائے حق کے بھی رہتے ہیں جو یا (بیگماں)
ان کی ہے پہچان، پیشانی پہ سجدوں کے نشاں"

بزرگانِ محترم! نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلباء! آج سورہ فتح تلاوت کی گئی جس میں کئی واقعات اور تعلیمات کا ذکر ہے اور یہ سورۃ اس وقت نازل ہوئی جب حضور نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام صلح حدیبیہ سے واپس آرہے تھے اور صلح حدیبیہ کو کھلی ہوئی فتح قرار دی گئی چنانچہ بعد کی ساری فتوحات کیلئے صلح حدیبیہ بطور اساس اور بنیاد کے ہے، فتح خیبر ہو یا فتح مکہ، بکثرت لوگوں کا داخل اسلام ہونا ان سب کیلئے صلح حدیبیہ بطور مقدمۃ الجیش اور پیش خیمہ کے ہے۔

اس سورۃ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے اور جو آیت کریمہ میں نے پڑھی ہے اس میں پہلی آیت تو صحابۂ کرام کی فضیلت سے ہی متعلق ہے دوسری آیت سورۂ نساء کی ہے انہیں دونوں آیتوں سے متعلق کچھ باتیں مجھے آپ لوگوں سے عرض کرنی ہے صحابۂ کرام کی فضیلت میں تو قرآن کریم کی بہت سی آیتیں ہیں اسی طرح احادیث بھی بکثرت ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بے شمار قربانیاں دین کی خاطر دی ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد روئے زمین کے صحابہ جیسی مقدس ہستی آج تک نہیں دیکھی نہ صحابہ کرام سے پہلے نہ صحابہ کرام کے بعد۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظیم صفات

قرآن کی اس آیت کریمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک عظیم الشان وصف بیان کیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کفار کے مقابلہ میں بڑے سخت تھے کبھی ان کے ماحول میں اپنے آپ کو ڈھالنے کیلئے تیار نہ تھے کبھی ان کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے تیار نہ تھے

کبھی ان کے رسوم ورواج کو اپنانے کے لئے آمادہ نہ تھے اور کبھی کفار ومشرکین کی حرص نہیں کرتے تھے رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ. آپس میں انتہائی مہربانی کے ساتھ اور محبت وشفقت سے پیش آتے تھے ایک دوسرے کی غلطی کو معاف کر دیا کرتے اور آپس میں اس طرح رہتے تھے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے اتنی محبت نہیں کرتا جتنا صحابہ ایک دوسرے سے کرتے تھے۔

روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرح میل ومحبت رکھتے تھے کہ کبھی کبھی ککڑی اور خربوزہ کھانے کا اہتمام کرتے تھے تو اس کا چھلکا ایک دوسرے پر پھینکا کرتے تھے اور اپنے سے زیادہ ہمیشہ دوسرے کا خیال کرتے تھے واقعات میں آتا ہے کہ خود تڑپ تڑپ کر جان دیدی مگر اپنے پیاسے بھائی سے پہلے خود پانی پینا گوارہ نہ کیا البتہ کفار کے مقابلہ میں ہمیشہ سخت رہے مگر ہمارا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اپنوں سے نرمی کا برتاؤ نہیں کرتے اور غیروں کے سامنے بھیگی بلی بن جائیں گے حقیقت میں یہ بزدلی ہے جب آدمی احکام اسلام پر عامل رہیگا تو ہرگز اس کو غیروں سے خوف اور ڈر نہیں ہوگا مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

ہر کہ ترسد از زحق وتقویٰ گزید
ترسد از وے جن وانس وہر کہ دید

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو جنات وانسان اور روئے زمین کی ساری چیزیں اس سے ڈرتی ہیں اور خوف محسوس کرتی ہیں۔''

اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے، اسی لئے ہم لوگوں کو بھی چاہئے کہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کریں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقے کو اپنی زندگیوں میں لائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قائدینِ امت ہیں

جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ . میرے صحابہ رات کی اندھیریوں میں روشن اور چمکدار ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جن کی بھی اقتداء کرلو گے راہ پالو گے۔

ان حضرات کی فضیلت وبرتری کا کیا کہنا جس کے معلم واستاذ خلاصۂ کائنات جناب نبی اکرم ﷺ ہوں ارشاد ربانی ہے وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ. اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو پاک وصاف کرکے روحانیت کے اعلیٰ مراتب پر پہنچا دیتے ہیں اور ممتحن خود اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی. اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں یعنی صحابہ کرام کے دلوں کو تقویٰ کے لئے آزمایا پھر ان کے لئے مژدہ بھی سنایا گیا لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ سوۂ فتح ہی میں اللہ نے ارشاد فرمایا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ. اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوگئے جس وقت درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے سورۂ توبہ میں ہے رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ. اللہ ان سے راضی ہوگیا وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی مقدس اور برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ دنیا ہی کے اندر ان کو رضائے الٰہی اور دخول جنت کا پروانہ مل چکا ہے آپ غور فرمائیں کہ آج لوگوں کیلئے یہ کہاں جائز ہے کہ اپنی ناپاک زبانوں سے صحابہ کرام کو برا بھلا کہیں؟ اللہ تعالیٰ ایسے دلوں میں صحابہ کرام کی عظمت ومحبت پیدا فرمائے۔ آمین!

کفار ومشرکین پرفوری عذاب کیوں نہیں آتا

دوسری آیت میں نے پڑھی ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرے گا اوراس کے علاوہ جوگناہ چاہے گا معاف کردے گا۔ایک مومن جس کے اندر ذرا بھی ایمان ہوتو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ شرک سے دور رہے آدمی اگر شریعت سے قطع نظر کرکے بھی سوچے تو بھی شرک کا قبیح ہونا معلوم ہوتا ہے کہ جس ذات نے پیدا کیا ہے میرا سر اسی کے سامنے جھکنا چاہئے ، ہاتھ اسی کے سامنے اٹھانے چاہئیں اولاد کا مطالبہ اسی سے کرنا چاہئے مصیبت وخوشی میں صرف اسی کو پکارنا چاہئے ، دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ لوگ منعم ومحسن کا احسان مانتے ہیں، ایک شخص نے اگر آپ کو دس روپے دیدیا آپ کو مصیبت میں کچھ عطا کردیا تو آپ بھی اسکے اس احسان وعطا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اگر آپ اسی محسن کو برا کہہ رہے ہیں تو ساری دنیا آپ کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے گی آپ بتائیں کہ پیدا تو اللہ نے کیا اللہ کیسے پسند کریگا کہ آدمی اس کو چھوڑ کر غیروں کی پوجا وپرستش کرے چونکہ دنیا دارالامتحان ہے دارالعمل ہے اس لئے مشرکوں کو ان کے شرک وبت پرستی پر فوری سزانہیں دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ شرک کی تمام قسموں سے حفاظت فرمائے۔آمین!

شرک وہ بدعملی ہے جو اسلام میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے اور مشرک کو تو قرآن کریم نے ناپاک اور گندہ قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ مشرکین گندے اور ناپاک ہیں اس لئے مسجد حرام کے قریب نہ جائیں جس طرح شرک سے منع کیا گیا اسی طرح مشرکوں کی

شباہت اختیار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور شباہت اختیار کرنے والے کے لئے حدیث میں وعید بھی آئی ہے مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اسی میں سے ہوگا آج دیکھتے ہیں کہ جس طرح غیر مسلموں کی دیپاولی اور ہولی اور دیگر تہوار اور عیدیں آتی ہیں تو کچھ مسلم نوجوان جن کو سیکولر ہیضہ ہوتا ہے، غیر مسلموں کی نقل کرتے ہیں۔

عبرت آموز واقعے

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک عالم تھے جب ان کا انتقال ہوا کسی نے خواب میں دیکھا وہ دوزخ میں جل رہے ہیں پوچھا حضرت آپ ایسے بڑے عالم وفاضل اور ایسے بڑے متقی وپرہیزگار کہ بہت سے لوگ آپ کی وجہ سے راہ راست پر آئے اور کتنے لوگوں کو آپ نے ضلالت وگمراہی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاکھڑا کیا پھر آپ دوزخ میں جل رہے ہیں؟ فرمایا مجھ سے ایک غلطی ہوگئی تھی ایک دفعہ میں پان کھا کر گھر سے نکلا وہ ہولی کا دن تھا باہر ایک کتّا بیٹھا ہوا تھا میں نے پان کی پیک اس کے اوپر تھوک دی اور کہا، لے تو بھی ہولی کھیل لے، یہ بات اللہ کو ناگوار گزری کہ تو نے کتے کے ساتھ ہی سہی غیر مسلموں کی سی شباہت کیسے اختیار کی؟

آج غیر مسلموں کی تہذیب کو اپناتے ہیں اور بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ فلاں ہیرو نے ایسا کیا، فلاں فلمی ایکٹر نے ایسا کپڑا پہنا وغیرہ وغیرہ۔کیا صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کی تقلید کریں یا اولیاء میں کوئی ایسا آدمی نہیں پاتے جس کی پیروی کریں تلاش کرنے والے تو خدا کو پالیتے ہیں۔

صحابہ کرام اولیاء عظام کی سیرتیں ہمارے سامنے ہیں لیکن غیر مسلموں کا عمل اوران کا طرز زندگی مسلمانوں کی زندگیوں میں چھایا ہوا ہے۔مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے زیادہ ہوشیاراور ہم سے زیادہ عزت وافتخاروالے ہیں،ایسانہیں ہےقرآن نے صاف کہہ دیا۔لَایَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ آیت کریمہ کامفہوم یہ ہے کہ تم غیر مسلموں کے محلّوں کواوران کے باغیچوں کوان کی کاروں کوان کے محلوں کودیکھ کردھوکے میں نہ آجاؤ جب ان کے محلوں سے گذرتے ہیں تو رونق اور چمک دمک رہتی ہے ایک ساتھ بلڈنگیں بنی ہوتی ہیں ہرطرح کی سہولیات نظر آتی ہیں تو سمجھتے ہیں کہ غیر مسلموں کا معیار زندگی کتنا اونچا ہے اللہ فرماتے ہیں مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ہم نے ان کوتھوڑا سا دنیوی سامان دے رکھا ہے ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ پھران کاٹھکانہ جہنم ہےاورجہنم بہت ہی براٹھکانا ہے آج دنیا کی چندروزہ زندگی پرعیش کرلیں مرتے ہی سب حقیقت کھل کرسامنے آجائے گی وہاں سے کبھی نکلنانہیں ہے روئیں گے چلّائیں گے۔لیکن موت نہ آئے گی۔

حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰهُ نُوْرُمُحَمَّدِ صَلَّی اللّٰهُ

کسی شاعرنے کیا خوب کہاہے۔

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل ودانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

اس لئے آج کافروں کی حالت کودیکھ کردھوکہ میں نہ پڑجاؤ بلکہ کافروں کی مذہبی مشابہت سے بالکلیہ اجتناب واحترازکرو۔حضرت مولانا ظفراحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑاہی عبرت آمیز واقعہ لکھا ہے،جلال آباد میں ہمارے داداپیرومرشد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رہتے تھے انہوں نے ایک بہت بڑاادارہ بھی بنایا ہے

حضرت مولانا تھانویؒ کے خلیفہ ومجاز تھےاس بستی کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ وہاں ایک غیر مسلم رہتا تھااور مسلمانوں کے محلّہ میں مندر بنانا چاہتا تھامسلمانوں نے کہا کہ بھائی یہاں دیول بنانا اچھانہیں،آپ اپنے محلے میں بنوالیں،وہاں کے جومسلمان نواب تھے انہوں نے غیر مسلموں کی حمایت کی اور کہا کہ تم بناؤ ہم دیکھیں گے کہ کون تم کوروکتا ہےصرف حمایت ہی کی تھی اس کے لئے پیسہ وغیرہ کچھ بھی نہیں دیا،تھانہ بھون سے ایک مرتبہ حکیم احمد صاحب جوبڑے عالم اور بڑے حکیم بھی تھے اپنے زمانہ میں کسی مریض کودیکھنے کیلئے جلال آباد آئے تو ان کے پاس نواب کے گھر والے بھی آئے کیونکہ نواب صاحب کی بھی طبیعت خراب تھی مندر بنے ہوئے تو برسو گذر گئے تھے بات آئی گئی ہوگی،لوگ بھول گئے اورنواب صاحب کی موت کاوقت قریب تھا،نواب کے گھروالوں نے کہا کہ ہمارے مریض کوبھی دیکھ لیں؟حکیم صاحب تشریف لے گئے نبض دیکھ کرفرمایا کہ اب مریض کے زندہ رہنے کی کوئی امیدنہیں،اب تب کے مہمان ہیں،یہ کہ کرحکیم صاحب چلنے لگے مگرنواب صاحب نے حکیم صاحب کا ہاتھ پکڑلیااورکہااللہ کے واسطےآپ نہ جائیں آپ یہیں پررکیں کیونکہ ابھی دومنٹ پہلے میرے پاس دوآدمی آئے تھےاوران کے ہاتھ میں آگ کا پنجرا تھااور کہہ رہے تھے کہ تجھے اس میں ڈال کرلے جائیں گے جب آپ آئے تو وہ لوگ دورہٹ گئے مجھے ابھی بھی وہ لوگ نظرآرہے ہیں۔

اللہ والوں کی بات ایسی ہی ہوتی ہے کہ عذاب بھی اورعذاب کے فرشتے بھی ان سے دورہٹ جاتے ہیں،حضرت دومنٹ بیٹھےاورتسلی دی پھرچل دیئے ابھی گھر سے باہرنہیں نکلے تھے کہ معلوم ہواکہ نواب کاانتقال ہوگیااس زمانہ میں کسی نے خواب میں بتایا کہ اس نواب کے لئے کوئی ایصال ثواب نہ کرے کیونکہ وہ کافرمرا ہے،اس

لئے اس کو کوئی ثواب نہیں پہنچا یا سکتا ہے۔ الامان والحفیظ! ایک دیول یا مندر بنانے کی حمایت کی تھی اس کے نتیجہ میں اس کی موت ہی کفر پر ہوئی۔

آج لوگ بٹ اور تلک لگا کر اور اسی رنگ میں رنگ کر ہولیاں کھیلتے ہیں ان کے ساتھ ناچ گانا گاتے ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ سب کی مغفرت فرما سکتے ہیں لیکن اس کے ساتھ جو کسی کو شریک ٹھہرائے گا اس کی معافی نہیں ہوگی۔

امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی

آج مسلمانوں کا عجیب و غریب حال ہے فرقہ بندی بہت ہوگئی ہے کوئی دیوبندی ہے کوئی بریلوی، کوئی تبلیغی کوئی جماعت اسلامی، کوئی اہلحدیث وغیرہ وغیرہ ہر مسلمان اپنے مسلک پر قائم رہے اس سے کوئی اعتراض نہیں لیکن ایک دوسرے کو کافر کہنا ایک دوسرے کو برا کہنا اور یہ سمجھنا کہ صرف میں ہی حق پر ہوں یہ درست نہیں، حضور ﷺ نے صاف طور سے فرمادیا اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَّتَتَفَرَّقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا وَاَصْحَابِیْ (رواہ ترمذی)

بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئی اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی وہ سب کے سب جہنمی ہونگے سوائے ایک فرقہ کے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ سعادت مند فرقہ کونسا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا! وہ فرقہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر چلے گا اسی فرقہ کا نام اہل سنت والجماعت ہے اب جو فرقہ بھی

صحابہ کے طریقہ پر اور آپ ﷺ کے طریقہ پر چلے گا وہ نجات پانے والا ہوگا۔ جب مومن دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تو دیوبندی ہے یا بریلوی یا اہلحدیث؟ صرف تین سوال ہوتے ہیں تیرا رب کون، تیرا دین کیا، تیرا نبی کون ہے؟ آخرت میں بھی اللہ کے سامنے جب پیشی ہوگی تو وہاں بھی اعمال کام آئیں گے نماز روزہ حج قربانی اورزکوٰۃ کام دیں گے اس لئے آدمی کو اعمال کی طرف توجہ دینی چاہئے، آج مسلمان مساجد سے اتنے دور ہوگئے کہ مساجد میں آنا مشکل نظر آتا ہے علماء کی صحبت میں رہنا اور ان سے کسب فیض کرنا بہت گراں گذرتا ہے، مسلمان نے قرآن مجید کو پڑھنا اور سمجھنا چھوڑ دیا آج مشکل سے پانچ چھ فیصد طبقہ مسجدوں کو آتا ہے باقی مسجدوں سے دور ہے ایسی امت کا کیا حال ہوگا جو اپنی مرکزی جگہ کو ہی چھوڑ بیٹھے۔ علماء سے دور ہو جائے۔ قرآن وحدیث سے بچھڑ جائے، ہم خرافات میں مشغول ہوگئے اس کے بعد بھی ہم سو فیصد اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں؟

ہر شخص سے اس کی نگرانی کی بابت سوال ہوگا

دوستو، بزرگو! قیامت کے دن ہر شخص سے اس کی بابت سوال ہوگا باپ سے سوال ہوگا کہ بیٹے کا حق ادا کیا کہ نہیں اس کی صحیح طور پر تربیت کی کہ نہیں، بیوی سے شوہر کے حقوق اور مال وغیرہ کے بارے میں سوال ہوگا، آقا سے غلام اور غلام سے آقا کے بارے میں سوال ہوگا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ تم میں ہر شخص نگراں ہے اور ہر شخص سے اس کی نگرانی کی بابت سوال کیا جائے گا۔ حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ ایک نمازی کو محض اسلئے دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ پانچ وقت نماز کیلئے جاتا تھا، لیکن راستے میں بیٹھا بے نمازی ملتا تھا اور کبھی اس کو

نماز کے لئے نہیں بلایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس نمازی کے پڑوس میں یہ بے نمازی رہتا تھا یہ نماز پڑھتا تھا یہ خود غرض تھا اس نے کبھی بے نمازی کو تلقین نہیں کی اس لئے اس بے نمازی کے ساتھ اس نمازی کو بھی دوزخ میں ڈال دو۔ اس لئے اصلاح بہت ہی ضروری ہے خود اپنی بھی فکر رکھیں اور سارے خاندان وقبیلہ کا بھی، سو فیصد اسلامی معاشرہ بنائیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً. اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہیں کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر بعض احکام پر تو عمل کر لیا بعض کو پسِ پشت ڈال دیا، زندگی کے جتنے بھی شعبے ہیں ان تمام شعبوں میں مسلمان بن کر رہیں، تجارت ہو سیاست ہو، عدالت ہو وکالت ہو، معاشرت ہو گھر ہو یا باہر ایسا نہیں کہ مولانا صاحب کی تقریر سے متاثر ہو کر ایک چلہ لگا لیا پھر نہ نماز کی پابندی نہ اور کسی چیز کی فکر بلکہ ہر وقت اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھیں یعنی احکام اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا رہیں اور کسی بھی عمل کو چھوٹا اور حقیر نہ سمجھیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ.

جس نے کوئی ذرہ برابر نیک کام کیا ہوگا تو اس کو پائیگا اور اس نے ذرہ برابر کوئی برا کام کیا ہوگا تو اس کو بھی پائے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مَامِنْ اَحَدٍ يَّمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَانَدَامَتُهٗ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَ مُحْسِناً اِنْ كَانَ مُسِيْئاً نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ. جو بھی آدمی مرتا ہے خواہ نیک ہو یا برا اسے ندامت اور افسوس ضرور ہوتا ہے صحابۂ کرام نے دریافت فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ کیسی ندامت ہوگی، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نیک وصالح ہے تو اس کو بھی افسوس ہوگا کیوں کہ اور زیادہ نیکی نہیں کمائی تا کہ یہاں میرا مرتبہ اور درجہ بڑھا ہوا ہوتا لیکن آج ہم روزی روٹی کی فکر میں اس طرح مست ہوتے ہیں کہ آخرت کی فکر ہی نہیں رہتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے تو یہ دونوں

چیزیں اس کے ساتھ وہ چیزیں ہر وقت رہتی ہیں، رزق اور موت جب آدمی چلتا ہے تو یہ دونوں چیزیں اس کے ساتھ چلتی ہیں اور جب یہ رک جاتا ہے تو یہ دونوں چیزیں بھی ٹھہر جاتی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ انسان کو موت نہیں آسکتی جب تک کہ وہ اپنے رزق کو مکمل نہ کر لے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم رزق کے پیچھے ہر وقت پڑے رہیں اور موت سے غافل رہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب موت کے ذکر سے غافل ہو جائے تو سمجھ لو کہ اس کا ایمان کمزور ہو گیا اب اس کو اللہ کے رسول سے محبت نہیں۔ حضور اکرم ﷺ موت کو بکثرت یاد فرماتے آج مسلمان موت کو یاد کرنے کے لئے تیار نہیں، اگر کسی کے جنازہ وتدفین میں جاتے ہیں تو وہاں بھی دنیا ہی کی باتیں کرتے رہتے ہیں میت کے جنازے میں سو دوسو آدمیوں میں سے دو چار آدمی ہی ذکر کرتے ہوئے چلتے ہیں گے یا قبرستان پہونچ کر خاموش بیٹھتے ہیں ورنہ دنیا داری ہی کی باتیں ہوتی رہتی ہیں دل اتنے سیاہ ہو گئے ہیں کہ قبر کو دیکھ کر بھی موت یاد نہیں آتی یہ سمجھے کہ موت کا منظر سامنے ہے مگر موت سے غافل ہیں۔ میں نے جو آیتیں شروع میں پڑھی اس میں یہ ذکر کیا گیا کہ مسلمان آپس میں محبت والفت کے ساتھ پیش آتے ہیں کوئی کسی مسلک کا ہو ہر ایک کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ہمارے حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''اپنا مسلک چھوڑو مت اور دوسرے کے مسلک کو چھیڑو مت۔''

میری داڑھی تیرے بکرے کی داڑھی سے بہتر ہے

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے اللہ والے تھے ان کی ڈاڑھی بہت چھوٹی تھی وہ جس راستے سے نماز پڑھنے جاتے اس راستے میں ایک بڑھیا کا مکان پڑتا تھا اس نے بھی ایک بکرا پال رکھا تھا حضرت جب اس راستے سے گزرتے تو یہ بڑھیا مذاق

اڑایا کرتی اور کہتی کہ میرے بکرے کی ڈاڑھی اچھی ہے یا آپ کی؟ یہ بزرگ کبھی کوئی جواب نہیں دیتے اور بڑھیا پانچ وقت یہی بات کہتی۔ جب حضرت کے انتقال کا وقت قریب آیا تو یہ وصیت کردی کہ میرا جنازہ اس بڑھیا کے گھر کی طرف سے لے جانا چنانچہ وصیت کے مطابق لوگوں نے ایسے ہی کیا بڑھیا بھی اپنے گھر کے باہر کھڑی تھی جب جنازہ بڑھیا کے گھر کے پاس پہونچا تو بزرگ نے کفن سے سر نکال کر کہا کہ آج میں کہتا ہوں کہ الحمدللہ میری ڈاڑھی تیری بکرے کی ڈاڑھی سے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر پھر لیٹ گئے، سبحان اللہ! یہ ہے مسلمان کی شان، جب وقت آیا تو جواب دیا ورنہ عمر بھر سنتے اور برداشت کرتے رہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کا انتقال ہوا، نہلانے لگے تو مرید نے حضرت کا انگوٹھا پکڑ لیا حضرت نے کہا مذاق مت کر، مجھے پتہ ہے کہ مومن مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے، سبحان اللہ۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے خواجہ معصوم علی رح کا انتقال ہوا آپ کے دوسرے بیٹے محمد سے فرمایا گاؤں جا کر ان کی میت لے کر آؤ بیل گاڑی میں لٹا کر لا رہے تھے بھائی کی محبت جوش میں آئی سوچا صورت تو دیکھ لوں کپڑا ہٹا کر دیکھا تو خواجہ معصوم علی ہنسنے لگے تو بھائی نے کہا خبردار اب تمہارا انتقال ہو چکا ہے خاموش رہو یہ شریعت کے خلاف ہے، ایسے اللہ والے لوگ تھے اور ہمارا یہ حال ہے کہ حسد کی وجہ سے کسی کو مسکراہٹ کے ساتھ دیکھنا پسند نہیں کرتے حالانکہ مومن کو مسکرا کر دیکھنا بھی صدقہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

قرآن فہمی کیلئے حدیث کا علم ضروری

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَمَّابَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ. فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

”حکم (سب) مانو خدا کا اور رسول اللہ کا
اور جو روگرداں ہوئے تم (تو یہ سُن لو برملا)
ہے پیمبر کے ہمارے، ذمے بس یہ کام ہی
وہ کرے تبلیغ (احکامِ الٰہی کی) کھُلی“

معزز حاضرین کرام! نماز تراویح میں آج سورۂ تغابن تلاوت کی گئی، اس میں ایک آیت ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ، اللہ رب العزت نے اس آیت

کریمہ میں دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے، ایک اطاعت خداوندی، دوسرا اطاعت رسول۔ دنیوی واخروی فلاح ونجات کے لئے یہی دو چیزیں ضروری اور لازم ہیں۔ اطاعت کے معنی ہیں فرمانبرداری کرنا، یا پیروی کرنا۔

اللہ کی اطاعت کس طرح ہوگی؟ اس کے لئے سب سے پہلے احکام کا جاننا ضروری ہے، اللہ جل شانہٗ نے کن باتوں کا حکم فرمایا اور کن باتوں سے منع فرمایا اس سلسلے میں قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے احکام کیا ہیں، قرآن کریم کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں میں سے پانچ سو آیتیں احکام سے متعلق ہیں یعنی نماز کی فرضیت زکوٰۃ کی فرضیت حج وغیرہ کے احکام حرام وممنوعات کا ذکر وغیرہ۔ اسی طرح احادیث کے ایک عظیم ذخیرے میں سے صرف تین ہزار آیتیں احکام سے متعلق ہیں باقی سب قصص وتواریخ ہیں یعنی گذشتہ اقوام کے قصے ان کی تواریخ، آئندہ پیش آنے والے امور پر عمل کرنے سے متعلق ہے، ان کو عملی زندگی میں لانا ضروری ہے عمل کی دو شکل ہیں ایک یہ کہ آیت یا حدیث کے برحق اور صحیح ہونے پر یقین، دوسرے ان کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا یعنی عمل کرنا۔

رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت

درحقیقت اللہ اور رسول کی اطاعت کوئی الگ الگ چیز نہیں، بلکہ ایک ہی ہے وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اللہ کی اطاعت وہی کرسکتا ہے جو رسول کی اطاعت کرے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب وحی الٰہی ہوا کرتا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہش نفس سے کوئی بات نہیں کہتے

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى وہ وحی ہے جو آپ کی طرف بھیجی جاتی ہے، یہودیوں نے کہا کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اور ہم اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ یہود ونصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں، اسی بنیاد پر وہ بڑا گھمنڈ بھی کرتے، اور بغض وحسد کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کی رسالت کو مانتے نہیں جب کہ ان کو یقین تھا کہ پیغمبر آخر الزماں یہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانی یہ اعلان فرمادیا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اے نبی ﷺ آپ فرمادیجئے، اگر تم لوگ اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم کو پیار کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا۔

حدیث بھی حجت ہے

معلوم ہوا کہ صرف قرآن ہی حجت نہیں بلکہ احادیث شریفہ بھی حجت ہیں، جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے صرف قرآن کافی ہے وہ صریح گمراہی میں ہیں جیسا کہ ایک فرقہ اہل قرآن کا ہے وہ صرف قرآن ہی کو مانتا ہے حدیث کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ کچھ احادیث ضعیف بھی ہیں اور کچھ قوی اور قرآن تو پورا ہی قوی ہے اس لئے قرآن کو پکڑ لیا اور احادیث کو چھوڑ دیا اللہ رب العزت کو معلوم تھا کہ اس طرح کا فتنہ پیدا ہوگا اس لئے اطاعت خداوندی کے ساتھ اطاعت رسول کو بھی واجب اور لازم قرار دیا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کئے بغیر راہ راست کو پا نہیں سکتا اور نہ ہی منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے۔ کیونکہ جتنی چیزیں قرآن کریم میں ہیں وہ سب متن کے درجہ میں ہیں

اوراحادیث شریفہ شرح اور تفسیر کی حیثیت رکھتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ احادیث کو بھی مانیں، ایک مرتبہ صحابہ کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہم سے بیان کریں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا کہ تم لوگ قرآن کریم نہیں پڑھتے؟ كَانَ خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْآنُ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سراپا قرآن تھے، قرآن کریم متن ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اس کی عملی تفسیر ہے۔

منکر حدیث وقرآن

ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ میں ایک حدیث مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کان کھول کر سن لو مجھے قرآن اور اسی کے مثل مزید احکام بھی عطا کئے گئے ہیں سن لو وہ زمانہ قریب آنیوالا ہے کہ ایک شخص مسہری پر ٹیک لگائے ہوئے آسودہ اور بے فکر لوگوں سے کہے گا کہ اس قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو حرام ہے اسے حرام سمجھو یعنی بس قرآن ہی پر اکتفاء کرو حالانکہ جس طرح اللہ نے بہت سی چیزیں حرام قرار دیں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حرام قرار دیں ہیں، اگر حدیث تواتر کے ساتھ ہم تک پہونچی ہے تو اس کا حکم بھی بعینہ وہی ہے جو قرآن کا ہے اسی لئے صحابۂ کرام کی عملی زندگی پر اور فرمان نبوی پر عمل کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح قرآن کریم پر، کیونکہ لسان نبوت سے براہ راست وہ لوگ سنتے تھے، بیچ میں کسی کا واسطہ اور وسیلہ نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کے ضعیف ہونے کا احتمال نہیں تھا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو مانتے ہیں لیکن حدیث کو نہیں مانتے، ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ قرآن کا کتاب

اللہ ہونا کیسے معلوم ہوا؟ ظاہر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے ذریعے معلوم ہوا پھر ساری چیزیں قرآن میں تو ذکر نہیں کی گئیں مثلاً نماز جنازہ کا طریقہ قرآن سے ثابت نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا طریقہ بتایا ہے، کفنانے کا طریقہ قرآن میں نہیں مل سکتا۔ اور جو لوگ صرف قرآن کو مانتے ہیں وہ بھی حدیث ہی کے مطابق مردوں کو دفن کرتے ہیں، اس لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اہل قرآن قرآن کو نہیں مانتے بلکہ خواہش نفس کی اتباع و پیروی کرتے ہیں کیونکہ قرآن میں نو جگہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی جارہی ہے فَخُذُوْهُ وَمَانَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْ. رسول جو کچھ تم کو دیں اسے لےلو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ۔ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بِعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا. جو رسول کی مخالفت کرے گا حالانکہ اس کے لئے ہدایت واضح ہو چکی اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کریگا تو اس کو ہم اسی طرف پھیر دیں گے، جس طرف وہ جارہا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کردیں گے اور جہنم برا ٹھکانا ہے۔

اطاعت کا نتیجہ

ایک طرف جہاں اطاعت رسول سے روگردانی کرنے والوں کے لئے جہنم کی دھمکی اور وعیدیں سنائی گئی ہیں تو دوسری طرف اطاعت وفرمانبرداری کرنے والوں کے لئے بڑی فضیلتیں بھی وارد ہوئی ہیں، وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا. اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے، تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیکوکاروں کے

ساتھ اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں۔یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ہونگے اس سے بڑھ کرفضیلت وبرتری کیا ہوسکتی ہے، دنیا کے اندر کسی معمولی سے لیڈر یا کسی ممبر پارلیمنٹ یا ممبر اسمبلی کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ہوجاتا ہے تو آپے سے باہر ہوجاتے ہیں حشر کے میدان میں، دنیا کے اولین وآخرین کا اجتماع ہوگا،نفسی نفسی کا عالم ہوگا، بڑے بڑے لوگ حواس باختہ ہوں گے، بیوی سے بے پناہ محبت کرنیوالا شوہر اپنی محبوب بیوی کو بھی بھول جائے گا،شوہر کے اشاروں پر چلنے والی بیوی اپنے ہردلعزیز شوہر کو بھی فراموش کرجائے گی ،باپ اپنے اکلوتے اور شفقت وپیار سے پرورش کرنیوالے بیٹے کو بھی بھول جائے گا دل وجان سے خدمت کرنے والی اولاد اپنے والدین کو نہ پہچان سکے گی۔

یقیناً آئے گا وہ دن کہ جب محشر بپا ہوگا
وہاں نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہوگا

اسی نفسا نفسی کی حالت والے دن میں وہ لوگ خوش وخرم اور عیش وآرام میں ہوں گے جنہوں نے اللہ ورسول کی اطاعت کی ہوگی احکام شرع کے مطابق زندگی گذاری ہوگی کیونکہ ان کا حشر اللہ کے معصوم بندوں برگزیدہ ہستیوں اور جن وانس کے سرداروں یعنی نبیوں کے ساتھ ہوگا سچوں،شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

قرآن فہمی کیلئے حدیث لازم

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اطاعت خداوندی کے ساتھ اطاعت رسول بھی ضروری ہے، اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھانا چاہئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لوگ دلّی یوپی راجستھان گھومنے کے لئے جاتے ہیں بڑے بڑے نوابوان اور

بادشاہوں کی بلڈنگیں ہیں، اور پرانی عمارتیں ہیں، بلڈنگ کے دروازے پر ایک بورڈ نظر آتا ہے اس پر تاریخ ہوتی ہے کہ کس سن میں بنا، کس بادشاہ نے اس کو تعمیر کرایا اس کی تعمیر میں کتنے سال صرف ہوئے، کتنے معماروں نے اس میں کام کیا مثلاً ایک شخص تاج محل دیکھنے کے لئے گیا لیکن بغیر کسی گائڈ اور رہبر کے اس نے تاج محل دیکھ لیا آپ اس سے پوچھیں کہ تاج محل تجھے کیسا لگا تو وہ کہے گا کہ کوئی خاص مزہ نہیں آیا، اور نہ ہی بڑا انوکھا معلوم ہوا کیونکہ کوئی گائڈ اور رہنما نہیں تھا، جو اس کو تاج محل کے متعلق سمجھا سکتا۔ بتائیے قرآن کریم بغیر گائڈ کے کیسے سمجھ میں آسکتا؟ اگر قرآن کریم بغیر گائڈ کے سمجھا جاسکتا تھا تو کسی بھی آسمانی کتاب کے ساتھ اس کے شارح، استاذ یعنی پیغمبر کو بھیجنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔

لیکن اللہ نے تنہا کتاب کو نہیں بھیجا بلکہ اس کے لئے ایک استاذ و معلم یعنی پیغمبر کو بھی بھیجا اور پیغمبر کو اللہ نے گناہوں سے معصوم رکھا اور مختلف طریقوں سے پیغمبر کی حفاظت فرمائی اور اس کے ایک ایک عمل کو حجت اور دلیل بنایا امت کے لئے، دنیا کا کوئی بڑا سے بڑا ولی ہو قطب ہو مگر اس کا عمل حجت اور دلیل نہیں ہوسکتا ہے۔

آداب مسجد

اللہ کے دربار میں کس طرح آنا ہے اس کا طریقہ نبی سکھاتے ہیں، آپ ﷺ فرماتے ہیں جب مسجد میں داخل ہوا کرو تو پہلے دایاں پاؤں داخل کرو اور دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ . اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اس بات کا دھیان رکھو کہ کچی پیاز لہسن کھا کر مت آیا کرو، گندے اور میلے کچیلے کپڑوں میں مت آیا کرو، صاف اور پاکیزہ کپڑے پہن کر آؤ اور اگر میسر ہو تو

خوشبو لگا کر مسجد میں آیا کرو، بیڑی سگریٹ وغیرہ پی کر مت آیا کرو کیونکہ فرشتوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ بلکہ مسواک کر کے وضو کر لو پھر مسجد میں داخل ہوا کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے دربارِ خداوندی میں آنے کا طریقہ اور ڈھنگ سکھایا۔

دربارِ نبوی ﷺ کے آداب

نبی کریم ﷺ کے دربار میں آنے کا کیا طریقہ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَاتَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ . اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند مت کرو اور آپ کے سامنے بلند آواز سے مت بولو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بلند آواز سے بات چیت کرتے ہو۔ ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں داخل مت ہو، الا یہ کہ تم کو کھانے کی اجازت دیدی جائے اس حال میں کھانا پکنے کا انتظار نہ کرو، لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ، پھر کھانا کھا لو، تو چلے جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو۔ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ. تمہارے نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو کر بیٹھ کر کھانا پکنے تک انتظار کرنا اور کھانا کھا کر بیٹھ کر باتیں کرنا نبی کے لئے باعث تکلیف ہوتا ہے مگر نبی شرم کی وجہ سے تم سے کہتے نہیں کہ چلے جاؤ لیکن اللہ تعالیٰ حق کو بیان کرنے سے شرم نہیں کرتے۔ الغرض نبی کے دربار میں آنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ کس طرح آؤ اگر نبی کو تکلیف ہو رہی ہے تو اللہ تعالیٰ قرآن بیان فرماتے ہیں اور صحابۂ کرام کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ تم ایسا مت کرو، اب آپ اندازہ لگایئے حضور ﷺ کی اطاعت کس درجہ ضروری اور واجب ہے؟

گیا وقت ہاتھ نہیں آتا

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابۂ کرام کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جھنڈا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا، جب یہ شہید ہو جائیں گے تو جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا جائے یہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا، جھنڈا ہاتھ میں ہونے کا مطلب ان کو لشکر کا سردار بنالیا جائے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ جب آپ ﷺ نے فرمایا ہے تو مجھے تو یقیناً شہید ہونا ہی ہے۔ میرے پاس تیز رفتار اونٹنی ہے جوان آدمی ہوں کل جمعہ کا دن ہے تو کل آخری جمعہ کی نماز حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کیوں نہ پڑھ لوں، کیونکہ اس کے بعد تو آپ کی زیارت نصیب نہ ہوگی چنانچہ گھر بھی نہیں گئے بیوی بچوں سے ملاقات کرنے نہیں گئے بلکہ مسجد ہی میں ٹھہر گئے نمازیں بھی جماعت کے ساتھ مسجد ہی میں پڑھ لی، جمعہ میں جب خطبہ دینے کے لئے حضور ﷺ کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ یہیں موجود ہیں پوچھا کیا بات ہے کیوں نہیں گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تیز رفتار سواری ہے میں ایک روز کی زیادہ مسافت طے کر سکتا ہوں مگر آپ کے پیچھے جمعہ پڑھنا مجھے نصیب نہیں ہوگا اس لئے جمع پڑھنے کی غرض سے ٹھہر گیا آپ ﷺ نے فرمایا عبداللہ تم اپنے ساتھیوں سے پانچ سو برس بعد جنت میں داخل کئے جاؤ گے، میرے دوستو! یہ ہے نبی کا حکم حالانکہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی نیت بالکل درست تھی محض آپ ﷺ کے پیچھے جمع پڑھنے کے لئے ٹھہر گئے تھے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ پانچ سو برس بعد میں جنت میں داخل کئے جاؤ گے۔ نبی ﷺ کا حکم سب سے بڑھ کر ہے۔

صرف زبانی دعویٰ معتبر نہیں

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت کا ہر فرد جنت میں داخل ہوگا مگر جس شخص نے انکار کیا، صحابہ نے عرض کیا انکار کرنے والا کون ہے؟ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی. اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔ اندازہ لگایئے اس حدیث پاک کے اندر اللہ کے رسول ﷺ نے اطاعت نہ کرنے والوں کو فرمایا کہ وہ شخص میرا انکار کرنے والا ہے، اطاعت کا دائرہ بڑا وسیع ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ڈاڑھیاں بڑھاؤ مونچھیں کترواؤ ہم نے اس کا الٹا کر دیا آپ ﷺ کا معمول تھا کہ کرتا لمبا اور لنگی ٹخنوں سے اوپر پہنتے تھے مسلمان نے کرتے کے بجائے شرٹ پہننا شروع کر دیا جو کمر تک ہی رہتی ہے اور پائجامہ ٹخنوں سے بالکل نیچے کر دیا کہ جیسے جھاڑو لگا رہے ہوں، اور پوری آستین کے بجاء ہاف آستین پہننے لگے ہیں کیا یہی اتباع رسول ہے؟ ایک چھوٹی سی مثال دے کر اپنی بات کو ختم کرتا ہوں، رمضان المبارک کا موقع ہے سحر میں ابھی اٹھنا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا چوراہوں پر ٹرافک پولس رہتی ہے اور گاڑی چلانے والوں پر قانون کی پابندی ضروری ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں ٹرافک پولیس کی اطاعت تو کرتا ہوں مگر ہیلمیٹ نہیں پہنتا جہاں انٹری ہے وہاں انٹری کرتا ہوں جہاں سائلینٹ ہے خاص طور سے وہاں ہارن بجاتا ہوں تو ایسی صورت میں محض زبانی دعویٰ سے ٹرافک پولیس مان سکتی ہے؟ کہ قانون کی قدر اس کے دل میں ہے اسی طرح جو سنت کی پیروی نہیں کرتا اگرچہ وہ انکار نہ کرے مگر پھر بھی اپنے عمل سے انکار کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ سنت نبوی ﷺ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین! وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆

ایمان اور اعمال صالحات

عذاب سے بچنے کا ذریعہ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا. فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا. فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا. فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا. اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ. وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ. وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُکِ. اِنَّکُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ. یُّؤْفَکُ عَنْهُ مَنْ اُفِکَ. قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ. الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ. یَسْئَلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ. یَوْمَ هُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ. ذُوْقُوْا فِتْنَتَکُمْ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ. اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ. اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَبْلَ

ذَلِکَ مُحۡسِنِیۡنَ. کَانُوۡا قَلِیۡلاً مِّنَ الَّیۡلِ مَا یَھۡجَعُوۡنَ. وَبِالۡاَسۡحَارِھُمۡ یَسۡتَغۡفِرُوۡنَ. وَفِیۡۤ اَمۡوَالِھِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ. وَفِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ. وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلاَ تُبۡصِرُوۡنَ. وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ. فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثۡلَ مَا اَنَّکُمۡ تَنۡطِقُوۡنَ.
صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُo

اُن ہواؤں کی قسم بکھراتی ہیں جو (ابر کو)
جو اٹھا لیتی ہیں مینہ کا بوجھ (پیغمبر سنو)
چلتی ہیں آہستہ آہستہ (وہ بادل کو لئے)
کرتی ہیں تقسیم پھر (رحمت ہمارے) حکم سے
ہم نے جو وعدہ کیا ہے تم سے سچ ہے (واقعی)
اور ہے انصاف ہونا بھی ضرور (ولازمی)

”قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر، پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو، پھر چلنے والیاں نرمی سے، پھر بانٹنے والیاں حکم سے، بیشک جو وعدہ کیا ہے تم سے سو سچ ہے، اور بیشک انصاف ہو، ضروری ہے، قسم ہے آسمان جال دار کی، تم پڑے رہو ایک جھگڑے کی بات میں اس سے باز رہے وہی جو پھیرا گیا، مارے گئے اٹکل دوڑانے والے، وہ جو غفلت میں ہیں بھول رہے، پوچھتے ہیں کب ہے دن انصاف کا، جس دن وہ آگ پر الٹھے سیدھے پڑیں گے، چھکو مزہ اپنی شرارت کا، یہ ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، البتہ ڈرنے والے باغوں میں ہیں اور چشموں میں، لیتے ہیں جو دیا ان کو ان کے رب نے وہ تھے اس سے پہلے نیکی والے وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے، اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے، اور مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا،

اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانیوالوں کے واسطے اور خود تمہارے اندر سو کیا تم کو سوجھتا نہیں، اور آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو تم سے وعدہ کیا گیا، سو قسم ہے رب آسمان اور زمین کی کہ یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو“۔

بزرگو اور عزیز دوستو! آج آپ کے نے سورہ الذاریات بھی تراویح میں سماعت کی ہے۔ سورۂ ذاریات میں بھی اس سے پہلی سورۂ ق کی طرح زیادہ تر مضامین آخرت وقیامت اور اس میں مردوں کے زندہ ہونے، حساب کتاب اور ثواب وعذاب کے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی

پہلی چند آیات میں اللہ تعالیٰ نے چند چیزوں کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ قیامت کے متعلق جن چیزوں کا وعدہ کیا گیا ہے وہ سچا وعدہ ہے جن چیزوں کی قسم کھائی ہے وہ چار ہیں، وَالذّٰرِیٰتِ ذَرۡوًا. فَالۡحٰمِلٰتِ وِقۡرًا. فَالۡجٰرِیٰتِ یُسۡرًا. فَالۡمُقَسِّمٰتِ اَمۡرًا.

ایک حدیث مرفوع میں جس کو ابن کثیر نے ضعیف کہا ہے، اور حضرت فاروق اعظم اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے موقوفاً ان چاروں چیزوں کے معنی اور مفہوم یہ بتلایا گیا ہے کہ ذاریات سے مراد وہ ہوائیں ہیں جن کے ساتھ غبار ہوتا ہے اور حاملات وقراً کے لفظی معنی بوجھ اٹھانے والے کے ہیں اس سے مراد بادل ہیں جو پانی کا بوجھ اٹھائے ہوتے ہیں، اور جاریات یسراً سے مراد کشتیاں ہیں جو پانی میں آسانی کے ساتھ چلتی ہیں، اور مقسمات امراً سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عام مخلوقات میں رزق اور بارش کا پانی اور تکلیف وراحت کی مختلف اقسام تقدیر الٰہی کے مطابق تقسیم کرتے ہیں، تفسیر ابن کثیر، قرطبی اور در منشور میں یہ روایات موقوف ومرفوع مذکور ہیں۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُکِ. اِنَّکُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ. حبک، حبیکہ کی جمع ہے، کپڑے کی بناوٹ میں جو دھاریاں ہوجاتی ہیں ان کو حبک کہا جاتا ہے، وہ چونکہ راستہ اور سڑک کے مشابہ ہوتی ہیں اس لئے راستوں کو بھی حبک کہہ دیا جاتا ہے، بہت سے حضرات مفسرین نے اس جگہ یہی معنی مراد لئے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے، راستوں سے وہ راستے بھی مراد ہوسکتے ہیں جن سے فرشتے آتے جاتے ہیں اور اس سے مراد ستاروں اور سیاروں کے راستے، اور ان کے مدار بھی ہوسکتے ہیں جو دیکھنے والوں کو آسمان میں نظر آتے ہیں۔

اور چونکہ یہ بناوٹ کی دھاریاں کپڑے کی زینت اور حسن بھی ہوتی ہیں اس لئے بعض حضرات مفسرین نے یہاں حُبُک کے معنی زینت اور حسن کے لئے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی جو حسن وزینت والا ہے یہ قسم جس مضمون کے لئے آئی ہے وہ (اِنَّکُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ) میں مذکور ہے، بظاہر اس کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے متعلق مختلف اور متضاد باتیں کہا کرتے تھے، کبھی مجنون، کبھی جادوگر، کبھی شاعر وغیرہ کے لغو خطابات دیتے تھے، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس کے مخاطب عام امت کے لوگ مسلم و کافر سب ہوں، اور قول مختلف سے مراد یہ ہو کہ بعض تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں بعض انکار ومخالفت سے پیش آتے ہیں۔ (ذکرہ فی المظہری)

یُؤْفَکُ عَنْہُ مَنْ اُفِکَ، افک کے لفظی معنی پھر جانے، منحرف ہوجانے کے ہیں، اور عنہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں، دونوں کے معنی الگ الگ ہیں ایک احتمال تو یہ ہے کہ ضمیر قرآن اور رسول کی طرف ہو اور معنی یہ ہوں کہ قرآن اور رسول سے وہی بد نصیب منحصر ہوتا ہے جس کے لئے محرومی مقدر ہوچکی ہے۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ

ضمیر قول مختلف کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہوں کہ تمہارے مختلف اور متضاد اقوال کی وجہ سے وہی شخص قرآن و رسول کا منکر ہوتا ہے جو بدنصیب محروم ہو۔

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ، خرّص کے لفظی معنی اندازہ لگانے والے اور ظن وتخمینہ سے بات کرنے والے ہیں مراد اس سے وہ قول مختلف والے کفار ومنکرین ہیں جو بغیر کسی دلیل اور وجہ کے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں متضاد باتیں کہتے ہیں، اس لئے یہاں خرّاصون کا ترجمہ کذابوں سے بھی کردیا جائے تو بعید نہیں ان کے لئے اس جملے میں بددعا ہے، جو درحقیقت لعنت کے معنی میں ہے (مظہری) کفار کے ذکر کے بعد مومنین متقین کا ذکر کئی آیتوں میں آیا ہے۔

عبادت میں شب بیداری اور اس کی تفصیل

کَانُوْا قَلِیْلاً مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ، یَھْجَعُوْنَ، ہجوع سے مشتق ہے جس کے معنی رات کو سونے کے آتے ہیں، اس میں مومنین متقین کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذارتے ہیں، سوتے کم ہیں جاگتے زیادہ ہیں، اور وقت نماز عبادت میں گذارتے ہیں، یہ تفسیر ابن جریر نے اختیار کی ہے اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی منقول ہے کہ متقین حضرات رات کو جاگنے اور عبادت کرنے کی مشقت اٹھاتے ہیں اور بہت کم سوتے ہیں، اور حضرت ابن عباس، قتادہ رضی اللہ عنہما، مجاہد وغیرہ ائمہ تفسیر نے اس جملے کا مطلب حرف ما کو اس میں نفی کے لئے قرار دے کر یہ بتلایا گیا ہے کہ رات کو تھوڑا سا حصہ ان پر ایسا بھی آتا ہے جس میں وہ سوتے نہیں، بلکہ عبادت نماز وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں، اس مفہوم کے اعتبار سے وہ سب لوگ اس کا مصداق ہوجاتے ہیں جو رات کے کسی بھی حصہ میں عبادت

کرلیں ، خواہ شروع میں یا آخر میں یا درمیان میں ، اسی لئے حضرت انس ؓ اور ابوالعالیہ ؒ نے اس کا مصداق ان لوگوں کو قرار دیا جو مغرب وعشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور امام ابوجعفر باقر ؒ نے فرمایا کہ جو لوگ عشاء کی نماز سے پہلے نہ سوویں وہ بھی اس میں داخل ہیں ۔ (ابن کثیر)

حضرت حسن بصری ؒ نے احنف بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے عمل کا اہل جنت کے اعمال سے موازنہ کیا تو یہ دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو ہم سے بہت بلند وبالا اور ممتاز ہے، وہ ایک ایسی قوم ہے کہ ہمارے اعمال ان کے درجہ تک نہیں پہونچتے ۔

کیونکہ وہ لوگ راتوں میں سوتے کم ہیں عبادت زیادہ کرتے ہیں، پھر میں نے اپنے اعمال کا اہل جہنم کے اعمال سے موازنہ کیا تو دیکھا کہ وہ اللہ ورسول کی تکذیب کرنے والے قیامت کا انکار کرنے والے ہیں (جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا) اس لئے ہمارے اعمال موازنہ کے وقت نہ اصل اہل جنت کے درجہ کو پہونچتے ہیں اور نہ (بحمد اللہ) اہل جہنم کے ساتھ ملتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ ہمارا درجہ عمل کے اعتبار سے وہ ہے جن کا قرآن کریم نے ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے۔ ''اَلَّذِیْنَ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے اچھے برے اعمال خلط ملط کر رکھے ہیں، تو ہم میں بہتر آدمی وہ ہے جو کم از کم اس طبقے کی حدود میں رہے۔

جہنم کی گرمی سردی اور انگارے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ. ''پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے''۔

جہنم میں گندھک کے پہاڑ

حضرت ابن مسعود ؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد گندھک کا پتھر ہے جسے اللہ نے جیسا چاہا ویسا ہی بنایا۔ (تفسیر ابن جریر وابن ابی حاتم والبیہقی)

حضرت ابن عباس ؓ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: اس سے مراد جہنم میں سیاہ گندھک سے بنا ہوا پتھر ہے۔ آگ کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ بھی کافروں کا عذاب دیا جائے گا۔ (اخرجہ ابن جریر)

حضرت عمرو بن میمون ؓ نے فرمایا: یہ پتھر گندھک سے بنا ہوا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے اس دن پیدا کیا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اسے کافروں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ (اخرجہ ابن جریر)

گندھک کے پہاڑ کے ساتھ کیوں عذاب دیا جائے گا

امام قرطبی ؒ فرماتے ہیں: گندھک سے اس لئے عذاب دیا جائے گا کیونکہ اس میں پانچ ایسی صفات پائی جاتی ہیں جو اور پتھروں میں نہیں پائی جاتیں (۱) جلدی جلنا (۲) بدبودار ہونا (۳) زیادہ دھواں دار ہونا (۴) جسم کے ساتھ زیادہ چمٹنا (۵) گرم ہونے کے بعد شدت کے ساتھ جلانا۔ امام قرطبی ؒ اور بعض مفسرین فرماتے ہیں: کہ اس سے صرف کفار کو عذاب دیا جائے گا۔

جہنم کی آگ سیاہ اور تاریک ہے

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت مبارکہ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ کی تلاوت فرمائی، پھر فرمایا: ''اَوْ قَدَ عَلَیْهَا اَلْفَ عَامٍ

حَتّٰی اَحْمَرَتْ وَاَلْفَ عَامٍ حَتّٰی اَبْیَضَّتْ وَاَلْفَ عَامٍ حَتّٰی اَسْوَدَّتْ فَھِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ لَا یَطْفِی لُھُبُھَا" (اخرجہ البیہقی والاصفہانی)

جہنم کی آگ کو ہزار سال تک دھکایا گیا یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ہزار سال تک دھکایا یہاں تک وہ سفید ہوگئی، پھر ہزار سال تک دھکایا یہاں تک کہ وہ سیاہ ترین ہوگئی اوراب وہ تاریک ترین ہے۔اس کے انگاروں کونہیں بجھایا جائے گا۔

جہنم کی آگ دنیاوی آگ سے ستر گنازیادہ سخت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"نَارُ بَنِی آدَمَ الَّتِی یُوقِدُوْنَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً مِن نَارِ جَھَنَّمَ" "بنی آدم جوآگ دھکاتے ہیں وہ جہنم کی آگ کا سترواں جز ہے"۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ دنیاوی آگ بھی کافی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"فَاِنَّھَا فُضِلَتْ عَلَیْھَا بِتِسْعَۃٍ وَسِتِّیْنَ جُزْءً کُلُّھَا مِثْلُ حَرِّھَا" (اخرجہ الشیخان) "بے شک جہنم کی آگ کواس پرانہتر جزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے جس کا ہر جز اس آگ کی مثل ہے"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے جہنم کی آگ کا ذکر کیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:"اِنَّھَا لَجُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً امِنْ نَارِ جَھَنَّمَ وَمَا وَصَلَتْ اِلَیْکُمْ حَتّٰی نُضِحَتْ مَرَّتَیْنِ بِالْمَاءِ لِتَضِیْ لَکُمْ وَنَارُ جَھَنَّمَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ" (اخرجہ البزار) "بے شک تمہاری دنیاوی آگ سموم جہنم کا سترواں حصہ ہے۔ پہلے اس پر پانی کا دومرتبہ چھڑکاؤ کیا گیا پھر وہ تمہارے پاس پہنچی تاکہ تمہارے لئے روشن ہوسکے اور جہنم کی آگ سیاہ تاریک ہے"۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"اِنَّ نَارَکُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً امِنْ سَمُوْمِ جَھَنَّمَ" (اخرجہ البزار) "جہنم بے شک تمہاری آگ سموم جہنم کا حصہ ہے"۔

گرمی سردی کا حقیقی سبب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"اِشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّھَا فَقَالَتْ یَا رَبِّ اَکَلَ بَعْضِی بَعْضًا فَاَذِنَ لَھَا بِنَفْسَیْنِ نَفَسٌ فِی الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِی الصَّیْفِ فَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ مِنْ حَرِّھَا وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْبَرْدِ وَزَمْھَرِ یْرِھَا" (اخرجہ الشیخان)

آگ نے اللہ کے سامنے شکایت کی اور کہا: اے میرے پروردگار! میرے ایک حصہ نے دوسرے کو کھالیا۔تواللہ تعالیٰ نے اس کو دومرتبہ سانس لینے کی اجازت دیدی۔ایک سانس سردی میں اورایک گرمی میں۔پس تم جوگرمی کی شدت پاتے ہو یہ جہنم کی گرمی سے ہے اورتم جوسردی کی سختی پاتے ہو یہ جہنم کی سردی سے ہے"۔خلاصہ یہ ہے کہ عبادت الٰہی اوراطاعت خداوندی کے ذریعے ہی بندے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

دوزخ کی حقیقت اوراس کا عذاب

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهُ، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . وَالطُّوْرِ. وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ. فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ. وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ. وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ. وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ. اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ. مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ. يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا. وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا. فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ. الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ. يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا. هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ o

(اے پیمبر) ہم قسم کھاتے ہیں (کوہِ) طور کی
اُس کتابِ (لوح) کی بھی جو کہ ہے لکھی ہوئی

(کچھ) کشادہ چوڑے چکلے کاغذوں پر (بیگماں)
اور بھرے اس گھر کی (جو کعبۂ قدوسیاں)
(آسماں کی) سقفِ بالا کی بھی (کھاتے ہیں قسم)
جوش کھانے والے دریا کی بھی (کھاتے ہیں قسم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے ’’قسم ہے طور کی، اور لکھی ہوئی کتاب کی، کشادہ ورق میں، اور آباد گھر کی، اوراونچی چھت کی، اورابلتے ہوئے دریا کی، بیشک عذاب تیرے رب کا ہوکر رہے گا، اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا، جس دن لرزے آسمان کپکپا کر، اور پھریں پہاڑ چل کر، سوخرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کو جو باتیں بناتے ہیں کھیلتے ہوئے، جس دن کہ دھکیلے جائیں دوزخ کی طرف دھکیل کر، یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھوٹ جانتے تھے‘‘۔

بزرگواور دوستو! اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ آج آپنے نمازتراویح میں سورہ الطّور بھی سماعت کی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین! اس سورہ کے شروع میں اللہ رب العزت نے ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کوہِ طور اور بیت المعمور کی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عادتِ مبارکہ ہے کہ اہمیت دینے کے لئے یا اہل ایمان کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے قسم کھا کر مخاطبت فرماتے ہیں۔

ارشادفرمایا: قسم ہے طور (پہاڑ) کی اوراس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے (مراداس سے نامہ اعمال ہے جس کی نسبت دوسری آیت میں آیا ہے كِتَابًا يَّلْقَاهُ مَنْشُوْرًا اور جس چیز میں وہ لکھا ہوا ہے اس کو تشبیہاً کاغذ کہہ دیا اور (قسم ہے) بیت المعمور کی (کہ ساتویں آسمان میں عبادت خانہ ہے فرشتوں کا، کمافی الدرمرفوعاً) اور قسم ہے اونچی چھت کی مراد آسمان ہے۔

قَالَ تَعالٰی وَجَعلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحفُوظًا. وَقَالَ تَعالٰی اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ. (وصرح بہذا التفسیر عن علی بسند صحیح کنز العمال عن مستدرک الحاکم) اور قسم ہے دریائے شور کی جو پانی سے پر ہے آگے جواب قسم ہے کہ بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا اور یہ اس روز واقع ہوگا جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاویں گے مراد قیامت کا دن ہے اور تھرانا یا تو باعتبار معنی مقبول کے ہو یا مراد اس سے انشقاق ہو جو دوسری آیت میں مذکور ہے فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ، روح المعانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دونوں تفسیریں نقل کی ہیں اور دونوں میں کوئی تعارض نہیں، آگے پیچھے دونوں کا تحقیق ہوسکتا ہے، اور یہاں پہاڑوں کا ہٹنا مذکور ہے اور دوسری آیتوں میں ریزہ ریزہ ہونا پھر اڑ جانا مذکور ہے يَنْسِفُهَا رَبِّیْ، قَوْلُهٗ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً، اور ان قسموں میں اس مقصد کو ذہن کے قریب لانا ہے جس کے لئے قسم کھائی گئی اور وہ یہ کہ قیامت کے وقوع کی اصل وجہ جزا وسزا ہے اور اس میں مدار کار احکام شرعیہ ہیں، پس طور کی قسم کھانے میں اشارہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ صاحب کلام واحکام یا مخالفت کے محفوظ ومنضبط ہونے کی طرف مجازاةً اس پر بھی موقوف ہے کہ احکام الٰہیہ کی اطاعت نہیں ہو، بیت المعمور کی قسم میں اشارہ ہوگیا کہ عبادت ایسا ضروری امر ہے کہ فرشتوں کو بھی باوجود اس کے ان کے لئے جزاء وسزاء نہیں اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا، پھر نتیجہ، مجازاةً دو چیزیں ہیں، جنت اور دوزخ سماء کی قسم میں اشارہ ہوگیا کہ جنت ایسی ہی رفعت کا مکان ہے، جیسے آسمان، اور بحر مسجور کی قسم ہے اشارہ ہوگیا کہ دوزخ بھی ایسی ہی خوفناک چیز ہے، جیسے سمندر، یہ وجہ تخصیص تقسیم اقسام کی وجہ سے ہے اور نفس قسم کی توجیہ سورۂ حجر کی آیت لَعُمْرُكَ کے ذیل میں اور غایت وغرض کی شروع سورہ میں گذر چکی ہے، آگے اس یوم کے بعض

واقعات ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ اس کی ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ چھ سو روپے لے کر اس چار سو والے کو دیدیئے جائیں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو ہو جائیں اور دوسری صورت جو کریموں کی شان کے لائق ہے یہ ہے کہ چھ سو والے سے کچھ نہ لیا جائے بلکہ اس چار سو والے کو دو سو روپے اپنے پاس سے دیدیں اور دونوں کو برابر کردیں، پس مطلب یہ ہے کہ وہاں پہلی صورت واقع نہ ہوگی جس کا اثر یہ ہوتا کہ متبوع کو بوجہ کم ہوجانے اعمال کے اس کے درجہ سے کچھ نیچے لاتے اور تابع کو کچھ اوپر لے جاتے اور دونوں ایک متوسط درجہ میں رہتے یہ نہ ہوگا، بلکہ دوسری صورت واقع ہوگی اور متبوع اپنے درجۂ عالیہ میں بدستور رہے گا، اور تابع کو وہاں پہونچا دیا جائے گا اور مسبوع اور ذریت میں ایمان کی شرط اس لئے ہے کہ اگر وہ ذریت مومن نہیں تو آباء مومنین کے ساتھ الحاق نہیں ہوسکتا، کیونکہ کافروں میں سے ہر شخص اپنے اعمال کفریہ میں محبوس فی النار اور ماخوذ رہے گا کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ، (فسرّہ ابن عباس کمافی الدر) یعنی نجات کی کوئی صورت نہیں لہٰذا ان کا الحاق آباء مومنین کے ساتھ متصور نہیں، اس لئے الحاق میں ایمان ذریت شرط ہے اور آگے پھر مطلق اہل ایمان واہل جنت کا بیان ہے کہ ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روزافزوں دیتے رہیں گے اور وہاں آپس میں بطور خوش طبعی کے جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کیا کریں گے کہ اس شراب میں بک بک نہ لگے گی کیونکہ نشہ نہ ہوگا اور نہ کوئی بیہودہ بات عقل ومتانت کے خلاف ہوگی اور ان کے پاس فواکہ وغیرہ لانے کے لئے ایسے لڑکے آئیں جائیں گے یہ کون ہوں گے اس کی تحقیق تفسیر سورہ واقعہ میں آئے گی جو خاص انہی کی خدمت کے لئے ہوں گے، اور غایت حسن وجمال سے ایسے ہیں کہ گویا وہ حفاظت سے رکھے

ہوئے موتی ہیں کہ ان پر ذرا گرد وغبار نہیں ہوتا، اور آب وتاب اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور ان کو روحانی مسرت بھی ہوگی، چنانچہ اس میں سے ایک کا بیان یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات کریں گے اور اثنائے گفتگو میں یہ بھی کہیں گے کہ بھائی ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر یعنی دنیا میں انجام کار سے بہت ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا اور ہم اس سے پہلے یعنی دنیا میں اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے کہ ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت عطا فرما۔ سو اللہ نے دعاء قبول کر لی وہ واقعی محسن مہربان ہے اور اس مضمون سے خوشی ہونا ظاہر ہے اور چونکہ یہ امر دو حیثیت سے نعمت تھا ایک فی نفس عذاب سے بچانا دوسرے ہم ناکاروں کی مناجات قبول کر لینا، اس لئے دو عنوانوں سے تعبیر کیا گیا۔

والطّور، طور کے معنی عربانی زبان میں پہاڑ کے ہیں جس پر درخت اُگتے ہوں، یہاں طور سے مراد وہ طور سینین ہے جو ارض مَـدْیَنْ میں واقع ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے شرف ہمکلامی نصیب ہوا، بعض روایات حدیث میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنت کے ہیں ان میں سے ایک طور ہے (قرطبی) طور کی قسم کھانے میں اس کی خاص تعظیم وتشریف کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس کی طرف بھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کیلئے کچھ کلام اور احکام آئے ہیں جن کی پابندی ان پر فرض ہے۔

وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ. فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ، لفظ رق دراصل پتلی باریک کھال کے لئے بولا جاتا ہے، جو لکھنے کے واسطے کاغذ کی جگہ بنائی جاتی تھی مراد اس سے وہ چیز ہے جس پر لکھا گیا ہو، اس لئے اس کا ترجمہ کاغذ سے کر دیا جاتا ہے، اور کتاب مسطور سے مراد یا تو انسان کا نامہ اعمال ہے جیسا کہ خلاصۂ تفسیر میں لکھا گیا ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد قرآن کریم قرار دیا ہے۔ (قرطبی)

آسمانی کعبہ بیت معمور

میرے عزیز بھائیو! وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ، بیت معمور آسمان میں فرشتوں کا کعبہ ہے، دنیا کے کعبہ کے بالمقابل ہے، صحیحین کی احادیث میں ثابت ہے کہ شب معراج میں رسول اللہ ﷺ جب ساتویں آسمان پر پہونچے تو آپ ﷺ کو بیت معمور کی طرف لے جایا گیا، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں، پھر کبھی ان کو دوبارہ یہاں پہونچنے کی نوبت نہیں آتی کیونکہ ہر روز دوسرے نئے فرشتوں کا نمبر ہوتا ہے۔ (ابن کثیر)

بیت معمور ساتویں آسمان کے رہنے والے فرشتوں کا کعبہ ہے، اسی لئے شب معراج میں رسول اللہ ﷺ جب بیت معمور پر پہونچے تو دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام اس کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں چونکہ وہ دنیا کے کعبہ کے بانی تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کی جزاء میں آسمان کے کعبہ سے بھی ان کا خاص تعلق قائم کر دیا۔ (ابن کثیر)

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ، بحر سے مراد سمندر اور مسجور سجر سے مشتق ہے جو کئی معنی کے لئے استعمل ہوتا ہے، ایک معنی آگ بھڑکانے کے بھی ہیں، بعض حضرات مفسرین نے اس جگہ یہی معنی لئے کہ قسم ہے سمندر کی جو آگ بنا دیا جائے گا، اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت کے روز سارا سمندر آگ بن جائے گا، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے۔ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ یعنی چاروں طرف کے سمندر آگ بن کر میدان حشر میں جمع ہونے والے انسانوں کے محیط ہو جائیں گے، یہی معنی حضرت سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کئے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی یہودی نے پوچھا کہ جہنم کہاں ہے؟ تو آپ نے فرمایا سمندر ہے، یہودی نے بھی جو کتب سابقہ کا عالم تھا اس کی تصدیق کی۔ (قرطبی)

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے مسجور کے معنی مملو کے کئے ہیں یعنی پانی سے بھرا ہوا، ابن جریر نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔ (ابن کثیر)

اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ (بیشک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا، اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں) یہ جواب قسم ہے، اوپر طور، صحائف اعمال، بیت المعمور، آسمان، سمندر کی جس مضمون کے لئے قسم کھائی ہے اس کا یہ بیان ہے کہ کفار کے اوپر اللہ کا عذاب ضرور واقع ہوگا۔

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک روز سورہ طور پڑھی جب اس آیت پر پہونچے تو ایک آہ سرد بھری، جس کے بعد بیس روز تک بیمار رہے، لوگ عیادت کو آتے، مگر یہ کسی کو معلوم نہ ہوسکا کہ بیماری کیا ہے، حالانکہ یہ بیماری محض عذاب الٰہی کا خوف تھا۔ (ابن کثیر) حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ ﷺ سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں، میں پہونچا تو رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہونچ رہی تھی، جب یہ آیت پڑھی اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ، اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا، مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔ (قرطبی)

یَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا، لغت میں مضطربانہ حرکت کو مور کہا جاتا ہے، آسمان کی اضطرابی حرکت جو قیامت کے روز ہوگی یہ اس کا بیان ہے۔

بزرگوں کے ساتھ نسبی تعلق آخرت میں نفع دے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کے تابع رہی یعنی مومن ہوئی تو ہم ان کی اولاد کو بھی جنت میں انہی کے ساتھ ملحق کردیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین صالحین کی ذریت و اولاد کو بھی ان کے بزرگ آباء کے درجہ میں پہنچادیں گے، اگرچہ وعمل کے اعتبار سے اس درجہ کے مستحق نہ ہوں تاکہ ان بزرگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (رواہ الحاکم والبیہقی سننہ والبزار وابونعیم فی الحلیۃ وابن المنذر وابن جریر وابن ابی حاتم، ازمظہری)

طبرانی نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور میرا گمان یہ ہے کہ انہوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جب کوئی شخص جنت میں داخل ہوگا تو اپنے ماں باپ اور بیوی اولاد کے متعلق پوچھے گا (وہ کہاں ہیں اس سے کہا جائے گا کہ وہ تمہارے درجہ کو نہیں پہونچے اس لئے ان کا جنت میں الگ مقام ہے یہ شخص عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے جو کچھ عمل کیا وہ اپنے لئے اور ان سب کے لئے کیا تھا تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ان کو بھی اسی درجہ جنت میں ان کے ساتھ رکھا جائے۔ (ابن کثیر)

حافظ ابن کثیر نے روایات مذکورہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ آخرت میں ان روایات سے تو یہ ثابت ہوا کہ آباء صالحین کی برکت سے ان کی اولاد کو فائدہ پہونچے گا

اور عمل میں ان کا درجہ کم ہونے کے باوجود اپنے آبا صالحین کے درجے میں پہونچا دیئے جائیں گے، اس کا دوسرا رخ کہ اولاد صالحین کی وجہ سے والدین کو نفع پہونچے یہ بھی حدیث سے ثابت ہے، مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کا درجہ جنت میں اس کے عمل کی مناسبت سے بہت اونچا کر دیں گے، تو یہ دریافت کرے گا کہ میرے پروردگار مجھے یہ مقام اور درجہ کہاں سے مل گیا (میرا عمل تو اس قابل نہ تھا) تو جواب یہ دیا جائے گا کہ تمہاری اولاد نے تمہارے لئے استغفار و دعاء کی اس کا یہ اثر ہے۔

(رواہ الامام احمد وقال ابن کثیر اسنادہ صحیح ولم یخرجوہ ولکن لہ شاہد فی صحیح مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

وَمَا أَلَتْنَاهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ، اَلَتَ اور ایلات کے لفظی معنی کم کرنے کے ہیں۔ (قرطبی) معنی آیت کے یہ ہیں کہ صالحین کی اولاد کو ان کے درجہ عمل سے بڑھا کر صالحین کے ساتھ کرنے کیلئے ایسا نہیں کیا گیا کہ صالحین کے عمل میں سے کچھ دے کر ان کی اولاد کا عمل پورا کیا جائے گا بلکہ اپنے فضل سے ان کی برابر کر دیا جائے گا۔

كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ، یعنی ہر انسان اپنے عمل میں محبوس ہوگا ایسا نہیں ہوگا کہ کسی دوسرے کا گناہ اس کے سر ڈال دیا جائے یعنی جس طرح آیت سابقہ میں اولاد صالحین کو صالحین کی خاطر سے درجہ بڑھا دیا گیا یہ عمل حسنات میں تو ہوگا، سیئات میں ایک کے گناہ کا کوئی اثر دوسرے پر نہ پڑے گا۔ (ابن کثیر)

دوزخ اور اس کا عذاب

جس طرح جنت کے متعلق قرآن پاک کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اعلیٰ درجے کی ایسی لذتیں اور راحتیں ہیں کہ دنیا

کی بڑی سے بڑی لذتوں اور راحتوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں اور پھر وہ سب ابدی اور غیر فانی ہیں، اسی طرح دوزخ کے متعلق قرآن وحدیث میں جو کچھ بتلایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایسی تکلیفیں اور ایسے دکھ ہیں کہ دنیا کے بڑے سے بڑے دکھوں اور بڑی سے بڑی تکلیفوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔

دنیا و آخرت میں بڑا فرق ہے

بلکہ واقعہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے الفاظ سے جنت کے عیش و راحت اور دوزخ کے دکھ اور عذاب کا جو تصور اور جو نقشہ ہمارے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے وہ بھی اصل حقیقت سے بہت ناقص اور کمتر ہے اور یہ اس لئے کہ ہماری زبان کے سارے الفاظ ہماری اسی دنیا کی چیزوں کے لئے وضع کئے گئے ہیں، مثلاً سیب یا انگور کے لفظوں سے ہمارا ذہن بس اسی قسم کے سیبوں یا انگوروں کی طرف جا سکتا ہے جن کو ہم نے دیکھا اور چکھا ہے، ہم جنت کے ان سیبوں اور انگوروں کی اصل حقیقت اور کیفیت کا تصور کیسے کر سکتے ہیں جو اپنی خوبیوں میں یہاں کے سیبوں اور انگوروں سے ہزاروں درجہ زیادہ ترقی یافتہ ہوں گے؟ اور جن کا کوئی نمونہ ہم نے یہاں نہیں دیکھا۔ اسی طرح مثلاً سانپ اور بچھو کے لفظ سے ہمارا ذہن اسی قسم کے سانپوں اور بچھوؤں کی طرف جا سکتا ہے جو ہم نے اس دنیا میں دیکھے ہیں دوزخ کے ان سانپوں اور بچھوؤں کا پورا نقشہ ہمارے ذہنوں میں کیسے آ سکتا ہے جو اپنی جسامت اور خوفناکی اور زہریلے پن میں یہاں کے ان سانپوں اور بچھوؤں سے ہزاروں درجہ بڑھے ہوئے ہوں گے اور کبھی ہم نے ان کی تصویر تک نہیں دیکھی۔ بہرحال قرآن وحدیث کے الفاظ سے بھی جنت و دوزخ کی چیزوں کی اصل کیفیت اور اصل حقیقت کو ہم یہاں

پورے طور پر نہیں سمجھ سکتے، بس وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا کہ جنت کے عیش وراحت کے بارے میں جو کچھ ہم نے جانا اور سمجھا تھا ہمارا وہ علم بہت ہی ناقص تھا اور جنت میں تو اس سے ہزاروں درجہ عیش وراحت ہے اور دوزخ کے دکھ اور عذاب کے بارہ میں جو کچھ ہم نے سمجھا تھا اصل حقیقت کے مقابلہ میں وہ بھی بہت ہی ناقص تھا اور یہاں تو ہمارے سمجھے ہوئے سے ہزاروں گناہ زیادہ دکھ اور عذاب ہے۔

جیسا کہ اس سے پہلے جنت کے بیان میں بتلایا جاچکا ہے دوزخ اور جنت کے متعلق جو کچھ قرآن وحدیث میں بیان فرمایا گیا ہے اس کا یہ مقصد ہے ہی نہیں کہ جو کچھ وہاں پر پیش آنے والا ہے اس کو ہم یہاں پوری طرح سمجھ لیں اور جان لیں اور وہاں کے حالات کا صحیح نقشہ ہمارے سامنے آجائے، بلکہ اس بیان کا اصل مقصد بشارت ہے، یعنی جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہونچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کو آمادہ کرنا اور اس مقصد کے لئے جنت و دوزخ سے متعلق قرآن وحدیث کا یہ بیان کافی ہے پس اس سلسلے کی آیات واحادیث پر غور کرتے وقت ہمیں اسی خاص مقصد کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

دوزخ کی آگ کی شدت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءاً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةٌ قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّیْنَ جُزْءاً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا. (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری اس دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔عرض کیا گیا

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہی دنیا کی آگ کافی تھی؟ آپ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں انہتر درجہ بڑھادی گئی ہے اور ہر درجہ کی حرارت آتش دنیا کی حرارت کے برابر ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

اس دنیا کی آگ کی قسموں میں بھی درجۂ حرارت میں بعض بعض سے بہت بڑھی ہوئی ہیں، مثلاً لکڑی کی آگ میں گھاس پھونس کی آگ سے زیادہ گرمی ہوتی ہے، اور مثلاً پتھر کے کوئلے کی آگ میں لکڑی کی آگ کے مقابلے میں بہت زیادہ حرارت ہوتی ہے اور بعض جدید مصنوعات سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ درجۂ حرارت میں ان سب سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور جدید آلات سے یہ معلوم کرنا بھی آسان ہوگیا ہے کہ ایک آگ دوسری آگ کے مقابلہ میں کتنے درجہ کم یا زیادہ گرم ہے، اس تناظر میں حدیث کے ان مضامین کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں رہا کہ ”دوزخ کی آگ دنیا کی آگ کے مقابلہ میں ستر درجہ زیادہ حرارت اپنے اندر رکھتی ہے“۔

جیسا کہ پہلے بھی کئی بار قرآن واحادیث کی روشنی میں بتلایا گیا ہے کہ عربی زبان میں ایسے موقعوں پر ستر کا عدد کسی چیز کی صرف زیادتی اور کثرت ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے پس ہوسکتا ہے کہ اس حدیث میں بھی یہ عدد اسی محاورے کے مطابق استعمال کیا گیا ہو، اس صورت میں حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ اپنی گرمی میں اور جلانے کی صفت میں دنیا کی آگ سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔واللہ اعلم بالثواب!

اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو دوزخ کے عذاب سے بچا کر جنت الفردوس عطا فرمائے۔آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆

جنت اور دوزخ کی حقیقت

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ. لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ. هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ. هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِکُ

الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ. هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ٥

اے مسلمانو! (بہ ہر صورت) ڈرو اللہ سے

اور نظر کرتا رہے (ہر شخص کو یہ چاہئے)

کہ اُسے کیا بھیجنا ہے کل (قیامت) کے لئے

اور (پھر کہتے ہیں ہم) ڈرتے رہو اللہ سے

ہے خبر اللہ کو اس کی، جو ہو تم کر رہے

ترجمہ: ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا سامان کیا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً تمہارے ان سب اعمال سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے اللہ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا، یہی لوگ فاسق ہیں۔ دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ جنت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں۔ اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ وہ (اپنی حالت پر) غور کریں۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا، وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا

منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لئے بہترین نام ہے۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کررہی ہے، اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔“

بزرگو اور دوستو! بحمد اللہ تعالیٰ آج آپ حضرات نے نماز تراویح میں جو قرآن مجید سنا ہے اس میں سورہ حشر بھی سماعت فرمائی ہے اس صورت کی سات آیات میں نے آپ کی خدمت میں تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ اور اہل ایمان، اہل کفر کا ذکر فرما کر دونوں کے انجام سے باخبر فرمایا ہے۔

اعمال صالحہ کا ذخیرہ

ارشاد فرمایا: اے ایمان والو تم نے نافرمانوں کا انجام سن لیا سو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے یعنی اعمال صالحہ میں کوشش کرو جو کہ ذخیرہ آخرت ہیں اور جس طرح تحصیل طاعات و اعمال صالحہ میں تقویٰ کا حکم ہے اسی طرح سیئات و معاصی سے بچنے کے بارے میں تم کو حکم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے پس معاصی کے ارتکاب سے اندیشہ عقوبت ہے، پس پہلا اِتَّقُوا اللّٰهَ طاعات کے متعلق ہے جس کا قرینہ قَدَّمَتْ لِغَدٍ ہے اور دوسرا معاصی کے متعلق ہے جس کا قرینہ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ہے اور آگے ان احکام کی مزید تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی یعنی عمل بالاحکام کو ترک کردیا، اس طرح کہ اوامر کے خلاف کیا اور نواہی کا ارتکاب کیا سو اثر اس کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے انکو بے پرواہ بنادیا

یعنی ان کی ایسی عقل ماری گئی کہ خود اپنے نفع حقیقی کو نہ سمجھا اور نہ حاصل کیا یہی لوگ نافرمان ہیں اور نافرمانی کی سزا بھگتیں گے اور اوپر جن دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہوا، یعنی ایک وہ جو اہل تقویٰ ہوئے اور دوسرے وہ جو تارکِ احکام ہوئے ان میں ایک اہلِ جنت ہیں دوسرے اہلِ نار اور اہلِ جنت اور اہل نار باہم برابر نہیں بلکہ جو اہل جنت ہیں وہ لوگ کامیاب ہیں اور اہلِ نار ناکام ہیں۔

جیسا اوپر اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سے معلوم ہوا پس تم کو اصحاب الجنۃ میں سے ہونا چاہئے، اہل نار میں سے نہ ہونا چاہئے اور یہ چند نصائح جس قرآن کے ذریعہ سے تم کو سنائے جاتے ہیں وہ ایسا ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے اور اس میں سمجھنے کا مادہ رکھ دیتے اور شہوات کا مادہ نہ رکھتے تو اے مخاطب تو اس کو دیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا (یعنی قرآن فی نفسہ ایسا موثر اور قوی الاثر ہے، مگر انسان میں بوجہ غلبۂ شہوات کے قابلیت فاسد ہوگئی جس کے سبب تاثر نہیں ہوتا، پس ان کو چاہئے کہ تحصیل طاعات اور ترک معاصی سے اپنی شہوت کو مغلوب کرے تاکہ مواعظ قرآنیہ سے اس کو تاثر ہو اور احکام پر استقامت و استدامت اور ذکر و فکر نصیب ہو جس کا اوپر حکم ہوا ہے اور ان مضامین کو ہم لوگوں کے نفع کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں اور فائدہ اٹھائیں، اسی لئے یہ مضمون لَوْ اَنْزَلْنَا الخ یہاں بیان کیا گیا۔

آگے حق تعالیٰ کے صفات کمال کو بیان کیا گیا ہے جس سے حق تعالیٰ کی عظمت قلب پر نقش ہو کر احکام بجالانے میں مددگار ثابت ہو پس ارشاد ہے کہ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے کے لائق نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے اور چونکہ توحید نہایت مہتم

بالشان چیز ہے اس لئے اس کی تاکید کے لئے مکرر فرمایا کہ وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے کے لائق نہیں وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے، سالم ہے یعنی نہ ماضی میں اس میں کوئی عیب ہوا جو حاصل ہے قدوسی کا اور نہ آئندہ اس کا احتمال ہے جو حاصل ہے سلام کا۔ (کذا فی الکبیر)

اپنے بندوں کو خوف کی چیزوں سے امن دینے والا ہے اپنے بندوں کی خوف کی چیزوں سے نگہبانی کرنے والا ہے یعنی آفت بھی نہیں آنے دیتا اور آئی ہوئی کو بھی دور کر دیتا ہے زبردست ہے خرابی کا درست کر دینے والا ہے بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ جس کی یہ شان ہے کہ لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود برحق ہے پیدا کرنے والا ہے، ٹھیک ٹھیک بنانے والا ہے یعنی ہر چیز کو حکمت کے موافق بناتا ہے صورت شکل بنانے والا ہے اس کے اچھے اچھے نام ہیں جو اچھی اچھی صفتوں پر دلالت کرتے ہیں سب چیزیں اسی کی تسبیح وتقدیس کرتی ہیں حالاً یا قالاً جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے پس ایسے باعظمت کے احکام کی بجا آوری ضرور اور نہایت ضرور ہے۔

بزرگو اور دوستو! سورۂ حشر میں شروع سے کفار اہل کتاب اور مشرکین ومفافقین کے حالات ومعاملات اوران پر دنیا وآخرت کے وبال کا بیان فرمانے کے بعد اب آخر سورت تک مؤمنین کو متنبہ کرنا اور اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنے کی ہدایت ہے۔ مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں ایک بلیغ انداز سے آخرت کی فکر اور اس کے لئے تیاری کا حکم ہے جس میں پہلے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور تم میں سے ہر نفس کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ اس نے آخرت کے لئے کیا سامان بھیجا ہے۔

قیامت کی حقیقت

یہاں چند باتیں غور طلب ہیں: اوّل: یہ کہ اس آیت میں قیامت کو لفظ غد سے تعبیر کیا جس کے معنی آنے والی کل اس میں دو چیزوں کی طرف اشارہ ہے اوّل پوری دنیا بمقابلہ آخرت نہایت قلیل ومختصر ہے کہ ساری دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایک دن کی مثل ہے اور حساب کے اعتبار سے تو یہ نسبت بھی مشکل ہے کیونکہ آخرت دائمی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں انسانی دنیا کی عمر تو چند ہزار سال ہی بتلائی جاتی ہے اگر زمین وآسمان کی تخلیق سے حساب لگائیں تو چند لاکھ سال ہو جائیں گے، مگر پھر ایک محدود مدت ہے، غیر محدود دار غیر متناہی سے اس کو کوئی بھی نسبت نہیں ہوتی۔

آخرت کے مقابلہ دنیا محدود ہے

بعض روایات حدیث میں ہے اَلدُّنْیَا یَوْمٌ وَلَنَا فِیْهِ صَوْمٌ ساری دنیا ایک دن ہے اور اس دن میں ہمارا روزہ ہے اور غور کرو تو تخلیق انسانی سے شروع کر دیا تخلیق زمین وآسمان سے یہ دونوں چیزیں ایک فرد انسانی کے لئے قابل اہتمام نہیں بلکہ ہر فرد کی دنیا تو اس کی عمر کے ایام وسال ہیں اور وہ آخرت کے مقابلہ میں کتنی حقیر مدت ہے اس کا ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔

دوسرا اشارہ اس میں قیامت کے یقینی ہونے کی طرف ہے جیسے آج کے بعد کل کا آنا امر یقینی ہے کسی کو اس میں شبہ نہیں ہوتا اسی طرح دنیا کے بعد قیامت وآخرت کا آنا یقینی ہے۔

تیسرا اشارہ اس طرف ہے کہ قیامت بہت قریب ہی جیسے آج کے بعد کل کچھ دور نہیں بہت قریب سمجھی جاتی ہے اسی طرح قیامت بھی قریب ہے۔

قیامت دوطرح کی ہیں

قیامت ایک تو پورے عالم کی ہے جب زمین وآسمان سب فنا ہوجائیں گے وہ بھی اگر چہ ہزاروں لاکھوں سال کے بعد ہومگر بمقابلہ مدت آخرت کے بالکل قریب ہی ہے، دوسری قیامت ہرانسان کی اپنی ہے جواس کی موت کے وقت آجاتی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ یعنی جوشخص مرگیااس کی قیامت تو قائم ہوگئی ، کیونکہ قبرہی سے عالم آخرت کے آثارشروع ہوجاتے ہیں اور عذاب وثواب کے نمونے سامنے آجاتے ہیں کیونکہ عالم قبرجس کو عالم برزخ بھی کہا جاتا ہےاس کی مثال دنیا کی انتظارگاہ (ویٹنگ روم) کی سی ہے جوفرسٹ کلاس سے لے کرتھرڈ کلاس تک کے لوگوں کے لئے مختلف قسم کے ہوتے ہیں اور مجرموں کا ویٹنگ روم حوالات یا جیل خانہ ہوتا ہے، اسی انتظارگاہ ہی سے ہرشخص اپنا درجہ اور حیثیت متعین کرسکتا ہے، اس لئے مرنے کے ساتھ ہی ہرانسان کی اپنی قیامت آجاتی ہے، اورانسان کا مرنا اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا معمہ بنایا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑافلسفی اورسائنسداں اس کا یقینی وقت مقررنہیں کرسکتا، بلکہ ہروقت ہرآن انسان اس خطرہ سے باہرنہیں ہوتا، کہ شاید اگلا گھنٹہ زندگی کی حالت میں نہ آئے ،خصوصاًاس برق رفتار زمانہ میں توہارٹ فیل ہونے کے واقعات نے اس کوروزمرہ کی بات بنادیا ہے۔

قیامت کودورنہ سمجھو

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں قیامت کولفظ غد سے تعبیر کرکے بے فکرے انسان کومتنبہ کردیا کہ قیامت کوکچھ دورنہ سمجھووہ آنے والی کل کی طرح قریب ہے اورممکن یہ بھی ہے کل سے پہلے ہی آجائے۔

دوسری غورطلب بات اس آیت میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس میں انسان کو اس پرغوروفکرکرنے کی دعوت دی کہ قیامت جس کا آنا یقینی بھی ہےاورقریب بھی اس کے لئے تم نے کیا سامان بھیجا ہے؟ معلوم ہوا کہ انسان کا اصل وطن مقامِ آخرت ہے ، دنیا میں اس کا مقام ایک مسافرکی طرح ہے، وطن کے دائمی قیام وقرارکے لئے یہیں سے کچھ سامان بھیجنا ضروری ہےاورانسان کے اس سفرکا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ یہاں رہ کرکچھ کمائے اورجمع کرے پھراس کواپنے وطن آخرت کی طرف بھیجدے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہاں سے دنیا کا سامان ،مال ودولت کوئی وہاں ساتھ نہیں لے جاسکتا توبھیجنے کی ایک ہی صورت ہے کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف مال منتقل کرنے کا جوطریقہ دنیا میں رائج ہے کہ یہاں کی حکومت کے بنک میں جمع کرکے دوسرے ملک کی کرنسی حاصل کرلے جووہاں چلتی ہے یہی صورت آخرت کے معاملہ میں ہے کہ جوکچھ یہاں اللہ کی راہ میں اوراللہ کے احکام کی تعمیل میں خرچ کیا جاتا ہے وہ آسمانی حکومت کے بنک (اسٹیٹ بنک) میں جمع ہوجاتا ہے وہاں کی کرنسی ثواب کی صورت میں اس کے لئے لکھ دی جاتی ہےاوروہاں پہونچ کربغیرکسی دعوے اور مطالبہ کےاس کےحوالہ کردی جاتی ہے۔

اللہ سے ڈرنے کا مطلب؟

اورلفظ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ عام ہےنیک اعمال اور بداعمال دونوں کے لئے جس نے نیک اعمال آگے بھیجے ہیں اس کوثواب کی صورت میں آخرت کی کرنسی مل جائے گی اورجس نے برے اعمال آگے بھیجے ہیں وہاں اس پرفردجرم عائد ہوگی اس کے بعدلفظ اتقواللہ کا اعادہ کیا گیا یہ تاکید کے لئے بھی ہوسکتا ہےاوروہ مراد بھی ہوسکتی ہے جواوپر

خلاصہ تفسیر میں بیان ہوئی ہے کہ پہلے اتقوا اللہ سے واجبات وفرائض کی ادائیگی کا اہتمام سکھایا گیا ہے اور دوسرے اتقوا اللہ سے گناہوں سے بچنے کا اہتمام بتلایا گیا ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے اتقوا اللہ سے اعمال واحکام خداوندی کی تعمیل کر کے آخرت کے لئے کچھ سامان بھیجنے کا حکم ہو اور دوسرے اتقوا اللہ سے اس طرف ہدایت ہو کہ دیکھو جو سامان وہاں بھیجتے ہو اس کو دیکھ لو کہ وہ کوئی کھوٹا خراب سامان نہ ہو جو وہاں کام نہ آئے، کھوٹا سامان وہاں کے لئے وہ ہے کہ جس کی صورت عمل صالح کی ہو مگر اس میں اخلاص اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو بلکہ نام ونمود یا اور کوئی غرض نفسانی شامل ہو یا وہ عمل جو صورت میں تو عبادت ہے مگر دین میں اس کا کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے بدعت وگمراہی ہے تو اس دوسرے اتقوا اللہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ آخرت کے لئے محض سامان کی صورت بنا دینا کافی نہیں، دیکھ کر بھیجو کہ کھوٹا سامان نہ ہو جو وہاں نہ لیا جائے۔

فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ یعنی ان لوگوں نے اللہ کو بھول اور نسیان میں کیا ڈالا درحقیقت خود اپنے آپ کو اس بھول میں ڈال دیا کہ اپنے نفع نقصان کی خبر نہ رہی۔

قرآن کریم کی عظمت

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ یہ ایک تمثیل ہے کہ اگر قرآن پہاڑوں جیسی سخت اور ثقیل چیز پر اتارا گیا ہوتا اور جس طرح انسان کو فہم وشعور دیا گیا ہے ان کو بھی دیدیا جاتا تو پہاڑ بھی اس قرآن کی عظمت کے سامنے جھک جاتے بلکہ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔مگر انسان اپنی خواہش پرستی اور خود غرضی میں مبتلا ہو کر اپنے فطری شعور کو کھو بیٹھا، وہ قرآن سے متاثر نہیں ہوتا، گویا یہ ایک فرضی مثال ہے کہ پہاڑوں میں شعور ہوتا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ پہاڑوں اور درختوں اور دنیا کی تمام چیزوں میں

شعور وادراک ہونا عقل ونقل سے ثابت ہے اس لئے یہ کوئی فرضی مثال نہیں حقیقت ہے۔واللہ اعلم! (مظہری)

انسان کو آخرت کی فکر اور قرآن کی عظمت بتلانے کے بعد آخر میں حق تعالیٰ کی چند صفاتِ کمال کا ذکر کر کے سورت کو ختم کیا گیا۔

اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چھپی اور کھلی چیز اور غائب وحاضر کا جاننے والا ہے۔ اَلْقُدُّوْسُ بضم قاف وہ ذات جو ہر عیب سے پاک اور ہر ایسی چیز سے بری ہو جو اس کے شایان شان نہیں، اَلْمُؤْمِنُ یہ لفظ جب انسان کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی ایمان لانے والے اور اللہ اور رسول ﷺ کے کلام کی تصدیق کرنے والے کے آتے ہیں اور جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے تو اس کے معنی امن دینے والے کے ہوتے ہیں (کما قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہ) یعنی وہ اللہ ورسول ﷺ پر ایمان لانے والوں کو ہر طرح کے عذاب ومصیبت سے امن اور سلامت دینے والا ہے۔ اَلْمُهَيْمِنُ، اس کے معنی ہیں نگرانی کرنے والا (کذا قال ابن عباس ومجاہد وقتادہ) قاموس میں ہے کہ ہَمَن یَهْمِن کے معنی دیکھ بھال اور نگرانی کرنے کے آتے ہیں۔ (مظہری) اَلْعَزِيْزُ بمعنی قوی، اَلْجَبَّارُ صاحب جبروت وعظمت اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ جبر سے مشتق ہو جس کے معنی ٹوٹی ہڈی وغیرہ کو جوڑنے کے آتے ہیں۔اسی لئے جَبِيْرَۃ اس پٹی کو کہا جاتا ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑنے کے بعد اس پر باندھی جاتی ہے، تو معنی اس لفظ کے یہ ہوں گے کہ وہ ہر ٹوٹی ہوئی شکستہ ونا کارہ چیز کی اصلاح کر کے درست کر دینے والا ہے۔ (مظہری)

الْمُتَكَبِّرُ تکبر سے اور وہ کبریا سے مشتق ہے جس کے معنی بڑائی کے ہیں اور ہر بڑائی درحقیقت اللہ جل شاہ کے لئے مخصوص ہے جو کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں اور جو محتاج ہو وہ بڑا نہیں ہوسکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے لئے یہ لفظ عیب اور گناہ ہے کیوں کہ حقیقت میں بڑائی حاصل نہ ہونے کے باوجود بڑائی کا دعویٰ جھوٹا ہے اور وہ ذات جو حقیقت میں سب سے بڑی اور بے نیاز ہے اس کی خاص صفت میں شرکت کا دعویٰ ہے اس لئے متکبر کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے صفت کمال ہے اور غیر اللہ کے لئے جھوٹا دعویٰ۔

الْمُصَوِّرُ کے معنی صورت بنانے والا امراد یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو حق تعالیٰ نے خاص خاص شکل وصورت عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے وہ دوسری چیزوں سے ممتاز اور پہچانی جاتی ہے۔ دنیا کی عام مخلوقات آسمانی اور زمینی خاص خاص صورتوں ہی سے پہچانی جاتی ہیں، پھر ان میں انواع واصناف کی تقسیم اور ہر نوع وصنف کی جداگانہ ممتاز شکل وصورت اور ایک ہی نوع انسانی میں مرد وعورت کی شکل وصورت کا امتیاز پھر سب مردوں سب عورتوں کی شکلوں میں باہم ایسے امتیازات کہ اربوں کھربوں انسان دنیا میں پیدا ہوئے ایک کی صورت بالکلیہ دوسرے سے نہیں ملتی کہ بالکل امتیاز نہ ہوسکے، یہ کمالِ قدرت صرف ایک ہی ذات حق جل شانہ کا ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں جس طرح غیر اللہ کے لئے تکبر جائز نہیں کہ کبریائی صرف اللہ جل شانہ کی صفت ہے اسی طرح تصویرسازی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت میں شرکت کا عملی دعویٰ ہے۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى، یعنی اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، قرآن کریم میں ان کی تعداد متعین نہیں فرمائی، صحیح احادیث میں ننانوے تعداد بتلائی ہے، ترمذی

کی ایک حدیث میں یہ سب یک جا مذکور ہیں اور بہت سے علماء نے اسماء حسنیٰ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، یہ تسبیح زبان حال سے ہونا تو ظاہری ہے کہ ساری مخلوقات اور ان کے اندر رکھی ہوئی عجیب وغریب صنعتیں اور صورتیں زبانِ حال سے اپنے بنانے والے کی حمد وثناء میں مشغول ہیں اور ہوسکتا ہے کہ حقیقی تسبیح مراد ہو کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ تمام اشیاء کو عالم میں اپنی اپنی حیثیت کا عقل وشعور ہے اور عقل وشعور کا سب سے پہلا تقاضہ اپنے بنانے والے کو پہچاننا اور اس کا شکرگذار رہنا ہے اس لئے ہر چیز حقیقتاً تسبیح کرتی ہو تو اس میں کوئی بعید نہیں اگرچہ ہم ان کی تسبیح کو کانوں سے نہ سن سکیں۔

اسی لئے قرآن کریم نے ایک جگہ فرمایا ہے: وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ، یعنی تم ان کی تسبیح کو سنتے سمجھتے نہیں۔

سورۂ حشر کی آخری آیات کے فوائد وبرکات

ترمذی میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو صبح کے وقت تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، اور اس کے بعد تین مرتبہ سورہ حشر کی آخری تین آیتیں هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے آخر سورت تک پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے رحمت کی دعاء کرتے رہتے ہیں اگر اس دن میں وہ مرگیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی اور جس نے شام کو یہی کلمات تین مرتبہ پڑھ لئے تو یہی درجہ اس کو حاصل ہوگا۔ (مظہری)

آخرت ایک نا قابل انکار حقیقت

مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا جس میں ہم اپنی یہ زندگی گذار رہے ہیں اور جس کو اپنی آنکھوں کانوں وغیرہ سے محسوس کرتے ہیں جس طرح یہ ایک واقعی حقیقت ہے اسی طرح آخرت بھی جس کی اطلاع اللہ کے سب پیغمبروں نے دی ہے وہ بھی ایک قطعی اور یقینی حقیقت ہے اور اپنی زندگی کے اس دور میں ہمارا اس کو نہ دیکھنا اور نہ محسوس کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ میں ہونے کے زمانہ میں ہم اس دنیا کو نہیں دیکھتے تھے اور نہیں محسوس کر سکتے تھے پھر جس طرح ہم نے یہاں آکر اس دنیا کو دیکھ لیا اور زمین وآسمان کی وہ ہزاروں لاکھوں چیزیں یہاں ہمارے مشاہدے میں آگئیں جن کا ہم ماں کے پیٹ میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اسی طرح مرنے کے بعد عالم آخرت میں پہونچ کر جنت ودوزخ کو اور اس عالم کی ان تمام چیزوں کو دیکھ لیں گے اور پالیں گے جن کی اطلاع اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں نے دی ہے۔ الغرض ہماری یہ دنیا جس طرح ایک حقیقی عالم ہے اسی طرح آخرت بھی مرنے کے بعد سامنے آجانے والا ایک حقیقی عالم ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے اور نقل وعقل کی روشنی میں ہم کو اس کے بارے میں الحمدللہ پورا وثوق اور اطمینان ہے۔

انسان کی فکر آخرت کے لئے

پھر دنیا کے بارے میں ہم کو یقین ہے کہ یہ اور اس کی ہر چیز فانی ہے بہ خلاف آخرت کے کہ وہ غیر فانی اور جاودانی ہے اور وہاں پہونچنے کے بعد انسان بھی غیر فانی بنادیا جائے گا یعنی اس کو کبھی ختم نہ ہونے والی دوامی زندگی عطا فرمادی جائے گی، اسی

طرح وہاں اللہ کے سعید اور خوش نصیب بندوں کو جو نعمتیں عطا ہوں گی ان کا سلسلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی منقطع نہ ہوگا اسی کو قرآن مجید فرمایا گیا ہے "**عطا غیر مجذوذ**" اور اسی طرح جن اشقیا کی بغاوت اور سرکشی اور کفر واستکبار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ہوگا ان کی تکلیفوں اور ان کے عذاب کا سلسلہ بھی کبھی ختم نہ ہوگا جیسا کہ جہنمیوں کے بارے میں جا بجا فرمایا گیا ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اور وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ اور لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا.

اسی طرح اللہ کے پیغمبروں اور اللہ کی کتابوں کی بتلائی ہوئی اس حقیقت پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کے مقابلہ میں آخرت کی لذتیں اور نعمتیں بے انتہا فائق ہیں، بلکہ اصلی لذتیں اور نعمتیں آخرت ہی کی ہیں اور دنیا کی چیزوں کو ان سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح دنیا کی سخت سے سخت تکلیف اور بڑے سے بڑے دکھ کو دوزخ کے ہلکے سے ہلکے درجہ کے عذاب سے بھی کوئی نسبت نہیں۔

ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی فکر وسعی بس آخرت ہی کے لئے ہو، اور دنیا سے اس کا تعلق صرف ناگزیر ضرورت کے بقدر ہو۔

انسان کی فطری کمزوری

لیکن انسانوں کا عام حال یہ ہے کہ دنیا چونکہ ہر وقت ان کے سامنے ہے اور آخرت سراسر غیب اور آنکھوں سے اوجھل ہے اس لئے اکثر وبیشتر ان حقیقتوں کے ماننے والوں پر بھی دنیا ہی کی فکر وطلب غالب رہتی ہے گویا یہ انسانوں کی ایک قسم کی فطری کمزوری ہے۔ ان کا حال اس معاملہ میں بالکل ان چھوٹے بچوں کا سا ہے جن کو بچپن میں اپنے کھیل کھلونوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور مستقبل کی زندگی کو خوشگوار اور

شاندار بنانے والے تعلیمی اور تربیتی مشاغل ان کے لئے سب چیزوں سے زیادہ غیر دلچسپ بلکہ انتہائی شاق ہوتے ہیں جن کے شفیق ماں باپ ان کو سمجھا بجھا کر ان اچھے کاموں کی طرف راغب کرتے رہتے ہیں جن میں لگ کر وہ کامیاب انسان بن سکتے ہیں اور عزت وعافیت کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن انسانوں کے لئے ہدایت نامہ

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کے ذریعہ ہمیشہ انسانوں کی اس غلطی اور کمزوری کی اصلاح کی کوشش ہوتی رہی ہے اور آخرت کے مقابلہ میں دنیا کا جو درجہ ہے اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کا جو مقام ہے وہ واضح کیا جاتا رہا ہے مگر انسانوں سے اس بارہ میں غالبًا ہمیشہ بچوں والی غلطی ہوتی رہی ہے۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا. وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى. اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى. صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى.

قرآن پاک چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روئے زمین کے انسانوں کے لئے آخری ہدایت نامہ ہے اس لئے اس میں اور بھی زیادہ زور اور اہمیت کے ساتھ جا بجا مختلف عنوانات سے دنیا کی بے وقعتی اور پائداری کو اور آخرت کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے کہیں فرمایا گیا ہے: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى. اے پیغمبر ﷺ آپ ان لوگوں کو بتلا دیجئے کہ دنیا کا سرمایہ تو بہت ہی قلیل ہے، اور آخرت بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

کہیں ارشاد فرمایا گیا: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. اور دنیا کی زندگانی کی حقیقت اس کے

سوا کچھ نہیں ہے کہ بس چند دنوں کا کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں افسوس تم پر! کیا تم اس بات کو سمجھتے نہیں۔

کہیں ارشاد ہوا: اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِىَ دَارُ الْقَرَارِ. یہ دنیوی زندگانی اور یہاں کا ساز وسامان تو بس چند دنوں کے استعمال کے لئے ہے اور آخرت ہی اصل رہنے کی جگہ ہے۔

کہیں فرمایا گیا: وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. اور آخرت میں مجرموں اور باغیوں کے لئے سخت ترین عذاب ہے اور جو بندے رضا اور مغفرت کے لائق ہیں ان کے لئے اللہ کی طرف سے بخشش اور رضا ہے۔ اور یہ دنیوی زندگانی تو بس دھوکہ کا سرمایہ ہے۔

الغرض اللہ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں نے انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو کامل فلاح وبہبود کے مقام تک پہونچانے کے لئے جن چند خاص نکتوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر اور بے قیمت سمجھے اور اس سے زیادہ بھی نہ لگائے اراس کو اپنا مقصود ومطلوب نہ بنائے، بلکہ آخرت کو اپنی اصل منزل اور اپنا دوامی وطن یقین کرتے ہوئے اور دنیا کے مقابلہ میں اس کی جو قدر وقیمت اور جو اہمیت ہے اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہاں کی کامیابی حاصل کرنے کی فکر کو اپنی تمام دنیوی فکروں پر غالب رکھے، پس انسان کی سعادت اور آخرت میں اس کی کامیابی کے لئے گویا یہ شرط ہے کہ دنیا اس کی نظر میں حقیر اور بے قیمت ہو اور اس کے دل کا رخ آخرت ہی کی طرف ہو اور اَللّٰهُمَّ لَا

عَیُشَ اِلَّا عَیُشَ الْاَخِرَۃِ اس کے دل اوراس کی روح کی صدا ہو۔اس لئے رسول اللہ ﷺ اپنے خطبات اور مجلسی ارشادات کے ذریعہ بھی اسی کی تعلیم دیتے تھے اور ایمان لانیوالوں کے دلوں پر اپنے عمل اور حال سے بھی اسی کا نقش کرتے تھے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن وحدیث میں جس دنیا کی مذمت کی گئی ہے وہ آخرت کے مقابل والی دنیا ہے اسلئے دنیا کے کاموں کی جو مشغولیت اور دنیا سے جو نفع بھی آخرت کے تحت ہو اور آخرت کا راستہ اس سے کھوٹا نہ ہوتا ہو وہ مذموم اور ممنوع نہیں ہے بلکہ وہ تو جنت تک پہونچنے کا زینہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ .

”مانگتا ہے وہ عذاب اک مانگنے والا ابھی
ہونے والا ہے جو واقع، کافروں پر واقعی
اور جس کا دفع کرنے والا بھی کوئی نہیں
ہوگا واقع اس خدا کی سمت سے جو (بالیقیں)

جو ہے مالک (آسماں کی) سیڑھیوں کا (ذی شرف)
جن سے جبریلؑ اور فرشتے چڑھتے ہیں اس کی طرف
ہوگا اس دن یہ عذاب (ان کافروں پر ناگوار)
جس کی ہے مقدار (لمبی) سال چہل و دہ ہزار''

بزرگان محترم نوجوانان اسلام اورعزیز طلباء! آج آپ نے نماز تراویح میں دیگر سورتوں کے ساتھ سورۂ معارج بھی سماعت فرمائی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی مختصر زندگی عطا فرمائی ہے، اتنی مختصر کہ اگر عالم بالا سے حساب لگایا جائے تو اس کی مقدار پانچ چھ منٹ کی پوری زندگی ہوگی، یہ بات سمجھ میں اس وقت آئے گی جب کہ پچاس ہزار سال والا دن لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ دنیا کے اندر کوئی آدمی ایسا نہیں گذرا ہوگا جس کی عمر پچاس ہزار سال ہو، حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں، ان کی عمر ایک ہزار سال تھی، اور دوسرے حضرت نوح علیہ السلام جن کی عمر روایات میں ساڑھے نو سو سال ذکر کی گئی ہے، ان کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ انسانوں میں اس سے زیادہ عمر کا ذکر نہیں ملتا ہے اس زمین پر انسان رہتے ہیں یہاں چوبیس گھنٹے کا ایک دن رات ہے، یہاں سے چاند کی زمین پر چلے جایئے وہاں دو ہفتے کا ایک دن اور دو ہفتے کی ایک رات ہوتی ہے۔ اور اس سے اوپر چلے جایئے سورج سے اوپر جو ہماری اس زمین سے پانچ ہزار کروڑ میل کی دوری پر ہے، سورج پر تو کوئی بھی انسان نہیں جاسکتا لیکن بفرض محال اگر کوئی شخص وہاں پہنچ جائے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ وہاں ایک سال کا ایک دن اور ایک سال کی ایک رات ہوتی ہے۔ اسی طرح زمین پر جس آدمی کا وزن سو کلو کا ہے چاند پر جانے سے پندرہ کلو وزن رہ جاتا ہے زمین کی مقناطیسی قوت ختم ہوجاتی ہے، آدمی کا جسم مکمل رہتا ہے مگر وزن گھٹ جاتا ہے۔

میں انگلی کے برابر سوراخ کر دوں؟

ابھی سائنٹسٹ کہہ رہے ہیں کہ بلیک ہول پیدا ہو رہے ہیں جو قیامت کے آثار ہیں، پہلے کہتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نعوذ باللہ! آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے بے شمار پردے رکھے ہیں، وہ پردے اتنے دبیز اور مضبوط ہیں کہ بہت سے طوفان اس پردے میں رُکے ہوئے ہیں۔ دنیا کے بہت سے ممالک نے راکٹ بنائے ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ وہ آسمانی خلاء میں جا کر سال دو سال تین سال کام کرتے ہیں اور پھر وہ پھوٹ کر بکھر جاتے ہیں ان کے بڑے بڑے ٹکڑے ہوتے ہیں، جو ہوا کے دوش پر ان پردوں سے ٹکرا رہے ہیں، اب سائنٹسٹ کہہ رہے ہیں کہ میں ٹکرانے کی وجہ سے ان میں سوراخ پیدا ہو رہے ہیں اور پردوں کے اوپر جو طوفان ہیں، ان کے نیچے آنے کا اندیشہ ہے جو قیامت کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم فلاں زمین کو اور اس شہر والوں کو ہلاک و برباد کردو، جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یا اللہ میں اس میں ایک انگلی کے برابر سوراخ کردیتا ہوں تاکہ جو طوفان آپ نے روک رکھا ہے وہ زمین پر آجائے اور اس زمین کو ایک رائے کے دانے کی طرح اڑا کر لے جائے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں اس زمین کو ہاتھ سے اٹھاؤ اور آسمان پر لے جا کر پلٹ دو۔ الامان والحفیظ!

قیامت کی ہولناکی

قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ. اے لوگو! اللہ سے ڈرو قیامت کی

بھونچال بہت بڑی چیز ہے۔ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۔ جس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پلائے ہوئے کو بھول جائے گی اور حمل والی اپنے حمل کو ڈال دے گی اور تم لوگوں کو دیکھو گے نشہ کی حالت میں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے آسمان روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور آسمان سے ستارے ٹوٹ کر گر جائیں گے چاند سورج زمین سب تحلیل ہو جائیں گے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۔ جب سورج بے نور ہو جائے گا اور ستارے ٹوٹ پھوٹ کر گرنے لگیں گے اور جب پہاڑ جلا دئے جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں بیکار پھریں گی اور جنگلی جانور اکھٹے ہو جائیں گے اور جب دریا بھڑک اٹھیں گے، اور جب دلوں کو جوڑ دیا جائے گا، اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ کس گناہ میں اس کو قتل کیا گیا پھر آگے فرمایا عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ. ہر نفس کو معلوم ہو جائے گا وہ جو کچھ لے کر آیا ہے۔

اس لئے دوستو! وہ کام کرنا چاہیئے جو ہمیشہ ہمیشہ کام دے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهُ وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ. عقلمند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو تابع کر لیا اور وہ کام کیا جو مرنے کے بعد کام آئے اور نادان ہے وہ شخص جو اپنی خواہش نفس کے

پیچھے چل پڑا اور اللہ پر تمنائیں اور آرزوئیں لگائے رکھا۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ کرتے کچھ نہیں اور امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ ابھی تو ہماری زندگی بہت ہے حالانکہ یہ دھوکہ ہے۔

شداد کا ذکر

موت تو ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کسی کو علم نہیں کہ کب آجائے وہ نہ بچپن دیکھے نہ جوانی، نہ مرد دیکھے نہ عورت، جس کا وقت موعود آچکا اس کو جانا ہی ہے۔ شداد بنی اسرائیل کا ایک شخص تھا جس نے مال و دولت کے نشے میں چور ہو کر دنیا ہی میں جنت بنوائی تھی اور خدا جانے کتنے ہیرے جواہرات سے اس کو مزین کیا اور اس زمانہ کے اعتبار سے نہ جانے کیسی کیسی آرائش و زیبائش کی چیزیں اس میں رکھی گئیں، جب مکمل جنت تیار ہوگئی تو شداد کو اطلاع دی گئی، کہ آپ آکر اپنی جنت کا معائنہ فرمالیں اور اس کو دیکھ لیں اور وہیں سکونت اختیار کریں شداد پورے حشم و خدم اور جلوس کے ساتھ نکلا جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ پھٹے پرانے اور بوسیدہ کپڑے میں ایک شخص دروازے پہ کھڑا ہے دیکھتے ہی شداد کو جلال اور غصہ آگیا اور کہا کہ مجھ سے پہلے تو کیسے داخل ہوا؟ تیری اتنی ہمت و جرأت کیسے ہوئی؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں کہ جہاں چاہوں جا سکتا ہوں مجھے کسی سے اجازت لینے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے بڑے بڑے بادشاہ مجھ سے عاجز ہیں بڑے بڑے پہلوان میرے سامنے بے بس ہیں، بڑی بڑی سلطنتوں کے چراغ میں نے گل کر دیئے، ہر شخص مجھ سے ڈرتا اور کانپتا ہے، شداد سمجھ گیا یہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں، تو خوشامد کرنے لگا کہ اپنی بنوائی جنت ایک مرتبہ تو دیکھنے کا موقع

دیجئے فرشتے نے جواب دیا۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۔ جب وقت مقررہ پہنچ جائے گا تو نہ ایک ساعت پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ ابھی ایک پیر باہر اور ایک پیر اندر تھا اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک پیر سواری پر ایک پیر سواری کے نیچے تھا کہ اس کی روح قبض کر لی گئی اور زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

شداد نے بنوائی تھی جو جنت زمیں پر
خوش تھا کہ اب جھکے گی خدائی مرے در پر
خود ہی نہ دیکھ پایا کہ وہ دنیا سے چل بسا
وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ابھی صحت ہے تندرستی ہے جو چاہیں کر لیں جب بوڑھے ہو جائے گے پاؤں قبر پر لٹک جائیں گے کسی کام کے نہیں رہیں گے تو اللہ کی عبادت کریں گے اصل عبادت تو جوانی کی عبادت ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبریست
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

ترجمہ: جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا طریقہ ہے کیونکہ بڑھاپے کے وقت تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار ہو جاتا ہے۔

اس لئے آدمی کو جوانی میں تیاری کرنی چاہیئے آج کل تو اور بھی سینکڑوں اسباب وذرائع موت کے پیدا ہو چکے ہیں ہر روز ہم سنتے ہیں کہ فلاں شخص مر چکا ہے فلاں کا ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھی بات کہی ہے۔

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

اے فلاں کوئی نیک کام کر لے اور عمر کو غنیمت سمجھ اس سے پہلے کہ اعلان ہو کہ فلاں شخص نہیں رہا۔

زندگی کو غنیمت سمجھو موت سے پہلے

یہ دنیوی زندگی تو ایک دھوکے کا سامان ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ دنیوی زندگی تو کھیل کود اور تماشہ ہے اسی واسطے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جوانی کو غنیمت سمجھو بڑھاپے سے پہلے صحت کو غنیمت سمجھو بیماری سے پہلے مالداری کو غنیمت سمجھو تنگ دستی سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھو موت آنے سے پہلے۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی، یا اللہ چار چیزیں ہوتیں اور چار نہ ہوتیں تو کیا ہی اچھا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تندرستی ہوتی بیماری نہ ہوتی، مالداری ہوتی غریبی نہ ہوتی، زندگی ہوتی موت نہ ہوتی، جنت ہوتی دوزخ نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ پھر مجھے کون یاد کرتا؟ سچ ہے اللہ تعالیٰ اگر کسی کو مفلسی دیتے ہیں کسی کو بیماری دیتے ہیں تو اس میں بھی یقیناً بڑی مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

شداد کی جنت اور امریکی تحقیق

میں شداد کی جنت کا تذکرہ کر رہا تھا درمیان میں دوسری باتیں بھی آگئیں شداد نے جو جنت بنوائی تھی وہ جنت کہاں کس سرزمین اور ملک میں بنوائی تھی؟ ۲۰۰۵ء میں امریکی سیٹ لائٹ سے شداد کی جنت کا پتہ لگایا گیا چونکہ ترقی کا دور ہے

ایسے ایسے کیمرے ایجاد ہوگئے ہیں کہ زمین کے اندر کی چیزیں بھی نظر آجاتی ہیں چنانچہ معلوم کہ اردن کے علاقہ میں جس کو ہم جارڈن کہتے ہیں وہاں کی زمین میں ترسٹھ فٹ نیچے شداد کی جنت آج بھی موجود ہے اتنی مٹی اس کے اوپر پڑگئی اور نہ جانے کیسے کیسے حوادثات رونما ہوئے کہ وہ جنت ترسٹھ فٹ زمین کے اندر دب چکی ہے دنیا میں جو بھی ہے وہ سب فنا ہونے والا ہے بڑی سے بڑی سلطنت ہو، بڑی سے بڑی عمارت ہو، شاہوں کے محلات ہوں، نوابوں کے دربار ہوں، آج خاندان مغلیہ کی عمارتیں ویران پڑی ہوئی ہیں جہاں الوؤں کا بسیرا ہے کتنی شان وشوکت کے ساتھ انہوں نے حکومت کی، کتنے ہی مال وزر کے انبار جمع کئے مگر آج ان کا کوئی نام لینے والا باقی نہیں رہا! کہاں چلی گئیں ہلاکو وچنگیز خاں کی تانا شاہی اور ہٹلر کی ظلم وزیادتی؟

موت نے زندگی کو چاک کر دیا

دنیا کے اسٹیج پر بڑے بڑے بادشاہ وحکمراں رونما ہوئے جنہوں نے چاردانگ عالم پر حکومت کی ہے قوموں کی جان و مال پر قابض ہوئے ہیں، ایک ملک کو اجاڑا دوسرے ملک کو بسایا ہے، ایک قوم کو گھٹایا دوسرے قوم کو بڑھایا ہے، ایک سے چھینا اور دوسرے کو دیا، سکندر کتنا بڑا بادشاہ گذرا ہے لیکن کیا دنیا نے اس کے ساتھ وفا کی، بڑے بڑے حسن و جمال کے پیکر اور بڑے بڑے پہلوان اور شیر دل انسان بھی آئے مگر ہر ایک نے اپنے وقت کو پورا کیا اور كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ کا کڑوا ذائقہ سب کو ہی ملا اسی کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الفاظ میں کہا ہے۔

کہ کردند پیراہن عمر چاک
کشیدند سر در گریباں خاک

ترجمہ: (بالآخر) ہر ایک نے خواہ کوئی بھی ہو زندگی کے کرتے کو چاک کر دیا اور مٹی کے گریبان میں سر ڈال دیا۔

سو فیصد مسلمان بنو

لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کوئی شخص دنیا سے جانا بھی نہیں چاہتا، مگر کیا کیجئے موت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں، اس کے علاوہ شاید ہی کوئی ایسی چیز ہو جس پر سب کا اتفاق ہو! انسان کو خود سوچنا چاہئے کہ ایک ایسی چیز جس میں کسی کا اختلاف نہیں جس کا آنا یقینی اور برحق ہے اس کے لئے کتنی تیاری کرنی چاہئے، سفر جتنا لمبا ہوتا ہے اس کے لئے تیاری بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، آنکھ بند ہونے کے بعد والا جو سفر ہے اس کا کوئی منتہیٰ ہی نہیں وہاں کی جو چیزیں ہیں وہ بھی ختم ہونے والی نہیں یہ دنیا فانی یہاں کی ہر چیز فانی ہے، آخرت دائمی ہے اور اس کی ہر چیز دائمی ہے، اس لئے دوستو سب کو اسی کی تیاری کرنی چاہئے اور تیاری یہ ہے کہ پورے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں ارشاد باری تعالیٰ ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً. اے ایمان والو پورے پورے ایمان میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہیں کہ آدھا تیتر آدھا بیٹر مسلمان کی شکل وصورت، لباس، رہن سہن، نشست و برخواست معاشرہ اور اخلاق سب اسلامی ہوں لوگ دیکھیں تو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ مسلمان ہے پیغمبر اسلام کا ایک امتی ہے ظاہر وباطن دونوں کو سدھاریں کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اگر اپنا ظاہر علماء و صالحین جیسا بنا لوگے تو اللہ تعالیٰ باطن کو بھی اسی رنگ میں رنگ دیں گے گھر کے باہر اگر دھوپ پڑ رہی ہے تو گھر کے اندر گرمی محسوس ہوتی ہے اسی لئے ضرورت ہے اپنے ظاہر کو بھی

اخلاق حسنہ سے آراستہ و پیراستہ کریں اور باطن کو بھی درست کریں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جو جادوگر آئے تھے وہ بھی موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن کر آئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی ایمان کی دولت سے نواز دیا اور ایسے پکے مومن بنے کہ فرعون نے جب چراغ پا ہوکر کہا۔ اٰمَنْتُمْ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَکُمْ ۔تم لوگ ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تم لوگوں کو اجازت دوں فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُزُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَاباً وَّ اَبْقٰی ۔سو میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں اور یہ بھی تم لوگوں کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔ تو ان ایمان لائے ہوئے جادوگروں نے کہا۔ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَکَ عَلٰی مَاجَآءَ نَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا. ان لوگوں نے صاف جواب دیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہیں دیں گے ان دلائل کے مقابلہ میں جو ہم کو ملے اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہم کو پیدا کیا تجھ کو جو کچھ کرنا ہو، کر ڈال تو بس اس دنیا ہی کی زندگی میں جو کچھ کرنا ہے کر سکتا ہے دوستو ظاہر کا اثر باطن پر بہت پڑتا ہے اس لئے غیروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

رمضان کی بھی قدر نہیں رہی

آج مسلمان اسلام کے طریقے کو چھوڑ کر غیروں کے طریقے پر چل رہے ہیں، ایمان کے بعد سب سے بڑا درجہ نماز ہی کا ہے اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی مگر بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ رمضان کے برکت

والے مہینے میں مسجدیں خالی پڑی ہیں تراویح جو اس مہینے کی اہم عبادت قرار دی جاتی ہے شروع رمضان میں تو ماشاء اللہ مسجدیں آباد نظر آتی ہیں مگر چند دنوں بعد دو تین صف سے زیادہ نمازی نہیں رہتے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو اچھے خاصے تن و منداور صحتمند ہیں مگر پھر بھی ان کو رمضان کا ذرا بھی احساس نہیں بلکہ غیر رمضان کی طرح تین ٹائم کھاتے رہتے ہیں ایسے ہی زکوٰۃ کو لے لیجئے کتنے لوگ ایسے ہیں جن پر زکوٰۃ فرض ہے مگر اس کی ادائیگی میں یا تو کاہلی کرتے ہیں یا زکوٰۃ ادا ہی نہیں کرتے صحیح بات تو یہ ہے کہ مسلمان کو فرمان نبوی پر اعتماد اور یقین نہیں رہا اگر ذرا بھی قدر ہوتی تو آج زکوٰۃ دینے کے لئے لوگوں کو ڈھونڈنا پڑتا کہ آخر کس کو زکوٰۃ دیں پھر لوگوں کی معاشی حالت مستحکم اور مضبوط ہو جاتی اس طریقے سے مسلمانوں میں غریبوں کا جو ایک بہت بڑا طبقہ ہے وہ بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا۔ضرورت ہے کہ ہم سو فیصد اسلام میں داخل ہو جائیں کیونکہ ہماری کامیابی اور ترقی کا راز اسی میں مضمر اور پوشیدہ ہے زندگی کو موت سے پہلے غنیمت سمجھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پر چلنے والا سچا اور پکا مسلمان بنائے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆

سیدنا حضرت نوح علیہ السلام

اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلٰی قَوْمِہٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

''نوحؑ کو تھا ہم نے بھیجا، جانب ان کی قوم کے
کہ ڈراؤ قوم کو اپنی (خدا کے قہر سے)
اس سے پہلے کہ عذابِ درد ناک ان پر پڑے''

معزز سامعین کرام! آج آپ نے سورۂ معارج سے لے کر سورۂ غاشیہ تک کئی سورتیں سماعت فرمائی ہیں۔ یہ پوری انیس سورتیں ہیں ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ

نے انسانوں کی فلاح و بہبوداور دنیوی واخروی کامیابی کے لئے بے شمار مضامین ذکر کئے ہیں۔توحیدورسالت، گذشتہ اقوام کے قصص،نبیوں کا تذکرہ،نہ ماننے والوں کی ہلاکت وتباہی پر تبصرہ، ماننے والوں کی نجات اور کامیابی کے واقعات، جنت کی نعمتیں اور دوزخ کی تکالیف عذاب، پھر نبی کریم ﷺ پر ابتدائی وحی کی کیفیت کا ذکر، ولید بن مغیرہ کا سورۂ مدثر میں تذکرہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کتنا بڑا انعام واکرام کیا مال و دولت کی بہتات کردی دس بیٹے عطا کئے جو ہمیشہ نظروں کے سامنے رہتے وَبَنِیْنَ شُھُوْدًا. اور محفل ومجلس میں باپ کی توقیر تعظیم کو بڑھاتے اور ہر مقام پر ولید بن مغیرہ کی دھاک بیٹھی رہتی نوکر چاکر بہت تھے بیٹوں کوکام کاج کے لئے کہیں بھیجنے کی ضرورت نہ تھی لیکن سب نعمتوں کے باوجود خدا پر ایمان نہیں لایا۔الامان والحفیظ!

سورۂ عبس میں ایک نابینا صحابی عبداللہ بن مکتومؓ کا واقعہ ہے جن کی وجہ سے آنحضرت ﷺ پر خصوصی وحی نازل فرمائی۔ارشاد ہوا عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَ ہُ الْاَعْمٰی نبی ﷺ چیں بجیں ہوگئے اور چہرہ پھیرلیا اس بناء پر کہ ان کے پاس ایک نابینا صحابی آگئے پھر اسی سورہ میں دوسری بار صور پھوکنے کے بعد لوگوں کی حالت وکیفیت اور ان کی افراتفری اور نفسی نفسی کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ سب کو اپنی ہی فکر ہوگی کوئی کسی کو نہ پوچھے گا۔کسی نے کہا ہے۔ ؎

یقیناً آئے گا وہ دن جب محشر بپا ہوگا وہاں نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہوگا

پھر سورۂ تکویر میں پہلی بار صور پھوکنے کا ذکر کیا گیا اور اہل عرب کی ایک قبیح رسم، لڑکیوں کے زندہ در گور کئے جانے کا تذکرہ کیا گیا۔سورہ تطفیف میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں پر جہنم کے عذاب کا تذکرہ، اور سورہ غاشیہ میں اہل مکہ کو قدرت کی بڑی بڑی اور کھلی نشانیوں کا تذکرہ کر کے دعوت ایمان دی گئی اور ان کے ایمان نہ

لانے پر نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ کو ان پر مسلط نہیں کیا گیا آپ اپنے آپ کو ان کے پیچھے گھلایئے نہیں اپنے آپ کو ہلاک نہ کر ڈالئے اس بات پر کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے ۔سورہ کہف کے شروع میں اور دیگر مقامات پر یہ مضمون ذکر کیا گیا ہے یہ کچھ سورتوں کا اجمالی تذکرہ آپ کے سامنے آگیا، جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں نوح علیہ السلام کا ذکر خیر ہے اور پوری ایک سورت اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے نام سے نازل فرمادی اور یہ بہت عظیم الشان اور جلیل القدر پیغمبر ہیں قرآن کریم میں کئی مقامات پر ان کا تذکرہ اور ان کی قوم کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ قرآن کریم میں جو قصے بیان کئے گئے وہ عبرت ونصیحت کے لئے بیان کئے گئے لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ. یعنی بعد کے لوگ گذشتہ اقوام کے قصوں سے عبرت ونصیحت حاصل کریں کہ جب ان قوموں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی نافرمانی کی، ان کے معجزات کو ٹھکرایا تو کس طرح تباہ و برباد، نیست و نابود ہوگئے ۔آج کھنڈرات کے سوا ان کا کوئی نشان صفحۂ ہستی پر نہیں ہے اور جن لوگوں نے اطاعت وفرمانبرداری کی انہوں نے سعادت دارین کو پالیا میں تفصیل کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق عرض کرتا ہوں ۔اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرایئے اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔

بت پرستی کی ابتدا کیسے ہوئی

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک بہت سے انبیاء آئے لیکن بت پرستی ابتداء ہی سے نہیں تھی حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں سب موحد تھے ایک خدا

کے پرستار اور عبادت گذار تھے اور بہت بعد تک بھی سب شرک و بت پرستی سے ناواقف اور غیر آشنا تھے، شرک و بت پرستی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ کسی زمانہ میں کچھ خدا رسیدہ بزرگ تھے ان کا نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر تھا۔ ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے ان پانچوں کا تذکرہ اس سورۃ میں کیا گیا ہے امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ پانچوں دراصل اللہ کے نیک وصالح بندے تھے جو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانے میں گذرے تھے ان کے بہت سے لوگ معتقد اور متبع تھے ان لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ایک عرصۂ دراز تک انہیں کے نقش قدم پر عبادت اور اللہ کے احکام کی اطاعت جاری رکھی کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے ان کو سمجھایا کہ تم اپنے جن بزرگوں کے تابع عبادت کرتے ہو اگر ان کی تصویریں بنا کر سامنے رکھ لیا کرو تو تمہاری عبادت بڑی مکمل ہو جائے گی خشوع و خضوع حاصل ہوگا یہ لوگ فریب میں آگئے ان کے مجسم بنا کر عبادت گاہ میں رکھنے لگے اور ان کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہو جانے سے ایک خاص کیفیت محسوس کرنے لگے یہاں تک کہ اسی حال میں یہ سب یکے بعد دیگرے مر گئے اور بالکل نئی نسل نے ان کی جگہ لے لی تو شیطان نے ان کو پڑھایا کہ تمہارے بزرگوں کے خدا اور معبود بھی بت تھے وہ انہی کی عبادت کیا کرتے تھے یہاں سے بت پرستی شروع ہوگئی اور گھر گھر بت کی پوجا ہونے لگی ہر کام ہر مطلب کے لئے ایک خدا تجویز کر لیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ

حضرت نوح علیہ السلام کا دور آیا تو بت پرستی زوروں پر تھی حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۔اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

حضرت نوح علیہ السلام دعوت وتبلیغ ساڑھے نوسو برس تک کرتے رہے فَلَبِثَ فِیۡهِمۡ اَلۡفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا. حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں پچاس سال کم ایک ہزار سال رہے یعنی ساڑھے نوسو سال۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے ساڑھے نوسو برس دعوت وتبلیغ اور سعی واصلاح میں مصروف رہے پھر طوفان آیا طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے اسی طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال رہی۔ غور فرمایئے کہ دعوت وتبلیغ کی راہ میں حضرت نوح علیہ السلام نے کس قدر جانفشانی کی اور کس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ ان کی قوم ان کو اتنا مارتی کہ وہ گر جاتے تو ان کو ایک کمبل میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیتے تھے اور سمجھتے یہ مر گئے، مگر پھر جب اگلے دن ان کو ہوش آتا تو ان کو اللہ کی طرف بلاتے اور تبلیغ کے عمل میں لگ جاتے محمد بن اسحاق نے عمر بن لیسی سے روایت کیا ہے جب ان کو خبر پہونچی تو نوح علیہ السلام کی قوم ان کا گلا گھونٹ دیتی تھی جس سے وہ بیہوش ہو جاتے اور پھر جب ہوش آتا تھا تو یہ دعا کرتے تھے رَبِّ اغۡفِرۡ لِقَوۡمِیۡ اِنَّهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ. اے میرے پروردگار میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ وہ جانتی نہیں ایک نسل سے ایمان نہ لانے پر مایوس ہوئی تو یہ امید رکھتے تھے کہ ان کی اولاد میں کوئی ایمان لے آئے گا وہ نسل بھی گذر جاتی تو تیسری نسل سے یہی توقع لگا کر اپنے فرض منصبی میں مشغول رہتے کیونکہ ان نسلوں کی عمریں اتنی طویل نہ تھیں جتنی حضرت نوح علیہ السلام کو بطور معجزہ عطا ہوئی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کیوں کی؟

جب ان کی نسل پر نسل گذرتی رہتی اور آنے والی نسل پچھلی نسل سے زیادہ شریر اور بدتر ثابت ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں اپنا شکوہ پیش کیا اور

فرمایا میں نے ان کو رات دن اجتماعاً وانفراداً اعلانیہ اور خفیہ جو بھی طریقہ کسی کو راستے پر لانے کا ہو سکتا تھا وہ سب اختیار کیا کبھی اللہ کے عذاب سے ڈرایا کبھی جنت کی نعمتوں کی ترغیب دلائی اور یہ کہ ایمان وعمل صالح کی برکت سے تمہیں دنیا میں فراخی وخوشحالی نصیب ہوگی۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں کو پیش کر کے سمجھایا انہوں نے ایک نہ سنی دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی بتلا دیا کہ آپ کی پوری قوم میں جس کو ایمان لانا تھا لے آیا آگے ان میں کوئی ایمان قبول نہیں کرے گا۔ اِنَّهٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِکَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ (بے شک آپ کی قوم میں سے ہرگز ایمان نہیں لائیں گے مگر جو لا چکے) اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی زبان پر بددعا کے کلمات آئے کئی نبیوں نے بددعائیں کی ہیں کیا ہمارے آقا ومولا سید النبیین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے سات سرداروں کے حق میں بددعائیں نہیں کی؟ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں پر جب کہ معجزات پر معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے تو ان پر بددعائیں نہیں کی؟ چنانچہ فرمایا رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِهِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ. اے میرے پروردگار! ان قبطیوں کے مالوں کو ملیا میٹ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تا کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ لیکن نبیوں کا بددعا کرنا ہماری اور آپ کی طرح نہیں ہوتا کہ بات بات پر اپنے نفس کی خاطر دوسروں پر بددعائیں کریں لعن وطعن کریں انبیاء دین پر لانے کی خاطر طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے مصائب جھیلتے بعض دفعہ ان کے فرمائشی معجزات تک کو پورا کر دیتے پھر ان کی بار بار کی درخواست پر عذاب لے آؤ تب عذاب کی دعا کرتے۔ ایک بات پر بطور خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کسی نبی کی ایسی فضیلت وبرتری کو بیان کرنا جس سے کسی نبی کی تحقیر وتذلیل ہونا جائز اور حرام ہے اس

کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے نبی کی فضیلت بیان نہ کریں سارے انبیاء برابر نہیں، تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ. یہ رسول ہیں ان میں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہمارے آقا مدنی ﷺ سب نبیوں سے افضل اور برتر ہیں۔

میں حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کا تذکرہ کررہا تھا ایک تو ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ اب ان کی قوم میں سے کوئی ایمان قبول نہ کرے گا بس جن کو قبول کرنا تھا کر لیا ان کی تعداد اسی یا سو بتائی جاتی ہے دوسرے یہ کہ اگر کفار کو ہلاک نہ کیا جاتا تو اسّی لوگوں کو بھی وہ گمراہ کردیتے اس لئے ایسے لوگوں سے خدا کی زمین کو پاک کرنا ازحد ضروری تھا۔ آج حال یہ ہے کہ تبلیغ کے لئے کسی کے پاس ایک مرتبہ گئے دو مرتبہ گئے، بعد میں چھوڑ دیتے ہیں کہ بار بار کیا جانا جب یہ شخص مانتا ہی نہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک دو مرتبہ نہیں ایک دو دن نہیں ہفتہ دو ہفتہ نہیں مہینہ دو مہینہ نہیں سال دو سال نہیں بلکہ مسلسل اور لگا تار ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے تب جا کر اسّی یا چالیس آدمیوں نے ایمان قبول کیا پھر جب اللہ کی طرف سے وحی آگئی کہ اب اور لوگ ایمان نہیں لائیں گے تو حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا. اے میرے پروردگار زمین پر کسی کافر باشندے کو نہ چھوڑ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا ناپسند ہوتی تو فوراً وحی نازل ہوتی کہ اے نبی تم مایوس کیوں ہو گئے ہم آگے چل کر ہدایت دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا سن لی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم تمہاری زبان سے سننے کے منتظر تھے اور حکم ہوا وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا. کہ ہماری نگرانی میں ایک کشتی تیار کرو اس میں مؤمنوں کو سوار کرنا

ہے اس لئے کشتی تیار کرلو یہ بھی یاد رکھو کہ یہ سب کے سب کافر ہیں اس لئے ان کے متعلق مجھ سے درخواست مت کرنا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ. یہ سب غرق آب ہو کر رہیں گے۔ حکم ملتے ہی حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کردی وَیَصْنَعُ الْفُلْکَ وَکُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ. حضرت نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے اور جب ان کی قوم کے گرو گھنٹال ان کے پاس سے گذرتے تو ان کا طرح طرح سے ہنسی ٹھٹا اور مذاق کرتے مِنْ مَتٰی صِرْتَ نَجَّارًا یَا نُوْحُ اے نوح تم کب سے بڑھئی ہو گئے قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ. حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو تو ہم تم سے ٹھٹا کریں گے جب غرق کئے جاؤ گے، جیسا کہ تم ہم سے ٹھٹا کرتے ہو۔ کفار کہا کرتے تھے کہ ہم نے تو دیکھا ہے کہ کشتی پانی پر چلائی جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ تم اس کشتی کو ریت پر چلاؤ گے؟ یہاں تو دور دراز تک پانی کا نام و نشان بھی نہیں کشتی کس لئے تیار کر رہے ہو؟ کشتی تیار ہو گئی، روایت میں آتا ہے کہ کشتی کی لمبائی چھ سو گز تھی اور اس کشتی کے مختلف درجے بنائے گئے تاکہ جانوروں کو الگ الگ خانوں میں رکھا جائے۔

عذاب خداوندی

جب حکم خداوندی آچکا: حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَ اَهْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِیْلٌ. یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آچکا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے کہا کہ کشتی میں ہر جوڑے میں سے دو دو کو سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو مگر جن لوگوں پر بات ثابت ہو چکی یعنی جو ایمان نہیں لائے اور ان پر بہت تھوڑے لوگ

ایمان لائے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں جانوروں میں سے ایک ایک جوڑے کو اور مومنوں کو سوار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا عذاب کی ابتداء تمہارے گھر سے ہوگی حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے کہ عذاب کا آغاز میرے ہی گھر سے ہوگی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عذاب کی ابتداء آپ ہی کے گھر سے ہوگی کیونکہ آپ کی بیوی کافرہ ہے آپ کی ایک بیوی وائلہ نامی تھی اور ایک لڑکا جس کا نام تھا یام اور اس کا لقب تھا کنعان، یہ دونوں کافر تھے چنانچہ عذاب کا آغاز ہوا اور تنور جہاں سے آگ نکلا کرتی ہے وہاں سے پانی نکل آیا پھر پوری زمین چشمہ بن گئی اور آسمان کے دہانے کھول دئے کشتی حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین کو لئے چل رہی ہے وَهِيَ تَجۡرِيۡ بِهِمۡ فِيۡ مَوۡجٍ كَالۡجِبَالِ. اور کشتی ان کو پہاڑوں کے مانند موجوں میں لے کر چل رہی تھی۔ وَنَادٰى نُوۡحُ ۨابۡنَهٗ وَكَانَ فِيۡ مَعۡزِلٍ يّٰبُنَىَّ ارۡكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنۡ مَّعَ الۡكٰفِرِيۡنَ قَالَ سَاٰوِىۡۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعۡصِمُنِىۡ مِنَ الۡمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡيَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ. نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان الگ تھلگ تھا اس کو پکار کہا کہ بیٹا ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت رہ بیٹے نے جواب دیا میں تو کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے بچالے گا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر وہی جس پر رحم کرے اس سے پتہ چلا کہ اگر ایمان و توحید نہیں تو پھر بھی نہیں بچا سکتا۔ شیخ سعدی نے فرمایا۔

پسر نوح بابداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد

نوح علیہ السلام کے بیٹے نے بروں کی صحبت اختیار کی تو اس کی خاندان کی عظمت و شرافت اور نبوت کچھ کام نہ آسکی۔ کنعان نے تو یہ سمجھا کہ عام بارش ہے اور عام

طور سے بارش زیادہ ہوتی نہیں کبھی کبھی دو تین سینٹی میٹر ریکارڈ کی جاتی ہے تو ایسی صورت میں کتنے مکانات گر جاتے ہیں درخت زمین بوس ہو جاتے ہیں بڑا طوفان سمجھا جاتا ہے اور پورا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے پورے راستے جام اور مسدود ہو جاتے ہیں وہاں کتنی بارش ہوئی کہ بہت سے پہاڑوں کو بھی عبور کر گئی وہاں سینٹی میٹر اور فٹ کا حساب نہیں میٹر کا حساب نہیں بلکہ کلومیٹر کا حساب تھا اور دستور ہے کہ بارش ہوتی ہے پھر دو چار گھنٹے بعد بند ہو جاتی ہے اس کے باوجود بڑا نقصان ہوتا ہے اور وہاں تو مسلسل چھ مہینے تک بارش ہوتی رہی پورہ دنیا تباہ و برباد ہوگئی صرف وہی لوگ باقی رہے جو کشتی میں سوار تھے یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور مومنین اور وہ جانور، جانور بھی مختلف طرح کے تھے کیونکہ جانور بھی بہت سے کام کاج کے لئے ہوا کرتے ہیں بعض تو کھانے کے کام آتے ہیں بعض بار برداری اور دودھ دیتے ہیں بعض کی ہڈیاں بڑی مفید اور کارآمد ہوا کرتی ہیں اس لئے جانوروں کو بھی ساتھ میں رکھا گیا اور ان کے مختلف درجے بنائے گئے تھے تاکہ ایک جانور دوسرے جانور پر حملہ نہ کردے کیوں کہ اگر ایک جگہ شیر اور بکری کو رکھ دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ شیر بکری پر حملہ کر دے گا اس لئے اس کا بھی بطور خاص خیال رکھا گیا تھا۔

لطیفہ

شیر پر ایک چھوٹا سا لطیفہ یاد آ گیا ایک شخص کو جادو سیکھنے کا شوق ہوا اس نے دیکھا کہ ایک جگہ شیر کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے سوچا کاش آج مجھے جادو آتا تو اپنے جادو کے ذریعہ اس شیر کے ڈھانچے کو زندہ کر دیتا چنانچہ نجومی کے پاس گیا اس سے پوچھا کہ جادوگر کہاں ملیں گے اس نے بتایا کہ فلاں جگہ رہتے ہیں وہاں جا کر پوچھا

تمہارے سب سے بڑے گروکون ہیں؟ لوگوں نے بتایا، یہ ہیں، ہمارے گرو اور بڑے استاذ، ان کی صحبت میں رہنے لگا اور کہا کہ حضور مجھے صرف یہ سکھا دیجئے کہ جادو کے ذریعہ شیر کو زندہ کرلوں چنانچہ کچھ دنوں میں سیکھ گیا اور اپنا جنتر منتر لے کر پہنچا اور اس ڈھانچے پر پڑھا شیر زندہ ہوگیا اور اس شخص کو کھالیا پھر استاذ پہنچا اور جادو کے ذریعہ انہوں نے بھی شیر کو زندہ کیا پوچھا کہ آدمی کو کیوں کھالیا؟ اس نے بڑا معقول جواب دیا شیر نے کہا یہ خالق بننے کی ہمت تو کر بیٹھا یعنی زندہ کرنا تو اللہ کا کام ہے تو خالق بننے کا بڑا شوق ہوا رازق بننے کا شوق نہ ہوا جب میں زندہ ہوگیا آخر مجھے رزق بھی تو چاہئے تھا میں نے آس پاس دیکھا کوئی نظر نہ آیا تو میں نے اسی کو اپنی غذا بنالیا۔

تو نوح علیہ السلام نے درندوں کو الگ الگ خانہ میں رکھا پھر کشتی پانی کو چیرتی پھاڑتی جودی پہاڑ پر جارکی، ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور کام ہو چکا اور کشتی جودی پہاڑ پر پہنچی اور حکم ہوا دور ہو ظالم قوم، حاشیہ شیخ الہند میں بعض لوگوں کا قول ذکر کیا گیا ہے کہ جودی پہاڑ موصل میں تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ. حکم ہوا کہ اے نوح اترو ہماری طرف سے سلامتی اور برکت لے کر اپنے اوپر بھی اور ان جماعتوں پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں پھر نوح علیہ السلام اناسی آدمیوں کو لے کر زمین پر اترے اور جس جگہ شہر بسایا اس کا نام رکھا ''ثمانین''۔

بعض نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کوّے کو بھیجا کہ جاؤ خبر لے کر آؤ وہ آیا اور دیکھا کہ بے شمار مردے پڑے ہیں نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر گوشت کھانے میں لگ گیا پھر ایک کبوتر کو بھیجا وہ جب واپس گیا تو اس کے چونچ

میں زیتون کا پتہ اور پنجوں میں کیڑا لگا ہوا تھا اس سے نوح علیہ السلام سمجھ گئے کہ اب پانی چھٹ گیا اس طرح کے واقعات غیر معتبر ہیں بہر حال اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اے نوح برکت اور سلامتی کے ساتھ اتر آؤ اور زمین کو حکم دے دیا کہ پانی کو نگل جاؤ تو نوح علیہ السلام کو یہ تحقیق کرنے کی کیا ضرورت کہ پانی ختم ہوا یا نہیں؟ کیا نوح علیہ السلام کو اعتماد و یقین نہیں تھا خدا پر؟ نعوذ باللہ! اس لئے اس طرح کے واقعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں؟

روایتوں میں آتا ہے کہ یہ پوری دنیا طوفان نوح کے بعد ان کے تین بیٹوں حام، ثام اور یافث سے آباد ہوئی اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں سے ایک شخص کا نام تھا ہند، غالبا پوتا یا پڑپوتا تھا اس نے ہمارے اس ملک میں سکونت اختیار کی اس لئے اس ملک کا نام ہندوستان پڑا اسی طرح سندھ کشمیر دکن یہ سب ان کے پوتوں اور پڑپوتوں کے نام تھے انہوں نے ایک ایک جگہ سکونت اختیار کی تو وہ جگہ انہیں کے نام سے موسوم ہوگئی جو آج مختلف شہروں کے نام ہیں کیونکہ پوری دنیا کی آبادی حضرت نوح علیہ السلام سے چلی اس لئے ان کو آدم ثانی کہا جاتا ہے یہ ہوا حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ اس سے ہم کو چند سبق ملتے ہیں۔

(۱) دین کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنا۔

(۲) پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں جیسے مایوس کن حالات پیدا ہو جائیں تب بھی ایک مرد مومن کا کام یہ ہے کہ کوشش کئے جائے اور اللہ کی رحمت کا امیدوار رہے آپ سوچ رہے ہوں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تو بددعا کی تھی تو یاد رکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا اب اور کوئی ایمان نہیں لائے گا بس اس زمین پر گمراہ کرنے والے ہی رہ گئے ہیں، اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔

(۳) جس طرح اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہیں اسی طرح شدید العقاب اور عزیز ذوالنتقام بھی ہیں کبھی بھی گرفت کر سکتے ہیں۔

اس لئے اللہ کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف بھی رکھنا از حد ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

جگہ جی لگانے کی یہ دنیا نہیں ہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ. وَقَالَ النَّبِیُّ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَامَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةُ اَوْكَمَاقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”تم مقدّم زندگی دنیا کی رکھتے ہو مگر
آخرت ہے پائیدار، اور اس سے بہتر (سربسر)“

بزرگان محترم نوجوانان اسلام اور عزیز طلباء! آج آپ نے نماز تراویح میں سورۂ اعلیٰ بھی سماعت فرمائی ہے۔ یہ دنیا جس میں ہم ہزاروں اور لاکھوں بلکہ کروڑوں اور اربوں انسان اور دیگر مخلوق آباد ہیں لیکن دوستو ایک نہ ایک دن اس کو فنا ہونا اور مٹنا

ہے دنیا فانی ہے لہٰذا اس کی ہر چیز بھی فانی ہے جو بھی دنیا میں اس کو تو مٹنا ہی مٹنا ہے ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے آخرت ہے آخرت باقی اس کی ہر چیز باقی یہ دنیا آخرت کی تیاری کے لئے ہے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃُ دنیا آخرت کی کھیتی ہے آج یہاں جو کچھ بوئیں گے آخرت میں اسے کاٹیں گے یعنی آج کل یہاں جیسا عمل کریں گے آخرت میں ویسا ہی پھل پائیں گے۔

آدمی جو بیج زمین میں ڈالتا ہے وہی تیار ہوتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ کسان نے زمین میں رائی کے دانے ڈالے ہوں اور گیہوں اگ آئے ہوں یا آم کا بیج زمین میں ڈالا ہو اور سیب اگ آئے ہوں، آج اللہ نے صحت و تندرستی سے نوازا ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ اعمال حسنہ کریں جو آخرت میں ہمارے لئے کام آسکیں جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا وہاں کوئی کسی کو نہیں پوچھے گا ہر ایک دوسرے سے بیزار ہوگا۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ ؎

یقیناً آئے گا وہ دن جب محشر بپا ہوگا
وہاں نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ہوگا

آج ہم دنیا کی چندروزہ زندگی پر ریجھ رہے ہیں، اور ایسے دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ جیسے کبھی مرنا ہی نہیں حالانکہ آئے دن حادثات پیش آرہے ہیں مگر ذرا بھی احساس نہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

انسان کو اس بے وفا دنیا سے دل نہیں لگانا چاہئے بلکہ اس دنیا میں رہ کر آخرت میں کام آنے والے اعمال کرنے چاہئے۔

کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاہُ وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ. عقلمند وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو تابع کرلیا اور مرنے کے بعد کام آنے والے اعمال کئے اور بیوقوف وہ شخص جو اپنے نفس کے پیچھے چل پڑا اور اللہ سے لمبی لمبی امیدیں اور آرزوئیں باندھے ہیں نبی اکرم ﷺ اللہ کے محبوب ہیں ساری دنیا کے انسانوں سے معزز اور پاک ہیں لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ وَالْاَرْضِیْنَ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے حبیب اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں آسمان و زمین ہی کو پیدا نہ کرتا! حضور ﷺ کا کیا حال تھا کہ اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے تھے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجایا کرتا، رات کا طویل حصہ نماز ہی میں گذار دیتے جب کہ آپ شافع الحشر ہیں، سید الاولین والآخرین ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہوں یعنی لغزشوں کو معاف فرمادیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ. ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا فرمائی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادے ان سب بشارتوں اور خوشخبریوں کے باوجود حضور ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ہانڈی پک رہی ہے ایک مرتبہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ نے آپ کو بخش دیا، آپ کو شافع بنادیا پھر آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ جس خدا نے مجھے دنیا ہی میں بخشش کا پروانہ عطا کردیا تو کیا میں اس کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا. معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی نماز اور عبادت خشیت الٰہی سے نہیں تھی بلکہ محبت الٰہی سے تھی۔

یوم پیدائش منانا اسلامی طریقہ نہیں

کچھ دنوں پہلے میں نے جنم دن اور برتھ ڈے کے تعلق سے عرض کیا تھا آج بھی اسی تعلق سے کچھ عرض کرنا ہے انسان جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا ہے اس کی عمر گھٹتی جاتی ہے وہ دنیا سے دور اور آخرت سے قریب ہوتا جاتا ہے مثلاً ایک آدمی بنگلور سے دہلی کو سفر کرتا ہے تو دہلی سے جتنا قریب ہوتا جائے گا بنگلور سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جائے گا تو اسی طرح زندگی کا سفر ہے جیسے جیسے گھٹتی رہے گی آخرت کا سفر قریب ہوتا رہے گا جتنے لمحے جتنے سکنڈ اور منٹ گذر گئے وہ پھر دوبارہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ اس لئے نئے سال کے آنے پر خوشی نہیں منانا چاہئے بلکہ یہ تو افسوس کا مقام ہے، ایک عربی مقولہ ہے اَلْوَقْتُ اَثْمَنُ مِنَ الذَّھَبِ۔ وقت سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے وقت ایک ایسی قیمتی شئے ہے جس کی قضا نہیں ہوسکتی ہے جب آنکھ بند ہوجائے گی اس وقت احساس ہوگا کہ وقت کی کیا قیمت ہے ہمیں ہر دن اپنا محاسبہ کرنا چاہئے کہ آخرت کی کیا تیاری کی ہے؟ گناہ زیادہ کئے ہیں یا نیکی؟ اور موت کی تیاری تو ہمیشہ رہنی چاہئے معلوم نہیں کب ملک الموت آجائے اور روح نکال کر جائے۔

امام اعظم اور خوف الٰہی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھ کر پوری رات نماز ہی میں گذاردی۔ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ دنیا میں جو اچھا کرے گا آخرت میں اسے وہ مل جائے گا خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اسی طرح جو برائی کرے گا خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو وہ برائی دیکھ لے گا۔ عشاء کی

نماز کے بعد جب سب لوگ چلے گئے تو امام صاحب نفل نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ساری رات اسی آیت کو پڑھتے رہے حتیٰ کی صبح ہوگئی تو جلدی جلدی نماز پوری کی اسی طرح ایک مرتبہ دوسری آیت وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ پڑھ کر پوری رات گذاردی اس کا ترجمہ ہے، اے مجرمو دنیا میں تو اچھے برے سب ایک ساتھ رہا کرتے تھے مگر آج اچھے لوگ الگ ہوجائیں گے اور برے لوگ الگ ہوجائیں گے۔ واقعی یہ آیت ایسی ہے کہ اس کو پڑھ کر جتنا رویا جائے کم ہے نہ معلوم اپنا حشر کن لوگوں میں ہو، علماء کے بیانات میں کتنے واقعات سن لیتے ہیں مگر خدا کا خوف دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ نے خواب میں دوزخ اور اس کا عذاب دیکھا تو ان کو اتنا خوف طاری ہوا کہ ان کے پورے بال سفید ہوگئے صبح لوگوں نے پوچھا یہ کیا ہوا تو فرمایا کہ رات خواب میں دوزخ کو دیکھا تھا اس لئے سارے بال سفید ہوگئے۔

لیکن دوستو! آج نہ تو وعظ کہنے والے کو اتنا خوف ہے نہ سننے والے کو اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا خوف پیدا فرمادے اور اپنی محبت ڈال دے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے جو روح کو تڑپا دے

یہ چھڑی تم ہی لے لو

ہارون رشید کے پاس ایک بزرگ آیا کرتے تھے، ان کا نام تھا شاہ بہلول، مجذوب تھے، لوگ ان کو دیوانہ سمجھتے تھے سیدھے سادے اللہ والے تھے، ایک دفعہ ہارون رشید نے ایک چھڑی ان کو عنایت کی اور یہ کہا کہ اگر آپ سے بڑا کوئی بیوقوف

ملے تو اس کو یہ چھڑی دے دینا حضرت نے خوشی خوشی وہ چھڑی قبول کرلی اور لے کر چلے گئے عرصے تک وہ چھڑی حضرت ہی کے پاس رہی، جب ہارون رشید کا آخری وقت آیا وہ بستر مرگ پر تھے، شاہ بہلولؒ چھڑی لے کر ان کے پاس گئے سلام کیا اور پوچھا کہ آپ جو سفر آخرت کرنے والے ہیں تو کیا وہاں لاؤ لشکر بھیجا ہے جو آپ کا استقبال کرے؟ کچھ فوج بھیجی ہے جو آپ کی عزت افزائی کرے؟ ہارون نے کہا کیسی بات کرتے ہو بہلول! وہاں کوئی لشکر بھیجا جاتا ہے؟ بہلول نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ جہاں آپ جارہے ہیں وہاں کا راستہ دیکھا ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ نہیں وہ راستہ کون دیکھ سکتا ہے پھر پوچھا اچھا یہ بتاؤ جب یہاں سے جائیں گے تو کون سی سواری پر جائیں گے آپ کو معلوم ہے؟ بادشاہ نے جواب دیا نہیں پھر پوچھا یہ بتاؤ جو فرشتہ آپ کو لینے آئے گا وہ آپ کے ساتھ سختی کرے گا یا نرمی؟ بادشاہ نے جواب دیا یہ بھی معلوم نہیں، شاہ بہلول نے کہا ہر بات کا جواب آپ نہیں نہیں سے دے رہے ہیں، یہ بتائیے آپ نے آخرت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ ہارون رشید بڑے نیک آدمی تھے رونے لگے، تو بہلول شاہ نے کہا کہ ہارون رشید جہاں جارہے ہو وہ راستہ معلوم نہیں کون لے کر جائے گا کیا سلوک کرے گا اللہ کے دربار میں آپ کے ساتھ کیا پیش آئے گا، بتاؤ تم سے زیادہ بیوقوف کون ہے؟ لہٰذا یہ چھڑی تم ہی لے لو۔

دوستو! غور کرنے کی بات ہے ہارون رشید اتنا بڑا نیک بادشاہ جو حج بھی کرتا رہا ہو اور جہاد بھی، لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ میں نے آخرت کیلئے کوئی تیاری نہیں کی اور شاہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ ان کو بیوقوف کہتے ہوں تو دیگر لوگوں کی کیا حیثیت؟ جب کہ زمانہ نبوت سے بعد کی وجہ سے فسق و فجور اور گناہوں کا دور ہے لوگ دنیوی زندگی میں اس طرح مگن ہیں کہ آخرت کی ذرا پرواہ نہیں دنیا کی رنگ رلیاں اس کی چمک دمک اور

دلفریبی پر اس طرح گرے جارہے ہیں کہ ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ ہم کو مرنا ہے اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، یہ دنیا آج نہیں تو کل ختم ہو جائے گی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ. جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہے گا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور ترکِ سلطنت

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فکر آخرت اور مالک حقیقی کی جستجو اور تلاش میں سلطنت بلخ کو خیر باد کہہ دیا کہ جن کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بالاخانے میں آرام فرمارہے تھے کہ اچانک پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی گھبرائے کہ رات کے وقت شاہی بالا خانے پر کون لوگ ایسی جرأت کرسکتے ہیں دریافت فرمایا کہ اے واردین کرام آپ کون لوگ ہیں؟ یہ فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفلت زدہ دل پر چوٹ لگانے آئے تھے فرشتوں نے کہا کہ ہم یہاں اپنا اونٹ تلاش کرنے آئے ہیں بادشاہ نے کہا حیرت ہے شاہی بالاخانے پر اونٹ تلاش کیا جارہا ہے؟ ان حضرات نے جواب دیا کہ ہمیں اس سے زیادہ حیرت آپ پر ہے کہ اس نازپروری اور عیش میں خدا کو تلاش کیا جارہا ہے یہ کہہ کر فرشتے تو غائب ہو گئے مگر بادشاہ کے دل پر ایسی چوٹ لگی کہ ملک و سلطنت سے دل سرد ہو گیا اور چھوڑ کر چلے گئے، جب عشق حقیقی نصیب ہو جائے تو ایک نہیں کئی سلطنتوں کی حقیقت اور اہمیت دل سے نکل جاتی ہے۔ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے بلخ کی سلطنت چھوڑ دی تو سلطنت باطنی انہیں حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ولایت و کرامات کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا چنانچہ ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنی گدڑی سی رہے تھے ایک امیر نے بادشاہ کو اس فقیرانہ حالت میں بہت حقیر سمجھا

حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا کہ یہ شخص میری اس گدائی پر فرخندہ زن ہے اس وقت آپ نے اپنی کرامت اور باطنی سلطنت کی شوکت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ امیر کو اپنے فاسد گمان پر ندامت اور شرمندگی ہوئی، اپنی اس سوئی کو جس سے گدڑی سی رہے تھے، دریا میں ڈال دیا اور بآواز بلند دعا فرمائی اے اللہ میری سوئی عطا فرما، فوراً ہی دریا کے اوپر سینکڑوں مچھلیاں نمودار ہوئیں جن کے ہونٹوں میں ایک ایک سونے کی سوئی تھی گویا اپنی زبان حال سے یہ کہہ رہی تھیں کہ یہ سوئی قبول فرما لیجئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے میری وہ حقیر سوئی دیدو جو میں نے دریا میں ڈالی تھی، بس ایک مچھلی اپنے منہ میں وہی سوئی لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوگئی، جب امیر نے یہ کرامت دیکھی تو اپنے فاسد خیالات اور غلط گمان پر بہت نادم اور شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ افسوس مچھلیاں اس شیخ کامل کے مقام سے آگاہ ہیں اور میں انسان ہو کر بھی ناواقف ہوں پھر دیر تک روتا رہا۔

اللہ والوں کے پاس جو بھی جاتا ہے اس کو اللہ کی یاد آنے لگتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے حدیث پاک میں ہے لَا یُشْقٰی جَلِیْسُهُمْ. خاصان خدا اور بزرگان دین کے پاس بیٹھنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سلطنت چھوڑنے کے طویل عرصے بعد ایک دفعہ اپنے وطن بلخ آرہے تھے راستہ میں کسی افسر نے آپ سے شہر کا راستہ معلوم کیا تو حضرت نے قبرستان کا راستہ بتادیا افسر اس طرف چل دیا جب قریب گیا تو معلوم ہوا کہ یہ راستہ قبرستان پر جا کر ختم ہوگیا ہے۔ افسر واپس شہر میں پہنچا دیکھا فقیر بھی شہر پہنچ چکا ہے تو ڈانٹنا شروع کر دیا کہ میں نے تجھ سے شہر کا راستہ پوچھا تو نے قبرستان کا راستہ بتادیا؟ تم دیوانے ہو ذرا بھی عقل نہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہی تو اس شہر کے بادشاہ تھے افسر معافی مانگنے لگا حضرت نے فرمایا

کہ قبرستان ہی تو اصل شہر ہے کہ جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں جاتا، جس کو شہر کہتے ہیں وہاں سے لوگ کوچ کرتے رہتے ہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد

تمام انبیاء و رسل نے اپنی اقوام کو آخرت کی فکر دلائی، دنیا کی بے ثباتی اور غیر پائیداری کو کھول کھول کر بیان کی، یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء نہیں بدلہ کا دن آخرت ہے جہاں سارا کا سارا کیا دھرا سامنے آجائے گا اگر رائی کے برابر بھی کسی نے عمل کیا ہوگا تو اس کو ضرور پائے گا اور اگر برائی کی ہوگی تو وہ بھی مل کر رہے گی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ. اللہ تبارک وتعالیٰ ذرہ برابر کسی پر ظلم نہیں کریں گے، آخرت ہی کے لئے سارے انبیاء علیہم السلام نے تکالیف اٹھائیں کہ کسی طرح امت کو آخرت کی فکر دلائیں، دنیا کی چندروزہ زندگی پر امت فریفتہ نہ رہے علماء صلحاء اور اولیاء نے بھی اسی کی دعوت دی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا کے میدان میں شہید ہوگئے، ناحق بیعت قبول نہیں فرمائی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی غیور طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ اس کی بیعت کو تسلیم کرلیں اپنا اور اپنے خاندان کے لوگوں کا سر تو کٹوا دیا مگر دنیا کے چندروزہ عیش و آرام کو ٹھکرا دیا آج حال یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے پڑوسیوں اور دوستوں سے ملنے جلنے والوں سے تعلقات خراب کر کے اپنی آخرت برباد کرلیتے ہیں۔

مال بھی وقت کی اہم ضرورت ہے

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ تین شخص بیوقوف ہیں ایک وہ شخص جو دوسرے کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنی دنیا بگاڑ دے یعنی اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہ رکھے دوسرا وہ

شخص جو دوسروں کو غلط راستہ میں ڈال کر اس کی آخرت خراب کر دے تیسرے وہ شخص جو دوسرے کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت تباہ کر لے یہ سب سے بڑا بیوقوف ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بڑی ہی عمدہ تعلیم دی، ارشاد فرمایا رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ. اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا کیجئے اور آخرت میں بھی اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ آج کے دور میں ایمان میں ایسا ضعف آ گیا ہے کہ دین پر عمل کرنے کے لئے دنیا کی فراوانی بھی بہت ضروری ہے کیونکہ جو بیوی بچوں کی روزی کے لئے فکر مند رہے گا تو اس کا دل عبادت میں نہیں لگے گا۔حضرت سفیان ثوری ؒ جو زہد و تقویٰ اور اخلاص وللہیت میں امتیازی شان رکھتے تھے ان کا فرمان آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

كَانَ اَعْمَالٌ فِيْمَامَضٰى يُكْرَهُ فَاَمَّاالْيَوْمُ فَهُوَتُرْسُ لِّلْمُؤْمِنِ ۔

خیر القرون میں تو مال صرف ضرورت کی چیز سمجھی جاتی تھی متقی حضرات کے یہاں یہ ناپسندیدہ چیز مانی جاتی تھی لیکن آج کے دور میں مال مومن کے لئے ڈھال ہے یعنی جس طرح مجاہد ڈھال کے ذریعہ دشمنوں کے وار سے حفاظت کرتا ہے اسی طرح مال مومن کے ایمان کے بچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے آگے فرماتے ہیں لَوْ لَا هٰذِهِ الدَّنَانِيْرِ لَتُمَنْدِلَ بِنَا هٰؤُلَآءِ الْمُلُوْكُ. اگر ہمارے ہاتھ روپے پیسے سے خالی ہوتے تو یہ امرا اور ملوک ہم کو اپنے ہاتھوں کا پوچھنا اور صافی بنا لیتے یعنی ہر جائز و ناجائز کام کے لئے استعمال کرتے، حضرت سفیان ثوری کا زمانہ بارہ سو سال پہلے کا زمانہ ہے اندازہ لگائیے کہ آج روپے پیسے کی کس قدر ضرورت اور اہمیت ہے حکیم ابن قیس سے ان کے والد نے فرمایا کہ بیٹے مال حاصل کرو کیونکہ مال شریفوں کو بلند کرتا ہے، اور کمینوں سے بے نیاز کرتا ہے حضرت سفیان ثوری ؒ فرماتے ہیں کہ دس

ہزار درہم چھوڑ کر مر جاؤں اور خدا کو حساب دینا پڑے یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے پاس ہاتھ پھیلاتا پھروں۔حضرت عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے کہ نیکیوں میں پیش قدمی کرو، مال حاصل کرو لوگوں پر بوجھ نہ بنو۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے كَادَ الْفَقْرُ اَيَكُوْنُ كُفْرًا. ایسا ہو سکتا ہے کہ فقر و فاقہ اور تنگدستی آدمی کو کفر تک پہنچا دے، دوستو! خلاصہ یہ ہے کہ حلال طریقے سے خوب خوب مال کماؤ شریعت میں اس کی ممانعت نہیں اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو خوشحال بنائے اور مال کا حق ادا کرنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

قرآن مجید
سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّابَعْدُ فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِقْرَاْبِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

''اپنے رب کا نام لے کر (اے نبی قرآں) پڑھو
جس نے پیدا کردیا (اس ساری مخلوقات کو)

لوتھڑے سے گوشت کے جس نے بنایا آدمی
ہاں پڑھو، رب ہے کرم والا، تمہارا (واقعی)
وہ سکھایا ہے قلم سے جس نے علم (اس کے سوا)
وہ سکھایا آدمی کو، جو نہ تھا وہ جانتا''

بزرگان محترم نوجوانان اسلام اورعزیزطلباء! آج ستائیسویں تراویح ہے اورقرآن پاک مکمل ہوگیا ہے یوں تو کئی سورتیں تلاوت کی گئی ہیں لیکن آج مجھے قرآن کریم کے تعلق سے کچھ اہم معروضات پیش کرنی ہے اپنے ہوں یا غیر سب ہی اس کے معترف ہیں کہ قرآن کریم پوری دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے اورسبھی لوگ قرآن کریم کا مطالعہ اوراس کی تلاوت کرتے ہیں غیر مسلم اس لئے پڑھتے ہیں کہ دنیا کے راستے ہموار ہوں آخرت میں ان کوقرآن کریم پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، آج یہود ونصاریٰ اور کفار ومشرکین قرآن کریم کے مطالعے میں اپنی عمریں کھپارہے ہیں لیکن ان کا پڑھنا چونکہ ایمان باللہ کے ساتھ نہیں ہے اس لئے وہ ضلالت وگمراہی کے عمیق غار میں جارہے ہیں،قرآن کریم کی خصوصیت ہے کہ اس کو پڑھنے سے کبھی طبیعت نہیں اکتاتی، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جتنا پڑھوا تنا ہی لطف دوبالا ہوتا جاتا ہے پڑھتے جاؤ سیرابی نہیں ہوتی، دل یہی کہتا ہے کہ باربار پڑھوآپ کوئی بہتر سے بہتر ناول اورعمدہ سے عمدہ کتاب دلچسپ سے دلچسپ رسالہ اٹھالیجئے ایک سے دوبار پڑھ لیجئے بالآخر طبیعت اکتا جائے گی علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ میں الکتاب کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کتنی اچھی بات کہدی فرمایا مَعْنَاهُ اِنَّ ذٰلِكَ الْكِتٰبَ هُوَالْكِتَابُ الْكَامِلُ كَانَ مَاعَدَاهُ مِنَ الْكُتُبِ فِیْ مُقَابَلَتِهٖ نَاقِصٌ۔ یعنی کتاب تو بس یہی ایک کتاب کامل ہے اوراس کے سامنے جتنی بھی

کتابیں لائی جائیں گی سب ناقص ہی ہوں گی زمخشری اعلیٰ درجے کے مومن اور خادم قرآن تھے انہیں یہی کہنا چاہئے تھا، قرآن کا منکر انسائکلو پیڈیا برٹانیکا کی شہادت ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور پرسٹن یونیورسٹی (امریکہ) کے پروفیسر ہٹی کا بیان ہے کہ قرآن عہد آخر کی کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ اللہ اکبر!

اے کاش میں اس وقت زندہ رہوں

یہ کتاب جو دنیا میں سب سے زیادہ تلاوت کی جاتی ہے اللہ رب العزت نے لوح محفوظ سے آسمانی دنیا پر یکبارگی رمضان کی بابرکت رات شب قدر میں نازل فرمائی پھر وہاں سے حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا حضور اکرم محمد الرسول اللہ ﷺ پر تیئس برس کے عرصے میں نازل ہوا نبی کریم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ نبوت سے پہلے سال میں ایک مرتبہ ایک مہینہ کے لئے غار میں تشریف لے جاتے اور وہاں اللہ کی عبادت اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے پھر وہاں سے واپسی پر سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا طواف کرتے اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے جاتے ایک دفعہ آپ ﷺ غار حرا میں تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام پانچ آیتیں لے کر نازل ہوئے جو میں نے ابتداء میں پڑھی ہیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا چونکہ آپ ﷺ اس مقام پر تن تنہا تھے اور جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات بھی پہلی بار ہوئی تھی اس لئے گھبرا گئے اور فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِی میں پڑھا نہیں ہوں جبرئیل علیہ السلام نے سینہ سے چمٹایا اور کہا پڑھئے حضور ﷺ نے وہی جواب دیا میں پڑھا لکھا نہیں ہوں پھر تیسری دفعہ سینہ سے چمٹایا اور کہا پڑھئے اور یہ پانچ آیتیں پڑھیں اِقْرَاْ بِاسْمِ

رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا، پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے پڑھئے اور آپ کا رب باعزت ہے جس نے سکھلایا قلم کے ذریعہ انسان کو سکھلائی وہ چیزیں جو اسے معلوم نہیں تھیں جب حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھ چکے تو حضور ﷺ نے بھی پڑھا، غار حراء سے حضور ﷺ اپنی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا: زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ مجھے کملی اڑھاؤ مجھے کملی اڑھاؤ، آج ایک واقعہ پیش آیا ہے مجھے اپنی جان کا اندیشہ لگ رہا ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے تسلی دی اور فرمایا کہ خدا ہرگز آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ قرابت والوں کا حق پورا کرتے ہیں حق کی طرفداری کرتے ہیں مصیبتوں میں آپ لوگوں کے کام آتے ہیں پھر آپ ﷺ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو انجیل کے بڑے عالم تھے اور کاتب بھی، پورا واقعہ سنایا، ورقہ بن نوفل نے کہا کہ گھبرانے کی بات نہیں یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ تم ان کے نکاح میں ہو یہ حلیہ جو بیان کیا ہے اسی فرشتہ کا حلیہ ہے جو پہلے انبیاء حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور دیگر پیغمبروں کے پاس آیا کرتا تھا اور یہ نبی آخر الزماں ہیں اے کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا تو تمہاری مدد کرتا جب تمہاری قوم تم کو تمہارے وطن سے نکالے گی! حضور ﷺ نے بڑی حیرت واستعجاب سے پوچھا کیا میری قوم مجھ کو نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا ہاں یہ کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں گذشتہ انبیاء کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے یہ پہلی وہی تھی جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی پھر تین سال تک وحی کا نزول بند رہا۔ اس زمانہ میں آپ ﷺ بہت بے چین رہا کرتے تھے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دیدار کے مشتاق اور وحی الٰہی کے منتظر رہا کرتے تھے، تین سال کے بعد سورہ

مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں ۔ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ . اے چادر میں لپٹنے والے اٹھیئے اور لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے پھر لگا تار وحی آنے لگی جب آپ ﷺ کو حکم ہوا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ . جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے لوگوں کو علی الاعلان سنا دیجئے تو خدائے برحق کا پیغام آپ نے لوگوں کو پہنچایا اور کلام الٰہی سنانا شروع کیا، پھر کیا تھا جو بھی قرآن کریم سنتا وہ قرآن کا گرویدہ ہو جاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنے بہنوئی اور بہن کے اسلام لانے کے متعلق سنا تو غصہ میں بھرے ہوئے ان کے گھر گئے اور مارنا پیٹنا شروع کر دیا پھر پوچھا کیا پڑھ رہے تھے تو بہن نے کہا کہ آپ پہلے غسل کر لیجئے پھر دکھائیں گے چنانچہ پاک وصاف ہونے کے بعد قرآن کریم کا ایک حصہ جس میں سورہ طٰہٰ کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچے اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو) تو کہنے لگے کیا ہی اچھا کلام ہے پھر کہا کہ مجھے اس مقام پر لے چلو جہاں حضور ﷺ تشریف فرما ہیں مسلمان اس وقت قلیل تعداد میں تھے اور دارارقم میں سارے مسلمان جمع ہوتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دارارقم پہنچے ان کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی مسلمانوں نے دیکھا تو ڈر گئے شاید ان کا ارادہ ٹھیک نہیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کی بہادری عرب میں مشہور تھی وہ اسلام لا چکے تھے اور دارارقم میں وہ بھی موجود تھے انہوں نے کہا کہ اگر اچھے ارادے سے آرہے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں کی تلوار سے ان کا کام تمام کر دیا جائے گا جیسے ہی دارِ ارقم میں داخل ہوئے کلمہ پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

آخر یہ قرآن ہی کی تو کشش تھی کہ چند آیتیں پڑھ کر فریفتہ اور دیوانے بن گئے کفار مکہ کے پاس ایک بڑے تاجر اور بزنس مین اور قبیلہ دوس کے سردار طفیل بن عمر دوسی آیا کرتے تھے قریش ان کی بڑی خاطر مدارات کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے شہر سے نکل کر ان کا پرزور استقبال کیا کرتے تھے قرآن کی کشش اور اسکی حلاوت و چاشنی لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہی تھی اور لوگ پروانوں کی طرح قرآن سننے کے لئے بیتاب رہا کرتے تھے اسلام بھی قبول کر لیا کرتے تھے اور ادھر کفار مکہ بالخصوص سرداران قریش کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی ٹھیک اسی زمانہ میں طفیل بن عمر دوسی مکہ آئے لوگوں نے ان کو بہت ڈرایا کہ محمد ﷺ جادوگر ہیں جو ان کی بات سنتا ہے مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہ اتنا ڈرے کہ کانوں میں روئی ٹھونس لی حرم میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے بے اختیار کچھ کلام سن لیا کلام اچھا معلوم ہوا آپ ﷺ کے دولت کدہ پر گئے اور کہا اپنا کلام اور اپنا دین پیش کیجئے حضور ﷺ نے قرآن سنایا اور اسلام پیش کیا طفیل اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

جب کفار مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ بڑے بڑے تاجر بزنس مین قرآن کریم کو سن کر دیوانہ وار اسلام میں داخل ہو رہے ہیں تو پرستان لات وہبل اور عابدین کنکر و پتھر اور بھی زیادہ بے چین و متفکر ہوئے اس لئے ائمۃ الکفر ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ اور ربیعہ وغیرہ اس ڈیوٹی پر مقرر ہوئے کہ گھر گھر جا کر اس بات کی اطلاع دیں کہ کوئی شخص محمد ﷺ سے واسطہ اور تعلق نہ رکھے اور ان کا کلام نہ سنے لیکن انسان کی جبلت میں یہ بات داخل ہے کہ جس چیز سے روکا جائے اسی کو کرتا ہے۔

عربی کا ایک مقولہ ہے اَلْاِنْسَانُ حَرِيْصٌ فِیْ مَامُنِعَ انسان کو جس چیز سے روکا جائے اسی کے پیچھے پڑتا ہے اب یہ سرداران کفار تو کہہ کر چلے جاتے کوئی مستقل

پہرہ نہیں دے سکتا تھا جب دیکھتے راستہ صاف ہے تو سیدھے محمد ﷺ کے گھر جاتے کہ دیکھیں تو سہی کیا کلام پڑھتے ہیں حضور اکرم ﷺ جب قرآن کا کوئی حصہ پڑھتے وہ قرآن کے شیدائی اور فدائی بن جاتے، نبی کریم ﷺ کا مطیع اور فرمانبردار بن جاتے ان کا اسلام چھپنے والی چیز نہ تھی۔

رہتی دنیا تک کے لئے قرآن کا چیلنج

اس لئے سرداران کفر اور بھی حیران و پریشان ہوئے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم بھی تو ایسا کلام پیش کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَایَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا. اے نبی آپ فرمادیجئے کہ اگر جن وانس اس پر جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن لائیں تو ہرگز نہیں لاسکتے ایسا قرآن، اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کریں، یہ تو پورا قرآن نہ لاسکنے کی بات کہی گئی پھر اس سے اور بھی تنزل فرما کر ارشاد ہوا کہ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ. قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو لیکن کہیں سے کوئی صدا بلند نہیں ہوئی اور سب کے سب قرآن جیسی دس سورتوں کے مثل لانے سے عاجز و بے بس ہو گئے پھر تیسرا چیلنج نازل ہوا کہ پورا قرآن اور اس جیسی دس سورتیں بھی نہیں پیش کر سکتے ہو تو کم از کم قرآن جیسی کوئی چھوٹی سورت ہی پیش کر دو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ. اس جیسی کوئی چھوٹی سی سورت ہی لا کر پیش کر دو وَادْعُوْا شُهَدَآئَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. اور اس کام کے لئے اللہ کے علاوہ اپنے تمام مددگاروں کو بلالو اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو لیکن کلام اللہ جیسا کلام کوئی پیش کر سکتا ہے؟ ارشاد ہوا لَنْ تَفْعَلُوْا اگر تم یہ کام نہیں کر سکے اور ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد قرآن کریم کی ایک

چھوٹی سی سورت سورہ کوثر لکھ کر باب کعبہ پر ایک عرصہ تک آویزاں کر دی گئی کفار مکہ سوچ میں پڑ گئے کہ آخر اس جیسا کلام ہم سے کیوں نہیں بن پاتا؟ جب کہ ہم میں بڑے بڑے ادیب ہیں شاعر ہیں فصحاء ہیں بلغاء ہیں تو مشورہ کر کے کہنے لگیں قرآن کریم بہت بڑے ادیب کا کلام ہے کیونکہ جو ادیب ہوتا ہے اس کے کلام کے اخیر میں ایک ہی حرف کا ایک طویل سلسلہ چلا آتا ہے مثلاً پہلے جملہ میں اگر را ہے تو سلسلہ وار جملہ کے اخیر میں را ہی آتا ہے تو اسی طرح قرآن کریم میں ہے سورہ مدثر ہی میں دیکھ لیجئے ثُمَّ نَظَرَ. ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ. ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ. فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ. پہلی آیت کے اخیر میں اگر را ہے تو کئی آیتوں میں لگاتار را ہی آرہا ہے یہ بہت بڑے ادیب کا کلام ہے ایسا کلام بنانا تو بڑا مشکل ہے لیکن دوسرے لوگوں نے کہا کہ یہ کلام تو اس سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ تو کسی شاعر کا کلام معلوم ہوتا ہے جس طرح شعروں میں ردیف وقافیہ ہوتے ہے اسی طرح قرآن میں بھی ہے یعنی جس طرح شعروں کے اخیر میں ایک ہی وزن ہوتا ہے اسی طرح قرآن میں بھی ہے جیسے وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا اشعار بھی تو آخر ایسے ہی ہوتے ہیں اب سورہ کوثر کے تین ٹکڑے لے کر ایک بہت بڑے شاعر کے پاس پہنچے اور کہا اس پر آپ کچھ تضمین کر دیجئے کیونکہ آپ شاعروں کے استاذ ہیں۔

اس نے کہا مصرعے پیش کرو ان لوگوں نے پیش کیا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّا شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ. یہ تینوں مصرعے (آیتیں) سننے کے بعد اس نے کہا کہ مجھے کل تک کا موقع دو کل آؤ گے تو اس کے آگے کا مصرعہ تیار پاؤ گے دوسرے روز صبح یہ لوگ پہنچے اس نے چوتھا مصرعہ لکھا لَيْسَ هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ.

یہ کسی انسان کا کلام نہیں اگر کسی انسان کا کلام ہوتا تو ایک نہیں ہزاروں مصرعے اور ہزاروں اشعار کہے جاسکتے تھے یہ تو اللہ کا کلام ہے۔

کفار اور مشرکین کا شور وشغب

کفار بالکل عاجز و بے بس ہوگئے کہ قرآن کا مثل تو پیش کر نہیں سکتے لیکن قرآن کریم پر روک ٹوک اور بندش کیسے لگے؟ مثل مشہور ہے ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' اب ان لوگوں نے قرارداد منظور کی کہ جب بھی محمد ﷺ قرآن پیش کریں تو شور مچاؤ ''وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ''. اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کے سننے پر کان نہ دھرو اور اس میں بک بک کرو تاکہ تم غالب آجاؤ حالانکہ کفار مکہ نے یہ بات بند کمرہ میں بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے کی تھی۔

ابھی بات کرنے والے گھر سے بھی نہ نکلے تھے کہ بات باہر آگئی ان کو معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کا میڈیا کتنا فاسٹ اور تیز ہے ادھر کفار مکہ کی زبان سے بات نکلی رہی تھی، ادھر اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ ﷺ کو مطلع فرمارہے ہیں کہ کفار مکہ کے یہاں قرآن کے تعلق سے کیا تجویزیں منظور ہوئیں پھر آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا بھی مقرر فرمادی فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا. کہ ہم ان کفار مکہ کو سخت عذاب کا ذائقہ چکھائیں گے اب ذرا قرآن کریم کے الفاظ پر غور فرمائیں کفار مکہ نے غلطی کی تھی زبان سے کہ قرآن کے بارے میں بری بات کہہ دی تھی اللہ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ ہم ان کے ہاتھ پاؤں توڑ دیں گے ان کی آنکھیں پھوڑ دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. ہم کافروں کو بڑے سخت عذاب

کا ذائقہ چکھائیں گے کیونکہ کفار مکہ نے غلطی زبان سے کی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے جملہ بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر اسکول میں کوئی بچہ کلاس لیڈر کو گالی دیدے تو وہ مستحق سزا ہوتا ہے ہاتھ میں پاؤں میں اور کمر میں پٹائی ہوتی ہے مگر زبان محفوظ رہتی ہے اس کو کوئی سزا نہیں ملتی، لیکن اللہ کا انصاف دیکھو کہ غلطی ہوئی زبان سے تو اللہ تعالیٰ زبان ہی کو پہلے سزا دیں گے پھر ارشاد فرمایا وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. اور ہم ضرور ان کو بدلہ دیں گے برے سے برے کاموں کا جو وہ کرتے تھے ظاہر ہے اس سے زیادہ برا کام کونسا ہوگا کہ خود نصیحت کی بات نہ سنیں اور دوسروں کو بھی سننے نہ دیں قرآن کریم کے ساتھ جو انہوں نے غلط رویہ اختیار کیا اور اس کے لئے جن اعضاء کا استعمال کیا اللہ تعالیٰ ہر ایک عضو کو سزا دیں گے اس لئے ہم سب کو احتیاط کرنا چاہیے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے وقت دوسری گفتگو یا مصروفیت کو بند کردیں ورنہ جو وعید کفار مکہ اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کے لئے بیان کی گئی ہے ہم بھی اس وعید میں شامل ہوجائیں گے۔

آیت کریمہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قرآن کریم خاموش ہوکر سننا واجب اور ایمان کی علامت ہے آج کل بعض ہوٹل اور مجمع میں ٹیپ پر کھول دیا جاتا ہے جس میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور ہوٹل والے خود اپنے دھندوں میں لگے رہتے ہیں اور کھانے پینے والے اپنے شغل میں، اس کی صورت وہ بن جاتی ہے جو کفار کی علامت تھی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے آج کا دور جسے ترقی کا دور کہا جاتا ہے گھر گھر موبائل بلکہ ایک ایک گھر میں کئی کئی موبائیل ہیں موبائیل چالو کرکے امام حرم کی قرأت لگادی جاتی ہے اور سب لوگ بات چیت میں مشغول ہوجاتے ہیں یہ بھی قرآن کی بے حرمتی اور اس کے ساتھ بے ادبی ہے آیت کریمہ ہے وَاِذَا قُرِئَ

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. جب قرآن کریم پڑھا جائے تو بغور سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے اس لئے اس کا بطور خاص خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو قرآن کریم کا ادب و احترام کرنے اور اس کی تلاوت کرنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

قناعت پسندی نبوت کا جوہر

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّابَعْدُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ .وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

”ان سے کہدو، ہے بہت تھوڑی جہاں کی منفعت،
جو ڈریں اللہ سے، ان کی ہے بہتر عاقبت،
تم پہ تِل بھر بھی نہ ہوگا ظلم (روز آخرت)“

بزرگان محترم نوجوانان اسلام اور عزیز طلباء! آج انتیس رمضان المبارک ہے قرآن کریم تو پرسوں ستائیس رمضان کو ختم ہو چکا۔ آج نماز تراویح کے بعد آپ کی خدمت میں جو آیات تلاوت کی ہیں ان کے متعلق ضروری گفتگو کروں گا۔ حضور نبی

کریم ﷺ تاجدارِ دوعالم ہی نہیں بلکہ تاجدارِ انسانیت اور تاجدارِ ملائکہ اور محسن کائنات بھی ہیں۔حضورا کرم ﷺ کے اخلاق کا پرتو جس کو سیرت کہتے ہیں اس کا کچھ نہ کچھ حصہ مومن اور مسلمان کے دل میں،اس کی زندگی اوراس کی عادات میں شامل ہو وہی مسلمان ہے۔اگر کسی مسلمان کے اندر حضور ﷺ کی سیرت کا کوئی پہلو موجود نہ ہو گویا وہ ایمان کی بہت ساری صفات سے محروم ہے۔مثلاً رحم،شفقت،سخاوت، حسن اخلاق،صلہ رحمی،عبادات وریاضات،ایثار وقربانی وغیرہ،مومن کے اندر یہ صفات موجود ہیں تو حقیقت میں وہ امت محمدیہ کا فرد ہے۔حضور ﷺ نے ایک موقع پرارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ نبی اور بادشاہ بننا پسند کروں یا نبی اور بندہ بننا پسند کروں۔آپ ﷺ نے ایک موقع پرارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ سے دعا کرتا کہ یہ احد پہاڑ سونے کا ہوجائے اور یہ میرے ساتھ ساتھ چلے جہاں بھی میں جاؤں یہ میرے ساتھ رہے تو اللہ تعالیٰ دعا قبول فرمالیتے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یا اللہ مجھے نبی اور بندہ بننا پسند ہے جب آپ مجھے عطا کریں تو میں آپ کا شکرادا کروں اور جب میرے پاس نہ ہو تو میں صبر کروں۔

احد پہاڑ کی فضیلت

سائنسدانوں نے احد پہاڑ پر ریسرچ کیا معلوم ہوا کہ پورا پہاڑ سونے کا ہے علمائے کرام فرماتے ہیں،جب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا،اگر میں اللہ سے دعا کرتا کہ احد پہاڑ سونے کا ہوجائے،تو اسی وقت اللہ نے اس کو سونے کا بنادیا تھا کیونکہ حضور ﷺ دوعالم کی بناء ہیں،محبوب رب العالمین ہیں۔شاہ فیصل کے زمانہ میں سائنسدانوں نے کہا کہ یہ پہاڑ سونے کا ہے اس میں اتنا سونا ہے کہ سوسال تک یہ سونا ختم نہ ہوگا۔شاہ فیصل نیک بادشاہ تھے،عالم دین حافظ قرآن تھے،

انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں احد پہاڑ سے اور احد پہاڑ مجھ سے محبت کرتا ہے اسلئے ہم اس پہاڑ کو نہیں کھودیں گے اس پہاڑ پر کدال نہیں لگائیں گے کیونکہ یہ پہاڑ اللہ کے نبی سے محبت کرتا ہے،معلوم ہوا کہ ایمان والا سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات کی طمع نہیں کرتا،شاہ فیصل نے حضور کے فرمان کا اکرام کیا اور احد پہاڑ پر کدال نہیں لگائی اللہ تعالیٰ نے عرب کی زمین میں چھپے خزانے پٹرول کی شکل میں ظاہر فرمادیئے۔آج سعودی کی سرزمین کا یہ حال ہے کہ زمین کھودو یا پہاڑ، پٹرول نکلتا ہے۔اللہ نے عربوں کی تنگدستی کو دور فرمادیا، پانی اللہ کی بڑی نعمت ہے میں نے قرآن مجید کی آیت آپ کے سامنے تلاوت کی وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ انسان جب دنیا کیلئے محنت کرتا ہے تو اللہ اسے دنیا عطا فرمادیتے ہیں دین کیلئے محنت ومجاہدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دین عطا فرمادیتے ہیں۔

سعودی عرب میں پانی کی فراوانی

اخبارات میں آیا تھا کہ سعودی عرب کا ایک طالب علم امریکہ سے بیالوجی کی ڈگری لے کر آیا اس نے قرآن کریم کی ان آیات پر غور کیا جن آیات میں پانی کا تذکرہ ہے اس نے حکومت کی سرپرستی اور اجازت سے سعودی عرب میں پندرہ سو بوریل ڈالے جہاں بوریل لگانے اور کھودنے کیلئے بہت بڑی رقم خرچ ہوتی ہے آج اللہ تعالیٰ نے عربوں کو پانی سے سیراب کردیا ورنہ صدیوں سے عرب کے باشندے پانی کی کمی محسوس کررہے تھے۔کہتے ہیں جب بادشاہ کی نیت صحیح ہوتی ہے تو عوام اور پبلک کو اس کا پھل ملتا ہے۔بہرحال میں عرض کررہا تھا کہ حضور ﷺ کی سیرت کا پرتو ہر مومن اور مسلمان کو ہونا چاہیئے۔حضور ﷺ نے اس دنیا سے محبت نہیں کی

آپ ﷺ نے فرمایا دنیا سمندر اور مومن کی زندگی کشتی کی مانند ہے، کشتی جب تک پانی کے اوپر رہے گی، ڈوبے گی نہیں اور جب پانی یعنی دنیا کشتی کے اندر آجائے گی، کشتی ڈوب جائے گی۔ اسی طرح مومن دنیا کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائے جن کو اللہ نے حلال کیا ہے لیکن اس سے محبت نہ کرے محبت صرف اللہ اور اسکے رسول کیلئے ہے، محبت کے لائق والدین ہیں، بیوی بچے ہیں، دوست احباب ہیں لیکن ان سب کی محبت بھی اللہ اور اس کے رسول کے فرمان اور ارشادات کے حدود میں ہونی چاہئے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک اس دنیا کی اگر کوئی قیمت ہوتی تو کافروں کو ایک گھونٹ پانی اس میں سے نہیں ملتا، اس لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو محبت کا حق نہیں اور مومن پر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا فرض عین ہے۔ آج ہماری صلاحیتیں دنیا پر لگی ہوئی ہے، نام کیسے روشن ہو، معاشرے میں کیسے پذیرائی ہو، لوگ مجھے کیسے پہچانیں، میرا نام کیسے بلند ہو، دولت واقتدار کیسے حاصل ہو آج انسان دنیا کے پیچھے دوڑ رہا ہے، قرآن مجید میں فرمایا فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ دوڑو اللہ کی طرف لیکن انسان فَفِرُّوْٓا اِلَی الدُّنْیَا یعنی دنیا کی طرف دوڑ رہے ہیں، دنیا کی طرف دوڑنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی دھوپ کی طرف دوڑے، حضرت حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے پاس ایک صاحب آئے اور سونے کی ایک تھیلی پیش کی، فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، عرض کیا حضرت آپ کسی کو دے دیں، فرمایا تمہارا مال ہے تم کسی کو بھی دو، جب اس نے دیکھا حضرت نے قبول نہیں فرمایا حضرت کے جوتوں میں اونڈیل کر چلا گیا اشرفیوں سے جوتے بھر گئے حضرت باہر آئے فرمایا دیکھو جو دنیا سے بھاگتا ہے دنیا اس کے پیچھے پڑتی ہے آپ نے جوتوں کو جھٹکا اور پہن کر چل دیئے، انھی پاکیزہ نفوس کی وجہ سے آج اسلام زندہ ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ دنیا اللہ کے نزدیک بے حیثیت ہے۔

ایک نواب صاحب کا واقعہ

ایک نواب صاحب حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے مرید تھے انہوں نے خط لکھا کہ آپ کے پاس کچھ دن رہنا چاہتا ہوں آپ کی خانقاہ اور آپ کی تربیت گاہ میں، حضرت نے ان کو خط لکھا کہ تم تین مہینے کے بعد فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک دس دن ہمارے پاس رہ سکتے ہو نواب صاحب خوش ہوئے کہ حضرت نے اجازت دیدی، تین مہینے کے بعد جب تاریخ قریب آئی بیگم کو معلوم ہوا کہ نواب صاحب حضرت کی خدمت میں جارہے ہیں تو بیگم نے کہا کہ ہم بھی چلیں گے اسلئے کہ ہم حضرت سے بیعت ہیں۔ حضرت کے یہاں اصول بہت سخت تھا جو بات کہی جاتی تھی بس اس پر کاربند رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرید نے حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے میں آپ کیلئے لڈو لانا چاہتا ہوں حضرت نے جواب لکھا تمہاری خوشی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ صرف دو لڈو لانا اس سے زیادہ نہیں وہ صاحب چند دن کے بعد آئے اور بیل گاڑی سے بڑے بڑے گھڑے کپڑوں میں بندھے ہوئے حضرت کے سامنے پیش کر دیئے اور عرض کیا حضرت آپ نے فرمایا تھا صرف دو لڈو لانا، دو سے زائد مت لانا اسلئے دو لڈو لایا ہوں چونکہ آپ نے اس کا وزن اور سائز نہیں بتایا تھا اسلئے میں دو ہی لایا ہوں فرمایا بھائی تم نے ہمارا اصول بھی نہیں توڑا اور لڈو بھی لے آئے۔ بہر حال نواب صاحب اپنی اہلیہ کے ساتھ تھانہ بھون پہونچے، حضرت کو اطلاع ہوئی تو فرمایا نواب صاحب مجھے آپ کے اس طریقہ سے بڑی تکلیف پہنچی میں نے صرف آپ کو آنے کی اجازت دی تھی اور آپ اپنی بیوی کو بھی ساتھ لائے ہیں، میں نے تین مہینے کا وقت اسلئے رکھا تھا کہ

میں اپنے خرچ سے تھوڑا تھوڑا بچا کر آپ کی دس دن کی مہمانی کرسکوں چونکہ آپ چھوٹے کا گوشت کھاتے ہیں بڑے کا نہیں، آپ قیمتی چیزیں کھاتے ہیں مٹھائی بھی اچھی کھاتے ہیں ہر چیز آپ کو بہتر سے بہتر چاہئے اسلیئے آپ کے حسب مراتب دس دن کیلئے میں نے صرف آپ کیلئے انتظام کیا اور اپنے اخراجات میں سے تھوڑا تھوڑا تین ماہ تک بچاتا رہا پھر آپ کو آنے کی اجازت دی۔ میرے پاس اتنا انتظام نہیں کہ میں آپ کی بیوی کی میزبانی کرسکوں ہاں میں اپنی اہلیہ سے پوچھتا ہوں اگر وہ ان کو مہمان بناسکیں تو بہتر ہے حضرت کے یہاں دو بیبیاں تھیں معلوم کیا، بڑی بیوی نے کہا کہ میرے پاس اتنا ہی سامان ہے جس میں اپنا گذارا کرسکوں مہمان کیلئے میرے پاس انتظام نہیں ہے دوسری بیوی نے اطلاع دی کہ آپ نے مسور کی دال بھیجی تھی وہ دس دن کام آسکتی ہے اگر نواب صاحب کی بیوی دس دن تک مسور کی دال پر گذارا کرسکتی ہیں تو میں ان کی میزبانی کرنے کیلئے تیار ہوں۔ سبحان اللہ!

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی میزبانی

یہ ان حضرات کا تقویٰ اور پرہیزگاری تھی جن کا نام روشن ہے۔ مولانا تھانوی کے لاکھوں مرید تھے اگر کسی ایک مرید کو کہتے یا نواب صاحب کو ہی کہتے کہ تم اتنا سامان لے آنا تو نواب صاحب اتنا لاتے کہ گودام بھر جاتا۔ لیکن اللہ والوں کی شان ہی نرالی ہے۔ قناعت پسندی ان کا جوہر ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا اصول تھا کہ جتنا اپنے پاس ہوتا اسی میں گذارا کرتے، کوئی مہمان آجاتا تو فرماتے کہ بھائی ایک کٹورا پانی دال میں ڈال دینا تا کہ مہمان کی بھی ضیافت ہوسکے تو نواب صاحب نے بیوی سے پوچھا اگر مسور کی دال دس دن تک کھا

سکتی ہیں تو پیرانی صاحبہ کے پاس آپ کو ٹھہرنے کی اجازت ہے نواب صاحب کی بیوی نے کہا کہ میں تو سوکھی روٹی کھا کر گذارا کرلوں گی بس مجھے رہنے کی اجازت مل جائے سبحان اللہ کیسا جذبہ تھا۔ دوستو ہمارے اکابر اور علماء نے دنیا اس طرح گذاری ہے۔ ہم غور کرسکتے ہیں تدبر کرسکتے ہیں کہ مسلمان کو دنیا میں کس طرح سے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حلال کمانے اور کھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نبی کریم ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مختصر بھی ہو اور اس پر عمل کرنے میں کوئی پریشانی بھی نہ ہو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلال کماؤ اور حرام سے بچو، علماء کرام فرماتے ہیں جب حلال کمائے اور کھائے گا تو عبادت کا شوق خود بخود پیدا ہوگا نمازوں کی پابندی ہوگی اور جب حرام سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ گناہوں سے دور فرمادیں گے اس کی ذات سے گناہ بہت کم ہوں گے۔ مجھے ایک واقعہ مدینہ منورہ کے ایک بزرگ اور عالم حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی دامت برکاتہم نے سنایا تھا جو میرے نہایت کرم فرما ہیں ہمارے ہندوستان کے بزرگ محدث جلیل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ہجرت فرما کر مکہ میں رہنے لگے تھے آپ حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث کے پیر ومرشد ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا اتنا ادب کرتے کہ کئی کئی دنوں میں ایک مرتبہ پیشاب اور پائخانہ کو جاتے تھے تھوڑا تھوڑا کھاتے دو میل تین میل مکہ یا مدینہ سے باہر جا کر پیشاب اور پائخانہ کرتے اور کہتے کہ یہ اللہ کا شہر ہے مجھے بول و براز کرتے حیاء آتی ہے جو مؤدب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو نوازتے ہیں ایک بار شاہ عبدالعزیز نے اپنے ملک کے تمام اولیاء اللہ، علماء صلحاء اور اکابر کو اپنی طرف سے بڑے بڑے ہدایا اور تحائف بھیجے۔ مولانا خلیل احمد صاحب کو بھی تحفہ بھیجا، لیکن حضرت نے تحفہ قبول نہیں

فرمایا۔ لوگ آج خوش ہوتے ہیں کہ مجھے ایوارڈ مل رہا ہے مجھے بادشاہ نے بلایا ہے مجھے وزیر نے بلایا ہے مجھے فلاں کلکٹر صاحب نے بلایا ہے اللہ والوں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی شیخ عبدالقدوسؒ قطب عالم گنگوہی کے پاس ابراہیم لودی آیا اپنے زمانے کا بہت جری بادشاہ تھا، صبح کے وقت دھوپ میں شیخ کے ساتھ مولانا جلال الدین تھانسری بھی اپنے کرتے میں سے جوں تلاش رہے تھے انہوں نے دیکھا بادشاہ آرہا ہے عرض کیا حضرت بادشاہ! فرمایا ارے میں نے یہ سمجھا کہ کوئی موٹی سی جوں ملی ہے۔ بادشاہ نے سلام کیا حضرت نے جواب میں وعلیکم السلام کہا لیکن بادشاہ کی طرف دیکھا نہیں وزیر نے کہا کہ بادشاہ وقت ایک فقیر اور درویش کے پاس آئے اور وہ کھڑا نہ ہو یہ بادشاہ کی توہین ہے، آپ کو کھڑا ہو کر ان کا استقبال کرنا چاہئے حضرت نے نظر اٹھا کر (اس زمانہ میں ہندوستان کی زبان فارسی تھی) فرمایا ''قطب نمی جنبد و لے جنبد بادشاہ وقت بمیرد'' کہ قطب اپنی جگہ سے نہیں ہلتا اور اگر ہلتا ہے تو بادشاہ وقت مرجاتا ہے۔ بادشاہ نے عرض کیا حضرت ہم تو دعا کیلئے آئے تھے اور یہ بددعا ہوگئی، فرمایا کہ ''جف القلم'' میں نے زبان سے جو کہا فرشتے نے اس کو لکھ دیا بادشاہ نے عرض کیا حضرت دعا کریں ایمان پر خاتمہ ہوجائے فرمایا آمین۔ پانی پت کے میدان میں جنگ ہورہی تھی وہاں ابراہیم لودھی کو ایک سپاہی نے شہید کردیا۔

ہمایوں کو معلوم ہوا کہ حضرت کی دعا یا بددعا سے ایسا ہوا تو ہمایوں اپنا تاج اور جوتے الگ کرکے ننگے پیر اور ننگے سر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا کہ کیوں آئے ہو؟ عرض کیا جنگ میں مجھے فتح نصیب ہوجائے، فرمایا دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تجھے فتح نصیب کرے عرض کیا کوئی نصیحت فرمادیں، فرمایا رعایا کیساتھ انصاف کرنا۔ پھر کچھ نصیحت کی درخواست کی فرمایا آئندہ ہمارے پاس مت آنا۔

سچ ہے کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو اللہ کا ہوگیا اللہ اس کا ہوگیا پھر اس کو کسی کی ضرورت نہیں رہتی۔

دوستو! میں عرض کررہا تھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نے تحفہ لینے سے انکار کردیا، معتمد نے بادشاہ سے شکایت کی فقر و فاقہ کی زندگی گذار رہے ہیں۔ آپ کے ملک میں رہ کر آپ کا تحفہ قبول کرنے سے منع کردیا کتنی بڑی توہین ہے؟ اللہ تعالیٰ جس کو جیسا مقام دیتے ہیں اتنی عقل بھی دیتے ہیں بادشاہ نے کہا کہ وہی تو ایک عالم ہے ہمارے ملک میں، اسکے بعد شاہ عبدالعزیز نے ان علماء کو دعوت دی جن کو تحائف دیئے تھے مقررہ وقت پر علماء آتے رہے بادشاہ اپنی کرسی پر بیٹھے مصافحہ کرتے رہے جب معلوم ہوا کہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری آرہے ہیں تو اپنے محل سے باہر نکل کر حضرت سے مصافحہ کیا اور معانقہ کیا پیشانی اور ہاتھ چومے، بڑی عزت کے ساتھ آپ کو بٹھایا، بادشاہ نے پوچھا حضرت میں نے آپ کو تحفہ بھیجا تھا آپ نے اس کو واپس کردیا لیکن میں نے آپ کو بلایا تو آپ تشریف لے آئے حالانکہ آپ نے سے بھی انکار کرسکتے تھے حضرت نے فرمایا میرے سامنے حضور ﷺ کی حدیث تھی کہ امیر یا بادشاہ کی اطاعت لازم ہے اسلئے حاضر ہوا ہوں۔ بادشاہ نے پوچھا آپ نے ہمارا تحفہ کیوں قبول نہیں کیا؟ فرمایا میں نے آپ کا تحفہ اسلئے قبول نہیں کیا کہ آپ ملک کے بادشاہ ہیں اور بادشاہ امین ہوتا ہے مالک نہیں، مالک تو اللہ ہے وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْھِنَّ ۔ آپ اس ملک کی دولت کے امین ہیں اور امین کو امانت میں سے خرچ کرنے کا حق نہیں ہوتا، لہٰذا میرے نزدیک آپ نے جو تحفہ بھیجا تھا وہ عوام اور پبلک کی ملکیت ہے جس کا از روئے شریعت لینا جائز نہیں، بادشاہ نے کہا میں نے آپ کو اسلئے بلایا کہ یہ حضرات بھی آپ کی بات سنیں۔ میں خود حاضر

خدمت ہوکر آپ سے پوچھ سکتا تھا کہ آپ نے کیوں تحفہ قبول نہیں کیا؟ تو جواب صرف میرے علم میں آتا میں نے ان حضرات علمائے کرام کے علم میں لانے کیلئے آپ کو زحمت دی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر میں آپ کے پاس جاتا تو شیخ خلیل احمد میرا استقبال کرتے لیکن میں نے شیخ خلیل احمد کو یہاں اسلئے بلایا تا کہ میں خود چل کر استقبال کروں اسکے بعد شاہ نے فرمایا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں؟ مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ حرم مکہ اور حرم مدینہ میں اذان کے بعد فوراً جماعت کھڑی ہوجاتی ہے ہم حنفی المسلک ہیں چار رکعت نماز سنت موکدہ ادا کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں اسلئے گذارش ہے کہ اذان اور جماعت کے درمیان اتنا فاصلہ رہے کہ چار رکعت سنت موکدہ ادا کرسکیں اسی وقت شاہ نے فرمان جاری کردیا کہ حرمین شریفین میں ہر اذان کے بعد دس منٹ کا وقت دیا جائے گا۔

الحمدللہ آج بھی حرمین شریفین میں اس پر عمل ہو رہا ہے یہ فیضان ہے ہمارے اکابر اور بزرگوں کا، غور کیجئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے اپنے لئے بادشاہ سے کچھ طلب نہیں کیا، تو میں نے قرآن کریم کی وہی آیت آپ کے سامنے پڑھی کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کہ انسان جب جدوجہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے راستے کھول دیتے ہیں دین کیلئے جدوجہد ہوتی ہے تو دینی راستے کھول دیتے ہیں اور دنیا کیلئے جدوجہد کرتا ہے تو دنیا کے راستے کھلتے ہیں وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کیساتھ ہے۔

ہمارے پاس اگر کوئی اچھی چیز ہو تو دوسروں کو دیں ہمارے پاس علم ہے تو اس کو دوسروں کو دیں اور دینے کی کوشش کریں اور کوئی حکمت کی بات ہے تو وہ دوسروں تک پہونچائیں کہ یہ بھی احسان ہے۔

دوستو! ہمارے اکابر علمائے کرام اور مشائخ عظام نے کتنی سادی زندگی گذاری ہے اور کتنی سادگی سے وقت گذارا ہے ان کو معلوم تھا کہ دنیا ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے اَللّٰهُمَّ لَاعَيْشَ اِلَّاعَيْشُ الْاٰخِرَةِ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ دنیا کا عیش عیش نہیں ہے بلکہ آخرت کا عیش و آرام اصل ہے، دنیا کے عیش و آرام پر آخرت کے آرام وعیش کو ختم کرنا بری غفلت اور بیوقوفی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل صالح نصیب فرمائے اور حرام سے بچنے اور حلال کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ

تفسیری خطباتِ حبان کی جلد اول تمام ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

☆☆☆